غمگسارِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

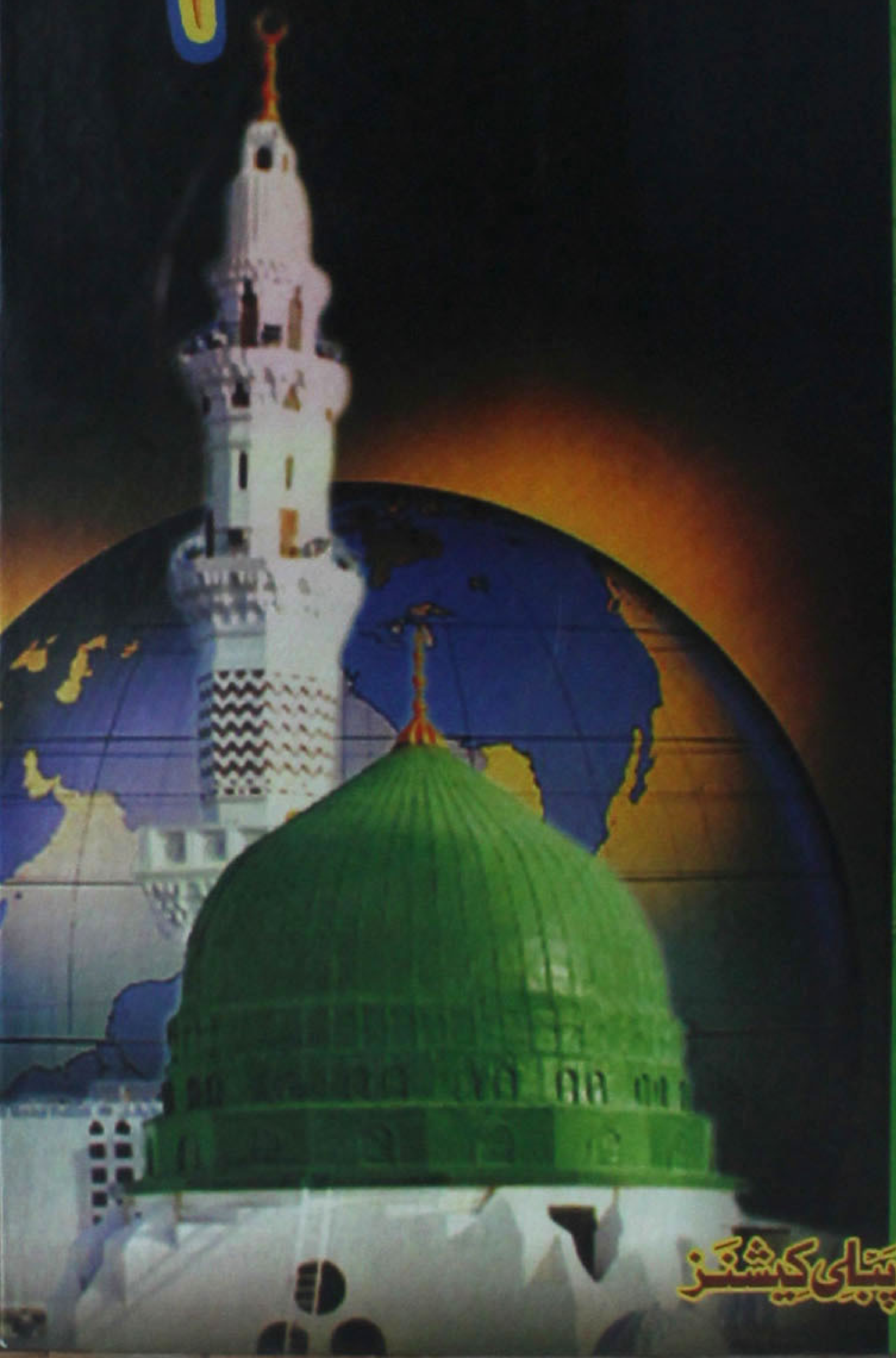

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان

"حَرِیصٌ عَلَیکُم"

کا ایمان افروز بیان

نورُالزّمان نوری

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ (القرآن)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان حَرِيصٌ عَلَيْكُم کی عکاس ایک فکر انگیز تالیف

غمگسارِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فکرِ امت اور انسانی غمگساری کا ایمان افروز بیان

نور الزّمان نوری

- ایم اے، بی ایڈ، ایل ایل بی
- فاضل جامعۃ المنہاج لاہور

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

37-المحمد مارکیٹ ۔ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور 7322770©

marfat.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب	——	غمگسار عالم ﷺ
مؤلف	——	نورالزماں نوری
باراوّل	——	ستمبر 2006ء
صفحات	——	456
طابع	——	سیّد محمد شجاعت رسول شاہ قادری
مطبع	——	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
کمپیوٹر کوڈ	——	1N-117
قیمت	——	180 روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
انفال سنٹر اُردو بازار کراچی

مکتبہ غوثیہ ہول سیل
پرانی سبزی منڈی کراچی

احمد بک کارپوریشن
اقبال روڈ کمیٹی چوک راولپنڈی

مکتبہ ضیائیہ
بوہڑ بازار راولپنڈی

اسلامک بک کارپوریشن
اقبال روڈ کمیٹی چوک راولپنڈی

مکتبہ المدینہ
بوہڑ گیٹ ملتان

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز 37-الحمد مارکیٹ غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور
مکتبہ نوریہ رضویہ بغدادی جامع مسجد گلبرگ اے فیصل آباد فون: 2626046

marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ

وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ
عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم
بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ

(القرآن، التوبہ ۹: ۱۲۸)

”بے شک تمہارے پاس تم میں سے (ایک باعظمت) رسول ﷺ تشریف لائے۔ تمہارا تکلیف و مشقت میں پڑنا ان پر سخت گراں (گزرتا) ہے۔ (اے لوگو) وہ تمہارے لئے (بھلائی اور ہدایت کے) بڑے طالب و آرزومند رہتے ہیں (اور) مومنوں کے لئے نہایت (ہی) شفیق بے حد رحم فرمانے والے ہیں“

(ترجمہ از عرفان القرآن)

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَلَا یَحْزُنکَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْکُفْرِ
اِنَّھُمْ لَنْ یَّضُرُّوْا اللّٰہَ شَیْئًا

''اے غمگسارِ عالم ﷺ جو لوگ کفر (کی مدد کرنے) میں بہت تیزی کرتے ہی وہ آپ کو غمزدہ نہ کریں، وہ اللہ (کے دین) کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے''۔

(ترجمہ از عرفان القرآن)

marfat.com

وَاَبْیَضَ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ
ثِمَالُ الْیَتٰمٰی، عِصْمَۃٌ لِّلْاَرَامِلِ

حضرت ابو طالب

وہ گورے مکھڑے والا

جس کے روئے زیبا کے واسطہ سے
ابرِ رحمت کی دعائیں مانگی جاتی ہیں،

وہ ——— یتیموں کا سہارا

وہ ——— بیواؤں اور مسکینوں کا سرپرست

جو غمگسار ہے نادار اور غریبوں کا
وہ قدسیوں میں بھی عالی مقام رہتا ہے

marfat.com

پہلے سجدہ پہ روز ازل سے درود
یاد گاریٔ امت پہ لاکھوں سلام

جس کی تسکین سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درود
ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ)

marfat.com

یُعۡطِیۡکَ رَبُّکَ داس تساں

فَتَرۡضٰی تھیں پوری آس ساں

لجپال کریسی پاس اساں

وَاشۡفَعۡ تُشَفَّعۡ صحیح پڑھیاں

(حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑویؒ)

marfat.com

واہ کریم امت دا والی ، مہر شفاعت کردا
جبرئیل جئے جس چاکر ، نبیاں داسر کردا
اوہ محبوب حبیب ربانان ، حامی روز حشر دا
آپ یتیم یتیماں تائیں ، ہتھ سرے تے دھردا

(میاں محمد بخش عارف کھڑی شریف)

marfat.com

فہرست ابواب

باب نمبر	نام باب	صفحہ نمبر
-1	حضور نبی اکرم ﷺ۔ کائناتِ عالم کے غمگسارِ اعظم	
-2	امت مسلمہ کی غمگساری اور ان کی آسانیوں کا بیان	
-3	امت دعوت کی غمگساری اور ان کے ایمان کی فکر	
-4	قبر وحشر میں لجپال رسول ﷺ کی لجپالیاں	
-5	غمگسار رسول ﷺ کی غریب نوازیاں	

marfat.com

فہرست عنوانات

﴿آئینہ کتاب﴾

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
❁	اهداء وانتساب	۲۷
❁	پیشِ لفظ	۲۹
❁	تقریظ	۳۳
	باب اوّل:	
❁	**حضور نبی اکرم ﷺ: کائناتِ عالم کے غمگسارِ اعظم**	۳۷
۱	اللہ تو کریم و رسولِ تو کریم	۴۱
۲	آیہ حریص علیکم کا مفہوم	۴۳
۳	حضور نبی اکرم ﷺ کی عالمگیر رحمتِ عامہ کا بیان	۴۸
۴	’’رحمۃ للعالمین‘‘ اور ’’بالمومنین رؤف رحیم‘‘ میں مطابقت	۵۰
۵	تمام دنیوی رشتوں سے بڑھ کر ہمدردی وغمگساری	۵۲
۶	ماں باپ سے بڑھ کر شفیق رسول ﷺ	۵۲

marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۶	ماں باپ سے بڑھ کر شفیق رسول ﷺ	۵۲
۷	مومنوں کی جانوں سے بھی قریب آقا	۵۵
۸	امتی امتی کہتے ہوئے سرکار آئے	۵۸
❁	(ا) پیدائش کے وقت امت کی یاد	۵۸
❁	(ب) وصال کے وقت امت کی یاد	۵۹
❁	(ج) فرش زمین پر امت کی یاد	۵۹
❁	(د) عرش بریں پر امت کی یاد	۶۱
۹	امت کو جہنم کے کنارے سے پکڑ پکڑ کر بچانے کی مثال	
۱۰	فکرِ امت میں حضور ﷺ کے رتجگے	۶۴
۱۱	بخشش امت کے لئے رونا	۶۶
۱۲	ہمدردیٔ امت سے متعلق مولانا رومؒ کی تمثیلی حکایت	۷۰
۱۳	غمگساریٔ امت اور مولانا رومؒ کے پرسوز اشعار	۷۲
۱۴	رو رو کے مصطفیٰ نے دریا بہا دیئے ہیں	۷۴
۱۵	بیٹی کو زندہ در گور کرنا اور سراپا رحمت ﷺ پر رقت کا طاری ہونا	۷۵
۱۶	محسن انسانیت ﷺ نے بیٹی کو ''باعثِ عار'' کی بجائے ''وجہِ افتخار'' بنا دیا	۷۸
۱۷	پیغمبر رحمت ﷺ کے انسانی خیر خواہی پر مبنی جنگی اصول:	۸۰

marfat.com

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۸۰	ا۔ ایفائے عہد کی پابندی:	۞
۸۲	۲۔ مثلہ کی ممانعت:	۞
۸۳	۳۔ اسیران جنگ کے قتل کی ممانعت	۞
۸۳	۴۔ آگ میں جلانے اوراذیتیں دے کر ہلاک کرنے کی ممانعت	۞
۸۴	۵۔ لوٹ مار اور شب خون مارنے کی ممانعت	۞
۸۵	۶۔ بچوں، بوڑھوں، عورتوں اور دیگر غیر محارب افراد کے قتل کی ممانعت	۞
۸۶	۷۔ اظہارِ اِسلام پر قتال سے دستبرداری	۞
۸۷	ایک غزوہ میں مقتولہ کی لاش دیکھ کراظہار ناراضگی کہ یہ عورت تو لڑنے والوں میں نہ تھی	۱۸
۸۸	چادر چار دیواری اور عزت وعصمت کی حفاظت	۱۹
۸۹	پیغمبرامن وسلامتی ﷺ کی امن پسندی اور صلح جوئی	۲۰
۹۱	اسلام تلوار کے زور سے پھیلا یا کردار کے زور سے	۲۱
۹۶	حق کی تلوار سے خالی کردار بزدلی ہے اور حق کے کردار سے عاری تلوار، ظلم	۲۲
۹۷	رحمۃ للعالمین ﷺ کی جانوروں سے ہمدردی وخیرخواہی	۲۳

marfat.com

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۹۹	(ا) جانوروں کو بھوکا پیاسا رکھنے سے منع فرمانا:	✿
۱۰۱	(ب) بلی کو بھوکا رکھنے پر ایک عورت کو عذاب	✿
۱۰۱	(ج) کتے کو پانی پلانے پر بخشش	✿
۱۰۴	(د) جانوروں کو پریشان کرنے، باندھ کر نشانہ بازی کرنے اور بلا ضرورت مارنے کی ممانعت	✿
۱۰۵	(ر) جانوروں کو جلانے کی ممانعت	✿
۱۰۶	(س) بے ضرر جانوروں کو مارنے کی اجازت نہیں	✿
۱۰۷	رحمت عالم ﷺ کی جناب میں پرندے کی فریاد	۲۴
۱۰۷	ایک ہرنی سے رحمت دو عالم کی ہمدردی اور اس کا ایفائے عہد	۲۵
۱۱۰	ایک کبوتر کے ساتھ ”فاتح مصر“ کے رحملانہ سلوک کا ایک عجیب واقعہ	۲۶
۱۱۰	کرو مہربانی تم اہل زمین پر	۲۷
۱۱۳	عالم جمادات: روتے ہوئے خشک ستون کو چپ کرانا (استنِ حنانہ)	۲۸
۱۱۵	استنِ حنانہ کا پیغام...... بزبانِ مثنوی مولائے رومؒ	✿

marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
	باب دوئم:	
❖	امتِ مسلمہ کی غمگساری اور ان کی دینی و دنیوی آسانیوں کی فکر	۱۱۹
۲۹	النَّبیُّ الحریص الکریم ﷺ اور امت سے کمال درجہ کی خیر خواہی	۱۲۲
۳۰	ہے ان کو امت سے پیار اتنا، کرم ہے رحمت شعار اتنا	۱۲۵
۳۱	امتِ دعوت اور امتِ اجابت (امتِ مسلمہ)	۱۲۶
۳۲	اُمتِ محمدی کی خصوصیات (شرفِ اُمت)	۱۲۶
۳۳	تورات شریف میں اُمتِ مصطفیٰ ﷺ کے سات فضائل اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا	۱۳۶
۳۴	یا رب اساں نوں امتی محبوب دا بنائیں	۱۳۶
۳۵	دینِ محمدی ﷺ (اسلام) آسان دین	۱۴۰
۳۶	شریعتِ موسوئ اور شریعتِ محمدی ﷺ کا موازنہ	۱۴۲
۳۷	امت کے لیے آسانیاں پسند فرمانا	۱۴۳
۳۸	اُمت پر فرضیت کے اندیشہ سے بعض پسندیدہ اعمال ترک کر دینا	۱۴۶
۳۹	امت کی تکلیف کے پیشِ نظر ہر نماز کے لیے مسواک لازم نہ فرمانا	۱۴۷

marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۴۰	نماز عشاء میں تاخیر پسند مگر امت پر شاق سمجھتے ہوئے جلدی پڑھنا	۱۴۸
۴۱	امت کی رعایت کرتے ہوئے نماز تراویح کا گھر میں پڑھنا	۱۵۱
۴۲	سفر میں روزہ افطار کر دینا	۱۵۳
۴۳	دوران سفر روزہ چھوڑنے کی رخصت ہے، حکم نہیں	۱۵۴
۴۴	امت کی آسانی کیلئے زندگی میں ایک بار حج کی فرضیت	۱۵۵
۴۵	سخت بھوک میں نماز سے پہلے کھانے کی اجازت	۱۵۸
۴۶	بچوں کے رونے پر نماز میں اختصار	۱۶۰
۴۷	باجماعت نماز کی صورت میں اختصار کا حکم	۱۶۱
۴۸	امت سے نرمی کرنے والے کیلئے دعا	۱۶۴
۴۹	عبادات میں تشدد اور مشقت سے صحابہ کرام کو منع کرنا	۱۶۵
❁	(الف) بعض صحابہ کے نماز، روزہ میں تشدد کے ارادہ پر سرکار ﷺ کی ناپسندیدگی	۱۶۶
❁	(ب) نذر میں خود ساختہ مشقتیں اور پابندیاں ختم کرنا:	۱۶۷
❁	(ج) کثرتِ صوم (زیادہ روزے رکھنے) سے منع فرمانا:۔	۱۶۸
❁	(د) صومِ وصال (مسلسل روزے رکھنے) سے منع فرمانا:	۱۷۰
❁	(ہ) صیامِ وصال سے حضور ﷺ کی بے مثل بشریت کا بیان:	۱۷۱

marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۵۰	ایک غریب صحابی کا کفارۂ صوم اور لجپال رسول ﷺ کی لجپالی	۱۷۲
✿	کفارہ صوم والی حدیث اور اختیارات مصطفٰے ﷺ	۱۷۴
۵۱	امت محمدی کے لئے مال غنیمت کا حلال ہونا	۱۷۶
۵۲	تمام زمین کا امتِ مصطفوی ﷺ کے لئے مسجد بنایا جانا	۱۷۹
۵۳	امت کو درود پاک پر دس گنا انعام ملنے پر حد درجہ مسرت	۱۸۱
۵۴	مشکل جو سر پہ آپڑی، آقا تیرے ہی نام سے ٹلی	۱۸۵
۵۵	آلِ رسول ﷺ کی خدمت اور والی امت ﷺ کی شفقت	۱۸۹
۵۶	غریب نواز رسول ﷺ کے وجود مقدس سے حضرت حلیمہ ؓ کے دیس میں برکتیں اور خوشحالیاں	۱۹۳
✿	میں کہتا ہوں تجھ کو حلیمہ ؓ میرے نبی نے پالا ہے	۱۹۴
۵۷	بھائیوں کے لئے ترکِ پستاں کریں	۱۹۵
۵۸	حضور ﷺ کی گریہ وزاری، صحابہ ؓ کی خطا پوشی کا سبب بن گئی	۱۹۷
✿	موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لئے	۱۹۷
۵۹	جو اِن کفار ومشرکین کو ہم سے ہٹائے گا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا	۱۹۹
✿	غزوۂ احد میں شانِ کریمی کا ایک انداز	۱۹۹
۶۰	انصارِ مدینہ سے لجپال رسول ﷺ کی لجپالی	۲۰۱
✿	لجپال پریت نوں توڑ دے نیں	۲۰۳

marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۶۱	غزوۂ حنین کے موقع پر انصار کی دلجوئی کا منفرد انداز	۲۰۳
۶۲	ابو بکر! تو نے بوڑھے کو گھر ہی کیوں نہ رہنے دیا میں خود وہاں چلا جاتا	۲۰۷
	باب سوم:	
✿	اُمتِ دعوت کی غمگساری اور اِن کے ایمان کی فکر	۲۰۹
۶۳	امت دعوت سے مراد	۲۱۳
۶۴	تمام عالم انسانیت، حضور ﷺ کی امت دعوت ہے	۲۱۳
۶۵	امت دعوت سے خیر خواہی اور غم خواری	۲۱۶
۶۶	نبی رحمت ﷺ کی شان رحمتہ للعالمین	۲۱۷
۶۷	انسانیت کو آگ سے بچانے کی مثال	۲۱۹
۶۸	یہ کرم ہے حضور ﷺ کا ہم پر، آنے والے عذاب ٹلتے ہیں	۲۲۰
۶۹	حدود طائف میں زخم کھا کر دعا کے سکے لٹانے والا	۲۲۱
۷۰	احد کے دن سے بھی زیادہ سخت طائف کا دن	۲۲۳
✿	سفر طائف اور دعوت حق کے تقاضے	۲۲۵
۷۱	رؤسائے مکہ کی ہدایت کی خاطر ان کے ناروا مطالبہ کو پورا کرنے کا ارادہ مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخالفت	۲۲۷

marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۷۲	قحط سے تنگ آ کر سرداران مکہ کا بارگاہِ رحمتہ للعالمین ﷺ میں استغاثہ	۲۲۸
۷۳	یہاں سے ہاتھ خالی غیر بھی جایا نہیں کرتے	۲۲۹
۷۴	یمان کے سردار، ثمامہ کا اخلاقِ کریمانہ سے متاثر ہو کر مسلمان ہونا	۲۳۰
۷۵	ایک یہودی نوجوان خادم کی مرض الموت میں عیادت اور نعمتِ ایمان	۲۳۲
❁	کچھ اُن کے خُلق نے کچھ ان کے پیار نے کر لی	۲۳۲
۷۶	محبوبِ خدا ﷺ کے سفید چہرہ اقدس کے وسیلہ سے قریش مکہ کے لیے باران رحمت	۲۳۴
۷۷	جس سے کھاری کنویں شیرۂ جاں بنے	۲۳۶
۷۸	مظلوم کسی بھی طبقہ سے ہو، دستگیری ہم کریں گے	۲۳۷
۷۹	بعثت سے قبل، ایک غریب بدو کی خاطر سرمایہ دار تاجر کے ظلم کے خلاف آواز	۲۳۸
۸۰	تیروں سے زخمی کرنے والے قبیلہ ثقیف کی ہدایت کے لیے دعا	۲۴۰
۸۱	قبیلہ دوس کی ہلاکت کے مطالبہ پر ہدایت کی دعا	۲۴۱
۸۲	قریشی نوجوان کے ارادہ برائی کو بدلنے کا منفرد انداز دعوت	۲۴۳
۸۳	میدان جنگ میں بھی دشمنوں سے خیر خواہی	۲۴۵
۸۴	اُسامہ! کیا تم نے اُس مقتول کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا	۲۴۹

marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۸۵	ایک مشرک کے بلاوجہ قتل پر غمگسارِ عالمین ﷺ کی ناراضگی	۲۴۹
۸۶	رحمت عالم ﷺ کا جاسوس عورت سے حسن سلوک	۲۵۰
۸۷	فتح مکہ کے موقع پر خون کے پیاسوں کے لیے عام معافی کا اعلان	۲۵۳
۸۸	آپ ﷺ سے بڑھ کر کون کریم ہو سکتا ہے، میری تو آپ کے ساتھ قریبی رشتہ داری بھی ہے	۲۵۶
۸۹	فتح مکہ کے موقع پر حضور ﷺ اور ابو سفیان کا مکالمہ اور آپ ﷺ کی شان رحمت	۲۵۷
۹۰	مفرورینِ مکہ کے ساتھ ہمدردانہ سلوک	۲۵۸
۹۱	نہ کہیں جہاں میں اماں ملی، جو اماں ملی تو کہاں ملی	۲۵۹
✿	(ا) عکرمہ بن ابی جہل	۲۵۹
✿	(ب) وحشی بن حرب	۲۶۰
✿	(ج) ہبار بن الاسود	۲۶۱
✿	(د) کعب بن زہیر	۲۶۲
۹۲	یہ اندھا، قلب ونظر کا بھی اندھا ہے، اسے چھوڑ دو	۲۶۳
۹۳	چند شرپسند کافروں کا شب خون اور حضور ﷺ کا ہمدردانہ سلوک	۲۶۴
۹۴	اس خطیبِ کفر کا مثلہ نہ کرو، چھوڑ دو، شاید یہ مقامِ حمد پر کھڑا ہو جائے	۲۶۵

marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۹۵	میری بدتمیزی سے آپ ﷺ کے حلم میں اضافہ ہوا۔ایک قرض خواہ یہودی کے تاثرات	۲۶۶
۹۶	مصر کی کنواری لڑکیوں کو، دینِ محمدی ﷺ کی وجہ سے، دریائے نیل کی نذر ہونے سے نجات	۲۶۸
	باب چہارم:	
✿	قبر و حشر میں لجپال رسول ﷺ کی لجپالیاں	۲۷۱
۹۷	حضور ﷺ کی حیات بھی امت کے لیے موجب خیر و رحمت اور وصال بھی	۲۷۵
۹۸	بعد از وصال "جآء وک" اور "استغفرلهم الرّسول" کا فیض	۲۷۷
۹۹	قبر میں لہرائیں گے تاحشر چشمے نور کے	۲۸۲
✿	برزخی حیات کی کامیابی۔پہچان مصطفیٰ ﷺ	۲۸۲
۱۰۰	حضور ﷺ کے جنازہ پڑھانے سے قبر میں تسکین	۲۸۶
۱۰۱	امتی کے عذاب قبر کو دیکھ کر ترو تازہ شاخوں سے تخفیفِ عذاب	۲۸۷
۱۰۲	حضور ﷺ کی تسبیح سے امتی کی قبر کی کشادگی	۲۸۹
۱۰۳	روزِ محشر نہ کوئی اور سہارا ہوگا	۲۸۹
۱۰۴	سب کے ہونٹوں پہ محمد ﷺ کی دُہائی ہوگی	۲۹۲

marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
✿	مقامِ محمود اور فکرِ امت	۲۹۲
۱۰۵	مقبول دعا: امت کی شفاعت کے لئے چھوڑ دی	۲۹۴
۱۰۶	ستر ہزار امتی بلا حساب و کتاب جنت میں	۲۹۷
۱۰۷	فردوس میں رسول ﷺ ہمارا نہ جائے گا	۲۹۹
۱۰۸	سلام اس پر، بروں کو جس نے فرمایا کہ میرے ہیں	۳۰۱
۱۰۹	ساری امت کی مغفرت کے لیے سہ بار دعا اور بخشش کا وعدہ الٰہی	۳۰۲
۱۱۰	قیامت کے تین مشکل مقامات اور کریم آقا ﷺ کی بندہ نوازی	۳۰۳
۱۱۱	قیامت کا منظر بڑا پر خطر ہے مگر......	۳۰۵
۱۱۲	اب تو سجدے سے سر کو اٹھالو، آپکی ساری امت بری ہے	۳۰۷
✿	حدیث شفاعت سے ایمان افروز نکات اور فوائد	۳۰۷
	باب پنجم:	
✿	غمگسار رسول ﷺ کی غریب نوازیاں	۳۱۷
	فصل اوّل:	
✿	دین محمدی میں غرباء کا مقام	۳۲۱
۱۱۳	اِنسانی تخلیق کا مقصد اور تصور عبادت	۳۲۲

marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۱۴	یہی ہے عبادت، یہی دین وایمان O کہ......	۳۲۵
۱۱۵	دینِ اسلام میں غرباء و مساکین سے ہمدردی کی اہمیت وفضیلت	۳۲۸
۱۱۶	بارگاہِ ربوبیت میں غرباء و مساکینِ امت کی قدر ومنزلت	۳۳۴
۱۱۷	بارگاہِ رسالت ﷺ میں فقراء و مساکین کا مقام	۳۳۸
۱۱۸	زندہ ملتِ بیضا ہے غرباء کے دم سے	۳۴۲
۱۱۹	تیری خاک میں ہے اگر شرر تو خیال فقر وغنا نہ کر (ایک اصولی بات)	۳۴۴
۞	فصل ثانی:	
	غمگسار رسول ﷺ کی غریب نواز تعلیمات	۳۴۸
۱۲۰	یتیموں کی کفالت پر عظیم بشارت نبوی	۳۴۹
۱۲۱	۔یتیم کے سر پر دست شفقت رکھنے کا بے مثال اجر	۳۵۲
۱۲۲	غرباء و مساکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب	۳۵۳
۱۲۳	حدیث، ''ایمان اور اپنے بھائی کے لئے پسند'' کی دوصورتیں	۳۵۶
۱۲۴	نفلی حج وعمرہ یا مساکین سے مالی ہمدردی (امام غزالیؒ کے نزدیک)	۳۶۰
۱۲۵	خدام اور غلاموں سے حسنِ سلوک	۳۶۳
۱۲۶	وصال کے وقت بھی نماز اور غلاموں کی فکر	۳۶۶

marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۲۷	''مزدور کی مزدوری، پسینہ خشک ہونے سے پہلے۔''ایک غریب پرور نظریہ	۳۶۹
۱۲۸	غریب مقروض سے نرمی کی ترغیب	۳۷۴
۱۲۹	فقراء کی محبت جنت کی چابی ہے	۳۷۵
۱۳۰	ادولت، برادری اور رنگ ونسل کوئی بڑائی یا فضیلت کا معیار نہیں	۳۷۶
❁	فصل ثالث:	
	غمگسار رسول ﷺ کا غریب نواز نمونہ	۳۸۱
۱۳۱	شاہ عرب ﷺ کی فقیرانہ وزاہدانہ زندگی اور ''الفقر فخری''	۳۸۴
۱۳۲	حیاتِ نبوی ﷺ کا نجی پہلو اور نمونہ کمال	۳۸۶
۱۳۳	حیاتِ نبوی ﷺ کا عائلی پہلو اور نمونہ کمال	۳۸۹
۱۳۴	فقر محمدی ﷺ اضطراری نہیں، اختیاری تھا	۳۹۳
۱۳۵	حیاتِ نبوی ﷺ کا معاشرتی پہلو اور نمونہ کمال	۳۹۵
❁	''فَلْيَعُدْ بِهِ'' کے حکم کا فلسفہ	۳۹۶
۱۳۷	قبضہ میں جن کے ساری خدائی ان کا بچھونا ایک چٹائی	۳۸۹
۱۳۸	وصالِ نبوی پر سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا مرثیہ	۴۰۲
۱۳۹	کل جہاں مِلک اور جو کی روٹی غذا	۴۰۳

marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۴۰	میری اور دنیا کی مثال ایک مسافر کی سی ہے جو۔۔۔	۴۰۵
۱۴۱	فیضانِ صحبتِ محمدی ﷺ اور کردارِ صحابہ	۴۰۶
۱۴۲	اصحابِ صُفّہ......فقرِ محمدی کے غمّاز و عکّاس	۴۰۸
۱۴۳	''زورِ حیدر''''فقر بوذر''''صدق سلمانی''......فیضانِ فقرِ محمدی ہے	۴۱۱
۱۴۴	آغوشِ ''زہدِ نبوی'' کے پروردہ ''خلیفۃ المسلمین'' کے زُہد کا ایک عجیب واقعہ (حیدری فقر)	۴۱۴
❁	**فصل رابع:**	
	غمگسار رسول ﷺ کا غریبوں سے عملی رویہ	۴۱۷
۱۴۵	''دُرِّ یتیم'' کو حالتِ یتیمی میں پیدا کرنے کی ایک حکمت	۴۲۰
۱۴۶	جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑے	۴۲۳
❁	عید کے روز ایک یتیم بچے کی دلجوئی	۴۲۳
۱۴۷	غزوۂ احد میں شہید صحابی کے بچے کا باپ بننا	۴۲۵
۱۴۸	یتیموں کے سروں پر کر دیا اقبال کا سایہ	۴۲۵
۱۴۹	یتیم بچوں سے مسجد کیلئے بھی زمین بلا معاوضہ نہ لی	۴۲۵
۱۵۰	ان کا کرم پھر ان کا کرم ہے، ان کے کرم کی بات نہ پوچھو	۴۲۶
❁	ایک غریب صحابی کے کفارۂ ظہار کی ادائیگی	۴۲۶

marfat.com

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۴۳۰	حضرت جابر بن عبداللہؓ کا قرض اور کریم آقا ﷺ کی بے چینی	۱۵۱
۴۳۱	جن کو دنیا میں نہ کوئی اپنا کہے......	۱۵۲
۴۳۳	حضرت ربیعہ بن کعبؓ کی شادی کی فکر اور انتظام	۱۵۳
۴۳۵	ایک دیوانی عورت کی خاطر، عرشِ بریں کا مہمان فرشِ زمیں پر	۱۵۴
۴۳۶	قبیلہ مضر کے خستہ حال افراد کو دیکھ کر بے چینی اور ان کی مدد کیلئے ترغیب	۱۵۵
۴۳۷	قیلولہ چھوڑتے ہوئے ایک مظلوم کی فریادرسی	۱۵۶
۴۳۹	غریب طبقہ کی دعوت قبول کرنا	۱۵۷
۴۴۰	غریب پرور رسول ﷺ نے غلام زادے کو امیر لشکر مقرر کر دیا	۱۵۸
۴۴۲	غزوۂ تبوک اور ایک مزدور صحابی کے ایثار کی منفرد انداز میں عزت افزائی	۱۵۹
۴۴۵	لب ہائے نبوت کا غریب مزدور کے آبلہ دار ہاتھوں کو چومنا	۱۶۰
۴۴۶	لوگو! اسلام کا پیغمبر ﷺ، عطا کرتے وقت فقر سے ڈرتا ہی نہیں	۱۶۱
۴۴۶	ایک ضرورت مند کو بکریوں کا ریوڑ عطا کرنا	✿
۴۴۸	سلام اس پر کہ جس نے............	۱۶۲
۴۴۹	مآخذ و مراجع	✿

marfat.com

اِنتساب و اِهداء

امام الانبیاء والمرسلین، سید الاولین والآخرین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، محبّ الفقراء والمساکین حضرت سیّدنا **محمد مصطفٰی احمد مجتبٰی** ﷺ جنہیں امت کی بھلائی، نجات اور بخشش کی اس قدر فکر تھی کہ ولادت سے وصال تک

جن کو امت کا غم ہی ستاتا رہا

کے حضور، اک بندہ گناہ گار، سیہ کار، پر خطا کا عاجزانہ نذرانہ، شفاعت کی اس امید کے ساتھ کہ

بریں نازم کہ ہستم امتِ تو
گناہ گارم و لیکن خوش نصیبم

بوساطت

چراغ امت، وارث نبوت، سید مظلوم، امام مرحوم سیدنا **امام زین العابدین** علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

❁ جن کا خالق کے ساتھ تعلق بندگی کا یہ عالم کہ ہر روز ہزار رکعت نوافل پڑھ کر ''زین العابدین'' کے لقب سے ملقب ہوئے اور

❁ مخلوق پر شفقت اور غمگساری کا یہ عالم کہ راتوں کو اہلِ حاجت کے لئے پیٹھ پر، آٹے کی بوریاں اٹھا اٹھا کر، جسم پر نیل پڑ گئے اور جن کا در، فقراء امت اور غمزدوں کے لئے، جود وسخا اور فضل وعطا کے ساتھ، ہمیشہ کھلا رہتا

گر قبول افتد زہے عز و شرف

(مؤلف)

marfat.com

کتاب ھذا کا بنیادی پیغام

ہر ایک کے ساتھ بھلائی کریں اور اگر کسی کے ساتھ بھلائی نہیں کر سکتے تو کم از کم اس کے لئے برائی بھی نہ سوچیں

.... **کیونکہ** ....

یہ پہلا سبق تھا کتابِ ہدیٰ کا
کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا
یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

marfat.com

پیش لفظ

امام الانبیاء، حبیب کبریاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت طیبہ پر، صدیوں سے امت کے اہل علم و فضل، لکھتے چلے آرہے ہیں لیکن یہ موضوع ایک ایسا بحرِ ذخار و بے کنار ہے جس کی نہ تو کوئی حد ہے اور انتہا۔جس میں علم و دانش کے کئی ائمہ، زندگی بھر غوطہ زنی کرتے رہے۔ مدتوں پڑھنے، لکھنے اور بیان کرنے کے بعد سیرت نبوی ﷺ کے کسی ایک گوشہ یا پہلو کا بھی حق ادا نہ کر سکے اور انہیں بالآخر یہ کہنا پڑا

دفتر تمام گشت و بیاباں رسید عمر
ماہم چُناں در اولِ وصفِ تو ماندہ ایم

یعنی

زندگیاں ختم ہوئیں اور قلم ٹوٹ گئے
لیکن تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا

محبوب خدا ﷺ کی شخصیت مقدسہ ،جمیع اوصاف و کمالا ت کی جامع ہے۔آپ ﷺ کے محامدو محاسن اور فضائل و خصائل، احاطہ تحریر سے باہر ہیں ۔حضور ﷺ کی شان مقدسہ پر جس کسی نے جتنا کچھ لکھا یا بیان کیا ، درحقیقت حضرت حسان بن ثابتؓ کے اِس شعر کے مصداق اُس نے اپنے لئے سعادت کا سامان کیا کہ

مَا اِنْ مَّدحتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِی
لٰکِنْ مَّدحتُ مَقَالَتِی بِمُحَمَّدٖ

''میں نے اپنے کلام سے حضور ﷺ کی تعریف نہیں کی بلکہ میں نے اپنے کلام کو حضور ﷺ کے مقدس ذکر سے مزین ومشرف کیا ہے۔''

marfat.com

اسی سوچ کے تحت، بندہ ناچیز، مصر کی اُس مفلس بڑھیا کی طرح جو سوت کی اٹی لے کر حضرت یوسف علیہ السلام کے خریداروں میں شامل ہو گئی، اپنی کم علمی اور کم مائیگی کے باوجود، حضور ﷺ کی شانِ رفیعہ کے جس پہلو کو موضوعِ تالیف بنا رہا ہے۔ وہ ہے والی امت ﷺ کا امت کے ساتھ تعلق جو کہ ہمدردی، محبت، شفقت، رحمت اور خیر خواہی پر مبنی ہے۔ کتاب ھذا کے مضامین کا مرکز ومحور سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۱۲۸ ''لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْ مِنِیْنَ رَءُ وْفٌ رَّحِیْمٌ'' ہے۔ اس کے تحت حضور ﷺ کی فکرِ امت، انسانی ہمدردی، خیر خواہی، غمگساری اور دنیا و آخرت میں امت کی فلاح و نجات کے متعلق قرآن و احادیث اور سیرت و فضائل کی کتب میں بکھرے ہوئے مواد کو اکٹھا کرنے کی ایک ادنیٰ سی کوشش کی گئی ہے۔

اس کتاب کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے باب میں اس تصور کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ، کائنات عالم میں ہر مہربان اور ہمدرد سے بڑھ کر انسانیت کے ہمدرد اور غمگسار ہیں۔ آپ نہ صرف انسانوں کے غمگسارِ اعظم ہیں بلکہ اللہ کی ساری مخلوق آپ کے دامنِ رحمت میں پناہ ڈھونڈتی ہے۔ دوسرے اور تیسرے باب میں حضور ﷺ کی امت کی دو اقسام، امت مسلمہ اور امت دعوت، بیان کرتے ہوئے دوسرے باب میں امت مسلمہ پر کرم نوازی، شفقت اور ان کے لئے دینی امور میں آسانیوں کی خواہش کا بیان ہے جبکہ تیسرے باب میں امتِ دعوت (غیر مسلموں) کے ایمان کی فکر اور ان کی خیر خواہی و غمگساری کا بیان ہے۔ چوتھے باب میں قبر و حشر میں امت کی نجات اور بخشش کے لئے لجپال رسول کی لجپالیوں کا بیان ہے جبکہ آخری باب میں معاشرہ کے غرباء و مساکین کی غمگساریوں اور غریب نوازیوں کا بیان ہے۔

اس تالیف کے ذریعے اس حقیقت کو آشکار کرنے کی سعی کی گئی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی طبعی شفقت و رحمت کی بنا پر، بلا امتیاز مذہب و نسل، اپنے پرائے، ساری انسانیت کے ساتھ جس انداز سے دینی، دنیوی، اخروی ہمدردی و غمگساری کا نمونہ عمل پیش کیا اس کی مثال پوری تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔

marfat.com

بندہ اس حقیقت کا معترف ہے کہ اسے لکھنے کا سلیقہ نہیں لیکن توفیق خداوندی سے جب اس موضوع پر مواد اکٹھا کرنا شروع کیا تو رحمت خداوندی خود رہنمائی کرتی گئی۔اس سلسلے میں میرے شیخ محترم سیدی وسندی حضور قبلہ فقیہ عصر مفتی محمد امین صاحب دامت برکاتہم العالیہ،مزید ترغیب وتحریک کا باعث بنے جب انہوں نے اس سے پہلے میری مرتب ہونے والی تالیف ''روشن ستارے'' کی تحسین کرتے ہوئے حوصلہ افزائی فرمائی۔ مزید یہ کہ اس سلسلے میں اپنی کچھ کتب بھی عنایت فرمائیں۔فروغِ علم وعشق میں، اللہ تعالیٰ ان کے فیض کو جاری وساری رکھے۔

بنیادی طور پر اس تالیف میں فکری رہنمائی، استاذی ومربی مکرم حضور شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدّ ظلہ العالی کی ہے جن کے خطبات اور تصنیفات سے بنیادی رہنمائی لیتے ہوئے یہ مجموعہ مرتب کیا گیا۔ کتاب ھذا میں جا بجا حضور شیخ الاسلام کی تصنیفات کے حوالے نظر آئیں گے۔آپ نے مزید شفقت فرماتے ہوئے اس کتاب کا نام بھی منتخب فرمایا۔اللہ تعالیٰ، آپ کے علم وفکر سے امت کو بیش از بیش فائدہ پہنچائے۔ میں اپنے کلاس فیلو علامہ محمد علی قادری (سینئر ریسرچ اسکالر FMRI) کا ذکر کرنا بھی مناسب سمجھتا ہوں جن کے تجویز کردہ نام ''غمگسارِ عالم ﷺ'' کو قبلہ شیخ الاسلام نے پسند فرماتے ہوئے، کتاب کا نام منتخب کیا۔ اس موقع پر ناچیز، ممتاز محقق حافظ محمد سعد اللہ کا بھی ممنون ہے کہ اس موضوع پر مواد اکٹھا کرتے ہوئے ان کی کتب سے بھی مجھے کافی رہنمائی ملی۔

اس موقع پر میں اپنے دو عزیز شاگردوں کا بھی شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جن میں ایک حافظ محمد ضیاء الحق رازی (ریسرچ اسکالر FMRI) جنہوں نے بڑی محنت سے حوالہ جات کی تخریج میں ساتھ دیا اور دوسرے حافظ عبدالرؤف ہیں جنہوں نے کمپوزنگ اور تصحیح کرتے ہوئے رموزِ اوقاف اور عنوانات کے تناسب میں، بندہ کی منشاء کو پیش نظر رکھا۔ اسی طرح اپنی عزیز بہن حدیبہ صدف قادری (منہاجین) ایم۔اے (علوم اسلامیہ) کے لئے دعا گو ہوں جنہوں نے اس مسودہ کی پروف ریڈنگ کی۔ میں ممنون ہوں اپنے بہت ہی سینئر منہاجین، فاضل ترین دوست علامہ محمد رمضان نقشبندی کا جنہوں نے اس مسودہ کی

marfat.com

نظرِ ثانی کی اور نوریہ رضویہ پبلی کیشنز لاہور کے ناظم سیّد شجاعت رسول قادری کا جنہوں نے حسبِ سابق اس کتاب کی اشاعت میں دلچسپی لی۔

آخر میں، بندہ، بارگاہ ربوبیت میں دست بدعا ہے کہ اے بار الٰہ! تو نے اپنے ایک ادنیٰ بندے کو اپنے عظیم پیغمبر کی توصیف کی توفیق دی ہے اب اس میں تاثیر بھی عنائیت فرما اور اسے، بروزِ حشر، اپنے محبوب مکرم ﷺ کی شفاعت کا ذریعہ بنا دے۔آمین بجاہ نبیک الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

کیا فکر کی جولانی، کیا عرضِ ہنر مندی
توصیفِ پیمبر ہے توفیقِ خداوندی

اک بندہ گناہ گار، شفاعت کا امیدوار

نور الزماں نوری

(دی منہاج یونیورسٹی، لاہور)

المتوطن: پناہ کے شریف ضلع فیصل آباد

۱۱ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ / ۱۰ مئی ۲۰۰۶ء

marfat.com

تقریظ

عظیم دانشور و رہنما ڈاکٹر رحیق احمد عباسی، ناظم اعلیٰ تحریک منہاج القرآن

حضور ﷺ پیغمبر رحمت بن کر آئے۔ آپ کا لایا ہوا دینِ اسلام ملتِ اسلامیہ کے لیے ہی نہیں بلکہ ساری اِنسانیت کے لیے نظامِ رحمت ہے۔ آپ ﷺ کی تشریف آوری سے قبل اِنسانیت طرح طرح کی غلامی کے بندھنوں میں قید تھی۔ اگر ایک طرف وہ اپنے خالقِ حقیقی کی بندگی کی بجائے مظاہرِ کائنات کی بندگی کر رہی تھی تو دوسری طرف دنیاوی لحاظ سے بھی، سیاسی، سماجی اور معاشرتی لحاظ سے اِستبدادی، سامراجی و اِستعماری عناصر نے کمزور اور مجبور اِنسانیت کو اپنے ظالمانہ شکنجوں میں جکڑ رکھا تھا۔ اِنسانی وقار، عظمت اور حقوق کیا ہوتے ہیں؟ اِنسانی شعور اِن سے آشنا تک نہ تھا۔ آپ ﷺ کی آمد سے انسانیت ان تصورات سے آگاہ ہوئی اور غلامی کے ہمہ نوع بندھن بتدریج تحلیل ہوتے گئے۔ اِنسان حقیقی معنوں میں سربلندی اور سرفرازی کی راہ پر گامزن ہوا۔

قرآن حکیم نے آپ ﷺ کے اَوصاف اور محامد کا تعارف کرواتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ.

(الاعراف، ۷: ۱۵۷)

''جو اُنہیں اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع فرماتے ہیں اور اُن کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور اُن پر پلید چیزوں کو حرام کرتے ہیں اور اُن سے اُن کے بارِ گراں اور طوقِ (قیود) جو اُن پر (نافرمانیوں کے باعث مسلط) تھے، ساقط فرماتے (اور اُنہیں نعمتِ آزادی سے بہرہ یاب کرتے) ہیں۔''

گویا حضور ﷺ کا اِنسانیت کے لیے غمگسار اور رحمت بن کر آنا محض ایک عقیدہ یا علم و فکر کی حد تک نہیں تھا بلکہ یہ ایک ایسی عملی حقیقت ہے کہ جس نے تاریخ کا دھارا بدل دیا۔ اور آپ ﷺ کی آمد کے بعد اِنسانی تاریخ کی حرکت کی سمت ہی بدل گئی۔ قیصر و کسری

marfat.com

قصہ پارینہ بن گئے اور مجبور و مقہور اِنسانوں کی سرفرازی کا اِمکان نصیب ہوا۔ یہ آپ کا ہی دیا ہوا شعور تھا کہ وہی عرب جو عصبیت اور نسلی تفاخر میں ضرب المثل تھے اُنہوں نے اِنسانی وقار کی عظمت کی ایسی ایسی داستانیں رقم کیں کہ تاریخ ان کی نظیر نہیں پیش کر سکتی۔ بیت المقدس کی فتح کے موقع پر امیر المومنین کے پیدل اور ان کے خادم کے اونٹ پر سوار ہو کر بیت المقدس میں داخل ہونے کا منظر ایک ایسا ہی عدیم المثال منظر ہے۔ یہ وہی شعور تھا کہ جب گورنر مصر کے بیٹے نے ایک عام مصری کو نشانہ تظلم بنایا تو حضرت عمر ﷛ نے گورنرِ مصر کو فرمایا کہ ماؤں نے اپنے بیٹوں کو آزاد جنا تھا تم نے کب سے انہیں اپنا غلام بنا لیا ہے؟ اور اہل علم سے یہ اَمر مخفی نہیں کہ آج کی مغربی جمہوریت کی بائبل کی حیثیت والی تصنیف ''معاہدۂ عمرانی'' کا آغاز اسی جملے سے گیا کیا ہے۔

تحریک منہاج القرآن دورِ حاضر میں ملتِ اِسلامیہ کے لیے اللہ رب العزت کی وہ نعمت ہے جو اِسی فکر اور پیغام کی علم بردار ہے۔ حضرت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی فکری و عملی رہنمائی میں تحریک اس شعور کے چراغ کو عام کرنے کے لیے کام کر رہی ہے۔ حضرت شیخ الاسلام کی رہنمائی اور تربیت کا ثمر ہے کہ تحریک نے ایسے اہل فکر و نظر افراد کی کھیپ تیار کر دی ہے جو تحریک کی فکر کو فروغ پذیر کرنے کے لیے شبانہ روز مصروف عمل ہیں۔ محترم علامہ نور الزمان نوری صاحب تحریک کے ایک ایسے ہی قابلِ صد فخر فرزند ہیں جن کی کئی تصانیف منظر عام پر آ کر اہل علم سے داد و تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ انہوں نے اپنی زیر نظر تصنیف ''غمگسارِ عالم ﷺ'' میں حضور نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ کے ان واقعات کا احاطہ کیا ہے جو آپ کے اس کائنات کے لیے رحمت ہونے سے متعلق ہیں۔ یہ تصنیف جہاں حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ کے محاسن و محامد کا بیان ہے وہاں ایک عملی پیغام بھی ہے جس پر عمل کر کے ہم اس منزل تک پہنچ سکتے ہیں جو ہمارے روشن مستقبل کی ضمانت ہے۔ میری دعا ہے کہ ان کی یہ کاوش اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں مقبول ٹھہرے، اور اُن کے زورِ قلم اور تاثیر بیان میں مزید اضافہ ہو۔ (آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ)

ڈاکٹر رحیق احمد عباسی

ناظم اعلیٰ تحریک منہاج القرآن

marfat.com

تقریظ

از ممتاز محقق علامہ محمد عمر حیات الحسینی

اے سرورِ دیں، نور ہے یکسر تیری سیرت
اقدار کو کرتی ہے منور تیری سیرت

غمخوار انسانیت حضور سید عالم ﷺ کی سیرت سراسر نور اور روشنی کا منبع و مصدر اور سرچشمہ ہے جس سے اسلام کی تمام اقدار منور ہوتی ہیں اور پوری کائنات آپ ﷺ ہی سے درخشندہ و تابندہ ہے۔ آپ ﷺ کا نام نامی اسم گرامی لب پر آتے ہی روح مسکراتی اور زندگی بہاروں میں ڈوب جاتی ہے۔ آپ ﷺ کا وجود خالق کائنات کے حسن تخلیق کا شاہکار ہے اور فطرت کی تمام تر رعنائیوں اور زیبائیوں کا حامل ہے۔ آپ ﷺ کا نور تخلیق کائنات کا سرچشمہ اور سبب سے اور آپ ﷺ کا فیضان کونین میں ہر سو پھیلا ہوا ہے۔ آپ ﷺ کی خاطر رب لم یزل نے سب کچھ بنایا اور سجایا ہے۔ خالق کائنات نے ہی آپ ﷺ کا پیار و عشق دل فطرت میں انڈیلا ہے۔ آپ ﷺ کے نور ہی سے مطلع صبح ازل روشن اور تابندہ ہوئی اور آپ ﷺ کے جلووں سے چہرہ شام ابد تاباں۔ مالک کائنات نے کبھی مزمل، مدثر اور کبھی یٰسین و طٰہٰ کے پیار سے مخاطب کیا کیونکہ آپ ﷺ رؤف بن کر آئے، رحیم و کریم، اور خطا پوش بن کر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ ﷺ کا ذکر کائنات میں ہر وقت، ہر سو ہو رہا ہے۔ بحر و بر میں، شجر و حجر میں، خورشید و قمر میں، زمین و آسمان میں، ہر ذرے میں، ہر قطرے میں، ہر ساعت میں، ہر لمحے میں، جب بھی، جہاں بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے ساتھ ہی اس کے محبوب کریم ﷺ کا ذکر ہے۔

مصطفیٰ کا نام ہے نامِ خدا کے ساتھ
مصطفیٰ کی یاد ہے شامل خدا کی یاد میں

اللہ تعالیٰ کی محبت کی کسوٹی اتباع و محبت رسول ﷺ ہے۔ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی ''اگر تم واقعی اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو''۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کے دعویٰ میں وہی لوگ سچے ہیں جو آپ ﷺ کی اتباع و

marfat.com

پیروی میں زندگی گزار رہے ہیں۔ اور جن کی زندگیاں اتباع نبوی ﷺ سے محروم ہیں وہ اپنے دعوے محبت میں ناقص ہیں۔ حضور سید عالم ﷺ کی والہانہ محبت ہی مسلمان کو اتباع سیرت کے لیے آمادہ کرتی ہے۔ یہ حقیقت بھی ذہن نشین رہے کہ اسلام میں محبت رسول ﷺ کے کسی ایسے تصور کی قطعاً گنجائش نہیں ہے جو سنت رسول ﷺ سے بے نیازی یا بے زاری کے ساتھ ہو۔ سنت رسول ﷺ سے انحراف کے ساتھ عشق رسالت کا دعویٰ ناقص بھی ہے اور گمراہ کن فریب بھی۔ غفلت، لاپرواہی، سہل انگاری اور جذبات نفس سے مغلوب ہو کر کبھی آدمی کوتاہی کرتا ہے اور کر سکتا ہے۔ اور یہ کوتاہی محبت رسول ﷺ سے محرومی کی دلیل نہیں ہے۔ لیکن یہ تصور کہ سنت رسول ﷺ سے مسلسل انحراف اور بے زاری کرتے ہوئے بھی آدمی سچا اور پکا عاشق صادق ہے بد ترین خودفریبی ہے۔ محبت رسول ﷺ کا جائزہ ضرور کرتے رہنا چاہیے۔ غور وفکر کرتے رہنا چاہیے کہ شب و روز میں کتنی بار آپ کو حضور سید دو عالم ﷺ کی یاد تڑپاتی ہے! کبھی یہ سوچ کر بھی آپ کی آنکھیں بھیگ گئی ہیں کہ رسول رحمت ﷺ نے امت کی خاطر جو لرزہ خیز دکھ اٹھائے ہیں ہم اور آپ اس کا کوئی بدل نہیں دے سکتے! کبھی آپ کو اس غم نے بھی تڑپایا ہے کہ حضور سید کائنات ﷺ کا لایا ہوا دین آج مغلوب و مظلوم ہے۔ سیرت و شریعت نبوی ﷺ زندگی کے ہر میدان سے بے دخل ہو چکی ہے۔ رسول رحمت ﷺ نے اپنے خون سے جس باغ کو سینچا تھا آج وہ اجڑ رہا ہے۔ جس دین کو قائم کرنے کیلئے مکے کی گلیوں، طائف کے بازاروں اور بدر و احد کے میدانوں میں طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں برداشت کی تھیں۔ آج وہ دین مٹایا جا رہا ہے۔ کیا یہ سوچ کر واقعی آپ کی بے چینی و اضطرابی بڑھ جاتی ہے۔ آپ اس عزم کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوتے ہیں کہ اپنا سب کچھ اس راہ میں قربان کر کے ہی اللہ کے حضور پہنچیں گے۔ حضور سید دو عالم ﷺ سے گہرے تعلق کے بغیر آپ ﷺ کی اتباع و پیروی ناممکن ہے اور نہ ایسی اتباع مطلوب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کے لیے جس اتباع رسول کو کسوٹی اور معیار بنایا گیا ہے وہ وہی اتباع ہے جو دلی عقیدت و محبت واحترام وعشق کے جذبہ کے ساتھ کی جائے۔

لجپال آقا ﷺ کی غریب نوازیاں، لجپالیاں اور غمگساریاں جیسے نہایت پر سوز اور پر درد سیرت طیبہ کے پہلو کو فاضل مؤلف علامہ نور الزمان نوری صاحب نے اجاگر کیا

marfat.com

ہے۔ علامہ نوری صاحب کو نوجوان دینی اسکالر اور پر زور خطیب کی حیثیت سے تو زمانہ طالب علمی سے جانتا ہوں، لیکن بحیثیت ادیب اور مصنف ان کا بھر پور تعارف ''روشن ستارے'' نامی کتاب کے مطالعہ کے بعد ہوا ہے۔ ایمان افروز، باطل شکن اور عالمانہ و ادیبانہ خطابات کا قدردان ان کا ہر سامع ہے۔ ان کی باتوں میں سوز و گداز اور اخلاص کی مٹھاس ہے اور شعلہ نوائی سے زیادہ شیریں بیانی کا عنصر غالب ہے۔ وہ شیریں بیاں خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ اجلے ادیب بھی ہیں۔ ان کی تقریر و تحریر کانوں میں مٹھاس کا رس گھولتی ہوئی دلوں میں اتر جاتی ہے۔ وہ صاف ستھرے لہجے میں بڑی متانت کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں۔ جس میں علمی وادی اور جچے تلے، برمحل اشعار کا استعمال سامعین کو ان کے سحر خطابت کا اسیر بنا دیتا ہے۔

محترم علامہ نور الزمان نوری صاحب نے سیرت طیبہ کے نہایت اچھوتے، منفرد اور نہایت اہم موضوع پر جس دلسوزی، پرسوزی، اور والہانہ، انداز میں روشنی ڈالی ہے اس سے ان کے مخلصانہ جذبات اور قلبی کیفیات کا بھر پور اندازہ ہوتا ہے۔ ایسے مخلص، وفا پرور، اور ہمدرد و پرخلوص و پردرد علماء اور دانشور کسی بھی تنظیم اور جماعت و تحریک میں ہوں، سرمایہ و اثاثہ ہوتے ہیں۔ ایسے افراد رجال سازی اور شخصیت سازی کے کام میں تحریکوں میں ریڑھ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ خاموشی سے تاریخ ساز قسم کے اقدام کرنے والوں اور گمنام رہ کر بڑے بڑے کارنامے سرانجام دینے والوں کی قوم کو پہچان اور قدر کرنی چاہیے۔ ایسے صاف دل اور صاف گو ارباب علم کی قدر کرنا اور انہیں تاریخ ساز کردار ادا کرنے کیلئے یکسو کر دینا قوم اور رہنمایان قوم کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

محترم نوری صاحب اپنے پہلو میں دردمند دل رکھتے ہیں اور پرخلوص جذبے۔ انہوں نے جس انداز میں دربار نبوی ﷺ میں قلم کی نیاز پیش کی ہے۔ یہ قبول بھی ہے اور ذریعہ نجات بھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی یہ کاوش ہم سب کے لیے وسیلہ نجات بنائے۔ آمین بجاہ سید النبی الکریم ﷺ۔

محتاج دعا

محمد عمر حیات الحسینی

ریسرچ اسکالر سیدنا طاہر علاؤ الدین اسلامک ریسرچ انسٹیٹیوٹ

المرکز القادریہ۔ بوسن ملتان۔

marfat.com

ہے۔ علامہ نوری صاحب کو نوجوان دینی اسکالر اور پر زور خطیب کی حیثیت سے تو زمانہ طالب علمی سے جانتا ہوں، لیکن بحیثیت ادیب اور مصنف ان کا بھر پور تعارف ''روشن ستارے'' نامی کتاب کے مطالعہ کے بعد ہوا ہے۔ ایمان افروز، باطل شکن اور عالمانہ و ادیبانہ خطابات کا قدردان ان کا ہر سامع ہے۔ ان کی باتوں میں سوز و گداز اور اخلاص کی مٹھاس ہے اور شعلہ نوائی سے زیادہ شیریں بیانی کا عنصر غالب ہے۔ وہ شیریں بیاں خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ اجلے ادیب بھی ہیں۔ ان کی تقریر وتحریر کانوں میں مٹھاس کا رس گھولتی ہوئی دلوں میں اتر جاتی ہے۔ وہ صاف ستھرے لہجے میں بڑی متانت کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں۔ جس میں علمی وادی اور جچے تلے، برمحل اشعار کا استعمال سامعین کو ان کے سحر خطابت کا اسیر بنا دیتا ہے۔

محترم علامہ نور الزمان نوری صاحب نے سیرت طیبہ کے نہایت اچھوتے، منفرد اور نہایت اہم موضوع پر جس دلسوزی، پرسوزی، اور والہانہ، انداز میں روشنی ڈالی ہے اس سے ان کے مخلصانہ جذبات اور قلبی کیفیات کا بھر پور اندازہ ہوتا ہے۔ ایسے مخلص، وفا پرور، اور ہمدرد و پرخلوص و پردرد علماء اور دانشور کسی بھی تنظیم اور جماعت وتحریک میں ہوں، سرمایہ و اثاثہ ہوتے ہیں۔ ایسے افراد رجال سازی اور شخصیت سازی کے کام میں تحریکوں میں ریڑھ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ خاموشی سے تاریخ ساز قسم کے اقدام کرنے والوں اور گمنام رہ کر بڑے بڑے کارنامے سرانجام دینے والوں کی قوم کو پہچان اور قدر کرنی چاہیے۔ ایسے صاف دل اور صاف گو ارباب علم کی قدر کرنا اور انہیں تاریخ ساز کردار ادا کرنے کیلئے یکسو کر دینا قوم اور رہنمایان قوم کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

محترم نوری صاحب اپنے پہلو میں دردمند دل رکھتے ہیں اور پر خلوص جذبے۔ انہوں نے جس انداز میں دربار نبوی ﷺ میں قلم کی نیاز پیش کی ہے۔ یہ قبول بھی ہے اور ذریعہ نجات بھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی یہ کاوش ہم سب کے لیے وسیلہ نجات بنائے۔ آمین بجاہ سید النبی الکریم ﷺ۔

محتاج دعا

محمد عمر حیات الحسینی

ریسرچ اسکالر سیدنا طاہر علاؤ الدین اسلامک ریسرچ انسٹیٹیوٹ

المرکز القادریہ۔ بوسن ملتان۔

marfat.com

اللہ تو کریمی و رسولِ تو کریم
صد شکر کہ ہستیم میانِ دو کریم

مژدہ باد، اے عاصیو! شافع، شہ ابرار ہے
تہنیت اے مجرمو! ذاتِ خدا، غفار ہے

marfat.com

باب اوّل

حضور نبی اکرم ﷺ:
کائناتِ عالم کے غمگسارِ اعظم

marfat.com

وَمَا اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ○

القرآن، الانبیاء، ۲۱:۱۰۷

”اور (اے رسولِ محتشم!) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر○“

فَبِمَا رَحۡمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ لِنۡتَ لَہُمۡ وَلَوۡ کُنۡتَ فَظًّا غَلِیۡظَ الۡقَلۡبِ لَانۡفَضُّوۡا مِنۡ حَوۡلِکَ فَاعۡفُ عَنۡہُمۡ

القرآن، آل عمران، ۳:۱۵۹

”(اے حبیب والا صفات!) پس اللہ کی کیسی رحمت ہے کہ آپ ان کے لئے نرم طبع ہیں اور اگر آپ تُندخُو (اور) سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے گرد سے چھٹ کر بھاگ جاتے، سو آپ ان سے درگزر فرمایا کریں۔“

marfat.com

اللہ تو کریمی و رسول تو کریم
صد شکر کہ ہستیم میانِ دو کریم

؎

مژدہ باد اے عاصیو! شافع شہ ابرار ہے
تہنیت اے مجرمو! ذاتِ خدا غفار ہے

؎

سید و سرور محمد نور جاں
بہتر و مہتر شفیعِ مجرماں

marfat.com

کریم ایسا ملا کہ جس کے کھلے ہیں ہاتھ اور بھرے خزانے
بتاؤ اے مفلسو! کہ پھر کیوں تمہارا دل اضطراب میں ہے
خدائے قہار ہے غضب پر کھلے ہیں بد کاریوں کے دفتر
بچالو آ کر شفیع محشر تمہارا بندہ عذاب میں ہے

حریصٌ علینا ، عزیز پیمبر ، سراجًا منیرا سراجاً منیرا
لطافت سے گوندھا گیا تیرا پیکر، سراجاً منیرا سراجاً منیرا
کرم ہی کرم تو سخا ہی سخا تو ہے امت کے حق میں دعا ہی دعا تو
تو رحمت ہی رحمت، تو کوثر ہی کوثر سراجاً منیراً سراجاً منیراً

ریاض حسین چوہدری

marfat.com

اللہ تو کریم و رسولِ تو کریم

اللہ تعالیٰ جل مجدہ کی ذاتِ عالی، جمیع محامد و محاسن اور صفات و کمالات کی مالک ہے اور اس کے حبیبِ مکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ صفاتِ الٰہیہ کے مظہر اتم ہیں۔ قرآن حکیم میں رب ذوالجلال نے اپنی کئی ایسی صفات کا ذکر فرمایا ہے جن سے اپنے رسول مکرم کو بھی مشرف و متصف فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر اپنے لئے الرحمن اورالرحیم کی صفات ذکر فرماتا ہے تو اپنے نبی کریم ﷺ کے لئے **وما ارسلنا ک الا رحمة للعالمین** کہہ کر آپ کی شانِ رحمت بیان فرماتا ہے۔ اگر قرآن اللہ کے لئے **اِنَّ اللہ بالناس لرؤف رحیم** کا بیان فرماتا ہے۔تو اس کے محبوب کے لئے **بالمومنین روف رحیم** ارشاد فرماتا ہے۔اگر خالقِ کائنات اپنے لئے **اللہ نور السموات و الارض** ارشاد فرماتا ہے تو اپنے حبیب کے لئے **قد جاء کم من اللہ نور** بھی فرماتا ہے۔ اللہ شہید ہے تو حضور بھی شاہد اور شہید ہیں۔ گویا کہ کائنات ہست و بود میں اگر کسی ذات کو اللہ رب العزت کی شانوں اور صفات کا مکمل عکاس اور مظہر اتم دیکھنا ہو تو رسول اکرم ﷺ کی ذاتِ والا صفات کو دیکھ لیں۔

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان، وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

(اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ)

اللہ تعالیٰ نے دیگر صفات کی طرح انسانی خیر خواہی اور کرم نوازی میں بھی محسنِ انسانیت حضور نبی اکرم ﷺ کو بے مثال اور کامل و اکمل بنایا ہے۔ اللہ کی ذات تمام

marfat.com

انسانیت کی خالق ہے تو حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات تمام انسانیت کے لئے رحمت۔ جس طرح اللہ کی ربوبیت عالمگیر ہے تو اس طرح حضور ﷺ کی رحمت بھی عالمگیر ہے اللہ ساری کائنات کا خالق و مالک ہے تو حضور نبی اکرم ﷺ ساری کائنات کے لئے رسولِ رحمت، اللہ بھی کریم تو رسول بھی کریم، اللہ کی عطا سب کے لئے ہے تو حضور ﷺ کی شان کریمی بھی ہر ایک کے لئے۔ سرکار دوجہاں ﷺ کی اسی شان بندہ نوازی اور کرم نوازی کو بیان کرتے ہوئے قرآن حکیم یوں بیان فرماتا ہے:

لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ. (۱)

"بیشک تمہارے پاس تم میں سے (ایک باعظمت) رسول (ﷺ) تشریف لائے۔ تمہارا تکلیف و مشقت میں پڑنا ان پر سخت گراں (گزرتا) ہے۔ (اے لوگو!) وہ تمہارے لئے (بھلائی اور ہدایت کے) بڑے طالب و آرزومند رہتے ہیں (اور) مومنوں کے لئے نہایت (ہی) شفیق بے حد رحم فرمانے والے ہیں"

اس آیہ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کریم نے اپنے رسول کریم ﷺ کے جسدِ اطہر میں ایک ایسا قلبِ اطہر رکھا ہے جو ساری انسانیت کے لئے تڑپتا ہے۔ تکلیف کسی کو ہوتی ہے بے چین آپ ﷺ ہو جاتے ہیں، مصیبت میں مبتلا کوئی ہوتا ہے مضطرب و پریشان آپ کی ذات بابرکات ہو جاتی ہے، گناہ اور معصیت کوئی کرتا ہے، اسے بخشوانے کی فکر آپ ﷺ کو لاحق ہو جاتی ہے۔ گویا کہ آپ کی خیر خواہی ہمدردی اور غم خواری کا عالم یہ ہے:

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیرؔ
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

(۱) القرآن، التوبۃ، ۹: ۱۲۸

marfat.com

آیۃ ''حَرِیۡصٌ عَلَیۡکُمۡ'' کا مفہوم

کتاب ہذا کے مضمون کا مرکز ومحور قرآن حکیم کی جس آیہ کریمہ کو بنایا گیا ہے وہ سورہ توبہ کی مذکورہ بالا آیہ کریمہ (آیت نمبر ۱۲۸) ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم رسول معظم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے کئی اوصاف وکمالات بیان فرماتا ہے جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا انسانوں میں تشریف لانا۔ یہ حضور نبی اکرم ﷺ کے میلاد پاک کا بھی بیان ہے کیونکہ آپ کی تشریف آوری کا ذکر کرنا ہی تو میلاد ہے۔

۲۔ یہاں ''رسول'' فرمایا جبکہ آیت معراج میں ''بعبدہٖ'' فرمایا۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ حضور جب رب کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں تو شان بندگی کے ساتھ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے پاس اپنے نبی کو شانِ رسالت کے ساتھ بھیجتا ہے۔ حضور ہمارے پاس شانِ پیغمبری سے تشریف لائے۔

۳۔ ''انفسکم'' میں دو قرأتیں ہیں۔ ایک ف کے پیش کے ساتھ اور دوسری قرأت ف کے زبر کے ساتھ۔ جب اسے فا کی زبر سے پڑھا جائے گا تو یہ اَنفَس ہو کر اسم تفضیل کا صیغہ بن جائے گا جس کا معنی ہے: سب سے زیادہ نفیس، اس سے حضور نبی اکرم ﷺ کی نسبی فضیلت وشرف ظاہر ہوگا۔ چنانچہ اَنفَسِکُم کی قرأت کے متعلق حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ درج ذیل حدیث پاک روایت کرتے ہیں:

قرأ النبی لَقَدۡ جَاء کُمۡ رَسُوۡلٌ مِنۡ اَنۡفَسِکُمۡ بفتح الفاء، و قال أَنَا اَنۡفَسُکُمۡ نَسبا و صِهرًا و حسبًا، لیس فی آبائی من لان آدم سفاح کلنا نکاح۔(۱)

'' حضور نبی اکرم نے یہ آیت کریمہ'' لقد جاء کم رسول من

(۱) قسطلانی، المواھب اللدنیہ، ۱: ۸۷

انفسکم'' تلاوت فرمائی اور حرف ''فا'' کو زبر کے ساتھ (اَنْفَسِکُم) پڑھا اور فرمایا: میں حسب ونسب اور خاندانی قرابت کے حوالے سے تم سب سے افضل ہوں۔ میرے آباء و اجداد میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک کوئی بھی بے راہ رو یعنی بدکار نہیں نکلا، سب نکاح کرتے رہے ہیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی اعلیٰ نسبی متعدد احادیث میں بیان کی گئی ہے گویا کہ تمام دنیا میں عرب افضل، عرب میں قریش افضل، قریش میں بنی ہاشم افضل، حضور نبی اکرم ﷺ بنوہاشم میں تشریف لائے۔ آپ کا زمانہ سارے زمانوں سے افضل، آپ ﷺ کی کتاب ساری آسمانی کتابوں سے افضل، آپ ﷺ کی زبان ساری زبانوں سے افضل اور آپ ﷺ کی نسبت سے آپ کی امت ساری امتوں سے افضل قرار پائی ہے۔

۴۔ لقد جاء کم میں کُم ضمیر آپ کی عالمگیر رسالت کو بیان کرتی ہے۔ آپ ﷺ کی تشریف آوری سے قبل جتنے انبیاء و رسل علیہم السلام، ہدایت آسمانی لے کر مبعوث ہوتے رہے وہ کسی خاص علاقے، خاص قوم یا خاص زمانے کے لئے آتے رہے۔ ان کا دائرہ کار محدود تھا لیکن جب حضور نبی اکرم ﷺ کو مبعوث کیا گیا تو تمام بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا۔ ارشاد ربانی ہے:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ۨالَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْىٖ وَ يُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِىِّ الْاُمِّىِّ الَّذِىْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ. (۱)

''آپ فرمادیں اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول (بن کر آیا) ہوں جس کے لئے تمام آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی جلاتا اور مارتا ہے، سوتم اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لاؤ جو (شانِ اُمیّت کا حامل) نبی ہے (یعنی اس نے اللہ کے سوا کسی سے کچھ

(۱) القرآن، الاعراف، ۷: ۱۵۸

marfat.com

نہیں پڑھا مگر جمیع خلق سے زیادہ جانتا ہے اور کفر و شرک کے معاشرے میں جوان ہوا مگر بطنِ مادر سے نکلے ہوئے بچے کی طرح معصوم اور پاکیزہ ہے) جو اللہ پر اور اس کے (سارے نازل کردہ) کلاموں پر ایمان رکھتا ہے اور تم انہی کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت پا سکو۔"

اسی طرح حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

کان النبی یبعث الی قومه خاصة و بعثت إلی الناس کافة.(۱)

"ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا رہا جبکہ مجھے عامۃ الناس کی طرف مبعوث کیا گیا۔"

۵۔ حضور نبی اکرم ﷺ تمام انسانوں کی ہدایت اور بھلائی کے طالب ہیں۔ آپ نہ صرف زندگی بھر لوگوں کی خیر وفلاح کے لئے کوشاں رہے بلکہ اب اپنی برزخی حیات میں بھی امت کی بھلائی اور اصلاحِ احوال کے متمنی رہتے ہیں۔ گویا کہ اس طرح کائنات انسانی میں سب سے بڑی خیر خواہ ہستی آپ ﷺ ہی کی ذات گرامی ہے۔

(اس مضمون کی وضاحت مختلف حوالوں سے کتاب ہذا میں ملاحظہ کی جا سکے گی)

۶۔ تمہاری تکلیف سے ان کو تکلیف پہنچتی ہے۔ تمہاری مشقت و مصیبت انہیں پریشان خاطر کر دیتی ہے۔ کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ تمہاری جانوں سے بھی قریب ہیں۔ جس طرح جسم کے کسی عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو اس کا احساس جان کو پہنچتا ہے۔ اس طرح ہماری تکلیفیں اور مشقتیں جان کائنات اور روح کائنات کو بے چین و مضطرب کر دیتی ہیں۔ گویا کہ

---

(۱) بخاری، الصحیح، ۱: ۱۶۸ رقم: ۴۲۷

marfat.com

مبتلائے درد کوئی عضو ہو روتی ہے آنکھ
کس قدر ہمدرد سارے جسم کی ہوتی ہے آنکھ

(اقبال)

۷۔ آپ ﷺ مومنوں پر بے حد مہربان اور لطف و کرم فرمانے والے ہیں۔

۸۔ آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی سراپا رحمت و شفقت ہے۔

آیہ کریمہ کے الفاظ ''حریص علیکم'' میں حریص، حرص سے ماخوذ و مشتق ہے جس کا لغوی معنی ہے ''طلب اور خواہش کرنا'' جب ''حرص'' پر ''علیٰ'' کا صلہ آئے تو یہ شدت طلب کا معنی دیتا ہے۔ اس طرح حریص علیکم کا معنی یہ ہوگا کہ وہ عظیم رسول جو تم لوگوں کی خیر خواہی اور نفع رسانی کے کمال درجہ کے طالب ہیں۔ اسی طرح'' عزیز علیہ ماعنتم'' کے الفاظ بھی خصوصی توجہ کے لائق ہیں۔ اس کے متعلق معروف مفسر امام اسماعیل حقیؒ اپنی تفسیر ''روح البیان'' میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

''مَا عَنِتُّمْ'' میں ''ما'' مصدریہ ہے اور العنت کا مطلب ہے کسی مشقت یا تکلیف میں پڑنا۔ اس طرح ''ما عنتم'' کا معنی ہے تمہارا کسی مشقت والے معاملہ میں پڑنا۔ چونکہ تمام امور میں سب سے زیادہ تکلیف دہ معاملہ دوزخ کی آگ میں پڑنا ہے۔ لہٰذا معنی یہ ہوگا کہ اے لوگو! تمہیں ترکِ ایمان کے باعث جو تکلیف اور دکھ درد پہنچنے والا ہے وہ آپ پر ابھی سے انتہائی شاق گزرتا ہے۔ پس وہ تمہارے برے انجام اور عذاب میں پڑنے سے ڈرتے رہتے ہیں۔ انہیں اگر کوئی لالچ ہے تو وہ محض تمہارے ایمان اور اصلاح احوال کا ہے۔(۱)

اسی مفہوم کی وضاحت غمخوارِ امت کی اس حدیث پاک سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ نے امت کی مثال آگ پر گرنے والے ان کیڑوں پتنگوں سے دی ہے جو مسلسل آگ میں گرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن آپ انہیں آگ سے بچانے کے لئے

(۱) اسماعیل حقی، تفسیر روح البیان، ۱۰

marfat.com

مصروف عمل ہیں۔ پس سرکار دوعالم ﷺ کائنات میں انسانیت کے سب سے بڑے نجات دہندہ، ہمدرد، اور غمگسار کی حیثیت رکھتے ہیں۔

علامہ زمخشری اپنی تفسیر ''الکشاف'' میں بیان کرتے ہیں۔ ''رسول کریم ﷺ کو تمہاری اصلاح اور تمہارے ایمان کی اتنی فکر ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ تم میں سے کوئی ایک آدمی بھی ان کی اتباع اور دین حق جس کو وہ لے کر آئے ہیں کی سعادت سے محروم نہ رہ جائے۔(۱)

دورِ حاضر کے عظیم مفسر، ضیاء الامت جسٹس حضرت پیر محمد کرم شاہؒ اپنی تفسیر ضیاء القرآن میں آیہ مذکورہ (عزیز علیہ) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''عنت کہتے ہیں مشقت و شدت کو۔ یہاں ما یا تو مصدریہ ہے یا موصولہ یعنی ہر وہ چیز جس سے اے اولاد آدم! تمہیں تکلیف پہنچتی ہو وہ حضور نبی اکرم ﷺ کے قلب رحیم پر بھی گراں گزرتی ہے اور ہر وہ چیز جس سے تمہاری بھلائی ہو حضور نبی اکرم ﷺ اس کے خواہش مند رہتے ہیں۔ امت کے ساتھ اس کے آقا کا جو رشتہ و تعلق ہے اس کا بیان ان پاکیزہ الفاظ سے زیادہ بلیغ پیرائے میں ادا کرنا ممکن نہیں۔(۲)

پس واضح ہوا کہ جو تعلق خاطر، جو شفقت و محبت اور ہمدردی و خیر خواہی حضور نبی اکرم ﷺ کو اپنی امت اور تمام انسانیت سے ہے اس کی نظیر انسانی تاریخ میں ممکن ہی نہیں۔ دنیا میں کوئی تو اپنی ذات کے آرام و سکون کا حریص ہوتا ہے تو کوئی اپنی اولاد کے آرام کا، کوئی اپنی عزت کا حریص ہوتا ہے تو کوئی پیسہ کا، کوئی اعلیٰ منصب کا حریص ہوتا ہے تو کوئی شہرت و ناموری کا مگر سرکارِ دو عالم نہ اپنے آرام و راحت کے حریص ہیں نہ جاہ و منصب کے بلکہ آپ پوری امت کے حریص ہیں اسی لئے ولادت پاک کے موقع پر امت کو یاد کیا معراج پہ گئے تو امت کی فکر تھی، وقت وصال بھی امت کو یاد فرمایا اور قبر انور

---

(۱) زمخشری، الکشاف، تحت آیت مذکورہ

(۲) پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ۲ تحت آیت

marfat.com

میں جاتے ہوئے بھی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لب ہل رہے ہیں، غور سے سنا تو امت کی شفاعت ہو رہی تھی۔ آپ رات بھر جاگ جاگ کر امت کی بخشش کے لئے رو رو کر دعائیں کرتے رہتے کہ خدایا انہیں معاف فرما دینا۔ بقول شاعر

ہے ان کو امت سے پیار کتنا، کرم ہے رحمت شعار کتنا
ہمارے جرموں کو دھو رہے ہیں وہ اپنے آنسو بہا بہا کر

(خالد محمود خالد)

امام الانبیاء و المرسلین سید الاولین و الآخرین، انیس الغریبین، محب الفقراء و المساکین، غمخوار انسانیت حضرت محمد ﷺ کو امت سے کتنا پیار تھا، امت کے کس قدر خیر خواہ تھے اور امت کو تکلیف میں مبتلا والی کوئی بھی چیز آپ پر کس قدر گراں گزرتی تھی، یہی مضمون اس تالیف کا موضوع ہے۔ اور اسی کے شواہد و مثالیں آئندہ صفحات پر ملاحظہ کی جا سکیں گی۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی عالمگیر رحمتِ عامہ کا بیان

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ کو تمام عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اس کا اظہار اس آیہ کریمہ سے ہو رہا ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔(۱)

"اور (اے رسولِ محتشم!) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر۔"

رحمت لغوی اعتبار سے اس قلبی رقت و شفقت اور میلان کو کہتے ہیں جو از خود اور طبعاً دوسرے شخص پر احسان کا تقاضا کرے۔ اس کا مادہ رحم (ر ح م) ہے۔ جس کا معنی محبت، پیار، ہمدردی اور نرمی کے ہیں۔ یہ لفظ اپنے معانی کے لحاظ سے اتنی وسعت کا حامل

(۱) القرآن، الانبیاء، ۲۱: ۱۰۷

marfat.com

ہے کہ اس میں جملہ پدرانہ و مادرانہ محبتیں اور معلمانہ و مربیانہ شفقتیں آ جاتی ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے اور اپنے محبوب کے لئے رحمت کا لفظ استعمال کیا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ ایک جگہ اسی طبعی رحمت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

انا رسول الرحمة و نبی الرحمة. (۱)

''میں رسولِ رحمت اور نبی رحمت ہوں۔''

الغرض اللہ کا ہر نبی رحمت تھا لیکن رحمۃ للعالمین کا تاج صرف اور صرف تاجدارِ کائنات فخر موجودات ﷺ کے سر انور پر ہی سجایا گیا ہے۔ باقی انبیاء کی رحمت اپنی قوم، علاقہ اور زمانہ تک کے لئے محدود تھی جب کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی رحمت سارے جہانوں اور دنیا و آخرت کو شامل ہے۔ اس لئے آپ کی رحمت مطلقہ تامہ عامہ جملہ اقسام کی رحمتوں پر محیط تھی۔ اس رحمت سے نہ صرف اپنے، دوست اور مسلمان بہرہ ور ہوئے بلکہ بیگانے دشمن اور کافر بھی اس رحمت سے فیض حاصل کرتے تھے۔

وہ آقا جس کی رحمت نے اگر اپنوں کو ڈھانپا ہے
تو اوقات مصیبت میں وہ غیروں کے بھی کام آیا

امام فخر الدین رازی کے نزدیک حضور ﷺ دین و دنیا دونوں اعتبار سے رحمت ہیں۔ دین میں رحمت اس طرح ہے کہ لوگوں کو گمراہی اور جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر اسلام کی روشنی کی طرف لائے اور دنیا میں رحمت کا معنی یہ ہوا کہ آپ لوگوں کو جنگ و جدل، بغض و عناد جیسے اخلاق رذیلہ سے نجات دلا کر انہیں محبت و اخوت اور اخلاق جمیلہ کا پیکر بناتے رہے۔

آپ کے رحمۃ للعالمین ہونے کا دوسرا معنی یہ ہے کہ سابقہ انبیاء کرام کے ادوار میں جب اقوام ان کی دعوت کو جھٹلاتی تھیں تو انہیں پانی میں غرق کرنے، شکلیں مسخ کرنے،

---

(۱) سیوطی، الخصائص الکبری، ۱: ۱۹۱

marfat.com

زمین میں دھنسانے جیسے عذابوں سے دو چار کیا جاتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ کی وجہ سے اب قیامت تک کے لئے ایسے عذاب اٹھا لئے ہیں۔

"عالم" ماسوی اللہ کو کہتے ہیں اس کی کئی اقسام ہیں، عالم امکان، عالم امر۔ عالم انوار، عالم ملائکہ عالم اجسام وغیرہ پھر عالم اجسام میں عالم انسانیت، عالم حیوانیت اور عالم جمادات۔ آیہ کریمہ کا لفظ العالمین بتا رہا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ ہر اس عالم کے لئے رحمت ہیں جس کا رب اللہ ہے گویا کہ آپ ملائکہ، جن و انسان اور حیوانات مسلمانوں، کافروں سب کے لئے رحمت ہیں۔ اسی سلسلہ میں تفسیر روح البیان میں اس آیت کے تحت نقل کردہ حدیث پاک کا بیان معنی کو مزید واضح کرے گا۔ ایک بار سرکار نے جبریل سے پوچھا اے جبریل! ہم تو رحمۃ للعالمین ہیں اور تم بھی عالم ہو بتاؤ ہماری رحمت سے تمہیں کیا ملا؟ عرض کیا یا حبیب اللہ! اب تک مجھے اپنے انجام کار کی خبر نہ تھی خراب ہو یا اچھا لیکن آپ کی وجہ سے مجھے امن و اطمینان مل گیا کیونکہ رب نے میرے بارے میں قرآن میں فرما دیا

ذِیْ قُوَّۃٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ۔(۱)

گویا کہ حضور ﷺ کی رحمت سے انبیاء و مرسلین، ملائکہ مقربین سب بہرہ ور ہوئے۔ کفار کو بھی حضور ﷺ کی رحمت سے حصہ ملا پہلے دنیا میں طرح طرح کے عذاب آتے تھے گناہوں پر رسوائی ہوتی تھی اب موقوف ہوئی قیامت میں مقام محشر سے نجات اور حساب شروع کرنا حضور ﷺ کے دم سے ہوگا بعض علماء کے نزدیک شفاعت مصطفیٰ کی سات اقسام ہیں۔ تین سے کفار کو فائدہ ہوگا جبکہ چار سے صرف مسلمان فائدہ اٹھائیں گے۔

"رحمۃ للعالمین" اور "بالمومنین رؤف رحیم" میں مطابقت

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ کی رحمت کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ رحمۃ

(۱) القرآن، التکویر، ۸۱: ۲۰

marfat.com

للعالمین (الانبیاء، ۲۱: ۱۰۷) فرمایا جبکہ دوسری جگہ بالمومنین رؤوف رحیم (التوبہ، ۹: ۱۲۸) ایک کا معنی ہے'' تمام جہانوں کے لئے رحمت'' جبکہ دوسرے مقام کا معنی ہے ''مومنون پر رؤف و رحیم''۔ ان معنوں میں مطابقت کیسے ہے؟ یہ مطابقت اسی طرح ہے جس طرح تسمیہ میں اللہ تعالیٰ کی دو صفات ہیں۔ الرحمٰن اور الرحیم۔ رحمٰن سے مراد دنیا میں سب پر رحم فرمانے والا اور رحیم کا معنی اہل ایمان پر رحم فرمانے والا۔ رب کی صفت رحمانیت کا ظہور اپنوں پرائیوں مومنوں کافروں سب کے لئے ہے جبکہ صفت رحیمیت کا اظہار صرف ایمان والوں کے لئے ہے اسی طرح حضور ﷺ کی شان رحمۃ للعالمین، رحمتِ عامہ ہے۔ جو تمام مخلوق کو حاصل ہے۔ مثلاً دنیا میں شکلیں مسخ ہو جانا، الٹا لٹکایا جانا، زمین میں دھسا دیا جانا جیسے عذاب سے پناہ مل گئی اور بالمومنین رؤف رحیم کی رحمت کا صلہ ہے جو صرف اہل ایمان کو فائدہ دے گی۔ یہی وجہ ہے ایک مرتبہ کفار کے لئے بددعا کرنے کی التجا کی گئی تو حضور نے فرمایا:

بعثت رحمة و لم ابعث عذابًا۔(۱)

''اللہ تعالیٰ نے مجھے رحمت بنا کر بھیجا ہے عذاب بنا کر نہیں بھیجا۔''

بلکہ آپ دعا کرتے تھے۔

رب اغفر لقومی فإنهم لا یعلمون۔(۲)

''اے میرے رب: میری قوم کو معاف فرما دے یہ لوگ بے خبر ہیں۔''

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں آپ کی رحمت عامہ کا یوں اعتراف کیا ''یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں بے شک حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی (نافرمان) قوم کے لئے بددعا کی، اے میرے پروردگار زمین پر کفار میں سے ایک کو بھی نہ چھوڑ۔ اگر آپ بھی اس طرح ہی ان کے لئے

(۱) بیہقی، شعب الایمان ۲: ۱۶۴ ا رقم: ۱۳۰۴

(۲) مسلم، الصحیح، ۳: ۱۴۱۷ ا رقم ۱۷۹۱

marfat.com

بد دعا فرما دیتے تو تمام ہلاک ہو جاتے حالانکہ آپ کا چہرہ مبارک زخمی کیا گیا اور دانت توڑے گئے، اس کے باوجود آپ نے اپنی قوم کے لئے کلمہ خیر ہی فرمایا۔ اور آپ نے دعا کی اے اللہ میری قوم کو معاف فرما کیونکہ وہ مجھے جانتی نہیں۔

تمام دنیوی رشتوں سے بڑھ کر ہمدردی وغمگساری

دنیا میں انسانوں کے مختلف رشتے اور تعلق ہوتے ہیں۔ ان تعلقات کی بنا پر وہ ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کرتے ہیں۔ ہر انسان کے ماں باپ، بہن بھائی، دوست احباب، اعزہ واقارب، ہمسائے، اساتذہ ومشائخ ہمدرد ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے ہیں۔ تکالیف میں ہمدردی وغمگساری کا اظہار کرتے ہیں۔ لیکن جب رسول اللہ کی امت پر شفقت ومحبت دیکھی جائے اس مقابلے میں تو سب رشتے ہیچ دکھائی دیتے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ ان سب سے زیادہ شفیق، سب سے زیادہ ہمدرد، سب سے زیادہ خیر خواہ اور سب سے زیادہ غمخوار دکھائی دیتے ہیں۔ جب انسان حضور ﷺ کی شفقتوں کو دیکھتا ہے تو بہن بھائیوں اور ماں باپ کی شفقت بھول جاتا ہے۔

جس کی واضح مثال حضرت زید ؓ ہیں جو بکتے بکتے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو آپ نے انہیں سرکار دو جہاں کی خدمت میں پیش کر دیا۔ بعد ازاں ان کے والد اور چچا انہیں تلاش کرتے کرتے حضور ﷺ کی بارگاہ میں آئے۔ جب حضور ﷺ کی محبت دیکھی تو ماں باپ کو بھی بھول گئے۔ اگلے عنوان کے تحت اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

ماں باپ سے بڑھ کر شفیق رسول ﷺ

دنیا میں انسان کے لئے ماں باپ، سب سے زیادہ ہمدرد اور شفیق ہوتے ہیں۔ لیکن حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی انسان کے والدین سے بھی زیادہ مونس وغمخوار

marfat.com

ہے۔

اس سلسلہ میں سیرت طیبہ میں بہت سے نظائر موجود ہیں۔ ان میں سے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی مثال بطور خاص ذکر ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ وہ واحد خوش قسمت صحابی ہیں جن کا نام لے کر قرآن حکیم نے سورہ احزاب میں ان کا بیان کیا ہے۔

فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا۔ (۱)

دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں، فرماں رواؤں، حکمرانوں، دولت مندوں کے نام مٹ جائیں گے لیکن جب تک کائنات رہے گی محمد ﷺ کے اس غلام کا نام قاریوں کی تلاوتوں اور حافظوں کی تراویح میں پڑھا اور سنا جاتا رہے گا۔

بے شک باپ اپنی اولاد پر بڑا مہربان اور شفیق ہوتا ہے لیکن رسول کریم ﷺ کو جو قلبی تعلق اپنی امت کے ہر ہر فرد سے ہے اس کے مقابلہ میں باپ کی ساری محبتیں اور شفقتیں ہیچ ہیں۔ باپ کی مہربانیاں، اولاد کی جسمانی اور مادی دنیا تک محدود ہوتی ہیں۔ جبکہ آپ کے فیض سے روح، ظاہر، باطن اور دل سب فیض یاب ہوتے ہیں۔ باپ کی شفقت دنیا میں کام آتی ہے لیکن آپ کی شفقت دنیا و آخرت میں ہر جگہ کام آئے گی۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ، جب آٹھ سال کے بچہ تھے اس وقت عرب کے لٹیروں نے انہیں اغوا کیا اور غلام بنا کر بیچ دیا۔ آپ فروخت ہوتے ہوئے مکہ مکرمہ میں حضرت سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ہاں پہنچ گئے۔ شادی کے بعد آپ نے یہ غلام حضور نبی اکرم ﷺ کو ہبہ کر دیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس غلام کو اتنی شفقت و محبت دی کہ یہ اپنے ماں باپ اور گھر بار کو بھول گئے۔ ادھر زید کے والد آپ کی جدائی کے غم میں ہر وقت روتے رہتے یہاں تک کہ ہجرِ فرزند میں رو رو کے پاگل ہو گئے۔

حضرت زید کی قوم کے کچھ لوگ حج کے لئے مکہ مکرمہ آئے تو انہوں نے زید کو پہچان لیا۔ واپسی پر ان کے والد اور چچا کو مطلع کر دیا۔ ان کے باپ اور چچا آپ کی تلاش

---

(۱) القرآن، الاحزاب، ۳۳: ۳۷

marfat.com

میں مکہ پہنچے اور پوچھتے پوچھتے بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں حاضر ہوئے۔ یہ وہ وقت تھا جب کہ آپ ﷺ نے ابھی تک اعلان نبوت نہیں فرمایا تھا۔ یہ دونوں بزرگ حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں یوں عرض گزار ہوئے۔

حضور! آپ حرم کے رہنے والے ہیں۔ قیدیوں کو چھوڑنا اور بھوکوں کو کھلانا آپ کے آباء و اجداد کا پرانا معمول ہے۔ ہمارا ایک بیٹا آپ کا غلام ہے ہمارے اوپر احسان کرتے ہوئے اسے ہمارے سپرد کر دیں ہم اس کا فدیہ دینے کو تیار ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا میں زید کو آپ کے سامنے بلاتا ہوں اور اسے اپنی مرضی پر چھوڑتا ہوں اگر وہ تمہیں اختیار کرے اور تمہارے ساتھ جانا چاہے تو میں بغیر کسی فدیہ کے تمہارے ساتھ بھیجنے کو تیار ہوں۔ چنانچہ زید کو بلایا گیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ان سے پوچھا، جانتے ہو یہ کون ہیں؟۔ زید نے عرض کیا یہ میرے باپ حارثہ اور یہ میرے چچا ہیں۔ آپ نے فرمایا: زید تجھے اختیار ہے اگر تو ان کے ساتھ جانا چاہے تو جا سکتا ہے یہ لوگ تجھے لینے آئے ہیں اور اگر چاہے تو حسب سابق میرے پاس رہ سکتے ہو۔

حضرت زید ﷛ نے عرض کیا ''حضور! آپ ہی میرے ماں باپ ہیں میں آپ ہی کے پاس رہوں گا اور آپ پر کسی کو ترجیح نہیں دوں گا۔

باپ نے متعجب ہو کر کہا ''زید تو آزادی کے مقابلہ میں غلامی اور ماں باپ قوم اور دیس کے مقابلہ میں پردیس اختیار کر رہا ہے۔''؟

حضرت زید ﷛ نے اس کے جواب میں جو کچھ کہا وہ حضور کی محبت و شفقت کو عیاں کرتا ہے

''ابا جان! جو پیار و محبت اور حسنِ سلوک میں نے اس گھر میں اور اس آقا کے پاس دیکھا ہے اسے دیکھنے کے بعد اب کبھی اس آقا سے جدا نہیں ہونا چاہتا اور ان کے مقابلہ میں کسی اور کو اختیار نہیں کرنا چاہتا۔ بقول شخصے

marfat.com

اب کیا کسی سے کام تجھے دیکھنے کے بعد

سب کو• میرا سلام انہیں دیکھنے کے بعد

حضرت زید ؓ کا یہ جواب سن کر ماں باپ سے بڑھ کر شفیق اور کریم رسول نے انہیں پیار سے گود میں لیتے ہوئے بھری مجلس میں اعلان فرمایا:

''لوگو! گواہ ہو جاؤ زید آج سے میرا بیٹا ہے۔''

زید اس کے بعد زید بن محمد کے نام سے پکارے جانے لگے۔ یہ وہ کرم نوازی اور شفقت ہے جس پر ماں کی لاکھوں مامتائیں اور باپ کی کروڑوں شفقتیں قربان کی جاسکتی ہیں۔

مومنوں کی جانوں سے بھی قریب آقا

ہر انسان خواہ دُنیا میں اس کا کوئی خیر خواہ ہو یا نہ ہو لیکن وہ اپنی ذات کا خیر خواہ ضرور ہوتا ہے اسی طرح انسان کے رشتوں میں کوئی کتنا بھی قریبی کیوں نہ ہو اس کی جان سے زیادہ قرب کسی کو حاصل نہیں نہ ہی اس کے لئے اعضا میں کسی کو اتنا قرب لیکن جب حضور نبی اکرم ﷺ کا مومنوں کے ساتھ تعلق دیکھتے ہیں تو آپ ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب دکھائی دیتے ہیں اسی قرب کے متعلق قرآن فرماتا ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔(۱)

''یہ نبی (مکرّم) مومنوں کے ساتھ اُن کی جانوں سے (بھی زیادہ قریب اور) حقدار ہیں''

امتیوں کی اصلاح، عزت، خوشحالی اور خیر خواہی کا خیال کریم آقا کو کس قدر تھا اس کی وضاحت ایک مثال کے ذریعے حضور ﷺ نے اس انداز سے بیان کی ہے میری اور میری امت کی حالت اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی پھر مختلف کیڑے مکوڑے

(۱) القرآن، الاحزاب، ۳۳: ۶

marfat.com

نکلے اس میں گرنے کے لئے دوڑے چلے آئے ٹھیک اس طرح میں تمہیں تمہاری کمروں سے پکڑ پکڑ کر بچانے کی کوشش کر رہا ہوں اور تم اس ہلاکت کی آگ میں گرتے جا رہے ہو۔(۱)

ایک مقام پر امت کے غمخوار آقا ﷺ نے یوں بھی فرمایا:

انا اولی بالمومنین من انفسهم فمن مات و ترک مالًا فما له لموالی العصبه و من ترک کلد او ضیاعًا۔ (۲)

''میں مومنوں کے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہوں۔ لہٰذا جو شخص مرے اور ترکہ میں مال چھوڑے کر جائے تو وہ مال اس کے اعزہ کا ہے اور جو شخص عاجز در ماندہ قرابت دار اور ناتواں بچے چھوڑ جائے ان کی کفالت کے لئے مجھے بلالو۔''

مذکورہ آیہ کریمہ کی تفسیر میں ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہؒ بڑی ایمان افروز عبارت لکھتے ہیں۔ پڑھ کر حضور کی شانِ کریمی ملاحظہ فرمائیں۔

''اللہ تعالیٰ اس تعلق کی کیفیت اور نوعیت بیان فرماتے ہیں جو نبی اکرم ﷺ کو اپنے غلاموں کے ساتھ ہے۔ بتایا تمہاری خیر خواہی، اصلاح احوال، فلاحِ دارین اور تم پر لطف و کرم فرمانے میں میرا محبوب تم پر تمہارے نفسوں سے بھی زیادہ مہربان اور شفیق ہے۔ جتنا میرے نبی کو تمہاری عزت، خوشحالی اور اخلاقی برتری کا خیال ہے تمہیں خود بھی اپنا اس قدر خیال نہیں۔اس حقیقت کی وضاحت ایک دوسری آیت میں بھی کر دی گئی

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الرقائق، باب الانتهاء عن المعاصی، ۵:۲۳۷۹ رقم: ۶۱۱۸

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الفضائل، باب شفقة النبی علی امته، ۴:۱۷۹۱، رقم: ۲۲۸۴

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب الفرائض،۶: ۲۴۸۰، رقم: ۶۳۶۴

marfat.com

ہے۔عزیزعلیه ماعنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم یعنی جو چیز تمہارے لئے تکلیف دہ ہے وہ انہیں بھی بڑی گراں گزرتی ہے، وہ تمہارے متعلق حریص ہیں اور اہلِ ایمان کے لئے بڑے مہربان اور رحیم ہیں۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے۔

عَنْ ابی هریره رضی اللہ عنہ ان رسول الله قال ما من مومن الا و أنا اولی به فی الدنیا و الآخرة اقرؤوا ان شئتم النبی اولی بالمومنین من انفسهم فأیما مومن مات و ترک مالا فلیرثه عصبته من کانوا و من ترک دینا و ضیاعًا فلیاتنی فأنا مولاه۔ (۱)

"یعنی کوئی ایسا مومن نہیں جس کا دنیا و آخرت میں میں والی نہیں اگرتم چاہتے ہوتو یہ آیت پڑھو النبی اولی بالمومنین الآیہ اور جو مومن فوت ہو اور اپنے پیچھے مال چھوڑ جائے تو اس کے قریبی رشتہ دار اس کے مالک ہوں گے اور جو مومن قرضہ وغیرہ چھوڑ جائے تو وہ میرے پاس آئے میں اس کا والی ہوں۔"

حضور ﷺ کی شان کریمی پر انسان قربان جائے کتنی شفقت ومحبت کا اظہار فرمایا جا رہا ہے۔ جب حضور کا ہمارے ساتھ ایسا تعلق ہے اور آپ کی خیر خواہی اور لطف وکرم کا یہ عالم ہے تو پھر حیف ہے ہم پر اگر ہم حضور کی شریعت کو چھوڑ کر اپنے اعلی حکام کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہم اپنے نبی کی اطاعت سے سرتابی کریں۔ نیز اسلامی حکومتوں اور قانون ساز اداروں کو بھی اس امر کا پورا پورا احساس ہونا چاہئے کہ وہ کتنے بڑے روف رحیم کا دامن چھوڑ رہے ہیں اور کس کی اطاعت کو اپنا شعار بنا رہے ہیں۔ وکونه علیه السلام اولی بالمومنین من انفسهم ذی او الرأفُ بهم و اعطف علیهم اذ هو

(۱) ا۔بخاری،الصحیح،۲:۸۴۵، کتاب فی الاستقراض، باب الصلاۃ علی من ترک دینا، رقم: ۲۲۶۹

marfat.com

یدعوھم الی النجاۃ و انفسھم تدعوھم الی الھلاک یعنی حضور کے اولی بالمومنین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حضور ان پر ان کے نفسوں سے بھی زیادہ مہربان اور شفقت کرنے والے ہیں کیونکہ حضور ﷺ ہمیں نجات کی طرف بلاتے ہیں اور ان کے نفس انہیں ہلاکت کی دعوت دیتے ہی۔''(۱)

امتی امتی کہتے ہوئے سرکار آئے

حضور نبی اکرم روف رحیم ﷺ کا امت سے ایسا محبت و شفقت والا تعلق ہے کہ آپ نے پیدائش سے وصال تک ہر موقع پر اپنی امت کو یاد رکھا۔ آپ پیدا ہوئے تو امت کو یاد کیا، مکہ میں تھے تو امت کو یاد کرتے رہے، مدینہ میں گئے تو امت کو یاد کرتے رہے، زمین پر تھے تو امت کی یاد، عرش پر گئے تو امت کی یاد''وقتِ وصال امت کی یاد'' قبر میں بھی امت اور حشر میں بھی امت ہی کی یاد ہوگی۔ بقول اعلیٰ حضرت

پہلے سجدہ پہ روزِ ازل سے درود
یاد گاری امت پہ لاکھوں سلام

(۱)۔ پیدائش کے وقت امت کی یاد

بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت عبد اللہ کے دریتیم، حضرت آمنہ کی آنکھوں کا تارا امت کے کریم آقا جب دنیا میں تشریف لائے تو وقتِ ولادت امت کو یاد کرتے ہوئے سجدے میں گر کر بارگاہِ الٰہی میں یوں عرض کیا:

رَبِّ امتی رب امتی.

''اے میرے رب میری امت، اے میرے رب میری امت''

(۱) محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ۴

marfat.com

(ب)۔ وصال کے وقت امت کی یاد

پیدائش کی طرح سرکار دو عالم ﷺ وصال کے وقت بھی امت کو یاد فرما رہے تھے۔ قبر انور میں جب آپ کو اتارا جا رہا تھا تو آپ کے مبارک لبوں سے امتی کے الفاظ سنے گئے۔ بعض روایات کے مطابق حضرت فضل یا قثم بن عباس نے کان قریب کیا تو محبوب رب کریم کی زبان سے یہ سنا

رب امتی رب امتی۔(۱)

''اے میرے پروردگار میری امت میری امت''

شیخ المحدثین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوت میں وصال مبارک کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے ایک جگہ لکھا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے وقت نزع حضرت سیدہ کائنات سیدہ فاطمۃ الزہرا کے ذریعے اپنے نواسوں حسنین کریمین کو اپنے پاس بلایا۔ شہزادوں کو اپنے نانا جان کی حالت نزع دیکھ کر رونا آ گیا۔ ان کے رونے پر مجلس میں موجود ہر شخص رونے لگا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے شہزادوں کو چوما صحابہ کرام اور تمام امت کو ان کے ساتھ محبت کی وصیت فرمائی۔ ایک روایت کے مطابق اس موقع پر سرکار دو عالم ﷺ پر بھی رقت طاری ہوگئی۔ حضرت ام المومنین سیدہ ام سلمہ کے یہ عرض کرنے پر کہ آپ کے گزشتہ و آئندہ سب گناہ مغفور ہیں، پھر رونے کا سبب کیا ہے کریم آقا نے فرمایا:

''میرا رونا امت پر رحم و شفقت کے باعث ہے'' (۲)

(ج)۔ فرش زمین پر امت کی یاد

غمخوار امت، شفیع عاصیاں، حامی بیکساں حضور رحمۃ للعالمین ﷺ ہر جگہ امت کو

(۱) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۲: ۱۲: ۳۰۲

(۲) عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوت :۲

marfat.com

یاد کرتے رہے۔ مکہ میں ہوں یا مدینہ میں، حرم کعبہ میں ہوں یا طائف کی وادی میں امت کبھی نہ بھولی امت کی بہتری خیر خواہی اور بخشش و نجات کی فکر ہر جگہ دامن گیر رہی۔ اس سلسلہ میں مولائے روم اپنی مثنوی کے اشعار میں غم امت کے متعلق درج ذیل انداز سے ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔

ایک دفعہ تین دن تک امام الانبیاء ﷺ غائب رہے۔ غلام پریشان ہوگئے۔ آخر حضرت ابوبکر صدیق ص، صحابہ کرام کی ایک جماعت لے کر سرکار کی تلاش میں نکلے۔ ایک پہاڑی پر پہنچے تو وہاں ایک یہودی اپنی بکریاں چرا رہا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے اس چرواہے سے پوچھا:

''اے شبان، حالِ شبانِ ما بگو''

کہ اے بکریوں کے رکھوالے کہیں ہم امت کا رکھوالا بھی دیکھا ہے۔

اس چرواہے نے کہا کہ میں نہیں جانتا تمہارا رکھوالا کون ہے البتہ

ایں قدر دانم کہ اندر تیرہ غار
میکند کس نالۂ لیل و نہار

''میں اتنا جانتا ہوں کہ آج تین دن ہوگئے کہ پہاڑی کی اس غار میں کوئی رو رہا ہے اور اس کے رونے کی آواز سن کر''

''میری بکریاں بھی روتی ہیں اور انہوں نے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے۔''

کشتہ عشق رسول حضرت صدیق اکبر نے پوچھا کہ اس کی فریاد کیا ہے تو اس چرواہے نے کہا:

میکند از نالۂ ہر ساعتی
رب ھب لی امتی یا امتی

marfat.com

کہ وہ رونے کے ساتھ یہ دعا کرتا ہے کہ یا اللہ میری امت کو بخش دے۔

(د)۔ عرش بریں پر امت کی یاد

رحمتِ دو جہاں، حامی بے کساں اور شفیع مجرماں حضور نبی اکرم ﷺ جب شب معراج عرش علیٰ پر پہنچے تو ساری بلندیاں طے کرتے ہوئے ''قاب قوسین او ادنی'' کے مقام پر فائز ہو کر بھی امت کو نہ بھولے۔ حالانکہ اہل دنیا کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ وہ تھوڑا سا منصب و دولت ملنے پر اپنے پرانے دوست احباب، رشتہ دار اور تعلقات کو بھلا دیتے ہیں۔ لیکن نبیوں کے امام کا امت سے تعلق دیکھئے کہ عرش بریں پر رب ذوالجلال کے جلووں کا نظارا کر کے اس کے حریم اقدس میں نہ صرف امت کو سلام میں شامل کیا بلکہ امت کی بخشش و نجات کے لئے بھی عرض کرتے رہے جس پر رب کبریا کی بارگاہ سے بخشش کا مژدہ جانفزا لے کر واپس لوٹے ''التحیات'' کے کلمات میں '' السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین کے الفاظ اسی موقع کی یادگار ہیں اسی طرح کل قیامت کے دن جب آپ ''مقام محمود'' پر جلوہ افروز ہوں گے تو وہاں بھی ''امتی امتی'' پکار کر امت کی بخشش کا سامان کریں گے۔

امت کو جہنم کے کنارے سے پکڑ پکڑ کر بچانے کی مثال

عصیاں سے کبھی ہم نے کنارا نہ کیا
پر تو نے بھی دل آزردہ ہمارا نہ کیا
ہم نے تو جہنم کی بہت کی تدبیر
لیکن تیری رحمت نے گوارا نہ کیا

محبوب رب العالمین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو غم امت نے اس طرح مضطرب اور بے چین کر دیا تھا کہ دن کا چین اور رات کی نیند ختم ہوگئی تھی اس غم خوار انسانیت کو اپنے آرام و سکون اور

marfat.com

بیوی بچوں کی اتنی فکر نہیں تھی جتنی کہ امت کے ایمان اور نجات کی تھی۔ دعوت ایمان کے راستے میں روڑے اٹکانے والے اور آپ کی ہر طرح سے مخالفت کرنے والے رات کو میٹھی نیند سوتے تھے اور یہ معصوم، پیکر رحمت مجسمہ شفقت راتوں کو اٹھ اٹھ کر ان نادانوں کے ایمان کے لئے دعائیں کرتے تھے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کو اپنی قوم کے ایمان و اصلاح کی کس قدر فکر اور تڑپ تھی اس سلسلہ میں حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث پاک رقم کی جاتی ہے جسے امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ اس حدیث پاک میں خیر خواہ انسانیت نے اپنی بے لوث ہمدردی اور خیر خواہی کو ایک مثال دے کر یوں واضح کیا ہے۔

إنما مثلي و مثل الناس كمثل رجل استو قدنارًا فلما أضاء ت ماحوله جعل الفراش و هذه الدّوّابُ التی تقع فی النار يقعن فيها فجعل ينزعهن و يغلبنه فيقتحمن فيها فأناَ اخذ بحجز كم عن النار و انتم تقتحمون فيها۔(۱)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری اور لوگوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی آدمی نے آگ جلائی۔ جب آگ نے اپنا اردگرد روشن کر دیا تو پروانے اور آگ میں گرنے والے کیڑے مکوڑے اس میں گرنے شروع ہوگئے۔ اب وہ آدمی ان کو روکنے کی کوشش کرتے ہوئے اس آگ سے انہیں ہٹانے لگے لیکن وہ اس پر غالب آتے ہوئے آگ میں گھسے چلے جاتے ہیں۔ (بالکل یہی مثال میری اور تمہاری ہے) میں تمہیں (دوزخ کی) آگ میں گرنے سے بچانے کے لئے تمہاری کمر پکڑ پکڑ کر روک رہا ہوں اور تم ہو کہ اس میں گرتے ہی جا رہے ہو۔''

قوم کو عذاب سے بچانے اور ان کو ایمان و ہدایت دینے کی یہی وہ فکر اور درد تھا

---

(۱) بخاری، صحیح، کتاب الرقاق، باب الانتهاء عن المعاصی، ۵: ۲۳۷۹، رقم: ۶۱۱۸

marfat.com

جو کبھی آپ کو طائف کی وادی میں لے جاتا تو کبھی منٰی کے میلوں میں۔ یہی تڑپ آپ کو جھوٹے معبودوں کے پجاریوں کے پاس لے جاتی آپ انہیں حق کی دعوت و تبلیغ کرتے تو وہ آپ کے راستے میں کانٹے بچھاتے۔ آپ کی مخالفت کرتے آپ کے خلاف منصوبے بناتے۔ انہیں خبر نہیں تھی کہ یہ سراپا شفقت و رحمت رسول ہم پر اتنا مہربان ہے اور ہمارا اتنا خیر خواہ ہے کہ ہمارے والدین بھی اس قدر خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔ رسول عزیز علیہ ما عنتم اور حریص علیکم کی شان کا حامل ہے۔ قوم کو دنیوی اور اخروی عذاب سے بچانے کی فکر نے آپ کے دن رات کے سکون کو غارت کر دیا تھا۔ اسی فکر اور غم کی وجہ سے مکہ اور عرب کے نادانوں کی مخالفت اور دشمنی مول لینا پڑی۔ مصائب و آلام برداشت کرنا پڑے۔ دوران نماز اوجھڑی ڈال کر مذاق کیا گیا۔ رستے میں کانٹے بچھائے، کاشانہ مبارک میں نامراد و ناداں پڑوسیوں کی طرف سے غلاظت پھینکی گئی۔ کاہن اور جادوگر کہا گیا۔ پھول کی پتیوں سے زیادہ نرم و نازک جسم لہو لہان کیا گیا۔ غرضیکہ وہ کونسی جسمانی اذیت اور ذہنی کوفت تھی جو اس معصوم، پاکباز، حریض علیکم اور رحمۃ للعالمین ذات کو اس میدان میں برداشت نہیں کرنا پڑی لیکن قربان جائیں حضور ﷺ کی شان رحمت پر آپ ان سب کے لئے ہمیشہ دعائیں کرتے ہیں کہ باری تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرما کہ یہ جانتے نہیں کہ میں ان کا کتنا خیر خواہ اور نجات دہندہ ہوں۔ آپ ﷺ کی یہی مخلصانہ کوششیں اور استقامت تھی کہ مختصر سی مدت میں آفتاب اسلام کی کرنوں نے پورے عالم عرب کو منور کر دیا۔ نہ صرف مکہ مکرمہ اور بیت اللہ پر اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا بلکہ سارا عرب سرنگوں ہو گیا اور دنیا میں بہت بڑا انقلاب آ گیا۔

رہا ڈر نہ بیڑے کو موج بلا کا
ادھر سے ادھر پھر گیا رخ ہوا کا

(حالی)

marfat.com

فکرِ امت میں حضور ﷺ کے رتجگے

حضور نبی اکرم ﷺ نہ صرف دن کے اجالوں میں امت کی بھلائی اور ان کی ہر طرح سے کامیابی و کامرانی کے لئے کوشاں رہتے بلکہ رات کے اندھیروں میں فکر امت میں بے چین و مضطرب رہتے۔ استاذی مکرم شیخ الاسلام حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی اپنی کتاب ''فلسفۂ معراج النبی'' میں معراج کی حکمتوں کے باب میں ایک حکمت یہ بیان فرماتے ہیں کہ سرکار دو جہاں ﷺ کو امت کی فکر میں ہونے والے اضطراب کو دور کرنے کے لئے سفر معراج سے بہرہ ور کیا گیا۔ وہ اپنی تصنیف میں ''امت سے پیار'' کے عنوان سے رقمطراز ہیں۔

یہ بات شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ و السلام کو مخلوقات میں سے سب سے زیادہ پیار اپنی امت سے ہے۔ صحیح بخاری میں آتا ہے کہ ایک رات حضور آرام فرما رہے تھے کہ جبریل امین حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آقا کی امت اپنے گناہوں کی وجہ سے تباہی اور ہلاکت کے گڑھے میں گرتی جا رہی ہے۔ کیا ایسے میں بھی آپ کو نیند آ رہی ہے؟ اتنا سننا تھا کہ آپ اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ کو بطحاء مکہ میں لے جا کر قیامت تک آنے والی تمام امت کے احوال دکھا دیئے گئے۔ اس سے آپ ﷺ کی چشمان مقدس سے نیند جاتی رہی، آپ راتوں کو اٹھ اٹھ کر امت کے لئے گریہ و زاری فرمانے لگے اور معافی طلب کرنے لگے۔ یہ مشقت اتنی بڑھی کہ قدمین شریفین پر ورم آنے لگے۔

حتی تورّمت قدماہ۔ (۱)

''(رات بھر مصلے پر کھڑے رہتے) یہاں تک کہ آپ کے قدمین شریفین سوج جاتے۔''

اللہ تعالی جل مجدہ کو آپ کی یہ مشقت گراں گزری چنانچہ قرآن مجید میں حکم فرمایا:

---

(۱) بخاری، الصحیح، ۴: ۱۸۳۰، کتاب التفسیر، رقم: ۴۵۵۶

marfat.com

يٰاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ○ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلاً ۔(۱)

اے کملی کی جھرمٹ والے (حبیب!)○ آپ رات کو (نماز میں) قیام فرمایا کریں مگر تھوڑی دیر (کیلئے)

اب حضور ﷺ نے راتوں کا جاگنا تو کم کر دیا لیکن امت کی فکر کچھ اس طرح دامن گیر ہوئی کہ سوتے میں بھی امت کا غم لئے رہتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے جبریل امین کو آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا کہ میرا مقصد تو طبیعت کا بوجھ ہلکا کرنا تھا مگر ایسا ابھی تک نہیں ہوا۔ لہٰذا تو میرے محبوب کو اس کی امت کی بخشش کا مژدہ جانفزا سنا دے۔

ا .اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۔(۲)

''بے شک ہم نے تمہیں کھلی فتح دے دی تا کہ اللہ تمہارے سب گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔''

اللہ اللہ قربان جائیں عظمتِ مصطفیٰ پر کہ پہلے تو امت کے غم میں رات بھر جاگتے اور جب امت کی بخشش کی بشارت مل گئی تو اس خیال سے کہ امت اپنے گناہوں کی بخشش پر کما حقہ اللہ کا شکر ادا نہ کر پائے گی راتیں پھر آباد رکھنے لگے، صحابہ نے عرض کیا کہ اب تو امت کی بخشش کا سامان بھی ہوگیا اب تو راتوں کو نہ جاگا کیجئے۔ اس پر ارشاد فرمایا:

اَفَلاَ اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا ۔(۳)

''کیا میں اپنے اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔''

مگر اللہ کو اپنے محبوب کا مشقت میں پڑنا کیسے پسند آ سکتا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا:

---

(۱) القرآن، المزمل، ۷۳:۱

(۲) القرآن، الفتح، ۴۸: ۱

(۳) بخاری، الصحیح، ۱: ۳۸۰، کتاب الجمعہ، رقم:۱۰۷۸

marfat.com

طٰهٰ ۝ مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى ۝ (۱)

"طا ہا (حقیقی معنی اللہ اور رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں)۔ (اے محبوبِ مکرّم!) ہم نے آپ پر قرآن (اس لئے) نازل نہیں فرمایا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں۔"

حضور نبی اکرم ﷺ جب شب معراج قاب قوسین سے بھی زیادہ قرب پر فائز ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تین تحفے پیش کئے۔ عرض کیا:

التحیات للّٰہ و الصلوات و الطیبات

"میری تمام قولی، مالی اور بدنی عبادتیں صرف اللہ کے لئے ہیں"

جواب میں اللہ تعالیٰ نے بھی تین تحفے عطا کئے۔

السّلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللّٰہ و برکاتہ

"محبوب ﷺ! تیرے لئے سلامتی، اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں۔"

حضور نبی اکرم ﷺ نے انہیں قبول فرمایا مگر ساتھ ہی اپنی اس سلامتی میں اپنی امت کے گنہگار لوگوں کو (اپنے ساتھ ملا کر) نیز نیکوکاروں کو بھی شامل کیا۔ عرض کیا:

السّلام علینا و علی عباد اللّٰہ الصالحین

"سلامتی ہو ہم پر (یعنی میرے ساتھ میری امت کے گنہگاروں پر بھی) اور اللہ کے نیک بندوں پر" (۲)

بخشش امت کے لئے رونا

شفیع عاصیاں، رحمت عالمیان حضور نبی اکرم ﷺ اپنی امت کی بخشش کی خاطر

(۱) القرآن، طہ، ۲۰: ۱۔۲

(۲) طاہر القادری، فلسفہ معراج النبی: ۵۴ تا ۵۷

marfat.com

کس قدر متفکر اور مضطرب رہتے امت کی تکلیف اور پریشانی سے آپ ﷺ کی طبیعت بوجھل ہو جاتی اس پہلو کو سمجھنے کے لئے درج ذیل دو صحیح روایات کا مطالعہ کریں جس سے یہ واضح ہو جائے گا کہ دنیا کے کسی بھی پیارے سے پیارے رشتہ ماں باپ بہن بھائی دوست کو ہمارا اتنا احساس نہیں ہو گا جتنا ہمارے آقا و مولیٰ حضور نبی اکرم ﷺ کو ہے۔

1- عَنْ عَبْدِ الله رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ اقرا علیَّ. قال: قلت: اقرا علیک و علیک انزل؟ قال: انی اشتهی ان اسمعه من غیری. قال: فقرات النساء حتی اذا بلغت: ﴿فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِیْدٍ وَ جِئْنَا بِکَ عَلٰی هٰٓؤُلَآءِ شَهِیْدًا﴾[النساء، ۴: ۴۱].قال لی کف او امسک فر ایت عینیه تذر فان. متفق علیه۔(۱)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا: مجھے قرآن مجید پڑھ کر سناؤ۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: میں آپ کو پڑھ کر سناؤں حالانکہ آپ پر قرآن نازل ہوا؟ فرمایا، میری یہ خواہش کہ میں اسے دوسروں سے سنوں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر میں نے سورۃ النساء کی تلاوت کی یہاں تک کہ جب میں اس آیت پر پہنچا﴿فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِیْدٍ وَ جِئْنَا بِکَ عَلٰی هٰٓؤُلَآءِ شَهِیْدًا﴾ ''پھر اس دن کیا حال ہو گا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور (اے حبیب ﷺ) ہم آپ کو ان سب پر گواہ لائیں گے'' تو مجھ سے فرمایا: رک جاؤ، جب میں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو آپ ﷺ کی چشمانِ اقدس سے آنسو رواں تھے۔''

2- عن عبد الله ابن عمر و بن العاصؓ ان النبی ﷺ تلا قول الله تعالیٰ فی

(الف)بخاری،الصحیح، کتاب :فضائل القرآن،باب: البکاء عند قرائة القرآن، ۴: ۱۹۲۷، الرقم: ۴۷۶۸

(ب)مسلم الصحیح، کتاب صلوۃالمسافرین باب:فضل استماع القرآن ،۱: ۵۵۱، الرقم: ۸۰۰

marfat.com

ابراهیم رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَإِنَّهُ مِنِّيْ ج وَ مَنْ عَصَانِيْ فَإِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴿ابراهیم، ۱۴: ۳۶﴾وقال عيسىٰ عليه السلام إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَ إِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴿المائده، ۵: ۱۱۸﴾فرفع يديه وقال اَللّٰهُمَّ أُمَّتِي أُمَّتِي وبكىٰ فقال الله عز و جل يا جبريل اذهب الىٰ محمد و ربك اعلم فسله ما يبكيك فا تا ه جبريل عليه السلام فساله فا خبر رسول الله ﷺ بما قال وهو اعلم وقال الله عز وجل يا جبريل اذهب الىٰ محمد فقل انا سنرضيك في امتك ولا نسوك۔ (۱)

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ نے قرآن کریم میں سے حضرت ابراھیم علیہ السلام کے اس قول کی تلاوت فرمائی رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَإِنَّهُ مِنِّيْ ج وَ مَنْ عَصَانِيْ فَإِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴿ابراہیم، ۱۴: ۳۶﴾ ''اے میرے رب! ان (بتوں) نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر ڈالا ہے۔ پس جس نے میری پیروی کی وہ تو میرا ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی تو بیشک تُو بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے'' اور پھر وہ آیت پڑھی جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول ہے إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَ إِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴿المائدہ، ۵: ۱۱۸﴾ ''اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے (ہی) بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بیشک تو ہی بڑا غالب حکمت والا ہے۔'' پھر حضور ﷺ نے بارگاہ الٰہی میں ہاتھ اٹھا دیے اور رو رو کر عرض کیا

اَللّٰهُمَّ أُمَّتِي أُمَّتِي (اے اللہ! میری امت، میری امت)

پھر حضور ﷺ پر گریہ طاری ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے جبرئیل! محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ اور ان سے معلوم کرو، حالانکہ اللہ تعالیٰ کو خوب علم ہے، کہ آپ کو کیا چیز رلا رہی ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور حضور ﷺ سے رونے کی

(۱) مسلم، الصحیح: کتاب الا یمان، باب دعاء النبی لامته وبکائه ۱: ۱۹۱ رقم: ۲۰۲

marfat.com

وجہ دریافت کی تو حضور ﷺ نے (اپنی امت کے لئے فکر اور دعا سے انہیں) آگاہ فرمایا۔ اس پر اللہ تعالیٰ جبرئیل سے کہا، اے جبرائیل! (میرے حبیب) محمد ﷺ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ ہم آپ (ﷺ) کو آپ (ﷺ) کی امت (کی بخشش) کے معاملے میں راضی کر دیں گے اور (ان سے ایسا معاملہ کریں گے) جس سے آپ رنجیدہ نہیں ہوں گے"

مذکورہ بالا روایات سے واضح ہوتا ہے کہ امت کے والی، نبیوں کے تاجدار حضور نبی اکرم ﷺ کو امت کی فکر کس طرح بے چین کرتی آپ امت کی تکلیف کا تصور کر کے بے اختیار رو پڑتے غور کا مقام ہے کہ گناہ امتی کریں اور اس پر ہونے والے عذاب کے تصور سے امت کے غمگسار آقا ﷺ کی آنکھیں اشک بار ہو جائیں۔ یہ امت سے بے پناہ محبت اور شفقت نہیں تو کیا ہے۔ شکر ہے اس رب ذالجلال کا جس نے ہمیں اتنے کریم و رحیم اور لجپال آقا ﷺ کی امت میں پیدا فرمایا۔

صد شکر کہ هستیم میانِ دو کریم

اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضور ﷺ کا کیا مقام ہے اگر حضور ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ جائیں تو اللہ تعالیٰ فوراً جبرائیل کو بھیج کر آپ ﷺ کو تسلی دلاتا ہے۔ آپ ﷺ اگر غمگین ہو جائیں تو آپ ﷺ کے غم کو زائل کرنے کی تدبیر فرماتا ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ ہمارے گناہوں کی وجہ سے غم زدہ ہوتے ہیں اور ہمیں بخشوانے کی فکر میں گریہ زاری فرماتے ہیں تو رب کریم جل جلالہ اپنے حبیب مکرم ﷺ کو راضی کرنے کا اعلان فرماتے ہیں۔

اللہ رے جہنم کیا اب بھی نہ سرد ہو گا
رو رو کے مصطفیٰ نے دریا بہا دیے ہیں

(اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ)

marfat.com

ہمدردیٔ امت سے متعلق مولانا رومؒ کی تمثیلی حکایت

غریق بحرِ وحدت، عارفِ روم حضرت مولانا جلال الدین رومی اپنی ''مثنوی شریف'' میں کریم امت، شفیق امت حضور نبی اکرم ﷺ کی امت کے ساتھ شفقت اور خیر خواہی و ہمدردی کے بارے میں ایک تمثیلی حکایت بیان کرتے ہیں جس کا خلاصہ ذیل میں رقم کیا جاتا ہے۔

مولانا روم حکایت بیان کرتے ہیں کہ ایک گھوڑ سوار جنگل میں جا رہا تھا کہ اس کی نظر ایک ایسے سوئے ہوئے شخص پر پڑی جس کے منہ میں سانپ گھسا ہوا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر سوار نے اپنے ہاتھ میں موجود دبوس سے مارنا شروع کر دیا۔ سونے والا غریب چونک کر اٹھا اور دیکھا کہ سوار اس کے منہ پر مسلسل مارتا جا رہا ہے۔ وہ اچھل کر بھاگا ترک سوار اس کے پیچھے پیچھے اور وہ آگے آگے بھاگتا جا رہا تھا۔ سوار اسے دبوس پر دبوس مارتا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ وہ ایک سیب کے درخت کے نیچے پہنچا جس کے نیچے بہت سے سیب گرے پڑے تھے۔ سپاہی نے کہا اس سیب کو کھائے بے چارا سیب منہ میں ڈالتا تو واپس ہو جاتا لیکن سپاہی اسے بار بار مجبور کر رہا ہے وہ سیب کھائے بالآخر وہ تنگ آ کر سپاہی سے کہنے لگا کہ بھائی میں نے آپ کا کیا قصور کیا ہے کہ آپ بلاوجہ مجھے تنگ کر رہے ہیں۔ اگر خواہ مخواہ کی عداوت ہے تو بجائے دبوس کے تلوار سے میری گردن اڑا دو۔ سونے والا طرح طرح کی بری بھلی باتیں بھی کرتا جا رہا تھا اور سوار کے سامنے بھاگتا جا رہا تھا۔ لیکن سپاہی بھی پیچھا نہیں چھوڑ رہا تھا۔ سونے والے کے بار بار دوڑنے اور گرنے سے بالآخر اسے قے آئی اور جو کچھ پیٹ میں تھا وہ باہر آنے لگا۔ اسی کے ساتھ سانپ بھی سونے والے کے منہ سے باہر گر پڑا۔ جب اس سانپ پر اس کی نظر پڑی تو اس کے ہوش اڑ گئے اور سپاہی کے احسان تلے دب گیا۔ وہ سپاہی سے کہنے لگا کہ آپ تو میرے لئے رحمت کے فرشتہ ہیں یا ولی نعمت ہیں۔ اگر یہ سانپ میرے پیٹ سے نہ نکلتا تو میرا خاتمہ ہی ہو چکا ہوتا۔ میں تو مر چکا تھا آپ ہی کی وجہ سے مجھے دوبارہ زندگی مل گئی ہے آپ نے بڑی خاموشی اور حکمت سے میرا علاج کیا اسی سے مجھے غلط فہمی ہوگئی۔ سپاہی نے جواب دیا کہ

marfat.com

بھائی اگر اصل راز سے تجھے آگاہ کر دیتا تو ڈر کے مارے تیری روح تیرے جسم سے پرواز کر سکتی تھی۔

مولانا روم یہ قصہ ختم کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دیکھو انسانیت کے اندر ایک چھپا ہوا دشمن ہے اگر اس کے تفصیلی حالات سے رسول اللہ ﷺ دنیا کو آگاہ فرما دیتے تو لوگوں کا زہرہ آب ہو جاتا۔ اس لئے حضور نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کی تربیت اس طریقہ سے فرمائی کہ مرض کا ازالہ ہو جائے اور مرض کی نوعیت سے بھی وہ بے خبر رہتے ہیں۔

بہرحال سپاہی نے کہا کہ بھائی جو واقعہ تھا اگر اس کا اظہار کر دیتا جس جان کو بچانا چاہتا تھا وہی جان نکل جاتی نہ تم میں کھانے ہی کی قوت باقی رہتی اور نہ قے کرنے کی صلاحیت ہی اپنے اندر پاتے۔ تم جس وقت مجھے برا بھلا کہہ رہے تھے اس وقت میری زبان پر ''رب یسر'' کا وظیفہ تھا مولانا روم کے اشعار ملاحظہ ہوں۔

می شنیدم فحش و خرمی راندم
''ربِ یَسّرْ'' زیر لب می خواندن
از سبب گفتن مرا دستور نه
ترك تو کردن میرا مقدور نه
ھر زماں می گفتم از درد دروں
اھدِ قومی انھم لا یعلمون

پیغمبر کا اپنی امت کے ساتھ حال بھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ ہر وقت ان کی ہدایت کا طالب رہتا ہے۔ امت اپنے نفع و نقصان سے لاعلمی کی بنیاد پر اگر عدم توجہی کا شکار ہوتی ہے تو حضور نبی اکرم ﷺ اپنی امت کے لئے دعا کرتے ہیں کہ باری تعالیٰ میری قوم کو ہدایت عطا کر کہ یہ مجھے جانتے نہیں کہ میں ان کا کتنا ہمدرد اور خیر خواہ ہوں۔

marfat.com

غمگساریٔ امت اور مولانا رومؒ کے پرسوز اشعار

گفت پیغمبر شمارا اے مہاں
چوں پدر ہستیم شفیق و مہرباں

"رسول کریم رؤف رحیم پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا کہ اے میری امت کے لوگو. میں تمہارے لیے باپ کی طرح شفیق و رحیم ہوں۔

گفت پیغمبر. کہ روز رستخیز
کے گزارم مجرماں را اشک ریز

"رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب قیامت کا مشکل ترین دن آئے گا تو میں امت کے گنہگاروں کو روتا ہوا کیسے چھوڑ سکوں گا۔"

راست می فرمود آں بحر کرم
من شمارا از شما مشفق ترم

اس لطف و کرم کے سمندر ﷺ نے سچ فرمایا کہ میں تم پر تم سے زیادہ مہربان ہوں۔" (النبی اولی بالمومنین من انفسھم، نبی مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے قریب ہے۔ کوئی شخص خود اپنی ذات کا اتنا خیر خواہ نہیں جتنا پیغمبر اکرم ﷺ ان کا خیر خواہ ہے۔)

من غم تو می خورم تو غم مخور
برتو من مشفق ترم از صد پدر

اے میری امتی! میں تیرا غمگسار ہوں اس لیے اب تو غم نہ کر۔ کیونکہ میری شفقت و مہربانی سو باپ کی شفقت سے بھی زیادہ ہے (سینکڑوں ماؤں کی ماتائیں اور باپ کی شفقتیں مل بھی جائیں پھر بھی رسول اکرم ﷺ کی شفقت و مہربانی کے ادنیٰ حصہ پر بھی نہیں پہنچ سکتیں۔)

marfat.com

شاد باش و ایمن و فارغ که من

؎آں کنم باتو که باراں با چمن

''اے میرے امتی! تو خوش وخرم اور فارغ و بے فکر رہ کیونکہ میں تجھ سے وہی سلوک کروں گا جو رحمت کی بارش چمن سے کرتی ہے۔''

marfat.com

رو رو کے مصطفٰی نے دریا بہا دیئے ہیں

کوئی شخص اپنی تکلیف کی وجہ سے روتا ہے تو کوئی اپنی اولاد کی بیماری پر کسی کا رونا اپنی مالی تنگدستی کی وجہ سے ہوتا ہے تو کوئی اپنے بہن بھائیوں اور عزیزوں کی پریشانیوں پر مضطرب اور دکھی ہوتا ہے لیکن نبی رحمت سرکار دو عالم ﷺ کی پریشانی و اضطراب اپنی امت کی فکر میں ہے۔ آپ ﷺ امت کی بخشش ونجات کے لیے راتوں کو جاگتے، غاروں میں روتے، مناجاتوں میں بخشش امت طلب کرتے، کبھی قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے امت کے حساب وکتاب کا ذکر آتا تو گریہ کناں ہو جاتے۔ کبھی امت کے گناہوں اور قیامت کی سختیوں کا خیال کر کے بارگاہِ الٰہی میں روتے ہوئے یوں عرض کرتے اللھم امتی امتی (اے اللہ میری امت۔ میری امت) کبھی قرآن حکیم کی اس آیت کی تلاوت سن کر رونا شروع کر دیتے جس میں ہر امت سے ایک ایک گواہ لانے اور آپ کو تمام لوگوں پر گواہ بنانے کا ذکر ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک ہی آیت کی تلاوت کرتے رات گزار دیتے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سورج گرہن لگتا ہے تو آپ نماز کسوف ادا فرماتے لمبا قیام اور رکوع وسجود کرتے ہوئے نماز میں اپنی امت کی خاطر رونا شروع کر دیتے ہیں کہ اے میرے مہربان رب کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا کہ میری موجودگی میں تو میری امت کو عذاب نہیں دے گا اور اے میرے کریم رب تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ انہیں عذاب نہیں دے گا جبکہ یہ استغفار کرتے ہوں گے (الانفال: ۳۳) اے میرے رحیم اللہ ہم اس وقت تجھ سے استغفار کر رہے ہیں۔ ادھر غم خوار امت کی گریہ زاری ہوتی ہے ادھر سورج گرہن ختم ہو جاتا ہے۔

سرکار دو عالم ﷺ کی یہ گریہ زاریاں، شب بیداریاں اور استغفار صرف امت کی خاطر تھا کہ امت کی نجات ہو جائے اور میری امت قبر وحشر کی تکلیفوں سے بچ جائے۔ آپ ﷺ کی اشک فشانیاں دیکھ کر اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا بریلوی کیا خوب فرماتے ہیں:

اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا
رو رو کے مصطفٰی نے دریا بہا دیئے ہیں

marfat.com

بیٹی کو زندہ در گور کرنا اور سراپا رحمت ﷺ پر رقت کا طاری ہونا

عہد جاہلیت میں کئی سنگدلانہ اور غیر انسانی رسوم میں سے ایک یہ بھی تھی کہ وہ اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کردیتے تھے۔ اس پر غمزدہ یا پشیمان ہونے کے بجائے وہ فخر و مباہات کا اظہار کرتے تھے۔ اس ظالمانہ حرکت کے آغاز کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ ایک دفعہ قبیلہ ربیعہ پر ان کے دشمنوں نے شب خون مارا اور ربیعہ کے سردار کی بیٹی کو وہ اٹھا کر لے گئے۔ بعد میں جب دونوں قبیلوں کی صلح ہوگئی تو اس لڑکی کو بھی واپس کردیا گیا اور اسے اختیار دیا کہ چاہے تو اپنے باپ کے پاس رہے چاہے تو اسیری میں جس کے پاس رہی تھی اس کے پاس واپس چلی جائے۔ اس نے اس شخص کے پاس جانا پسند کیا۔ اس کے باپ کو بڑا غصہ آیا اور اس نے اپنے قبیلے میں یہ رسم جاری کردی کہ جب کسی کے ہاں بچی پیدا ہو تو اس کو اس زندہ زمین میں دبا دیا جائے تاکہ آئندہ ان کی ایسی رسوائی نہ ہو۔ آہستہ آہستہ دوسرے قبائل میں بھی یہ رواج مقبولیت اختیار کرگیا۔ دور جاہلیت کے اس انسانیت سوز اور درندانہ عمل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن مجید یوں فرماتا ہے۔

وَ إِذَا الْمَوْؤُدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ۝ (۱)

”اور جب زندہ دفن کی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا ۝ کہ وہ کس گناہ کے باعث قتل کی گئی تھی ۝“

اس بے چاری بچی کا ”گناہ“ تھا تو صرف یہی کہ وہ ”لڑکی“ کیوں ہے۔ اس جرم کی پاداش میں اسے زندہ دفن ہونا پڑا۔ کتنا بڑا ظلم تھا انسانیت پر اور کتنی بڑی بے رحمی اور سنگدلی تھی۔ اسے قرآن حکیم ایک اور مقام پر یوں بیان فرماتا ہے۔

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۝ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ط اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ط اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝ (۲)

---

(۱) القرآن، التکویر، ۸۱: ۸، ۹

(۲) القرآن، النحل، ۱۶: ۵۸، ۵۹

marfat.com

''اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی (کی پیدائش) کی خبر سنائی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غصہ سے بھر جاتا ہےo وہ لوگوں سے چُھپا پھرتا ہے (بزعمِ خویش) اس بری خبر کی وجہ سے جو اسے سنائی گئی ہے، (اب یہ سوچنے لگتا ہے کہ) آیا اسے ذلت و رسوائی کے ساتھ (زندہ) رکھے یا اسے مٹی میں دبا دے (یعنی زندہ درگور کر دے)، خبردار! کتنا برا فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیںo''

سنن دارمی میں ہے۔ ایک شخص اپنی بپتا کو یاد کرتے ہوئے سرکار دو عالم حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم لوگ جاہلیت میں بتوں کو پوجتے تھے اور اولاد کو مار ڈالتے تھے۔ میری ایک بیٹی تھی جب میں اسے بلاتا تو پیار سے دوڑ کر میرے پاس آ جاتی ایک دن میں نے اس کو بلایا وہ فرط محبت میں میرے پاس آئی میں آگے آگے چل رہا تھا وہ میرے پیچھے پیچھے چلتی آئی۔ یہاں تک کہ ہم اپنے گھر کے قریب ایک کنویں کے پاس پہنچے میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور کنویں میں گرا دیا وہ ابا ابا کہہ رہی تھی۔ میں نے اس کا ذرہ بھر احساس نہ کیا یہ اس کی آخری آواز تھی۔ صحابی سے یہ دردناک واقعہ سن کر ساری انسانیت کے شفیق و کریم نبی ﷺ پر رقت طاری ہوگئی اور آپ ﷺ کی چشمان مقدس اشکبار ہوگئیں۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے اس صحابی کی ملامت کی کہ تم نے حضور نبی اکرم ﷺ کو غمگین کر دیا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا اسے چھوڑیئے۔ اس پر جو مصیبت پڑی ہے اس کا علاج پوچھنے آیا ہے۔ حضور ﷺ کی روف و رحیم ذات پر اس واقعے کا اتنا اثر ہوا کہ اس آدمی سے دوبارہ اس قصے کو سنا اور اس قدر روئے کہ آپ ﷺ کے آنسو مبارک بہہ کر داڑھی مبارک تک آ گئے پھر فرمایا جاؤ اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔ اب از سر نو عمل شروع کر دو۔ (۱)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ رب ذوالجلال نے اپنے محبوب مکرم، سراپا لطف و کرم، غمخوار انسانیت حضور نبی اکرم ﷺ کو کس قدر رقیق القلب بنایا ہے کہ

(۱) الدارمی، السنن، ۱: ۳،۴

marfat.com

(ع) ''خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں امیر'' کا مصداق تھے۔ محسن انسانیت نے اس ظالمانہ رسم کو ختم کر کے بیٹی کو کیا مقام دیا، اسے بیان کرنے سے پہلے ذرا یہ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ اس سنگدلانہ و بے رحمانہ رسم کے اسباب کیا تھے۔ ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہؒ اپنی تفسیر میں اس کے دو اسباب رقم فرماتے ہیں۔

ایک یہ کہ عام اہل عرب کی معاشی حالت بڑی خستہ ہوتی تھی۔ بچیوں کو پالنا، جوان کرنا پھر ان کی شادی کرنا وہ اپنے لیے ناقابل برداشت بوجھ تصور کرتے تھے اس لیے ان کو بچپن ہی میں ٹھکانے لگا دیا کرتے تھے قبائل میں باہمی کشت و خون روز مرہ کا معمول تھا لڑکے جوان ہو کر لڑائیوں میں ان کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ لڑکیاں لڑائیوں میں بھی شرکت نہ کر سکتیں۔ اور پھر ان کو دشمن کی دستبرد سے بچانے کے لیے بھی انہیں کافی تردد کرنا پڑتا۔ اس لیے وہ ان کو زندہ رکھنا اپنے لیے وبال جان سمجھتے۔

دوسرا سبب ان کی جاہلانہ نخوت تھی کہ وہ کسی کو اپنا داماد بنانا اپنی توہین سمجھتے تھے۔ اس سے بچنے کا یہی آسان طریقہ تھا کہ نہ بچی زندہ ہو، نہ اسے بیاہا جائے اور نہ کوئی ان کا داماد بنے۔ وجوہات اگرچہ مختلف اور متعدد تھیں لیکن یہ ظالمانہ رسم عرب کے جاہلانہ معاشرے میں اپنے پنجے بہت گہرے گاڑ چکی تھی۔ عام طور پر اسے کوئی معیوب چیز یا ظلم بھی نہ سمجھا جاتا۔ (ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ۵: ۵۰۱) مولانا الطاف حسین حالیؒ اپنی مشہور مسدس میں عرب کی اسی ظالمانہ رسم کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں

جو ہوتی تھی پیدا کسی گھر میں دختر
تو خوف شماتت سے بے رحم مادر
پھرے دیکھتی جبکہ شوہر کے تیور
کہیں زندہ گاڑ آتی تھی اس کو جا کر
وہ گود ایسی نفرت سے کرتی تھی خالی
جنے سانپ جیسے کوئی جننے والی

marfat.com

محسنِ انسانیت ﷺ نے بیٹی کو ''باعثِ عار'' کی بجائے ''وجہِ افتخار'' بنا دیا

حضور رحمتِ دو عالم، محسن نبی آدم ﷺ نے انسانیت کے مختلف مظلوم و مقہور طبقوں کو عزت کا مقام دلایا۔ بیٹی جسے والدین اپنے لئے باعثِ عار سمجھتے تھے۔ وہ مقام عطا کیا کہ اسے وجہ صد افتخار بنا دیا۔ آپ ﷺ نے اپنے ارشادات اور مبارک عمل سے اہل عرب کے دلوں سے یہ غلط فہمی نکال دی کہ بچی ایک ناگوار بوجھ ہے۔ آپ ﷺ نے بیٹیوں کی پرورش پر اجر و ثواب بتاتے ہوئے ان کے دلوں میں بیٹیوں کی قدر و منزلت پیدا فرمائی۔ چند ارشادات ملاحظہ ہوں۔

۱. من یلی من هذه البنات بشئی فاحسن الیهن کن له سترا من النار (۱)

''جو شخص ان بچیوں کے باپ ہونے سے آزمایا گیا اور اس نے ان سے اچھا سلوک کیا تو وہ اس کے لئے آتش جہنم سے پردہ ثابت ہوں گی۔''

۲. من عال جاریتین حتی تبلغا جاء یوم القیامة انا و هو و ضم اصابعه (۲)

''جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بالغ ہوگئیں تو قیامت کے دن میں اور وہ اس طرح کھڑے ہوں گے یہ فرمایا اور آپ نے اپنی انگلیوں کو باہم پیوست کر دیا۔

۳. عن سراقه بن مالک: ان النبی ﷺ قال الا ادلکم علی افضل الصدقة ابنتک مردودة الیک لیس لها کاسب غیرک (۳)

---

(۱) بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۳۴، کتاب الآداب، رقم: ۵۶۴۹

(۲) مسلم، الصحیح، ۴: ۲۰۲۷، کتاب البر والصله والآداب رقم: ۲۶۳۱

(۳) ابن ماجه، السنن، ۲: ۱۲۰۹ رقم: ۳۶۶۷

marfat.com

''سراقہ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں سب سے بڑے صدقہ پر آگاہ نہ کروں۔ فرمایا: تیری وہ بیٹی جو (طلاق پاکر بیوہ ہوکر) تیری طرف پلٹ آئے اور تیرے سوا اس کے لئے کمانے والا کوئی نہ ہو۔

سرکا دو عالم ﷺ نے اپنے ارشادات کے علاوہ اپنی دختران عالی مرتبت کے ساتھ غایت درجہ پیار اور ہر موقع پر ان کی عزت افزائی کر کے اہلِ دنیا کو بیٹی کی عظمت کا درس دیا۔

آج دنیا بھر کی بیٹیوں کو احسان مند اور ممنونِ کرم ہونا چاہئے نبی رحمت کا جنہوں نے عورت کے بارے میں پورا فلسفہ اور نقطۂ نظر ہی بدل دیا۔ ماں کو جنت کی دہلیز اور بیٹی کو بخشش کی سبیل قرار دے کر ان کی عزت وتکریم میں اضافہ کر دیا۔ صرف کہنے پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ اپنے عمل سے بیٹی سے محبت و تعظیم کا سلیقہ سکھا دیا۔ جب بنتِ رسول سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے گرامی مرتبت والد کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو مخدوم عالم کھڑے ہوکر استقبال کرتے، پیشانی پر بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر اپنے پاس بٹھاتے۔ سفر پر جاتے ہوئے سب سے آخر میں اپنی بیٹی سے ملتے اور واپسی پر سب سے پہلے اپنی بیٹی سے آکر ملتے۔ اس طرح تاجدارِ انسانیت حضور اکرم ﷺ نے اپنے عمل مبارک سے دنیا والوں کو بتا دیا کہ بیٹے کی طرح بیٹی بھی اللہ تعالیٰ کی عظیم رحمت ہے۔ بیٹا اگر جرأت کی علامت ہے تو بیٹی محبت کی اگر بیٹا آنکھوں کا نور ہے تو بیٹی دل کا سرور ہے۔

اکیسویں صدی کے کمپیوٹر دور میں آج بھی جاہلی رسم و رواج کے جراثیم کسی قدر پائے جاتے ہیں۔ بیٹی گو جسمانی طور پر زندہ زمین میں تو نہیں گاڑی جاتی مگر ماں باپ اسے بوجھ ضرور سمجھتے ہیں۔ بیٹے کی آرزو پالتے ہیں۔ اس کی پیدائش پر خوشیاں، مٹھائیاں اور عقیقے ہوتے ہیں۔ جبکہ بیٹی کی پیدائش ان خوشیوں سے محروم ہوتی ہے۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ کائنات کے عظیم محسن رسول عربی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بیٹیوں کو ان کا معزز مقام دیا جائے۔

marfat.com

پیغمبر رحمت ﷺ کے انسانی خیر خواہی پر مبنی جنگی اصول:

کہتے ہیں کہ جنگ اور محبت میں کوئی اصول نہیں ہوتا۔ جب کوئی قوم، کسی فریق سے معرکہ آرا ہو تو اس کی خواہش یہی ہوتی ہے کہ دشمن کو ہر لحاظ سے نیست و نابود اور تباہ و برباد کیا جائے۔ جنگ میں کسی اصول یا ضابطہ کو نہیں دیکھا جاتا، بیسویں صدی میں ہونے والی جنگوں میں تباہیاں اس کی منہ بولتی دلیل ہیں۔ یہ کریڈٹ صرف عرب کے تاجدار حضرت عبد اللہ کے درِ یتیم کو جاتا ہے کہ جنگ میں بھی اصول و ضابطے مقرر کیے۔ ان اصولوں اور ضابطوں میں انسانی خیر خواہی اور رہمدردی کا جذبہ مقدم تھا۔ آپ کی جنگیں محض تفاخر اور توسیع ملک کیلئے نہ تھیں بلکہ آپ ﷺ نے ظلم و ستم کے خاتمہ، فتنہ و فساد کے قلع قمع اور سازشوں کی بیخ کنی کیلئے جنگ کی اجازت دی۔ دورانِ جنگ بھی اپنے ماننے والوں کو انسانی خیر خواہی پر مبنی ضابطوں اور اصولوں کا پابند بنایا۔ مثلاً عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کیا جائے، زخمیوں پر حملہ نہ کیا جائے، بھاگنے والوں کا پیچھا نہ کیا جائے۔ ان اصولوں کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ دورانِ جنگ بھی آپ ﷺ اپنی طبعی شفقت و رحمت کی بنا پر انسانی حقوق کے تحفظ اور ان سے ہمدردی و خیر خواہی کے متمنی رہے۔

آج کے ترقی یافتہ دور میں انسانی حقوق کے نام نہاد علمبرداروں نے بھی جنگی اصول اور ضابطے بنائے، جنگ کو ضابطہ اخلاق کا پابند بنانے کا شعور بھی مدینہ کے حکمران نبی رحمت ﷺ کے فرمودات اور ہدایات ہی کا پرتو تھا، ضابطے اور اصول بنا لینا آسان ہوتا ہے لیکن عمل مشکل ہوتا ہے کیونکہ اس پر عمل سے مفادات پر زد پڑتی ہے۔ آئیں ذرا تاجدار کائنات اور فخر موجودات ﷺ کے اصول ہائے جنگ کا ملاحظہ کرتے ہیں۔ آپ ﷺ کے جنگی اصولوں میں صرف ان اصولوں کا ذکر مشتے از خروارے کے طور پر کیا جائے گا جو انسانی ہمدردی و خیر خواہی کا منہ بولتے ثبوت ہیں۔

۱۔ ایفائے عہد کی پابندی:

قرآن حکیم میں کئی مقامات پر عہد کو پورا کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ سورہ بنی

marfat.com

اسرائیل میں ایفائے عہد کا حکم دیتے ہوئے باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا. (۱)

''اور وعدے پورے کیا کرو بے شک وعدہ کی ضرور پوچھ گچھ ہوگی۔''

حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ ہمہ گیر، ہمہ جہت اور ہمارے لیے نمونہ کمال ہے۔ جہاں تک عہد کی تعلیم کا تعلق ہے تو آپ ﷺ کی سیرت طیبہ سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے عہد کی پابندی نہ صرف عام حالات میں فرمائی بلکہ دوران جنگ میں بھی آپ ﷺ نے وعدوں کی پابندی فرمائی۔

ایک دفعہ بارگاہ رسالتمآب ﷺ میں قریش نے ابو رافع کو قاصد بنا کر بھیجا۔ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کے کردار سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گیا اور عرض کی کہ اب میں کافروں کے پاس نہیں جاؤں گا۔ معلم انسانیت ﷺ نے اسے واپس بھیجتے ہوئے ارشاد فرمایا:

انی لا اخیس بالعهد ولا احبس البرد ولكن ارجع فان كان فی نفسک الذی فی نفسک الان فارجع (۲)

''میں عہد نہیں توڑتا اور نہ قاصد کو قید کرتا ہوں تم فی الحال واپس چلے جاؤ اور جو چیز اب تمہارے دل میں ہے اگر وہ برقرار رہی تو لوٹ آنا۔''

صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ زنجیریں پہنے ہوئے اس وقت آئے جب قریش سے معاہدہ طے ہو چکا تھا کہ کوئی مسلمان مکہ سے بھاگ کر مسلمانوں کے پاس آئے تو اسے واپس بھیج دیا جائے گا۔ اس معاہدہ کی پاسداری میں سرکار دو عالم ﷺ نے اسے واپس بھیج دیا، حالانکہ ابو جندل رضی اللہ عنہ نے رو رو کے قریش کے ظلم و ستم کو بیان کیا اور اپنے بدن کے داغ دکھائے جس سے مسلمان جوش رقت سے بے قرار ہو گئے

(۱) القرآن، بنی اسرائیل، ۱۷: ۳۴

(۲) ابو داؤد، السنن، ۳: ۸۲ رقم ۲۷۵۸

marfat.com

اور قریب تھا کہ قابو سے باہر ہو جاتے لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے معاہدہ پورا کرنے کیلئے ابو جندل کو چھڑانے سے انکار کر دیا اور فرمایا ابو جندل رضی اللہ عنہ کو زنجیروں کے ساتھ واپس جانا پڑے گا، دشمنوں سے بھی معاہدہ میں اس طرح پاسداری کرنا یہ ایک ایسی مثال ہے تاریخ عالم جس کی نظر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

اسی طرح ایک مرتبہ آپ ﷺ کے صحابی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بلاد یوم پر حملہ کرنے جا رہے تھے حالانکہ ابھی معاہدہ صلح کی مدت ختم نہیں ہوئی تھی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ارادہ تھا کہ مدت ختم ہوتے ہی حملہ کر دیا جائے گا مگر حضور ﷺ کے ایک صحابی حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ نے زمانہ صلح میں جنگ کی تیاری اور فوج کی روانگی کو بھی بد عہدی سے تعبیر کیا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سبب بتاتے ہوئے کہا کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

”جس کا کسی قوم سے معاہدہ ہو تو نہ اس گرہ کو مضبوط کرے اور نہ کھولے (اس میں کوئی تعبیر و تبدل نہ کرے) یہاں تک کہ جب مدت گزر جائے تو برابری پر عہد کو توڑ دے۔ پس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ لوٹ گئے۔“

۲۔ مثلہ کی ممانعت:

نبی رحمت، محسن انسانیت حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل دشمنوں کی لاشوں سے انتہائی انسانیت سوز سلوک کیا جاتا تھا، مقتول کے اعضاء کاٹ کر اس کی لاش کی شکل بگاڑ دی جاتی اور ہر طرح کی بے حرمتی کی جاتی۔ سراپا رحمت و رافت نبی ﷺ نے ایسے تمام امور سے منع فرما دیا جس سے لاش کی بے حرمتی ہو، تا کہ انسانی احترام و تکریم ملحوظ خاطر رہے۔ آپ ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مثلہ سے منع فرماتے۔ سنن ابی داؤد کی روایت ملاحظہ ہو۔ صحابہ کرام بیان کرتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ يحثنا على الصدقه و ينهانا عن المثله (۱)

(۱) ابو داؤد، السنن، ۳: ۵۳ رقم: ۲۶۶۷

marfat.com

’’حضور نبی اکرم ﷺ ہمیں صدقہ دینے کی ترغیب دیتے تھے اور مثلہ کرنے سے منع فرماتے تھے۔‘‘

اسی طرح حضرت عبداللہ بن یزید انصاری روایت کرتے ہیں:

نهى عن المثله. (۱)

’’حضور نبی اکرم ﷺ نے مثلہ سے منع فرمایا۔‘‘

۳۔ اسیران جنگ کے قتل کی ممانعت

نبی رحمت ﷺ کی بعثت سے قبل نہ صرف ملک عرب میں بلکہ پوری دنیا میں جنگی قیدیوں سے نہایت برا سلوک کیا جاتا۔ حضور ﷺ نے ان سے بھی اچھے سلوک کی تلقین کی۔ غزوۂ بدر کے موقع پر قیدی بن کر آنے والے لوگ مسلمانوں کے جانی دشمن تھے۔ کئی سال تک مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کو اذیتیں پہنچاتے رہے لیکن اس کے ساتھ ہی سراپا رحمت و شفقت نبی ﷺ نے حسن سلوک کی تعلیم دی۔ صحابہ کرام ﷺ کو ان کے کھانے پینے کا خیال رکھنے کا حکم دیا جس کا اثر یہ ہوا کہ صحابہ خود تو کھجور کھا کر گزارہ کرنے لگے جبکہ قیدیوں کو اچھے سے اچھا کھانا کھلاتے تھے۔

۴۔ آگ میں جلانے اور اذیتیں دے کر ہلاک کرنے کی ممانعت

آج کی مہذب دنیا میں دشمن کے ساتھ ظالمانہ سلوک روا رکھنے کو معیوب نہیں سمجھا جاتا۔ انہیں انویسٹی گیشن سنٹرز پر اذیتیں دے کر راز اگلوائے جاتے ہیں۔ نہ صرف دوسری جنگ عظیم میں جنگی قیدیوں کے ساتھ انسانیت سوز سلوک کیا گیا۔ بلکہ اب بھیوسنیا سے سری نگر تک اور ابو غریب جیل (بغداد) سے لے کر گوانتانا مولے (امریکہ) تک ان اذیت خانوں سے اٹھنے والی دلخراش چیخیں امن عالم کے ٹھیکیداروں کی جمہوریت پسندی اور انسانی حقوق کی پاسداری کے تمام کھوکھلے دعووں کی قلعی کھول رہی ہیں۔ حضور نبی

(۱) ابو داؤد، السنن، ۲: ۵

marfat.com

اکرم ﷺ نے جنگی قیدیوں سے غیر انسانی رویوں کی نفی کی اور دشمن پر قابو پا لینے کی صورت میں اذیتیں دے کر ہلاک کرنے سے منع فرمایا۔

ابو یعلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے۔ پس دشمن کے چار جاسوس پکڑ کر لائے گئے، پس ان کے قتل کا حکم دیا گیا اور ان کو باندھ کر تیر مار کر قتل کیا گیا۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے باندھ کر قتل کرنے سے منع فرمایا۔ (۱)

اسی طرح صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق نبی رحمت ﷺ نے آگ میں جلانے سے منع فرمایا۔ (۲)

۵۔ لوٹ مار اور شب خون مارنے کی ممانعت

اسلام سے پہلے اہل عرب اور دیگر قوموں میں یہ معمول تھا کہ وہ محض مال غنیمت کے حصول اور تجارتی قافلوں کو لوٹنے کیلئے جنگ چھیڑ دیتے تھے، اسی طرح راہ چلتے مسافروں کو لوٹ لیتے۔ تاجدار انسانیت ﷺ نے ان غیر اخلاقی حرکتوں سے منع فرما دیا۔ حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک غزوہ میں حضور رحمت عالم ﷺ کے ہمراہ شرکت کی سعادت نصیب ہوئی بعض لوگوں نے دوسروں کے راستے کو تنگ کیا اور راہ چلتے مسافروں کو لوٹنا شروع کر دیا۔ آقائے دو جہاں کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے ایک صحابی کو بھیج کر اعلان فرمایا کہ جو شخص دوسروں کو گھروں میں تنگ کرے یا لوٹ مار میں ملوث ہو اس کا جہاد قبول نہیں۔ (۳)

گویا اللہ کی راہ میں تلواریں بے نیام کرنے والے اگر لوٹ مار میں مصروف ہو

(۱) امام احمد، مسند، ۵: ۴۲۲

(۲) بخاری، الصحیح، ۱: ۴۲۳

(۳) ابو دائود، السنن، ۱: ۳۶۰

marfat.com

جائیں، غیر اخلاقی حرکتوں کے مرتکب ہوں۔ عوام الناس کیلئے ان کا عمل باعث آزار بن جائے تو راہ حق میں ان کی جانی قربانی کا جذبہ بھی مسترد کر دیا جائے گا۔

حضور نبی اکرم ﷺ رات کے وقت بے خبری کے عالم میں دشمن پر حملہ کرنے سے منع فرماتے تھے اس لیے کہ شجاعت و مردانگی کا تقاضا بھی یہی ہے کہ دشمن کے سامنے آ کر اسے للکارا جائے۔ آپ ﷺ کا معمول تھا کہ جب کسی قوم پر رات کے وقت پہنچتے تو صبح ہونے سے قبل حملہ نہ فرماتے۔

۶۔ بچوں، بوڑھوں، عورتوں اور دیگر غیر محارب افراد کے قتل کی ممانعت

خیر خواہ انسانیت محسن کائنات ﷺ کے نزدیک انسانی خون، کعبہ کی حرمت سے بھی زیادہ فضیلت کا اعزاز رکھتا ہے۔ جس طرح کہ آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں بھی ارشاد فرمایا۔ اس حرمت کا لحاظ آپ ﷺ نے دوران جنگ بھی قائم رکھا۔ آپ ﷺ کی طرف سے دوران جنگ صرف انہی دشمنوں کو قتل کرنے کی اجازت تھی جو عموماً جنگ میں حصہ لینے کے قابل ہوتے تھے، جبکہ آبادی کا غیر محارب حصہ جس میں بیمار، معذور، گوشہ نشین، بچے، بوڑھے، عورتیں شامل تھے، قتال کی اجازت سے مستثنیٰ ہیں۔ سنن ابی داؤد کی روایت ملاحظہ ہو:

لا تقتلوا شيخا فانيا ولاطفلا و لا صغيرا ولا امراة ولا تغلوا و ضموا غنائمكم و أصلحوا و أحسنوا إن الله يحب المحسنين. (۱)

''نہ کسی بوڑھے کو قتل کرو، نہ شیر خوار بچے کو نہ نابالغ کو، نہ عورت کو، اموال غنیمت میں خیانت نہ کرو اور اپنے مال غنیمت کو اکٹھا کر لو، نیکی اور احسان کرو، اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

---

(۱) ابو دائود، السنن، ۳: ۳۷، رقم: ۲۶۱۴

marfat.com

(۷) اظہارِ اسلام پر قتال سے دستبرداری

ارشادِ خداوندی ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ج تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ز فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ط كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ○ (۱)

"اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے) سفر پر نکلو تو تحقیق کر لیا کرو اور اس کو جو تمہیں سلام کرے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے، تم (ایک مسلمان کو کافر کہہ کر مارنے کے بعد مالِ غنیمت کی صورت میں) دنیوی زندگی کا سامان تلاش کرتے ہو تو (یقین کرو) اللہ کے پاس بہت اموالِ غنیمت ہیں۔ اس سے پیشتر تم (بھی) تو ایسے ہی تھے پھر اللہ نے تم پر احسان کیا (اور تم مسلمان ہو گئے) پس (دوسروں کے بارے میں بھی) تحقیق کر لیا کرو۔ بیشک اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔"

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام قتل برائے قتل کی اجازت نہیں دیتا۔ دورانِ جنگ اگر مدمقابل کسی مرحلے پر (مغلوب ہو کر ہی سہی) اس امر کا برملا یا اشارتاً اظہار کر دے کہ وہ مسلمان ہے یا اس نے اسلام قبول کر لیا ہے تو فوراً لڑائی سے ہاتھ کھینچ لینے کا حکم ہے۔ اب کسی صورت بھی اسے موت کے گھاٹ اتارنا جائز نہیں۔ سرکارِ دو عالم نے ایسے واقعات پر ناراضگی کا اظہار فرمایا جس میں کسی ایسے شخص کو قتل کیا گیا جس نے کلمہ پڑھ لیا تھا۔ صحیح بخاری کی حدیث پاک ملاحظہ ہو۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ہمیں حرقہ کی

---

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۹۴

marfat.com

طرف بھیجا، ہماری آمد کی خبر پا کر اہل حربہ اپنا علاقہ چھوڑ کر بھاگ نکلے لیکن ایک شخص گرفتار ہوا اس نے لا الہ اللہ کہا لیکن ہم نے تلوار کا وار کر کے اس کا کام تمام کر دیا۔ جب اس واقعہ کی خبر حضور نبی اکرم ﷺ کو پہنچی تو آپ نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت تمہارا حال کیا ہوگا جب وہ شخص کلمے کے ساتھ تمہارا دامن پکڑے گا اور تم سے جھگڑا کرے گا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے تو موت کو سامنے دیکھ کر کلمہ پڑھا کہ ممکن ہے اس کی جان بچ جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا۔ پھر حضور نبی اکرم ﷺ بار بار یہی کلمات دہراتے رہے کہ قیامت کے دن تمہارا کیا حال ہوگا۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ کیفیت دیکھ کر میں دل میں تمنا کرنے لگا کہ کاش میں آج کے دن ہی اسلام لایا ہوتا (اور اس خون ناحق میں شریک نہ ہوتا جس پر حضور نبی اکرم ﷺ اس قدر ناراضگی کا اظہار فرما رہے ہیں۔ (۱)

سرکار مدینہ کی طرف سے ہدایت تھی کہ اگر حملہ کے وقت آثار و قرائن سے معلوم ہو جائے کہ یہ بستی مسلمانوں کی ہے تو اس بستی پر حملہ نہ کیا جائے۔ سنن ابی داؤد کے مطابق آپ ﷺ نے ایک مرتبہ ایک گشتی ٹیم روانہ کرتے وقت اسے ہدایت فرمائی۔

اذا رایتم مسجدًا او سمعتم موذنا فلا تقتلوا احد (۲)

”جب تم کسی جگہ مسجد دیکھو یا مؤذن کی اذان سنو تو پھر کسی ایک شخص کو بھی قتل نہ کرنا۔“

ایک غزوہ میں مقتولہ کی لاش دیکھ کر اظہار ناراضگی کہ یہ عورت تو لڑنے والوں میں نہ تھی

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کو کسی غزوہ میں ایک مقتولہ عورت (کی لاش) ملی۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے ناپسند فرمایا اور عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع کایا۔ (۳)

---

(۱) بخاری، الصحیح، ۲: ۶۱۲

(۲) ابو داؤد، السنن، ۳: ۴۳، رقم: ۲۶۳۵

(۳) ترمذی، الجامع، ۱: ۲۸۶

marfat.com

اسی طرح سننِ ابی داؤد میں بھی ایک روایت مذکور ہے کہ حضور رحمت عالم ﷺ نے میدان جنگ میں ایک عورت کی لاش دیکھی تو ناراض ہوئے اور فرمایا:

ما كانت هذه لتقاتل

''یہ تو لڑنے والوں میں شامل نہ تھی''

پھر اسلامی افواج کے سپہ سالار حضرت خالد بن ولید ؓ کو کہلا بھیجا کہ

لا يقتلن امرأة و لا عيسفا (۱)

''عورت اور اجیر کو ہرگز قتل نہ کرو۔''

چادر چار دیواری اور عزت و عصمت کی حفاظت

آج کی ''مہذب'' دنیا میں مخالفوں کی عورتوں کو جس درندگی کا شکار کیا جاتا ہے وہ نام نہاد ''ترقی یافتہ مہذب'' معاشرہ کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ بن کر چمک رہا ہے۔ مقبوضہ کشمیر میں، بوسینا اور فلسطین میں اسلام کی بیٹیوں کے سروں سے صرف چادر چھینی گئی بلکہ ان کی عصمت دری اور نسل کشی کے لئے جو گھناؤنا کھیل کھیلا گیا اس کے تصور ہی سے انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں حالانکہ یہ دخترانِ اسلام اس عظیم پیغمبر کا کلمہ پڑھنے والی ہیں جنہوں نے مظلوم و مقہور عورت کے برہنہ سر پر سب سے پہلے چادر رحمت دی اور اسے زندہ رہنے کا حق دیا۔ آپ کی تعلیمات نے عورت کو تحفظ کی چادر فراہم کی اسے معاشرے میں عزت و احترام کا مقام دیا۔ جنگ میں بھی دشمن کی بیٹی پر ہاتھ اٹھانے اور اس کی عصمت دری کی سختی سے ممانعت کر دی یہ اعزاز صرف بانی اسلام ﷺ کو جاتا ہے کہ زمانہ امن کی طرح میدان جنگ میں بھی اور پھر فتح کے بعد بھی مفتوح قوم کی عورتوں کی عصمت کی پاسبانی کا پورا پورا خیال رکھا۔ اسی طرح سرکار دوعالم ﷺ نے مجاہدین اسلام کو بلا اجازت گھروں میں داخل ہونے سے منع فرمایا عورتوں اور بچوں کو مارنے پیٹنے کی ممانعت فرمائی اور بلا قیمت کوئی چیز لے کر کھانے کی بھی اجازت نہ دی۔

---

(۱) ابو داؤد، السنن، ۳: ۵۳ رقم: ۲۶۶۹

marfat.com

پیغمبر امن و سلامتی ﷺ کی امن پسندی اور صلح جوئی

ظہور اسلام سے قبل عالم انسانیت پر بدترین قسم کی آمریت مسلط تھی۔ اولادِ آدم جبر و تشدد اور ظلم کی چکی میں پس رہی تھی۔ اخلاقیات کا جنازہ نکل چکا تھا۔ دنیا میں ہر طرف بدامنی، باہمی کشمکش اور قتل و غارت کا دور دورہ تھا۔ ان حالات میں اللہ کے آخری رسول، انسانیت کے نجات دہندہ اور خیر خواہ بن کر تشریف لائے۔ آپ نے نہ صرف اپنی تعلیمات سے بلکہ اپنے عمل سے بھی صلح، امن و سلامتی اور انسانی خیر خواہی کا پیغام دیا کہ اسلام صلح جوئی کو پسند کرتا ہے فتنہ و فساد اور لڑائی جھگڑے کو پسند نہیں کرتا۔ آپ کے لائے ہوئے نظام حیات میں قیام امن اور صلح جوئی کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے اگر دشمنوں کی جانب سے صلح کی پیش کش ہو تو اسے طاقت کے گھمنڈ میں پائے حقارت سے نہیں ٹھکرانا چاہئے بلکہ اسے خوشدلی سے قبول کر لینا چاہئے اور خواہ مخواہ کشیدگی پیدا کر کے نظام کی فضا کو برقرار نہیں رکھنا چاہئے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

فَاِنِ اعۡتَزَلُوۡکُمۡ فَلَمۡ یُقَاتِلُوۡکُمۡ وَ اَلۡقَوۡا اِلَیۡکُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللّٰہُ لَکُمۡ عَلَیۡہِمۡ سَبِیۡلًا ۝ (۱)

”پس اگر وہ تم سے کنارہ کشی کر لیں اور تمہارے ساتھ جنگ نہ کریں اور تمہاری طرف صلح (کا پیغام) بھیجیں تو اللہ نے تمہارے لئے (بھی صلح جوئی کی صورت میں) ان پر (دست درازی کی) کوئی راہ نہیں بنائی ۝“

اسلام صلح کا اس قدر علمبردار ہے کہ اگر دشمن دھوکہ دینے کے لئے بھی صلح پر آمادہ ہو تب بھی صلح کی پیش کش قبول کر لینی چاہئے۔ البتہ اپنے مفادات کا پورا تحفظ کرتے ہوئے دشمن سے مسلسل چوکنا رہنا چاہئے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَ اِنۡ جَنَحُوۡا لِلسَّلۡمِ فَاجۡنَحۡ لَہَا وَ تَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ ؕ (۲)

---

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۹۰

(۲) القرآن، الانفال، ۸: ۶۱

marfat.com

''اور اگر وہ (کفار) صلح کے لئے جھکیں تو آپ بھی اس کی طرف مائل ہو جائیں اور اللہ پر بھروسہ رکھیں۔''

دین اسلام اپنے رویوں کے اعتبار سے ایک صلح جو اور مصالحت پسند مذہب واقع ہوا ہے اس نے ہر میدان میں جذبہ امن پسندی کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔ پیغمبر امن و سلامتی ﷺ نے اپنے پیروکاروں کو حالت جنگ میں بھی حتی الوسع صلح پسندی کی ہدایت فرمائی اسی طرح دوران جنگ اگر دشمن صلح کے ہاتھ بڑھائے تو اس کی پیش کش کو فوراً قبول کرلو اور اس کی نیت کا معاملہ خدا پر چھوڑ دو۔ آپ ﷺ جب کسی لشکر کو بغرض جہاد روانہ فرماتے تو اسے ہدایات دیتے ہوئے فرماتے:

و اذا لقیت عدوک من المشرکین فادعهم الی ثلاث خصال او خلال فایتهن ما اجابوک فاقبل منهم و کف عنهم ثم ادعهم الی الاسلام فان هم اجابوک فاقبل منهم و کف عنهم ثم الدعهم

''اور جب تمہارا دشمنوں سے آمنا سامنا ہو تو انہیں تین باتوں یا خصلتوں کی دعوت دینا اگر وہ ان میں سے کوئی بھی مان لیں تو اس کو قبول کر لینا اور ان سے لڑائی اور جنگ سے رک جانا انہیں اسلام کی دعوت دینا۔ اگر وہ اسلام لے آئیں تو ان کا اسلام قبول کرلو اور ان سے جنگ نہ کرو۔''

آپ کی انہی ہدایات کی روشنی میں غزوہ خندق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عمرو بن عبدود جب آمنے سامنے ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے پہلے اسلام کی دعوت دی جب اس نے انکار کیا تو پھر دعوت مبارزت دی۔ جو اس نے قبول کی اور اس غزوہ میں شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ (۱)

حضور نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں بعض ایسے مواقع بھی آئے جب صحابہ کرام جنگ کے لئے تیار ہوتے لیکن آپ اپنی دوررس نگاہوں سے مصالحت کو جنگ پر ترجیح

(۱) ابن ہشام، السیرة النبویہ، ۲: ۲۲۵

marfat.com

دیتے سن ۶ ہجری میں جب آپ ﷺ عمرہ کرنے کے لئے مکہ کی طرف روانہ ہوئے تو دشمنانِ اسلام نے حدیبیہ کے مقام پر آپ کے لشکر کو روک لیا۔ آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بات چیت کے لئے مکہ بھیجا جن کی شہادت کی افواہ پھیل گئی۔ اس پر تمام صحابہ کرام نے جنگ کے لئے بیعت کی۔ صورت حال بھی ایسی تھی کہ مسلمان اگر جنگ کرتے تو فتح یقینی تھی۔ لیکن آپ ﷺ نے دشمنوں کی تجویز پر مصالحت قبول فرمالی اور صلح حدیبیہ کے نام سے اہلِ اسلام اور کفار مکہ کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا۔ اس میں بعض ایسی شرائط بھی تھیں جو ظاہری طور پر کفار مکہ کے حق میں جاتی تھیں اور کئی صحابہ کرام نے اس پر تشویش بھی ظاہر کی لیکن سرکار مدینہ ﷺ جو کچھ دیکھ رہے تھے وہ صحابہ کی نظروں سے اوجھل تھا۔ آپ ﷺ نے کمزور شرائط پر اہلِ مکہ کے ساتھ معاہدہ کر کے اسلام کی دعوت کی توسیع کے لئے موقع نکال لیا۔ اس کے بعد آپ نے دور دراز کے حکمرانوں اور سرداروں کے نام دعوتی و تبلیغی خطوط اور وفود بھیجے۔

اسلام تلوار کے زور سے پھیلا یا کردار کے زور سے

اس موقع پر مستشرقین کی طرف سے پھیلائی گئی بدگمانیوں اور پراپیگنڈا کا ذکر کرنا بے جا نہ ہوگا جو وہ اپنے تخیل کی بنیاد پر اسلام پر بہتان تراشی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے نبی ﷺ نے تلوار کے زور پر اسلام پھیلایا۔ اسی طرح ان کے پیروکار بھی بعد میں تبلیغِ اسلام کی خاطر جنگیں کرتے اور لوگوں کو زبردستی مسلمان بناتے رہے۔ یہ ایک ایسا اعتراض ہے جس کی کوئی بنیاد ہی نہیں۔ وہ صرف اسلام کے تصورِ امن کو مسخ کرنا چاہتے ہیں اور جہاد کو غلط رنگ دیکر خباثتِ قلبی کا اظہار کرتے ہیں۔ اس حوالہ سے درج ذیل امور توجہ طلب ہیں۔

۱۔ اولاً: کسی انسان کو بزورِ شمشیر مسلمان بنانا ممکن ہی نہیں کیونکہ ایمان اور عقیدہ کا تعلق دل سے ہوتا ہے۔ کوئی شخص اس وقت تک حقیقی مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک زبانی اقرار کے ساتھ قلبی تصدیق شامل نہ ہو۔ تلوار کے ذریعے کسی شخص کی زبان سے تو

marfat.com

کلمہ پڑھایا جاسکتا ہے لیکن اس کے دل میں ایمان داخل نہیں کیا جاسکتا۔

بقول اقبال:

خرد نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

وہ شخص جس کا دل توحید و رسالت کے عقیدہ سے خالی ہو اسے مسلمان کی بجائے منافق کہتے ہیں اور یہ منافق اسلام کے لئے کافروں سے بھی بڑھ کر خطرناک ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سورہ بقرہ کے آغاز میں کفار کا تھوڑا سا ذکر کیا ہے اس کے بعد تفصیل سے منافقین کا کردار اور ان کی علامتیں بیان کی گئی ہیں۔ تلوار کے زور سے کسی کو کلمہ پڑھانا، حالانکہ اس کا دل گواہی نہ دیتا ہو منافق بنانے کے مترادف ہے جو کہ کافروں سے بھی بدتر ہیں۔

۲۔ ثانیاً: اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ کا تبلیغی منصب بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ۝ (۱)

''پس آپ نصیحت فرماتے رہیے، آپ تو نصیحت ہی فرمانے والے ہیں ۝ آپ ان پر جابر و قاہر (کے طور پر) مسلط نہیں ہیں ۝''

یعنی حضور نبی اکرم ﷺ کا کام یہ نہیں کہ لوگوں کو زبردستی اسلام قبول کرنے پر مجبور کریں۔ بلکہ آپ کا فریضہ تو یہ ہے کہ حق اور باطل سچ اور جھوٹ کو واضح کر دیں پھر یہ لوگوں کی مرضی ہے کہ کس راستہ کو اپناتے ہیں۔ نجات کے راستہ کو یا ہلاکت کے راستے کو۔ یہی وجہ ہے کہ دور نبوی ﷺ میں ہونے والی جنگوں کا مطالعہ کیا جائے تو کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا جس میں کسی ایک شخص کو بھی جبراً مسلمان بنایا گیا ہو۔ آپ ﷺ کے

(۱) الغاشیہ، ۸۸: ۲۱۔ ۲۲

marfat.com

عہد میں جتنی مہمات اور معرکہ آرائیاں ہوئیں وہ نہ تو قیصر و کسریٰ کی طرح احساس برتری کا نتیجہ تھیں اور نہ ہی جنگی فتوحات کے شوق میں لڑی گئیں بلکہ تاریخ بتاتی ہے کہ جب بھی مخالفین نے سرِ تسلیم خم کر لیا، منتشر ہو گئے یا راہِ فرار اختیار کی، صلح کے لئے ہاتھ بڑھایا، ہتھیار ڈال دیئے یا مقابلے پر نہ آئے تو مسلمانوں نے تلوار نہ اٹھائی کیونکہ اسلام جنگ برائے جنگ کا قائل نہیں بلکہ جنگ برائے قیام امن کے موقف کا حامی ہے۔

۳۔ **ثالثاً:** بقول ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ ''کسی کو بزورِ شمشیر مسلماں بنانا نہ تو ممکن ہے اور نہ ہی اسلام نے مسلمانوں کو ایسا کرنے کی اجازت دی ہے۔ مسلمانوں نے طویل مدت تک مسلسل مظالم سہے، اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان لوگوں کے خلاف جہاد کیا جنہوں نے تبلیغ اسلام کے راستے میں مزاحم ہونے کی کوشش کی یا جو مسلمانوں کے خلاف آمادہ جنگ ہوئے اگر حضور نبی اکرم ﷺ اسلام کو تلوار کے زور سے پھیلانا چاہتے تو مختلف جنگوں اور غزوات میں جو لوگ شکست کھا کر مسلمانوں کے قبضے میں آتے۔ ان کی جان بخشی کی ایک ہی صورت ہوتی کہ وہ اسلام قبول کرتے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا جو لوگ حضور نبی اکرم ﷺ کے قبضہ میں آئے، آپ نے ان میں سے محدود چند کو ان کے سیاہ اعمال کی وجہ سے قتل کرنے کا حکم دیا اور باقی اسیروں کو یا تو اپنی رحمۃ للعالمینی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آزاد کر دیا اور یا ان سے فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دیا۔ لطف کی بات یہ ہے قریش مکہ جو بیس، اکیس سال تک حضور نبی اکرم ﷺ اور آپ کے پیروکاروں کے ساتھ عداوت کرتے رہے، جب اللہ تعالیٰ نے ان پر آپ کو غلبہ عطا فرمایا تو آپ نے انہیں معاف فرما دیا۔ اس دن جو معافی کا اعلان ہوا اس میں یہ شرط موجود ہی نہ تھی کہ جو مسلمان ہو جائے اس کو معاف کر دیا جائے گا۔ اس دن معافی کا اعلان ان الفاظ میں ہوا کہ جو شخص ہتھیار ڈال دے یا ابوسفیان کے گھر پناہ لے یا مسجد میں داخل ہو جائے یا دروازے بند کر لے اسے امن دیا جائے گا۔ ہم مستشرقین کو علم اور عقل کا واسطہ دے کر ان سے پوچھتے ہیں کہ اگر تلوار کے زور پر لوگوں کو مسلمان بنانا مقصود

marfat.com

ہوتا تو کیا حضور ﷺ فتح مکہ جیسے تاریخی موقع کو اس مقصد کے لئے استعمال کرتے۔ (۱)

۴۔ رابعاً: توجہ طلب امر یہ ہے اگر اسلام تلوار اور طاقت کے زور سے پھیلایا جاتا تو وہ ممالک جہاں طویل مدت تک مسلمان حکمران رہے وہاں تو دیگر مذاہب کا خاتمہ ہو جانا چاہئے لیکن صورت حال اس کے برعکس ہے۔ دور نہ جائیں سرزمین ہندوستان ہی کو دیکھ لیجئے یہاں مسلمان کم و بیش آٹھ سو سال تک حکومت کرتے رہے ہیں اور مسلماں حکمرانوں میں بڑے با اثر، طاقتور اور دیندار مسلم حکمران (سلطان محمد تغلق، اورنگ زیب عالمگیر وغیرہ) ایک عرصہ تک حکومت کرتے رہے ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ یہاں کی ساری آبادی نہیں تو اکثریت ہی مسلمانوں کی ہوتی لیکن ہندوستان میں ہندو اکثریت سے تھے۔ اسی طرح آج ان علاقوں اور ممالک میں بھی مسلمانوں کی تعداد کثیر ہے جہاں قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی تلوار نہیں پہنچی اس لئے ان حقائق کی روشنی میں یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلام تلوار کے زور پر نہیں پھیلا بلکہ انہی تعلیمات کی کشش کی وجہ سے پھیلا ہے۔ دین کی تبدیلی یا تلوار، کسی بھی دور میں اسلام کا نعرہ نہیں رہا۔ محمد عربی کے پیروکاروں کو ہمیشہ یہ تلقین ہوتی کہ دشمنانِ اسلام کے سامنے تین چیزیں رکھیں کہ وہ

۱۔ اسلام قبول کرلیں

۲۔ جزیہ دے دیں

۳۔ یا پھر لڑنے کے لئے تیار ہو جائیں۔

ان لڑائیوں کے پیچھے بھی ایک عظیم مقصد تھا دور نبوی میں کم و بیش ۸۲ جنگیں ہوئی جن میں غزوات بھی تھے۔ اور سرایا بھی۔ ان تمام جنگوں میں ''سیرۃ الرسول'' کے مطابق فریقین کے کل ۸۳۸ افراد اور بعض دیگر سیرت (مثلا رحمۃ للعالمین) کے مطابق

---

(۱) پیر محمد کرم شاہ، ضیاء النبی، ۷: ۵۸۲

marfat.com

۱۰۱۸ آدمی لقمہ اجل بنے۔ جبکہ پچھلی صدی کی ایک جنگ دوسری ''جنگ عظیم'' میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد ڈیڑھ کروڑ تک پہنچ گئی۔ دورِ نبوی کی جنگوں میں ۸۳۸ انسانی جانوں کی قیمت پر دنیا میں ایسا انقلاب رحمت آیا کہ ۹ لاکھ مربع میل کے علاقہ میں امن و امان قائم ہوگیا۔ فتنہ و فساد کا خاتمہ ہوگیا۔ لوٹ مار، قتل و غارت کی بجائے امن و سلامتی کا دور دورہ ہوگیا۔ (۱)

اس موقع پر میں مناسب سمجھتا ہوں کہ مستشرقین کے اس اعتراض کے رد میں ایک دوسرے پہلو کا بھی ذکر کیا جائے جو بعض مسلم مفکرین نے مغرب سے مرعوب ہوتے ہوئے اسلام کے جہاد کی تصور کی نفی کرتے ہوئے کہا ہے کہ اسلام محض کردار کے زور سے پھیلا ہے۔ دور حاضر کے عظیم سیرت نگار اور مفکر پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

مستشرقین اسلام کے تصور امن و سلامتی پر اعتراض وارد کرتے ہیں کہ ''اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔'' مگر اس سے بھی زیادہ حیرت ناک اس اعتراض کا وہ جواب ہے جو یورپ سے مرعوب ذہن کے حامل بعض افراد نے دیا ہے کہ اسلام محض کردار کے زور سے پھیلا ہے۔ ایسے لوگ اہل اسلام کے ہاتھ سے تلوار چھین کر اور اسلام کو محض دعوت و مبلغ اور کردار کا سرچشمہ ثابت کر کے اسلامی تعلیمات کی سراسر نفی کر رہے ہیں۔ یہ ان کی ذہنی اور فکری مرعوبیت اور معذرت خواہانہ انداز ہے کہ وہ اسلام کا صحیح جواب دشمنان اسلام تک نہیں پہنچا سکے بات یہ ہے کہ اگر دست و بازوئے مسلم میں قوت ہو تو پھر اسے پرواہ نہیں کہ یورپ کیا سوچتا ہے اور مشرق کیا لکھتا ہے۔ البتہ حمیت اسلام کے جذبے ماند پڑجائیں تو پھر ہزاروں دلیلوں سے بھی ان کا جواب نہیں دیا جاسکتا۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام حسب ضرورت تلوار اور کردار دونوں کی طاقت سے پھیلا ہے اسلام میں جہاں ایک طرف کردار سازی کی تلقین کی گئی ہے اور اس کے لیے

---

(۱) ۱۔ محمد طاہر القادری، سیرۃ الرسول، ۷: ۳۰۸

۲۔ سلیمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین، ۲: ۲۱۳

marfat.com

جامع احکام دیئے گئے ہیں وہاں دوسری طرف برائی اور شر کے انسداد کے لیے تلوار اٹھانے کا بھی حکم دیا گیا ہے اور یہ حکم نماز، روزے اور دیگر ارکان خمسہ کی طرح ہی نہیں، عند الضرورۃ ان سے بھی زیادہ ضروری اور لازمی ہوجاتا ہے۔

اگر کفر کے خلاف شمشیر اٹھانا اسلام کا مقصود نہ ہوتا اور محض کردار سازی اس کا نصب العین اور مطمع نظر ہوتا تو عالم کفر و شرک کے ساتھ ایک طویل آویزش اور تصادم کی کیا ضرورت تھی۔ اگر اسلام کے نقطہ نظر سے محض اللہ اللہ کرنا کافی ہوتا تو آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم بند حجروں میں تسبیح پڑھتے رہتے۔ انہیں باہر کے حالات کا کھوج لگانے اور ان کے متعلق مخصوص نقطہ نظر اپنانے کی کیا ضرورت تھی۔ اس کے برعکس پیغمبر اسلام کے جان نثاروں نے اسلام کی نشر و اشاعت کے لیے اپنے جان و مال کی قربانی پیش کی، وطن چھوڑا، عزیز و اقارب سے قطع تعلق کیا۔ اپنے بال بچے شہید کروائے، خود رسول اکرم ﷺ میدان طائف میں اوباش لڑکوں کی سنگ باری سے شدید زخمی ہوئے میدان احد میں آپ ﷺ کے دندان مبارک شہید ہوئے۔ اگر محض نماز، روزے، حج اور زکوۃ کا مطلق اعلان اور ایذان کافی ہوتا تو آخر قربانیاں دینے کی اور شدائد کو برداشت کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

حق کی تلوار سے خالی کردار، بزدلی ہے اور حق کے کردار سے عاری تلوار، ظلم

حقیقت یہ ہے کہ اسلام ایک ہمہ گیر انقلاب کا داعی ہے پہلے دعوت و تبلیغ کے سہارے برائی کا قلع قمع کرتا ہے۔ اگر اس کے ذریعے سے اس کا انسداد نہ ہوسکے تو پھر بزور شمشیر انسداد فتنہ کے لیے کاروائی اور سعی و جدوجہد کرتا ہے اسلام کا یہ انداز انقلاب نہ قابل اعتراض ہے، نہ غیر معروف عالمگیر نوعیت کا کوئی بھی انقلاب تلوار اور کردار کے اصولوں کو نظر انداز کر کے کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوسکتا نہ تلوار اسلام سے جدا ہے نہ اس کا کردار اس سے غیر معلق ہے۔ اسلام کے نزدیک وہ کردار جو حق کی تلوار سے خالی ہو، بزدلی اور پست ہمتی ہے اور وہ تلوار جو حق کے کردار سے عاری ہو، ظلم ہے۔ اسلام اپنے ماننے

marfat.com

والوں کے لیے کردار اور تلوار دونوں کو یکساں اہم بتاتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

واعلموا ان الجنة تحت ظلال السيوف (۱)

''جان لیجئے بے شک جنت تلواروں کی چھاؤں میں ہے۔''

اسلام ایسا انقلاب برپا کرنا چاہتا ہے جو ہمہ گیر اور ہر سطح پر اثر ونفوذ رکھتا ہو۔ جس کے نتیجہ میں قوت اقتدار باطل کے ہاتھ سے چھن کر حق کے ہاتھ میں آجائے اور حقوق انسانی پر باطل کی اجارہ داریاں ختم ہوجائیں۔ اسلام محکومی کی زندگی گوارا نہیں کرتا بلکہ ظالموں کو کیفر کردار تک پہنچانے اور ظلم کا مکمل استحصال کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ اسی بناء پر اسلام نے کردار سازی کی تعلیم دی اور ظلم کے خاتمہ کے لیے اپنی تلوار بھی میان سے باہر نکال لی یہ تلوار اس فرض تک میان سے باہر رہی جب تک ظالموں کا ظلم اور کافروں کی ایذا رسائی کا سلسلہ ختم نہیں ہوگیا اور قوت اقتدار باطل کے نمائندوں کی بجائے حق پرستوں کے ہاتھ میں نہیں آگئی ایک مرتبہ جب اسلام کا اقتدار قائم ہوگیا تو پھر کافروں کو مسلمان بنانے کے لیے اسلام نے تلوار استعمال نہیں کی۔ اسلام نے ظلم اور فتنہ کو بزور شمشیر مٹایا مگر کافروں کے دلوں کو کردار کی عظمت سے فتح کیا۔ القصہ اسلام کے تصور صلح آشتی میں نہ ظلم وستم کی گنجائش ہے اور نہ پست ہمتی کی۔ (۲)

رحمۃ للعالمین ﷺ کی جانوروں سے ہمدردی وخیرخواہی

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم رسول معظم ﷺ کو کائنات عالم میں شان رحمۃ للعالمینی کے ساتھ مبعوث فرمایا لہذا آپ ﷺ تمام جہانوں کے لیے اور سب جہان والوں کے لیے رحمت ہیں۔ آپ ﷺ کی چادرِ رحمت جس طرح عالمِ انسانیت (اپنے پرائے دوست دشمن، مومن کافر) عالم جنات اور عالم ملائکہ وغیرہ پر پھیلی ہوئی ہے۔

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۰۳۷، کتاب الجهاد والسير، رقم: ۲۶۶۳
۲۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۳۶۲، کتاب الجهاد والسير، رقم: ۱۷۴۲

(۲) محمد طاہر القادری، سیرۃ الرسول، ۷: ۴۹۱-۴۹۳

marfat.com

اسی طرح آپ ﷺ عالم حیوانات کے لیے بھی سراپا رحمت و رافت دکھائی دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ ''بے زبان مخلوق'' بھی سراپا مہربان نبی ﷺ کی مہربانیوں سے فیض یاب ہوتی رہی ہے۔ حضور نبی رحمت ﷺ نے اس مجبور و مقہور طبقہ مخلوق، جسے خالق کائنات نے انسانی خدمت اور نفع کے لیے پیدا کیا، پر توجہ فرما کر اس سے ہمدردی کرتے ہوئے عملاً یہ واضح فرمادیا:

یہ پہلا سبق تھا کتاب ہدیٰ کا
کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا

حضور نبی رحمت ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری سے قبل، جانور ہر طرح کے ظلم وستم اور زیادتی کا نشانہ بنے ہوئے تھے۔ نہ صرف ملک عرب میں بلکہ ہر قوم اور ہر خطہ میں اس بے زبان مخلوق پر ہر طرح کا ناروا سلوک کیا جاتا تھا۔ انہیں بے انتہا اذیتیں پہنچانا، ان کے آرام و خوراک کا خیال نہ رکھنا، ان کی طاقت سے زیادہ کام لینا اور انہیں بے دریغ ہلاک کردینا روز مرہ کا معمول اور کھیل تماشا بن چکا تھا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے دنیا میں آکر ان بے زبانوں سے ہمدردی و خیر خواہی کرتے ہوئے ان کے بھی حقوق مقرر فرمائے۔ آپ ﷺ نے غریب جانوروں کے ساتھ ہونے والی ہر طرح کی زیادتی سے ممانعت فرمائی۔ ان کے آرام و خوراک اور ضروریات کا خیال رکھنے کا حکم دیا۔ آپ ﷺ کی بارگاہِ رحمت میں چرند پرند اور ہر طرح کے جانور حاضر خدمت ہوتے اور انسانوں کے مظالم کی شکایات کرتے آپ ﷺ کریمانہ انداز ان جانوروں کی داد رسی کرتے۔ کئی دفعہ آپ ﷺ خود کہیں آتے جاتے کسی جانور پر ہونے والے ظلم و زیادتی دیکھتے تو اسی وقت منع فرما دیتے اور اپنی تعلیمات اور عمل سے اس امر کی طرف متوجہ کرتے کہ انسانوں کی طرح چرند پرند بھی اپنے پہلو میں حساس دل رکھتے ہیں جو خوشی و غمی کے واقعات سے متاثر ہوتا ہے۔ جانوروں سے ہمدردی کا یہاں پر اس لیے بھی ذکر ضروری ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ صرف انسانوں ہی کے لیے نبی نہیں بلکہ چرند پرند اور حیوانات کے بھی آپ ﷺ رسول ہیں۔ اسی لیے جانور آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر استغاثہ کرتے۔

marfat.com

آپ ﷺ ان کی بولی سمجھ کر ان کی داد رسی فرماتے۔

جانوروں کا طبقہ ہماری ہمدردی و نرمی کا مستحق اس لیے بھی ہے کہ یہ طبقہ قوت گویائی سے محروم ہونے کی بنا پر اپنا غم اور دکھ کسی کو سنا نہیں سکتا۔ بقول حافظ محمد سعداللہ (مؤلف غریبوں کے والی) ''غریب سے غریب اور کمزور سے کمزور انسان اپنے اوپر ہونے والی زیادتی اور ظلم کا اگر دفاع نہ کرسکے تو کم از کم ظالم کی پیٹھ پیچھے دو چار صلواتیں سنا کر بھڑاس نکال سکتا ہے یا اپنے جیسے کسی دوسرے آدمی کے سامنے داستان غم سنا کر کچھ تو اپنے غم کو ہلکا کرسکتا ہے یا اپنے حقوق کا مطالبہ کرسکتا ہے مگر بے چارے جانور تو یہ بھی نہیں کرسکتے۔''(۱)

حضور رحمت دو عالم ﷺ نے جانوروں سے ہمدردی کرنے، ان کی خوراک و ضروریات کا خیال رکھنے، ان پر ظلم و زیادتی سے باز رہنے اور ان کے ہر طرح کے حقوق کی رعایت کرنے میں جو تعلیمات اور نمونہ عمل عطا فرمایا ہے۔ اس کی چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں۔

(۱) جانوروں کو بھوکا پیاسا رکھنے سے منع فرمانا:

اللہ رب العزت نے انسان کو اپنی عبادت و معرفت کے لیے پیدا فرمایا ہے اور باقی مخلوق اس کی خدمت اور نفع رسانی پر مامور فرمائی ہے۔ یہ جانور بھی اللہ کی مخلوق اور انسان کے مملوک ہیں۔ ان کی مناسب حفاظت، آرام و سکون اور خوراک کا خیال رکھنا انسان کی ذمہ داری ہے۔ سنن ابی داؤد میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ ایک اونٹ کے پاس سے گزرے جس کی پیٹھ، بھوک اور پیاس کے سبب، پیٹ سے لگی ہوئی تھی (اس کمزوری کی حالت میں دیکھ کر) نبی رحمت ﷺ نے فرمایا:

اتقوا اللہ فی ھذہ البھائم المعجمہ فارکبوھا صالحۃ و کلوھا صالحۃ (۱)

---

(۱) حافظ محمد، سعد اللہ، غریبوں کے والی، ۳۹۰

(۲)ابو داؤد، السنن، ۳: ۲۳، رقم: ۲۵۴۸

marfat.com

”ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ پس تم ان پر سواری کرو اس حال میں کہ وہ سواری کے قابل ہوں اور انہیں کھاؤ اس حال میں کہ وہ کھانے کے قابل ہوں۔“

اسی طرح ساری کائنات کے ہمدرد و خیر خواہ رسول ﷺ ایک دفعہ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے۔ وہاں پر موجود ایک اونٹ نبی رحمت ﷺ کو دیکھ کر بلبلایا، اور پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے (کیونکہ وہ جانتا تھا کہ محمد ﷺ ہم سب کے نبی ہیں۔ ہم سب کے فریاد رس اور خیر خواہ ہیں اسی لیے اس نے فریاد کی۔ رحمۃ للعلمین ﷺ بھی چرند پرند حیوانات و بہائم سب کی بولیاں جانتے تھے اس لیے ان کی داد رسی کرتے۔) حضور نبی اکرم ﷺ نے اس اونٹ کی کنپٹی پر دست شفقت پھیرا تو وہ چپ ہوگیا۔ پھر آپ ﷺ نے اس اونٹ کے مالک انصاری نوجوان کو بلایا اور اسے فرمایا:

أفلا تتقی اللہ في هذه البهيمة التي ملک اللہ إياها فإنه شکی إلي أنک تجيعه وتدئبه (۱)

”کیا تو اس جانور کے بارے میں اللہ سے نہیں ڈرتا جس کا رب کریم نے تجھے مالک بنایا ہے۔ اس اونٹ نے مجھ سے یہ شکایت کی ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور اس کو مشقت و تکلیف میں ڈالتے ہو۔“

اسی طرح آپ ﷺ نے دودھیالے جانوروں کے بچوں کی خوراک کا لحاظ کرتے ہوئے ان کا سارا دودھ دوہنے سے منع فرمایا اور ان کے تھنوں میں کچھ دودھ چھوڑنے کے عمل کو حیوانات کے ساتھ نیکی سے تعبیر فرمایا۔ ایک دفعہ آپ ﷺ ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو بکری کا دودھ دوہ رہا تھا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا۔

اي فلان! إذا حلبت فابق لولدها..... (۲)

---

(۱) ابو داؤد، السنن، ۳: ۲۳، رقم: ۲۵۴۹

(۲) ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۱۹۶

marfat.com

''اے فلاں جب تو بکری کا دودھ دوہے تو اس کے بچے کے لیے بھی کچھ دودھ چھوڑ دے کیونکہ یہ عمل ان جانوروں کے ساتھ نیکی میں سے ہے۔''

(ب) بلی کو بھوکا رکھنے پر ایک عورت کو عذاب

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

عذبت امرأة في هذه سجنتها حتى ماتت فدخلت فيها النار لاهي اطعمتها و سقتها إذ حبستها ولاهي تركتها تاكل من خشاش الارض (۱)

''ایک عورت کو ایک بلی کے باندھنے کی وجہ سے عذاب ہوا۔ اس عورت نے بلی کو قید کر رکھا تھا کہ وہ اسی حالت میں (بھوکی پیاسی) مرگئی بس اس عورت کو دوزخ میں داخل کر دیا گیا۔ اس نے بلی کو نہ کھانا پانی دیا اور اسے نہ چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھالیتی۔''

اس حدیث پاک کی روشنی میں ائمہ وفقہاء نے بلی کو کھانا پانی دیئے بغیر قید کرنا اور اسے قتل کرنا حرام قرار دیا ہے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے مختلف جانور اپنے قبضہ میں رکھے ہوئے ہوں، انہیں چاہیے کہ وہ ان جانوروں کی خوراک اور دیگر ضروریات کا پورا پورا خیال رکھیں کیونکہ محبوس جانور کا نفقہ وحفاظت اس کے مالک کے ذمہ لازم ہے۔

(ج) کتے کو پانی پلانے پر بخشش

کتا ایک نجس جانور ہے لیکن اس کے ساتھ بھلائی اور ہمدردی کرنا کتنے اجر و ثواب کی بات ہے، اس کا اندازہ ذیل کی حدیث پاک سے لگایا جاسکتا ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کو وہ بندے کتنے پسند ہیں جو اس کی دکھی مخلوق کے دکھوں کا

(۱) بخاری، الصحیح، ۲: ۸۸۴، رقم: ۲۲۴۲

marfat.com

مداوا کرتے ہیں۔ اگر دکھی جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کا یہ اجر ہے تو اشرف المخلوقات (انسان) کے ساتھ حسن سلوک اور بھلائی کا عالم کیا ہوگا۔ حدیث پاک ملاحظہ فرما کر اپنے ایمان کو تازہ کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ ایک شخص کسی راستے میں جا رہا تھا کہ اسے سخت پیاس محسوس ہوئی اور اس نے ایک کنویں میں اتر کر پانی پیا وہ جانے لگا تو اس نے ایک پیاسے کتے کو دیکھا جو اپنی زبان باہر نکالے ہانپ رہا تھا اور شدت پیاس کی وجہ سے کیچڑ چاٹ رہا تھا۔ اس شخص نے اپنی پیاس کی شدت محسوس کر کے اس پر رحم کھایا اور وہ دوبارہ کنویں میں اترا۔ اس نے اپنے موزوں میں پانی بھرا اور منہ میں پکڑ کر اوپر چڑھا اور کتے کے سامنے جا کر رکھ دیا اسے پانی پلایا۔ اللہ کریم کو اس بندے کی نیکی اتنی پسند آئی کہ اسی بنا پر اس کی بخشش فرمادی۔ صحابہ کرام ﷡ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا جانوروں کے ساتھ احسان کرنے میں بھی اجر ملتا ہے۔ فرمایا:

فی کل کبد رطبة أجر (۱)

ہر ذی روح جاندار کے ساتھ (احسان کرنے میں) اجر ہے

اس حدیث پاک سے جہاں جانوروں کے ساتھ بھلائی کرنے کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے وہاں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کریم اپنے کسی بندے کے چھوٹے سے چھوٹے نیک عمل کو بھی ضائع نہیں کرتا نیز اپنے بندے کی بخشش کے لیے اس کی رحمت بہانے تلاش کرتی ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ

رحمت حق بہانہ می جوید، بہانمی جوید

''رحمت حق بخشش کے بہانے تلاش کرتی ہے، بخشش کی قیمت نہیں چاہتی۔''

نبی رحمت ﷺ کے دین اسلام میں جانوروں سے حسنِ سلوک اور ہمدردی کرنے میں کتنا اجر و ثواب ہے، احادیث کی کتب میں متعدد روایات ہیں اسی طرح

(۱) بخاری، الصحیح، ۲: ۸۳۳، رقم ۲۲۳۴

marfat.com

آپ ﷺ کے پیروکاروں کے جانوروں کے ساتھ احسان و بھلائی کرنے کے واقعات سے کتب بھری پڑی ہیں ان واقعات میں سے ایک محدث کا ایک عجیب قصہ نقل کرنا چاہتا ہوں جیسے غریبوں کے والی ﷺ کے مؤلف نے ''حیواۃ الحیوان'' کے حوالہ سے رقم کیا ہے۔ واقعہ حسب ذیل ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ (فقہ و حدیث کے جلیل القدر امام) کو معلوم ہوا کہ وراء النہر کے علاقے میں ایک محدث کے پاس حضور ﷺ کی کچھ ثلاثی احادیث ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ دور دراز کا سفر کر کے اس محدث کے پاس پہنچے۔ (قرون اولیٰ میں ایک ایک حدیث پاک کی خاطر طویل مسافتیں طے کرنا ہمارے ائمہ حدیث کا معمول تھا اور ایسے کئی واقعات کتب میں ملتے ہیں کہ ایک حدیث پاک کے لیے سینکڑوں میل کے دشوار گزار اور پر خطر فاصلے طے کئے گئے) امام احمد بن حنبلؒ نے دیکھا کہ وہ شیخ ایک کتے کو کچھ کھلا رہے تھے۔

امام احمدؒ نے سلام کیا۔ شیخ سلام کا جواب دے کر پھر کتے کو کھلانے میں مصروف ہو گئے شیخ نے جب امام احمدؒ کی طرف توجہ نہ دی تو انہوں نے اس چیز کو برا محسوس کیا شیخ فارغ ہوئے تو امام احمدؒ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے۔ جب میں آپ کی بجائے کتے کی طرف متوجہ ہوا تو شاید آپ نے اس چیز کو محسوس کیا ہوگا۔ امام احمدؒ نے کہا ہاں شیخ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت سنائی کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

''جس آدمی کے پاس کوئی کسی قسم کی امید لے کر آئے اور وہ آدمی اس امید کو توڑتے ہوئے اس پر پانی پھیر دے، تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی امیدوں پر پانی پھیر دے گا اور وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔''

ہمارا یہ علاقہ کتوں کی سرزمین نہیں ہے۔ یہ کتا یقیناً میرے پاس کھانے پینے کی امید لے کر آیا ہے میں اس بات سے ڈرا کہ میں نے اس کی امید توڑ دی تو کہیں بروز قیامت اللہ تعالیٰ میری امید کو بھی نہ توڑ دے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے کہا میرے لیے یہی حدیث پاک کافی ہے اور پھر وہ واپس آ گئے۔ (۱)

---

(۱) الدمیری، حیواۃ الحیوان، ۱: ۲۸۴، بحوالہ غریبوں کے والی از حافظ محمد سعداللہ، ۴۱۴

(د) جانوروں کو پریشان کرنے، باندھ کر نشانہ بازی کرنے اور بلا ضرورت مارنے کی ممانعت

حضور نبی اکرم ﷺ نے جانوروں کو بلا ضرورت مارنے، انہیں باندھ کر نشانہ بازی کرنے اور پریشان کرنے سے منع فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ ایسے اعمال کی قیامت کے روز جوابدہی ہوگی اور یہ عذاب کا باعث ہوں گے۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ جانوروں کو طرح طرح کی اذیتیں دیتے انہیں ایک جگہ باندھ کر مشق ستم بناتے۔ رحمٰن رب کے رحیم نبی نے اس ظالمانہ فعل سے منع فرمادیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کچھ لڑکوں کو دیکھا وہ ایک مرغی کو باندھ کر اس پر تیروں سے نشانہ بازی کر رہے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

نهى النبى ﷺ أن تصبر البهائم (۱)

’’حضور نبی اکرم ﷺ نے جانوروں کو باندھ کر مارنے سے منع فرمایا ہے۔‘‘

اسی طرح سنن نسائی کی ایک حدیث پاک کے مطابق جس آدمی نے کسی چڑیا کو کھیل کود اور مذاق میں فضول ماردیا تو وہ قیامت کے روز اللہ کے حضور میں استغاثہ کرے گی اور عرض کرے گی کہ اے بار الہا! فلاں آدمی نے مجھے فضول مارا (نہ مجھے ذبح کیا نہ مجھے کھایا ایسے ہی مار کر پھینک دیا) میرے مارنے میں اس کا کوئی نفع نہ تھا۔

اسی طرح نبی رحمت ﷺ نے جانوروں کو گالی گلوچ دینے اور ان پر لعنت کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے ایسے شخص پر بھی لعنت فرمائی ہے جو جانوروں کو باندھ کر نشانہ بازی کرتے اور انہیں تکلیف پہنچاتے ہیں۔ سراپا رحم و کرم نبی ﷺ نے حیوانات کے چہروں کو بھی قابل احترام ٹھہرایا ہے۔ آپ نے ان کے چہروں پر مارنے اور ان کے منہ پر داغنے سے ممانعت فرمائی ہے۔

---

(۱) بخاری، الصحیح، ۵: ۲۱۰۰، رقم: ۵۱۹۴

marfat.com

(ر) جانوروں کو جلانے کی ممانعت

خالق کائنات کی تمام مخلوق اس کے لیے کنبہ کی حیثیت رکھتی ہے جس طرح کسی گھر کے سربراہ کو یہ بات ناگوار گزرتی ہے کہ اس کے اہل وعیال میں سے کوئی ان پر ظلم و ستم کرے۔ اسی طرح اللہ پاک بھی ایسے لوگوں کو ناپسند کرتا ہے جو اس کی مخلوق کو اذیت پہنچاتے ہیں بے زبان جانور بھی اس کی مخلوق ہے انہیں بلاوجہ ہلاک کرنا بہت سنگین جرم ہے یہاں تک اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک پیارے پیغمبر کو ایک دفعہ چیونٹیوں کو جلانے پر تنبیہ فرمائی۔ صحیح بخاری کی حدیث پاک ملاحظہ ہوں

حضرت سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انبیاء کرام میں سے اللہ کے ایک نبی ایک درخت کے نیچے اترے تو ایک چیونٹی نے انہیں کاٹ لیا۔ اس پر انہوں نے ساری چیونٹیوں کی رہائش کو آگ لگادی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں وحی کے ذریعے تنبیہ فرمائی۔

فاوحی اللہ الیہ ان قرصتک نملة أحرقت أمة من الامم تسبح(۱)

''اللہ تعالیٰ نے اس (پیغمبر) کی طرف وحی کی کہ تجھے ایک چیونٹی نے کاٹا تھا تو تم نے پوری رہائش کو آگ لگادی حالانکہ وہ اللہ کی تسبیح کرتی ہیں۔''

سابقہ شرائع میں کسی جانور کو آگ کی سزا دینا جائز تو تھا لیکن حدیث پاک کا مفہوم یہ بتا رہا تھا کہ قصور ایک چیونٹی کا تھا باقی چیونٹیوں کو سزا کیوں دی۔ یعنی کسی جانور کو بلاوجہ مارنا جائز نہیں۔ شریعت محمدی میں آگ میں جلانے کی سزا ممنوع قرار پاگئی ہے۔ اس لیے اب جانوروں کو جلانا جائز نہیں۔ کیونکہ ایک سفر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے چیونٹیوں کے ایک بل میں آگ لگا دی تھی۔ جس سے چیونٹیاں جل گئیں۔ رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا آگ کی سزا دینا صرف آگ کے پروردگار ہی کے لیے سزاوار ہے۔

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الجہاد والسیر، ۳:۱۰۹۹ رقم:۲۸۵۶

marfat.com

(س) بے ضرر جانوروں کو مارنے کی اجازت نہیں

جانور دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو انسانوں اور ان کی خوراک اور فصلوں وغیرہ کے لیے نقصان دہ ہوتے ہیں اور دوسری قسم ان جانوروں کی ہوتی ہے جو انسان کو نقصان نہیں پہنچاتے بلکہ وہ اپنے خالق و رازق کی عطا کردہ روزی پر گزارہ کرتے ہیں۔ پہلی قسم کے موذی جانوروں اور نقصان دہ کیڑوں مکوڑوں کو مار دینے کی اجازت ہے جبکہ دوسری قسم کے بے ضرر جانوروں کو مارنے کی اجازت نہیں۔

سنن ابی داؤد کی ایک روایت کے مطابق حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے چار جانوروں کو مارنے سے منع فرمایا۔ روایت کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

نهى رسول الله ﷺ عن قتل أربع من دواب النملة والنحلة والهد هد والصرد (۱)

''حضور نبی اکرم ﷺ نے چار جانوروں، چیونٹی، شہد کی مکھی، ہدہد اور صرد (ایک پرندہ جو کیڑوں کو کھاتا اور چڑیا کا شکار کرتا ہے) کو مارنے سے منع فرمایا ہے۔''

اسی طرح ایک روایت کے مطابق رحمت دو عالم ﷺ نے مینڈک کے مارنے سے منع فرمایا۔ ابو داؤد نے اپنی سنن میں ایک صحابیہ سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ میں نے رسول مقبول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ پرندوں کو ان کے گھونسلوں میں پریشان نہ کیا کرو۔ (۲)

---

(۱) ابوداؤد، السنن، ۴: ۳۶۷۔ رقم ۵۲۶۷

(۲) ابوداؤد، السنن، ۲: ۳۹۲

marfat.com

رحمت عالم ﷺ کی جناب میں پرندے کی فریاد

حضور نبی رحمت ﷺ کے دامن شفقت میں نہ صرف جن و انس بلکہ چرند و پرند بھی پناہ ڈھونڈتے تھے۔ اللہ رب العزت کی تمام مخلوقات‘ بارگاہ نبوی ﷺ میں اپنی حاجات پیش کرتیں اور من کی داد پاتیں۔ رحمۃ اللعالمین ﷺ سب سے ہمدردی کرتے اور انہیں مصائب و تکالیف سے نجات عطا فرماتے۔

ایک دفعہ ایک پرندے کے انڈے چرالے گئے۔ وہ پرندہ رحمت دو عالم ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضری کی سعادت سے بہرہ ور ہوا۔ شکایت درج کروائی اور انڈے واپس دلانے کی استدعا کی۔ (بعض روایات کے مطابق اس پرندے کے دو بچے تھے جو ایک صحابی نے اٹھالیے تو پرندہ پریشانی کے عالم میں صحابہ کے سروں پر منڈلاتا ہوا بارگاہ نبوی ﷺ میں فریاد کناں ہوا)۔ ساری کائنات کے نبی ﷺ نے پرندے کی فریاد سن کر اپنے صحابہ ؓ سے پوچھا کہ تم میں سے کس نے اس پرندے کے انڈے اٹھائے ہیں؟۔ ایک شخص نے اعتراف کیا کہ میں نے اٹھائے ہیں۔ حضور رحمت عالم ﷺ نے اس شخص کو حکم دیا کہ وہ انڈے اسی جگہ پر رکھ دے جہاں سے اٹھائے تھے۔ تعمیل ارشاد کرتے ہوئے صحابی نے انڈے مقررہ جگہ پر رکھ دیئے اس طرح وہ پرندہ بارگاہ نبوی سے دامن آرزو بھر کر لوٹا۔ (۱)

ایک ہرنی سے رحمت دو عالم کی ہمدردی اور اس کا ایفائے عہد

جان دو عالم‘ رحمت مجسم‘ حضور ﷺ ساری کائنات کے نجات دہندہ اور ملجا و ماویٰ بن کر تشریف لائے۔ آپ ﷺ کی شفقت و رحمت کی چادر مخلوقات عالم کے ہر طبقہ پر پھیلی ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے مجبور و مقہور بے زبان جانوروں کے ساتھ جس انداز سے ہمدردی اور حسن سلوک کیا اس کی مثال کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ کتب سیرت میں اکثر سیرت نگاروں نے آپ ﷺ کے معجزات کی بحث میں ایک ہرنی کا واقعہ لکھا ہے جو

---

(۱) حلبی، السیرۃ النبویۃ، ۳: ۲۸۴

marfat.com

آپ ﷺ کی ضمانت پر اپنے بچوں کو دودھ پلانے گئی اور پھر ایفائے عہد کرتے ہوئے واپس حاضر ہوگئی۔

سیدنا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی آخر الزماں ﷺ ایک مرتبہ کسی قوم کے پاس سے گزرے۔ آپ ﷺ نے ایک ہرنی کو دیکھا جسے باندھا ہوا تھا۔ وہ ہرنی بارگاہِ سرور کائنات میں عرض گزار ہوئی کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں شکار میں پکڑی گئی ہوں میرے دو ننھے منھے بچے جنگل میں بھوکے پیاسے ہیں۔ حضور! آپ اجازت دیں تو میں انہیں دودھ پلا آؤں۔ ہرنی کی فریاد سن کر ساری کائنات کے غمگسار اور مہربان آقا ﷺ نے باآواز بلند دریافت فرمایا کہ اس ہرنی کا مالک کون ہے؟ مالک پیش خدمت ہوا تو سرکار دو عالم ﷺ نے ہرنی سے ہمدردی کرتے ہوئے اس کے مالک سے فرمایا۔

خلو عنها حتى تاتي خشفيها ترضعهما و ترجع إليكم

''اسے چھوڑ دو تاکہ یہ اپنے بچوں کو دودھ پلا آئے اور یہ تمہارے پاس واپس آجائے گی۔''

سرکار دوجہاں ﷺ کی ضمانت پر ہرنی کے مالک نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ ہرنی تھوڑی دیر کے بعد اپنے بچوں کو دودھ پلا کر ایفائے عہد کرتی ہوئی واپس بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوگئی مالک نے اسے دوبارہ باندھ لیا۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق ہرنی کو باندھنے والا ایک اعرابی تھا جس کے متعلق ہرنی نے اس انداز سے بارگاہ رحمت دو عالم میں شکایت کی کہ اس اعرابی نے مجھے شکار کیا ہے میرے دو بچے جنگل میں ہیں۔ اب میرے تھنوں میں دودھ گاڑھا ہورہا ہے۔ یہ اعرابی نہ تو مجھے ذبح کرتا ہے کہ میں اس تکلیف سے نجات پاؤں اور نہ مجھے چھوڑتا ہے کہ میں اپنے بچوں کو دودھ پلا آؤں۔ حضور ﷺ کی ضمانت پر اعرابی نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ اپنے بچوں کو دودھ پلا کر اپنا منہ چاٹتی ہوئی واپس آگئی۔

marfat.com

سرکار دو عالم ﷺ دوسری مرتبہ پھر اسی مقام سے گزرے تو دیکھا کہ ہرنی بندھی ہوئی ہے آپ ﷺ کے دل میں جذبۂ رحم پیدا ہوا۔ ہرنی کو آزاد کرانے کے لیے آپ ﷺ نے اس کے مالک (اعرابی) سے فرمایا کہ کیا تو اس ہرنی کو بیچے گا۔ اس خوش بخت نے عرض کیا: یہ بطور ہدیہ پیش خدمت ہے۔ آپ ﷺ نے اس ہرنی کو آزاد کردیا۔ وہ جنگل میں چلی گئی۔ ایک صحابی نے اسے جنگل میں تسبیح اور کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہوئے دیکھا۔ (۱)

القول البدیع میں اس واقعہ سے متعلق یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ جب ہرنی اپنے بچوں کو دودھ پلا کر واپس آگئی تو جبریل امین علیہ السلام بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا حبیب اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور یہ ارشاد فرماتا ہے کہ مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم میں آپ کی امت کے ساتھ اس سے بھی زیادہ شفیق اور مہربان ہوں جیسے ہرنی کو اپنی اولاد کے ساتھ شفقت ہے اور میں آپ کی امت کو آپ کی طرف یوں لوٹا دوں گا جیسے یہ (ہرنی) آپ کی طرف لوٹ کر آگئی ہے۔ (۲)

مذکورہ بالا واقعہ سے ایک تو یہ پتہ چلتا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ جانوروں پر کس قدر مہربان تھے دوسرا یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ہرنی کا آپ ﷺ سے ہم کلام ہونا اور آپ ﷺ کی ضمانت پر بچوں کو دودھ پلا کر واپس آجانا، یہ حضور ﷺ کے معجزات میں سے ہے۔ مزید برآں اس ہرنی کا اپنے بچوں کی فکر کرنا یہ اس کی وہ مامتا ہے جو نہ صرف انسانوں میں بلکہ ہر چرند پرند میں بھی اللہ پاک نے پیدا کی ہے۔ اسی سے مخلوق کی پرورش کا نظام قائم ہے۔ لیکن سرکار دو عالم ﷺ کی وہ شفقت و محبت جو آپ ﷺ کو اپنے امتیوں سے ہے اس کے مقابلہ میں ہزاروں لاکھوں مامتائیں اور باپ کی شفقتیں ہیچ دکھائی دیتی ہیں۔ اور حضور نبی رحمت محسن کائنات باعث ایجادات ﷺ کائنات عالم کے سب سے بڑے ہمدرد، خیر خواہ غمخوار اور محسن دکھائی دیتے ہیں۔

---

(۱) ۱۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۲۸۴

۲۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۲: ۲۹۷

(۲) سخاوی، القول البدیع، ۱۴۸

marfat.com

ایک کبوتر کے ساتھ "فاتح مصر" کے رحمدلانہ سلوک کا ایک عجیب واقعہ

حضور رحمت عالم، غمخوار اعظم ﷺ کے جانوروں کے ساتھ ہمدردانہ و رحمدلانہ سلوک کے تذکرہ کے ساتھ تھوڑا سا ذکر اس مقدس جماعت کے افراد کے عمل کا بھی بے جا نہ ہوگا جنہوں نے صحبت نبوی میں رہ کر تربیت حاصل کی۔ صرف نمونہ کے طور پر فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے ایک کبوتر کے ساتھ ہمدردانہ سلوک کا واقعہ رقم کیا جاتا ہے جسے مولانا معین الدین ندوی نے "معجم البلدان" کے حوالہ اپنی تصنیف خلفائے راشدین میں لکھا ہے۔

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے عہد میں نئے نئے شہر بسائے جارہے ہے۔ ان نئے شہروں میں سے ایک شہر "فسطاط" آباد کیا گیا جو کہ دریائے نیل اور جبل مقطم کے درمیان ایک میدان میں آباد کیا گیا۔ اس مقام پر فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اثنائے جنگ پڑاؤ کیا۔ یہاں مختلف خیمے لگائے گئے تھے اتفاق سے ایک کبوتر نے فاتح مصر کے خیمہ میں اپنا گھونسلا بنالیا۔ جب لشکر یہاں سے کوچ کرنے لگا تو مختلف خیمے اکھاڑے جانے لگے لیکن حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس کبوتر سے ہمدردی کرتے ہوئے قصداً اس خیمے کو چھوڑ دیا تاکہ اس مہمان کو تکلیف نہ ہو۔ مصر کی تسخیر کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی میدان میں ایک شہر آباد کرنے کا حکم دیا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کے حکم پر یہاں شہر بسایا۔ چونکہ خیمہ کو عربی زبان میں فسطاط کہتے ہیں اور یہ شہر اس خیمہ والے میدان میں بسایا گیا تو اس شہر کا نام "فسطاط" قرار پایا۔ (۱)

کرو مہربانی تم اہل زمین پر

اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا خالق و مالک ہے اور اس کی مخلوق حدیث نبوی الخلق عیال اللہ کے تحت اس کا کنبہ ہے۔ پس اس کی تمام مخلوق میں سب سے زیادہ پیارا اور

(۱) مولانا معین الدین ندوی، خلفائے راشدین، ۱۳۳

marfat.com

پسندیدہ وہ شخص ہوگا جو ''فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ'' کے تحت اس کی مخلوق سے نیکی، بھلائی، ہمدردی اور خیر خواہی کرنے میں دوسروں سے مقدم ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق سے جتنی محبت و رحمت ہے اس کا مقابلہ نہ باپ کی شفقت کرسکتی ہے نہ ماں کی مامتا۔ اگر کسی شخص کی اولاد سے کوئی بغض رکھے یا انہیں دکھ پہنچائے تو وہ اس شخص کی لاکھ اطاعت و فرمانبرداری کے باوجود اس کی نظروں میں محبوب و پسندیدہ نہیں بن سکتا۔ اسی طرح ایک شخص اللہ تعالیٰ کی لاکھ اطاعت و بندگی کرے نماز، روزہ میں اسے کمال کا مقام حاصل ہو لیکن مخلوق خدا کی ہمدردی وغمگساری کے بغیر وہ شخص محبوب خدا نہیں بن سکتا۔ اگر کوئی چاہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر اپنا رحم و کرم، لطف و مہربانی اور فضل و احسان فرمائے تو اس کا راستہ یہ ہے کہ وہ شخص مخلوق خدا کے لیے سراپا احسان و ہمدردی بن جائے کیونکہ محسن انسانیت ﷺ کا فرمان ہے۔

ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء (۱)

''تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔''

شیخ سعدیؒ کے بقول وہ شخص جو دوسروں کے غم سے بے فکر ہو، اسے آدمی نہیں کہنا چاہیے فرماتے ہیں

اے کہ تو از غم دیگراں بے گمی
نہ شاید کرنا مت تہند آدمی

(شیخ سعدیؒ)

اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم آفتاب کی طرح شفیق بن جائیں جو دوست دشمن ہر ایک پر یکساں چمکتا ہے اور زمین کی طرح متواضع بن جائیں جس پر تمام مخلوق قدم رکھتی ہے دریا کی طرح سخی بن جائیں جو ہر ایک کو نوازتا ہے اور بادل کی طرح سراپا کرم بن جائیں جو ساری مخلوقات پر برستا ہے پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت و بندگی کا تقاضا یہ ہے

(۱) ترمذی، السنن، ۴: ۳۲۳، رقم: ۱۹۲۴

marfat.com

کہ اس کی ساری مخلوق کے لیے سراپا ہمدرد اور مجسمِ رحم و کرم بن جائیں۔

کرو مہربانی تم اہل زمین پر
خدا مہربان ہوگا عرش بریں پر

❁❁❁

marfat.com

عالم جمادات: روتے ہوئے خشک ستون کو چپ کرانا (استنِ حنانہ)

مدینہ طیبہ کے ابتدائی دور میں، حضور سید العالمین وامام المرسلین ﷺ مسجد نبوی شریف میں واقع کھجور کے ایک خشک تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر وعظ فرمایا کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے دیکھا کہ سرکار دو عالم ﷺ کو کافی دیر کھڑے رہنا پڑتا ہے جس سے آپ ﷺ کو تکلیف ہوتی ہوگی۔ ایک دن، ایک صحابی جس کا بیٹا بڑھئی تھا، نے بارگاہ نبوی ﷺ میں منبر بنانے کی درخواست کی۔ غلاموں کی دلجوئی کرنے والے آقا ﷺ نے اپنے غلام صحابی کی درخواست قبول فرمالی۔ چنانچہ مسجد نبوی میں آپ ﷺ کے لئے منبر تیار کرلیا گیا۔

سرکارِ دو جہاں ﷺ نے اس منبر پر خطبہ دینا شروع کیا۔ ابھی تھوڑی ہی دیر گزری کہ اس تنے سے، جس کے ساتھ کھڑے ہو کر سرکار ﷺ وعظ فرماتے تھے، ہجر مصطفیٰ ﷺ میں گریہ زاری کی آوازیں آنے لگیں۔ تاجدارِ کائنات نے جب یہ کیفیت دیکھی تو آپ ﷺ منبر سے اتر کر اس ستون کے پاس تشریف لائے اور چھوٹے بچے کی طرح اسے اپنے سینے سے لگالیا۔ اسے اپنے دستِ شفقت سے تھپکی دی۔ وہ بچوں کی طرح سسکیاں بھرتے ہوئے چپ ہو گیا۔ صحیح بخاری میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی حدیث پاک ہے

فلما كان يوم الجمعة دفع الى المنبر فصاحت النخلة صياح الصبى ثم نزل النبى ﷺ فضمها اليه تئن انين الصبيى الذى يسكن (۱)

"جب جمعہ کے روز، آپ ﷺ منبر سے اتر کر اس کے قریب کھڑے ہو گئے اور اسے اپنی آغوش میں لے لیا۔ (جس طرح روتے ہوئے بچے کو منایا جاتا ہے) چنانچہ وہ تنا بچوں کی طرح سسکیاں لیتا خاموش ہو گیا۔"

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب المناقب، علامات النبوۃ فی الاسلام، ۳:۱۳۱۴ رقم: ۳۳۹۱

marfat.com

حضرت انس بن مالکؓ کی روایت کے مطابق وہ تنا اس طرح رویا جس طرح کوئی اونٹنی اپنے بچے کے فراق میں روتی ہے۔ (۲)

صحابہ کرام فرماتے ہیں۔ اگر سرکار دو عالم ﷺ اس ستون کو بانہوں میں لے کر چپ نہ کراتے تو یہ قیامت تک روتا رہتا۔ (۳)

بعض روایات میں یہ بھی مذکور ہے کہ حکم رسول ﷺ سے جب اس خشک ستون نے خاموشی اختیار کی تو تاجدار ﷺ نے اسے اختیار دیا کہ تجھے اسی جگہ پر، جہاں تو پہلے تھا، درخت کی صورت میں لگا دیا جائے یا اگر تُو چاہے تو تجھے جنت میں لگا دیا جائے۔ تو جنتی انہار کے پانی سے سیراب ہو اور مقربانِ خدا تیرے پھل سے استفادہ کریں۔ اس پر اس نے دارِ فنا کی بجائے دارِ بقاء کو پسند کیا یعنی جنت میں جانا پسند کر لیا۔ (۳)

اس واقعہ سے واضح ہوتا ہے کہ ہجرِ رسول میں تڑپنا صرف ذی روح انسانوں ہی کا اعزاز نہیں بلکہ جمادات و نباتات بھی نبی العالمین ﷺ کی محبت کا شعور رکھتے ہیں کیونکہ قادر مطلق نے اپنے محبوبِ مکرم ﷺ کو اولادِ آدم ہی کے لئے نہیں بلکہ ساری کائنات کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ کا کرم، جن و بشر کی طرح شجر و حجر کے لئے بھی عام ہے۔ اس لئے کائنات کا ذرہ ذرہ رسول کائنات ﷺ کی محبت میں سرشار ہے اور جدائی کا ایک ایک لحہ ان پر گراں گزرتا ہے۔

استن حنانہ کا یہ واقعہ پڑھ کر حضرت امام حسن بصریؒ پر عجیب کیفیت طاری ہو جاتی۔ آپؒ جب یہ حدیث سنتے تو زار و قطار روتے۔ فرمایا کرتے اے اللہ کے بندو! لکڑی فراقِ محبوب میں روتی ہے۔ تم اس سے زیادہ حقدار ہو کہ آپ ﷺ کی ملاقات کا شوق

---

(۲) دارمی، السنن، ۱: ۳۰، رقم: ۳۴

(۳) احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۶۳

(۳) ۱۔ دارمی، السنن، ۱: ۲۳

۲۔ شیخ نورالدین، وفاء الوفا، ۲: ۳۹۰

marfat.com

رکھو۔(اور ہجر نبی میں رویا کرو) (۱)

کیا شانِ احمدی کا چمن میں ظہور ہے
ہر گل میں ہر شجر میں محمد ﷺ کا نور ہے

استنِ حنانہ کا پیغام...... بزبانِ مثنوی مولائے رومؒ

غریقِ بحرِ وحدت حضرت مولانا رومؒ نے ''استنِ حنانہ'' کا واقعہ اپنے پیار بھرے اشعار میں اس طرح بیان فرمایا ہے۔

استن حنانہ در ہجرِ رسول
نالہ می زد ہمچوں اربابِ عقول

(کھجور کا تنا، رسول پاک ﷺ کے ہجر و فراق میں اس طرح رویا جس طرح عقل مند (انسان) روتے ہیں)

درمیان مجلس وعظ آنچناں
کز وے آگاہ گشت ہم پیر و جواں

(وہ اس مجلس وعظ میں اس طرح رویا کہ تمام اہل مجلس، بوڑھے جوان سب کو خبر ہوگئی)

در تحیر ماند اصحاب رسول ﷺ
کز چہ مے نالد ستون با عرض وطول

(تمام صحابہ حیران ہوئے کہ یہ ستون کس سبب سے گریہ کناں ہے)

گفت پیغمبر چہ خواہی اے ستون
گفت جانم از فراقت گشت خوں

(۱) شیخ نورالدین، وفاء الوفا، ۲:۰ ۳۹

marfat.com

(پیغمبر ﷺ نے فرمایا: اے ستون! تو کیا چاہتا ہے؟ عرض کی، میری جان آپ کے فراق میں خون ہوگئی ہے)

از فراق تو مرا چوں سوخت جاں
چوں نہ نالم بے تو اے جان جہاں

(آقا! تیرے فراق میں جل گیا ہوں۔ اے جان جہاں! اب کیسے رونا بند ہو)

مسندت من بودم از من تاختی
بر سر منبر تو مسند ساختی

(پہلے تو میں آپ کی مسند تھا، آپ نے مجھ سے کنارہ کش ہو کہ منبر کو مسند بنا لیا)

پس رسولش گفت کای نیکو درخت
اے شدہ باسر تو ھمراز بخت
گر ہمے خواہی ترا نخلے کنند
شرقی و غربی ز تو میوہ چنند

(آپ ﷺ نے فرمایا: اے وہ درخت جس کے باطن میں خوش بختی ہے، اگر تو چاہے تو تجھ کو پھر ہری بھری کھجور بنا دیں حتی کہ مشرق و مغرب کے لوگ تیرا پھل کھائیں)

یا دراں عالم حقت سروے کند
تا تروتازہ بمانی تا ابد

(یا اللہ تعالٰی تجھے اگلے جہاں، بہشت کا سرو بنا دے تا کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تروتازہ رہے)

گفت آں خواہم کہ دائم شد بقاش
بشنو اے غافل کم از چوبے مباش

marfat.com

(اس نے عرض کیا: میں وہ بننا چاہتا ہوں جو ہمیشہ رہے۔ اے غافل! تو بھی بیدار ہو اور ایک خشک لکڑی سے پیچھے نہ رہ جا یعنی جب ایک لکڑی دار بقاء کی طلب گار ہے تو انسان کو بطریق اولیٰ اس کی خواہش اور آرزو کرنی چاہیے)

آں ستوں را دفن کرد اندر زمین
تا چو مردم حشر گردد یوم دیں

(اس ستوں کو زمین میں دفن کر دیا گیا تا کہ قیامت کے دن اسے انسانوں کی طرح اٹھایا جائے)(۱)

(۱) مولائے روم، مثنوی شریف، دفتر اوّل ۵۶

marfat.com

marfat.com

باب دوئم

امتِ مسلمہ کی غمگساری

اور

ان کی دینی و دنیوی آسانیوں کی فکر

marfat.com

کریم ایسا ملا کہ جس کے کھلے ہیں ہاتھ اور بھرے خزانے
بتاؤ اے مفلسو! کہ پھر کیوں تمہارا دل اضطراب میں ہے
خدائے قہار ہے غضب پر ، کھلے ہیں بدکاریوں کے دفتر
بچا لو آ کر شفیعِ محشر تمہارا بندا عذاب میں ہے

(اعلیٰ حضرتؒ)

❁❁❁

marfat.com

لے کے پہلو میں غمِ امتِ نادار آئے
امتی امتی کہتے ہوئے سرکار آئے
سن کے سرکارِ مدینہ کی ولادت کی خبر
ہر گنہگار پکارا میرے غم خوار آئے
فرش والوں کے مقدر کا ستارا چمکا
شور اُٹھا کہ غریبوں کے مددگار آئے

(اعظم چشتیؒ)

marfat.com

النّبیُ الحریص الکریم ﷺ اور امت سے کمال درجہ کی خیر خواہی

قرآن کریم کی آیاتِ بینات اور احادیث و آثار کی روشنی میں، گذشتہ باب میں، محسنِ کائنات اور خیر خواہِ انسانیت حضور نبی اکرم ﷺ کے جذبہ انسانی، خیر خواہی اور طبعی شفقت و رحمت کا ذکر کیا گیا تھا کہ آپ ﷺ تمام کائنات انسانی کے خیر خواہ اور ساری مخلوق کے ہمدرد ہیں۔ آپ ﷺ کی شفقت و رحمت اور ہمدردی و خیر خواہی ربِ ذوالجلال کی ربوبیت کی طرح عالمگیر اور ہمہ گیر ہے۔

اِس باب میں غمگسارِ امت امام المرسلین، رحمۃ اللعالمین، شفیع المذنبین (ﷺ) کی امت مسلمہ کے حق میں خصوصی شفقت و رحمت اور کمال درجہ کی لجپالی کا بیان ہوگا کہ وہ نبیء محترم ﷺ جو وَمَا اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ اور عزیز وحریص کی شان کے حامل ہیں۔ وہ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ کے مصداق بھی ہیں۔ آپ ﷺ اپنے غلاموں پر کمال درجہ کے شفیق، کریم، رحیم اور مہربان، امت کے ساتھ خصوصی لجپالی فرمانے والے اور دین و دنیا میں امت کے لئے آسانیاں چاہنے والے ہیں۔ امتی کی تکلیف آپ ﷺ کو بے چین اور امت کا دکھ آپ ﷺ کو مضطرب کر دیتا ہے۔ آپ ﷺ امت کے حق میں سراپا کرم، سراپا رحمت، اور سراپا شفقت ہیں۔ بقول ریاض حسین

حریصٌ علینا، عزیز پیمبر، سراجًا منیرا سراجاً منیرا
لطافت سے گوندھا گیا تیرا پیکر، سراجاً منیرا سراجاً منیرا
کرم ہی کرم تو سخا ہی سخا تو ہے امت کے حق میں دعا ہی دعا تو
تو رحمت ہی رحمت، تُو کوثر ہی کوثر سراجاً منیرا سراجاً منیرا

حضور شفیقِ امت، کریم امت ﷺ کی شفقت و رحمت کو واضح کرنے کے لئے ایک ایمان افروز حدیث پاک رقم کی جاتی ہے جس کے مطالعہ سے قارئین اندازہ لگا سکیں گے کہ کریم آقا کو اپنی امت سے کس قدر محبت اور ہمدردی تھی۔ حضرت قاضی عیاضؒ شفاء

marfat.com

شریف میں نبی رحمت ﷺ کی یہ حدیث پاک نقل فرماتے ہیں۔

ایک روز ایک بدو بارگاہِ رسالتمآب ﷺ میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ اسے کچھ عطا کیا جائے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے اس وقت جو میسر تھا، دے دیا اور پوچھا کہ اے اعرابی! کیا میں نے تیرے ساتھ کوئی احسان کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ آپ ﷺ نے میرے ساتھ نہ تو کوئی بھلائی کی ہے اور نہ ہی کوئی قابلِ تعریف بات۔

بدو کے اس گستاخانہ جواب سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غصہ سے بھر گئے اور اسے مارنے کے لئے اس کی طرف دوڑے۔ خیر خواہ امت ﷺ نے انہیں سختی سے روک دیا اور فرمایا کوئی آگے نہ بڑھے۔

اس ارشاد کے بعد سید دو عالم ﷺ اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لائے۔ بدو کو بھی بلا بھیجا۔ جب وہ حاضر ہوا تو اسے مزید عطا کرتے ہوئے اس کی جھولی بھر دی۔ پھر دریافت فرمایا کیا میں نے تیرے ساتھ کوئی بھلائی کی ہے؟ کہنے لگا:

نَعَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! وَجَزَاکَ اللّٰہُ مِنْ اَھْلٍ وَّ عَشِیْرَۃٍ خَیْراً

''اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے بڑا احسان فرمایا اور اللہ تعالیٰ آپ کو میرے اہل وعیال اور میرے قبیلہ کی طرف سے بھی جزائے خیر عطا فرمائے۔''

حضور نبی اکرم ﷺ نے جب یہ جملہ سنا تو اسے فرمایا کہ تم نے پہلے جو بات کہی تھی اس سے میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بڑا رنج ہوا۔ اگر تم پسند کرو تو یہی بات ان کے سامنے دہرا دو تاکہ ان کا رنج دور ہو جائے اور ان کے سینے میں تمہارے بارے میں جو خلش ہے وہ نکل جائے۔ اس نے عرض کی کہ بصد مسرت میں ان کے سامنے یہ جملہ دہرانے کے لئے تیار ہوں۔

دوسرے روز صبح یا عشاء کے وقت وہ پھر خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ رحمتِ عالم ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اس اعرابی نے کل جو بات کہی تھی وہ تم نے سنی (درود النمل) اسے ہم نے مزید عطا فرمایا اور اس کی جھولی بھر دی

marfat.com

جس پر اب وہ راضی ہو گیا ہے۔ آپ ﷺ نے اعرابی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا أکذلک، ’’کیا یہ بات ٹھیک ہے؟‘‘ اس نے کہا! ہاں میں راضی ہوں، اللہ تعالیٰ میرے اہل و عیال اور قبیلہ کی طرف سے حضور نبی اکرم ﷺ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ یہ جو آپ ﷺ نے عطا فرمایا ہے یہ ان کے فقر و افلاس کو دور کر دے۔

اس کے بعد سراپا جود و کرم نبی ﷺ نے اس تعلق کی وضاحت فرمائی جو آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے امتیوں کے ساتھ ہے۔ جس میں ’’حریص عَلَیْکُم‘‘ کی شان کے جلوے نمایاں ہو رہے ہیں۔ سید دو عالم ﷺ نے حاضرین کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

’’میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کی اونٹنی بھاگ نکلے۔ لوگ اسے پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے دوڑنے لگیں۔ اونٹنی لوگوں کے پاؤں کی آواز سے اور زیادہ بدکے اور تیزی سے بھاگنا شروع کر دے اسی اثناء میں اس کا مالک آجائے تو وہ تعاقب کرنے والوں کو بلند آواز سے کہے! میرے اور میری اونٹنی کے درمیان سے ہٹ جاؤ اس کا تعاقب نہ کرو میں اپنی اونٹنی کا مزاج شناس ہوں اور اس کے ساتھ نرمی کرنے والا ہوں۔ اس (مالک) کی آواز سن کر تمام لوگ رک گئے۔ اس نے اپنے دامن میں سبز چارہ ڈالا اور اونٹنی کی طرف بڑھا۔ اس اونٹنی نے اپنے مالک کی مانوس آواز سنی تو رک گئی اور اپنے مالک کی طرف جانے لگی یہاں تک کہ مالک نے اس کی نکیل پکڑ لی۔ اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا وہ بیٹھ گئی۔ پھر اپنا کجاوہ اس پر باندھا اور اس پر سوار ہو گیا۔‘‘ (۱)

یہ مثال بیان کرنے کے بعد رحمت عالم ﷺ نے فرمایا! کل اس (بدو) شخص نے جو گستاخانہ بات کی تھی اور تم اس کو قتل کرنے کے لئے دوڑے تھے۔ اگر میں درمیان میں رکاوٹ نہ بنتا اور تم اسے قتل کر دیتے تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہوتا۔

میں نے اپنے حکیمانہ انداز سے بارگاہِ رسالت کی تعظیم اور ادب ملحوظ رکھنے کے لئے اس کی رہنمائی کی۔ وہ جہنم سے بچ گیا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق قرار پایا۔

(۱) قاضی عیاض مالکیؒ، الشفاء، ۱، ۱۶۰

marfat.com

ہے ان کو امت سے پیار اتنا، کرم ہے رحمت شعار اتنا

مذکورہ بالا روایت کی روشنی میں ہم امتیوں کی مثال اس بھاگنے والی اونٹنی کی ہے اور سرکار دو عالم ﷺ، اونٹنی کے مالک کی طرح ہمارے مزاج کو سمجھتے ہوئے ہمیں نجات کی طرف بلانے والے ہیں۔ ہم لوگ احکام الٰہی کی مسلسل خلاف ورزیاں کرنے والے اور آپ ﷺ کے فرامینِ عالی شان کو فراموش کرنے والے ہیں جبکہ ہمارے کریم و مہربان آقا ﷺ ہر قدم پر ہمیں تباہی و ہلاکت. کے راستے سے ہٹا ہٹا کر فوز و فلاح اور خیر و نجات کی طرف گامزن کرنے والے ہیں۔ تاکہ ہم دوزخ میں گرنے سے بچ جائیں اور جنت کی بہاروں سے لطف اندوز ہو سکیں۔

عِصیاں سے کبھی ہم نے کنارا نہ کیا
پر تو نے دل آزردہ ہمارا نہ کیا
ہم نے تو جہنم کی بہت کی تھی تدبیر
لیکن تیری رحمت نے گوارا نہ کیا

سرکار دوعالم ﷺ امت کے ساتھ بے پناہ بھلائی کرنے والے، احکام شریعت میں نرمی اور آسانی چاہنے والے، امت کی بداعمالیوں پر بارگاہِ خداوندی میں گریہ زاری کرنے والے اور ہر طرح کی تکالیف و پریشانیوں میں امت سے ہمدردی کرنے والے تھے۔

امت کے گناہوں کو بخشوانے کے لئے طویل قیام کرتے کہ قدمینِ شریفین متورم ہو جاتے۔ سجدوں میں اتنا روتے کہ زمین بھیگ جاتی اپنی دعاؤں میں بارگاہِ الوہیت میں کمال درجہ کی عجز و انکساری کرتے کہ رب ذوالجلال کا ابرِ کرم برس کر امت کے آلودہ دامنوں کو دھو دیتا۔ بقول شاعر:

ہے ان کو امت سے پیار کتنا، کرم ہے رحمت شعار کتنا
ہمارے جرموں کو دھو رہے ہیں' وہ اپنے آنسو بہا بہا کر

marfat.com

امتِ دعوت اور امتِ اجابت (امتِ مسلمہ)

تاجدار کائنات فخر موجودات امام الانبیاء حضور نبی اکرم ﷺ کی امت کے دو گروہ ہیں۔ ایک کو امتِ دعوت کہتے ہیں جبکہ دوسرے گروہ کو امتِ اجابت۔

امتِ دعوت سے مراد وہ تمام انواع انس و جن ہیں جنہیں سرکار دوعالم ﷺ نے دعوت اسلام دی۔ یعنی وہ تمام طبقات جن کی طرف آپ ﷺ مبعوث کئے گئے۔ اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً (میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں) اور بُعِثْتُ اِلٰی کُلِّ اَحْمَرَ وَاَسْوَدَ (میں عالم انسانیت کے ہر سرخ و سیاہ فرد کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں) کے مطابق مخلوقات عالم کا ہر فرد جو شرعاً مکلف ہے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی امتِ دعوت میں شامل ہے اس میں مسلم کافر سب شامل ہیں۔

امتِ اجابت سے مراد وہ تمام افراد جو سرکار دوعالم ﷺ کی دعوت قبول کر کے مسلمان ہو گئے انہیں ہی امتِ مسلمہ کہتے ہیں۔ یہ امت' زمان و مکاں اور رنگ و نسل کے امتیازات سے ماوراء ان تمام طبقات پر مشتمل ہے جو حضور نبی اکرم ﷺ کا کلمہ پڑھنے والے ہیں۔ اُمتِ مسلمہ کو عرفِ عام میں ''ملتِ اسلامیہ'' ''اُمتِ محمدی'' ﷺ اور ''قومِ رسول ہاشمی'' بھی کہتے ہیں۔

اس باب میں غمگسارِ عالم حضور بنی اکرم ﷺ کی امت مسلمہ پر شفقتوں، ہمدردیوں، کرم نوازیوں اور لجپالیوں کا بیان ہوگا۔ جبکہ اگلے باب میں امت دعوت کی فکرِ ایمان اور خیر خواہی کا ذکر کیا جائے گا۔

اُمتِ محمدی کی خصوصیات (شرفِ اُمت)

..... اللہ رب العزت نے اپنے حبیب مکرم شفیع معظم غمخوار امت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نسبت کی برکت سے امت محمدی کو وہ شرف عطا کیا جو کسی سابقہ اُمت کے حصہ میں نہ آیا۔ امت محمدیہ کو دنیا کی بہترین امت کے لقب سے ان الفاظ میں مشرف

marfat.com

فرما۔ كنتم خير أمة أخرجت للناس ''تم دنیا کی بہترین اُمت ہو کہ تم کو لوگوں کے لئے ظاہر کی گئی امت ہو''۔

سیدی وسندی فقیہ عصر بقیۃ السلف حضرت قبلہ مفتی محمد امین مدظلہ، نے ''شرف امت'' کے عنوان سے امتِ محمدی ﷺ کی خصوصیات کو عرض و معروض کے رنگ میں بیان کیا ہے۔ انہی کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

''اللہ جل جلالہ عم نوالہ نے مومنوں پر بہت بڑا احسان فرمایا کہ ان میں ایک عظمتوں والا' رحمتوں والا، بخششوں والا رسول بھیجا اور یہ وہ نعمت ہے کہ باقی نعمتیں اس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ اس نعمت کو عرض و معروض کے رنگ میں بیان کیا جا رہا ہے۔ تاکہ پڑھنے والوں کی دلچسپی بڑھے اور اس مضمون کو پڑھ کر اپنے سینوں میں عظمت مصطفیٰ کو بٹھائیں اور جنت کی بہاریں حاصل کریں۔
عرض سے مراد امت کی درخواست ہے اور فرمان سے مراد اللہ تعالیٰ کے وہ انعامات ہیں جو امت کو عطا کیے گئے ہیں۔

عرض اے ہمارے رحیم و کریم مولا! ہم دل و جان سے اس بات کے اقراری ہیں کہ تو نے ہم عاجز بندوں پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے تو نے ہمیں اپنے حبیب، رحمتِ کائنات ﷺ کے امتی ہونے کا شرف بخشا۔ اے ہمارے رحیم و کریم مولیٰ تیرا لاکھوں کروڑوں بار شکر ہے۔

اے ہمارے رب کریم! پہلی امتوں کی بڑی لمبی عمریں ہوتی تھیں کئی کئی سو سال تک زندہ رہ کر تیری بندگی اور تیری عبادت کرتے تھے۔ لیکن ہماری عمریں بہت تھوڑی ہیں ہم ان تک کیسے پہنچ سکتے ہیں؟

فرمان: اے میرے پیارے حبیب کی امت! میں نے تم پر کرم کیا ہے کہ تمہاری عمریں تھوڑی ہیں مگر اجر و ثواب اتنا زیادہ ہے کہ میرے حبیب پاک کا فرمان پڑھ کر تم خود اندازہ کر سکتے ہو (حدیث پاک کا روایت بالمعنیٰ کے انداز میں مفہوم بیان کیا جاتا ہے)

marfat.com

میرے پیارے حبیب نے تمہیں مثال دے کر سمجھایا ہے کہ تمہاری اور پہلوں کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی تعمیر وغیرہ کے لئے مزدور لگاتا ہے اور ان کے لئے مزدوری مقرر کرتا ہے کہ اتنا وقت کام کرو تمہیں ایک ایک روپیہ مزدوری دی جائے گی پھر مزدوروں کی ایک اور جماعت آتی ہے ان کے ساتھ طے کیا جاتا ہے کہ تم اتنے وقت تک کام کرو تو تمہیں بھی ایک ایک روپیہ بطور مزدوری دیا جائے گا۔ پھر جب چھٹی کا وقت قریب آتا ہے تو ایک اور مزدوروں کی جماعت آجاتی ہے مالک ان کے ساتھ طے کرتا ہے کہ چھٹی ہونے میں تھوڑا سا وقت باقی ہے تم بھی کام کرو تو تمہیں دو، دو روپے مزدوری مل جائے گی۔ انہوں نے اس تھوڑے سے وقت میں بالکل تھوڑا سا کام کیا اور چھٹی کا وقت ہو گیا اور چھٹی ہوگئی۔ اس مالک نے پہلی دو جماعتوں کو ایک ایک روپیہ دیا اور جو سب سے پیچھے آئے تھے ان کو دو دو روپے دیئے۔ اس پر پہلی دو جماعتیں برافروختہ ہوئیں کہ ہم نے خون پسینا ایک کر کے اتنا کام کیا ہے لیکن ہمیں ایک ایک روپیہ ملا اور ان بعد میں آنے والوں نے بالکل تھوڑا سا وقت کام کیا ہے اور ان کو دو، دو رپے مل گئے ہیں، یہ کیوں؟ یہ سن کر مالک نے کہا کہ میں نے تم پر ظلم نہیں کیا کیونکہ جتنی مزدوری تمہارے ساتھ طے ہوئی تھی اس سے میں نے کچھ کم نہیں دیا وہ بولے: یہ تو ٹھیک ہے۔ مالک نے کہا، تمہیں تمہارا حق مل گیا ہے تم اعتراض نہیں کر سکتے۔ میری دولت ہے میں جسے چاہوں دے دوں۔ تمہیں اس سے کیا غرض، اس پر وہ خاموش ہو گئے۔

اے میری امت وہ بعد میں آنے والے اور تھوڑا سا کام کر کے دوگنی مزدوری حاصل کرنے والے تم ہو۔ (صحیح بخاری اور مشکوٰۃ المصابیح کی مختلف روایات کا مفہوم)

لہٰذا اے میرے حبیب کی امت! تم اس بات کا غم نہ کرو کہ تمہیں عمریں تھوڑی ملی ہیں تم کام تھوڑا کرو لیکن مزدوری زیادہ دی جائے گی۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہِ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم

۲۔ پھر اس کرم پر کرم کہ پہلی امتیں اگر نیکی کر لیتیں تو ایک ہی نیکی لکھی جاتی لیکن

marfat.com

میرے حبیب پاک ﷺ کی امت تم اگر ایک نیکی کرو تو تمہیں ایک نیکی کا کم از کم دس گنا ثواب دیا جائے گا۔ مَن جَاءَ بِالحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ اَمثَالِهَا (القرآن) اور زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ سات سو، چودہ سو بلکہ اس سے بھی زیادہ عطا کر دوں (وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ)(۱)

اگر تم سے گناہ سرزد ہو جائے تو ایک ہی لکھا جائے گا۔ دو نہیں لکھے جائیں گے۔ (وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰى اِلَّا مِثْلَهَا وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ)(۲)

۳۔ اے میرے حبیب کی امت! پھر تمہارے لئے کرم پر کرم کہ میں نے تمہیں لیلۃ القدر عطا کی جو کہ تم پر ہر سال آتی ہے اس رات میں اگر تم عبادت کر لو تو تمہیں یقیناً ہزار مہینے کی عبادت سے زیادہ ثواب عطا ہوگا۔ لیلة القدر خير من ألف شهر (القرآن)

لہٰذا اے امتِ حبیب ﷺ تم اس بات کا کیوں غم کرو کہ ہماری عمریں تھوڑی ہیں۔

۴۔ (الف): اے میرے پیارے حبیب کی امت! پھر تم پر کرم پر کرم اور انعام پر انعام کہ تم عشاء اور فجر کی نماز باجماعت ادا کرو تو تمہیں ساری رات کی عبادت کا ثواب عطا کیا جائے گا۔ پڑھ کر دیکھ لو میرے حبیب کا فرمان: مَن صلى العشآء والفجر في جماعة كان له قيام ليلة (جامع ترمذی) یعنی جس مسلمان نے عشاء اور فجر کی نماز باجماعت پڑھی اس کو پوری رات عبادت کا ثواب دیا جائے گا۔

(ب): اے میرے پیارے حبیب ﷺ کی امت! میں نے تم پر اپنے حبیب رحمۃ للعالمین ﷺ کا صدقہ بے شمار انعامات کئے ہیں۔ ان میں سے ایک انعام یہ ہے کہ تم ماہِ رمضان کے روزے رکھو اور بعد میں ماہِ شوال کے چھ روزے رکھ لو تو گویا تم نے پورا

(۱) القرآن، بقرہ، ۲:۲۶۱

(۲) القران، الانعام، ۶:۱۶۰

marfat.com

سال روزے رکھے ہیں۔ دیکھ لو میرے حبیب پاک کا فرمان :

من صام رمضان ثم اتبعه ستاً من شوال کان صیام الدهر. (۱)

(ج): پھر اس انعام پر اور انعام کہ تم ہر قمری مہینے میں صرف تین روزے رکھ لو تو تمہیں پورے سال کے روزوں کا اجر وثواب مل جائے گا۔

من کل شهرٍ صوم ثلاثة ایام صوم الدهر (۲)

عرض: اے ہمارے رحیم وکریم مولیٰ تیرے پیارے کلیم موسیٰ علیہ السلام اپنی امت کے لئے بھلائی مانگتے رہے حتی کہ وہ کوہ طور پر بھی جا کر اپنی امت کے لئے دونوں جہان کی خیر اور بھلائی مانگتے تھے۔

وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ. (۳)

''اور تو ہمارے لئے اس دنیا (کی زندگی) میں (بھی) بھلائی لکھ دے اور آخرت میں (بھی) بیشک ہم تیری طرف تائب وراغب ہو چکے۔''

یا اللہ ہمیں کیا عطا ہوا۔

فرمان: بے شک میرے پیارے کلیم اپنی امت کے لئے مجھ سے دعائیں مانگتے رہتے تھے اور انہوں نے کوہ طور پر پہنچ کر اپنے لئے اور اپنی امت کے لئے دونوں جہاں کی خیر اور بھلائی مانگی تو میری طرف سے جواب آیا تھا اَے میرے پیارے کلیم! میرا عذاب ہے، میں جسے چاہوں عذاب دوں۔ لیکن دونوں جہان کی خیر اور بھلائی، یہ تو اپنے حبیب ﷺ کی امت کو عطا کروں گا وہ میرا حبیب، جس کی شان تورات وانجیل میں لکھی ہوئی پائیں گے۔ وہ اپنی امت سے ان کے بوجھ اور طوق اتار پھینکیں گے۔

---

(۱) مسلم، الصحیح، ۲: ۸۲۲، رقم: ۱۱۶۴

(۲) بخاری، الصحیح، ۳: ۱۲۵۱، رقم: ۳۲۳۷

(۳) القرآن، الاعراف، ۷: ۱۵۶

marfat.com

وَيَضَعُ عَنۡهُمۡ اِصۡرَهُمۡ وَالۡاَغۡلٰلَ الَّتِیۡ كَانَتۡ عَلَيۡهِمۡ (۱)

''اور ان سے ان کے بارِگراں اور طوقِ (قیود) جو ان پر (نافرمانیوں کے باعث مسلّط) تھے، ساقط فرماتے (اور انہیں نعمتِ آزادی سے بہرہ یاب کرتے) ہیں۔''

لیکن یہ دونوں جہاں کی خیر اور بھلائی تمہارے لئے لکھی جائے یہ کس کا صدقہ اور وسیلہ ہے سچ پوچھو تو نسبت بڑی بات ہے۔ چوں مہمان عزیز است طفیلی ہم عزیز والا معاملہ ہے۔

تنبیہ: اور یہ بھی سن لو کہ یہ سارے انعامات اس امتی کے لئے ہیں جو میرے حبیب کی اطاعت کرے گا اور آپ ﷺ کی صحیح طور پر اتباع کرے گا وہی امتی کامیاب ہو گا اور دوزخ سے بچ جائے گا۔

فَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِهٖ وَعَزَّرُوۡهُ وَنَصَرُوۡهُ وَاتَّبَعُوا النُّوۡرَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ مَعَهٗۤ ‌ۙ اُولٰۤـئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ (۲)

اس ارشاد باری جل جلالہ سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ جو امتی حبیبِ خدا ﷺ کی عظمتوں اور شانوں کو صحیح طور پر نہیں مانتا ان کی تعظیم و توقیر نہیں کرتا وہ نامراد ان انعامات سے محروم کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ سب کو باادب رکھے۔

عرض: اے ہمارے رب کریم! اگر ہم سے گناہ سرزد ہو جائیں اور ہم توبہ و استغفار کریں تو ہمیں کیسے پتا چلے گا کہ ہمارے گناہ معاف ہو گئے ہیں۔

فرمان: اے میرے حبیب کی امت! اگر تم سے گناہ سرزد ہو جائیں، تم اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھو تو تم میرے حبیب کے دامن رحمت کے ساتھ وابستہ ہو جاؤ اور ان کے دربار میں حاضر ہو کر استغفار کرو پھر میرا حبیب بھی تمہارے لئے بخشش کی دعا کر دے تو بلاریب تمہارے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور اس میں شک کی گنجائش نہیں۔

---

(۱) القرآن، الاعراف، ۷:۱۵۷

(۲) القرآن، الاعراف، ۷:۱۵۷

marfat.com

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآؤُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (۱)

تنبیہ: اس سے ثابت ہوا کہ ہمارے آقا رحمۃ للعالمین ﷺ زندہ جاوید نبی ہیں۔ وہ سنتے ہیں۔ رب تعالیٰ کے دربار، بخشش کی دعائیں کرتے ہیں۔ کیونکہ "جاءووک" ساری امت کے لئے ہے۔ لہٰذا اگر نبی اکرم رسول محترم شفیع اعظم ﷺ کو زندہ نہ مانیں تو رب تعالیٰ کا فرمان معاذ اللہ رائیگاں جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ایسے عفوات سے بچائے (آمین)

اپیل: اے میرے آقا کے امتی، حبیب خدا ﷺ کے امتی! تو ان کا ہو کر تو دیکھ پھر دیکھو تیرے لئے کیسی بہاریں اور کیسے کیسے انعامات ہیں۔ قرآن پاک ارشاد فرما رہا ہے۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ. اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (۲)

"اے محبوب! آپ ﷺ اعلان فرما دیں اے وہ لوگو! جو میرے ہو گئے ہو، میرے دامن کرم سے وابستہ ہو گئے ہو، اگر تم نے اپنی جانوں پر زیادتی کر لی ہے۔ گناہوں میں ملوث ہو گئے ہو تو تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے سارے گناہ بخش دے گا' معاف کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ بڑا ہی غفور رحیم ہے۔"

عرض: اے ہمارے مولیٰ کریم! پہلی امتوں پر بڑے بڑے کڑے (سخت) حکم تھے۔ ان میں سے ایک یہ کہ اگر کوئی شخص بڑا گناہ کرتا تو اس کے دروازے پر لکھ دیا جاتا کہ اس بندے نے یہ گناہ کیا ہے۔ نیز جس عضو سے گناہ سرزد ہوتا، وہ عضو کاٹنا پڑتا۔ زکوٰۃ چوتھا حصہ یعنی پچیس فیصد فرض تھی اور ان پر فرض تھا کہ وہ اپنی مسجد میں نماز پڑھیں۔ مسجد کے

(۱) القرآن، النساء، ۴:۶۴

(۲) القرآن، الزمر، ۳۹:۵۳

marfat.com

باہر نماز جائز نہ تھی اور ان کے لئے تیمم جائز نہ تھا نیز روزہ رکھنے میں سونے کے بعد کھانا پینا حرام تھا۔ نیز اگر وہ نیک کام کرتے تو ایک نیکی کا ثواب ایک ہی لکھا جاتا، ایک نیکی کے دو اجر نہ ملتے (تفسیرات احمدیہ) یا اللہ ہمارے لئے کیا حکم ہے؟

فرمان: اے میرے حبیب کی امت، میرے حبیب نے تم پر سے یہ سارے بوجھ اتار دیئے ہیں۔

وَيَضَعُ عَنۡهُمۡ اِصۡرَهُمۡ وَالۡاَغۡلٰلَ الَّتِىۡ كَانَتۡ عَلَيۡهِمۡ (۱)

''اور ان سے ان کے بارِگراں اور طوقِ (قیود) جو ان پر (نافرمانیوں کے باعث مسلّط) تھے، ساقط فرماتے (اور انہیں نعمتِ آزادی سے بہرہ یاب کرتے) ہیں۔''

اب کسی امتی کے دروازے پر گناہ نہیں لکھا جائے گا اور جس عضو سے گناہ سرزد ہو جائے اسے کاٹ پھینکنے کی ضرورت نہیں اور زکوٰۃ پچیس فیصد کی بجائے اڑھائی فیصد ہے اور میرے حبیب کی امت کے لئے نماز کا مسجد میں پڑھنا فرض نہیں بلکہ روئے زمین مسجد قرار دے دی گئی ہے اور پانی نہ ملے تو تیمم کو وضو کی جگہ طہارت قرار دیا گیا ہے اور ماہِ رمضان میں افطار سے لے کر صبح صادق تک مفطرات ثلاثہ یعنی کھانے پینے وغیرہ کی چھٹی دے دی گئی ہے۔

عرض: اے ہمارے رحیم و کریم مولیٰ ہم نے تیرے پاک کلام قرآن مجید میں پڑھا ہے کہ پہلی امتوں سے اگر کسی سے کوئی بڑا گناہ سرزد ہو جاتا تو اسے توبہ کے لئے سر کٹانا پڑتا یعنی اپنے آپ کو قتل کرتا تب جا کر اس کی توبہ قبول ہوتی۔

فَاقۡتُلُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ ذٰلِكُمۡ خَيۡرٌ لَّكُمۡ عِنۡدَ بَارِئِكُمۡ (۲)

''پس (آپس میں) ایک دوسرے کو قتل کر ڈالو (اس طرح کہ جنہوں نے

(۱) القران، الاعراف، ۷:۱۵۷

(۲) القرآن، البقرہ، ۲:۵۴

marfat.com

بچھڑے کی پرستش نہیں کی اور اپنے دین پر قائم رہے ہیں وہ بچھڑے کی پرستش کر کے دین سے پھر جانے والوں کو سزا کے طور پر قتل کر دیں)، یہی (عمل) تمہارے لئے تمہارے خالق کے نزدیک بہترین (توبہ) ہے۔''

اے ہمارے رب کریم ہمارے لئے کیا حکم ہے؟

فرمان: اے میرے حبیب پاک کی امت! تمہیں سر کٹانے کی ضرورت نہیں بس سچی توبہ کرلو تو تمہارے سارے گناہ معاف کر دوں گا۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (۱)

''اور جو کوئی برا کام کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے بخشش طلب کرے وہ اللہ کو بڑا بخشنے والا نہایت مہربان پائے گا۔''

عرض: اے ہمارے رحیم و کریم مولیٰ ہمیں قبر کی تنہائی اور وحشت سے بہت ڈر لگتا ہے۔ ہم کیا کریں؟

فرمان: اے میرے پیارے حبیب ﷺ کی امت! چونکہ میرا حبیب اپنی امت پر بڑا ہی شفیق اور مہربان ہے۔ **وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ** (التوبہ، ۱۲۸) اس لئے میرے حبیب نے ہر قدم پر شفقت اور مہربانی فرمائی۔ ہر پریشانی کا علاج اور ہر دکھ درد کا مداوا کیا ہے۔ قبر کی وحشت اور ہول کے متعلق بھی کئی علاج بتائے ہیں۔ ان پر عمل پیرا ہو کر قبر میں جنت کی بہاریں حاصل کرو۔

۱۔ نماز تہجد پڑھنے والے کو قبر کی وحشت پریشان نہیں کرے گی۔ پڑھو میرے حبیب پاک ﷺ کا فرمان ذیشان جو کہ انہوں نے اپنے صحابی ابوذر رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ (ترجمہ یہ ہے) ''اے ابوذر کیا میں تجھے وہ چیز نہ بتاؤں جو تجھے آج فائدہ دے۔ صحابی نے عرض کیا۔ کیوں نہیں یا رسول اللہ! ضرور فرمایئے میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان

(۱) القرآن، النساء، ۴:۱۱۰

marfat.com

ہو جائیں۔ تو فرمایا: سخت گرمی کے دن کے روزے رکھ قیامت کے دن کے لئے اور رات اندھیرے میں دو رکعت نماز پڑھ قبر کی وحشت سے بچنے کے لئے۔ (شرح الصدور)

۲۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص روزانہ سو بار پڑھے **لا الہ اللّٰہ الملک الحق المبین** تو اس کے لئے فقر سے امن حاصل ہو گا اور یہ قبر کی وحشت کے لئے مونس وغم خوار ہو گا اور اس مسلمان کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ (شرح الصدور)

۳۔ جو شخص کسی مسلمان کو خوش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سرور (خوشی) کے بدلے اس مسلمان کے لئے ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو قبر میں اس کا مونس وغمخوار ہو گا۔ قبر کی وحشت دور کرے گا اور منکر ونکیر کے سوالوں کے جواب بتائے گا۔

۴۔ اپنی امت کو پیشاب اور چغلی سے بچے رہنے کا سبق دیا تا کہ امت عذابِ سے بچ سکے۔

۵۔ امت کو روزانہ رات سونے سے قبل سورۃ ملک کی تلاوت کی تلقین کی۔ فرمایا رسول اکرم شفیع اعظمؐ نے، ”بے شک قرآن مجید میں ایک سورہ ہے جس کی تیس آیات ہیں۔ اس نے ایک شخص کی یہاں تک سفارش کی کہ وہ بخش دیا گیا اور وہ سورۃ **تبارک الذی بیدہ الملک** (یعنی سورۃ الملک) ہے“۔ یہ سورہ عذاب کو روکنے والی اور نجات دینے والی ہے۔

عرض: اے ہمارے پروردگار، اے رحیم وکریم مولیٰ! تیرا پاک کلام قرآن مجید کا سُچا سچا فرمان ہے کہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہو گا۔ یا اللہ کریم وہ اتنا طویل اور لمبا دن کیسے گزرے گا۔

فرمان: اے میرے پیارے حبیب ﷺ کی امت! تم دامن مصطفیٰ ﷺ تھام لو تو وہ پچاس ہزار سال کا دن تمہارے لئے یوں گزر جائے گا جیسے ایک فرض نماز پڑھی جاتی ہے۔

marfat.com

پڑھ کر دیکھ لو میرے حبیب پاک ﷺ کا فرمان: **یخفف علی المومن حتی یکون علیه کالصلوۃ المکتوبة** (مشکوۃ شریف) یعنی "قیامت کا دن ایمان والوں پر یوں ہوگا جیسے ایک فرض نماز پڑھی جاتی ہے"۔

عرض: اے ہمارے رحیم و کریم مولیٰ! قیامت کا دن بہت سخت اور ہولناک ہے جسکی سختی بیان میں نہیں آسکتی، ہم عاجز بندے کیسے اس دن کو گزار سکیں گے؟

فرمان: اے میرے حبیب پاک ﷺ کی امت! تم میرے حبیب پاک پر کثرت سے درود پاک پڑھتے رہو تو سب کچھ آسان ہو جائے گا۔ پڑھو میرے حبیب پاک کا فرمان۔ **إن أنجاکم یوم القیامة من أهوالها و مواطنها أکثرکم علی الصلوٰة** "یعنی بے شک قیامت کے دن، قیامت کی ہولناکیوں اور سختیوں سے جلد از جلد نجات حاصل کرنے والا وہ بندہ ہوگا جس نے مجھ پر کثرت سے درود پاک پڑھا ہوگا"۔

اللھم صلِ وسلم وبارک علی حبیبک سید الاولین والاخرین و علی اٰله و اصحابه اجمعین.

(فقیه عصر حضرت قبله مفتی محمد امین صاحب مدظلهٗ، شرفِ امت)

تورات شریف میں اُمتِ مصطفیٰ ﷺ کے سات فضائل

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا

❁ **یا رب اساں نوں امتی محبوب دا بنائیں**

اللہ عزوجل نے امتِ مصطفیٰ کو "خیرالامم" اور "امتِ وسط" کے جلیل القدر القاب سے سرفراز فرمایا ہے۔ آج تک دنیا میں جتنی بھی امتیں آئیں۔ اُن میں سب سے افضل و برتر امتِ محمدی ہے۔ اس کے فضائل اور خصوصیات سابقہ آسمانی کتب میں بھی ذکر کی گئی ہیں۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام، اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر تھے۔ اُن پر نازل ہونے والی کتاب تورات شریف میں امتِ محمدی کے فضائل بیان کئے گئے تھے۔ جنہیں پڑھ کر

marfat.com

حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کے دل میں خواہش پیدا ہوئی جس کا ذکر ربِ جلیل سے کیا اور پھر بارگاہِ خداوندی سے کیا جواب ملا۔ اس کا تفصیلی بیان سیرت کی مختلف کتب میں موجود ہے۔ امام ابو نعیمؒ کی ''دلائل النبوۃ'' اور امام جلال الدین سیوطیؒ کی ''الخصائص الکبرائی'' سے ملخصاً ربِ جلیل اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا مکالمہ ملاحظہ فرمائیں جس سے امتِ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت وفضیلت واضح ہو جائے گی۔

تورات کے بہت بڑے عالم حضرت وہب بن منبہ بیان فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قربِ خاص سے نوازا تو انہوں نے بارگاہ ربوبیت میں عرض کی۔

۱۔ اے میرے رب! تورات میں ایک امت کا ذکر موجود ہے جس کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ تمام امتوں سے افضل ہو گی۔ اس کے افراد نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے اور اللہ تعالیٰ پر یقین رکھیں گے۔ یا اللہ! یہ میری امت بنا دے۔'' اللہ پاک نے جواب دیا، ''اے موسیٰ! یہ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہے۔''

۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی۔

''یا اللہ! تورات میں ایک امت کے بارے میں یہ لکھا ہوا دیکھتا ہوں کہ وہ سب امتوں کے بعد آئے گی اور سب سے سبقت لے جائے گی۔ اے رب کریم! یہ میری امت بنا دے۔''

ارشاد ہوا۔ ''یہ میرے احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہے۔''

۳۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی۔

''یا اللہ! تورات میں ہے کہ ایک امت ہو گی ان کی انجیل (آسمانی کتاب) ان کے سینوں میں ہو گی۔ وہ اسے زبانی پڑھیں گے۔ پہلے لوگوں کو اپنی آسمانی کتابیں زبانی یاد نہیں ہوتی تھی۔ وہ انہیں دیکھ کر پڑھتے تھے۔ عرض کی' باری تعالیٰ! یہ میری امت بنا دے۔

ارشاد ہوا۔ ''اے موسیٰ! یہ امتِ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔''

marfat.com

۴۔ حضرت کلیم اللہ علیہ السلام نے عرض کی۔

''اے ربِ کریم! تورات میں ہے کہ ایک امت پہلے اور بعد میں نازل ہونے والی تمام کتابوں' پر ایمان لائے گی اور گمراہوں کے سرغنوں سے جہاد کرے گی۔ یہاں تک کہ سب سے آخر جھوٹے کانے دجال سے برسرِ پیکار ہوگی۔ یہ میری امت بنا دے۔''

قواب ملا۔ ''یہ امتِ احمد ﷺ ہے۔''

۵۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی۔

''اے میرے رب! تورات میں ایک امت کا ذکر ہے جو اپنے صدقات خود کھائے گی حالانکہ پہلی امتوں کے لوگ جب صدقہ نکالتے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آگ آتی جو اسے بھسم کر دیتی۔ اگر وہ صدقہ قبول نہ ہوتا تو آگ اسے نہیں چھوتی تھی۔ حضرت موسیٰ نے عرض کہ اسے میری امت بنا دے۔''

بارگاہِ ربوبیت سے جواب ملا۔ ''یہ امتِ احمد ﷺ ہے۔''

۶۔ عرض کی ''میرے پروردگار! تورات میں ایک امت کے بارے میں ہے کہ جب اس کا کوئی فرد گناہ کا ارادہ کریگا تو کوئی گناہ نہیں لکھا جائے گا اور اگر گناہ کا ارتکاب کرے گا تو صرف ایک گناہ لکھا جائے گا۔ لیکن جب کوئی شخص نیکی کا ارادہ کرے گا لیکن اسے کرے گا نہیں تو پھر بھی صرف ارادہ کرنے پر اسے ایک نیکی کا ثواب عطا کیا جائے گا اور اگر اس نیک ارادے کو عملی جامہ پہنائے گا تو اسے دس سے سو گنا تک اجر دیا جائے گا۔ یا اللہ! یہ میری امت بنا دے۔''

ارشاد ہوا۔ ''اے موسیٰ! یہ بھی میرے احمد ﷺ کی امت ہے۔''

۷۔ حضرت کلیم اللہ نے عرض کی۔

''اے میرے پروردگار! تورات میں ہے کہ ایک امت قبولیت کے درجے پر فائز ہوگی اور اس کی دعائیں بھی قبول کی جائیں گی۔ باری تعالیٰ! یہ میری امت بنا دے۔''

marfat.com

بارگاہِ الوہیت سے ارشاد ہوا۔ ”یہ بھی میرے احمد ﷺ کی امت ہے۔“

جب حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت کے یہ فضائل دیکھے تو حیران رہ گئے۔ سوچا جن کی امت کی یہ شان ہے خود ان کی شان کا عالم کیا ہوگا۔ع یہ حال ہے خدمت گاروں کا سردار کا عالم کیا ہوگا۔ اسی وقت ان کے دل میں خواہش پیدا ہوئی جو دعا کی صورت میں ہونٹوں پر مچل گئی۔ بارگاہِ خداوندی میں عرض کی ”اے میرے مولیٰ! اگر امت احمد مختار ﷺ کی یہ قدر و قیمت ہے تو فاجعلنی من أمةِ احمد مجھے بھی اپنے نبی احمد مختار ﷺ کی امت میں شامل کر دے۔“

اس دعا کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دو شانیں عطا کیں۔

فاعطی عند ذلک خصلتین فقال تعالیٰ: یا موسیٰ انی اصفیتک علی الناس برسالاتی وبکلامی فخذ ما اتیتک وکن من الشاکرین 'قال قد رضیت' یا رب (۱)

”اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس دعا کی برکت سے دو شانیں عطا کی گئیں۔ حکم ہوا؛ اے موسیٰ! ہم نے تجھے اپنی رسالت اور اپنے ساتھ کلام کے لئے چن لیا۔ لہٰذا جو کچھ تمہیں دیا ہے وہ لے لو اور شکر ادا کرو۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے میرے رب! میں راضی ہوں۔“

سارے نبی خدا توں منگدے گئے دعائیں
یا رب اساں نوں ' امتی محبوب دا بنائیں

---

(۱) ۱۔ أبو نعیم، دلائل النبوۃ، ۳:۳۱

۲۔ امام سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱:۱۱

marfat.com

دینِ محمدی ﷺ (اسلام)۔۔۔آسان دین

تاجدارِ کائنات فخر موجودات حضور نبی اکرم ﷺ آسان دین اور شریعت کے ساتھ مبعوث کئے گئے۔ سابقہ امم کی شرائع میں جو تنگیاں اور سختیاں تھیں آپ نے انہیں آسانیوں سے بدل دیا۔ اگر احکام شریعت کا مطالعہ کیا جائے تو ہمیں ہر جگہ سہولت اور آسانی نظر آئے گی۔ ہر وہ اُمر، جس میں تنگی و مشکل تھی یا جس کے بجا لانے میں شدید مشقت اُٹھانا پڑتی تھی، آپ ﷺ کی شریعت سے اس کا حکم اٹھا لیا گیا یا اس میں آسانی پیدا فرمادی گئی۔ کیونکہ شریعت کی بنیاد حکمتوں اور لوگوں کی دنیاوی و اخروی فلاح و بہبود پر ہے۔ جو امور لوگوں کے لئے نقصان اور اذیت کا باعث ہوں' شریعت اپنے ماننے والوں کو ان سے روک دیتی ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ ہر اس عمل کو ناپسند فرماتے تھے جس سے امت کو تکلیف ہوتی۔ آپ ﷺ نے زندگی بھر اپنے معمولات میں بھی اور احکامات میں بھی اس امر کو ملحوظ خاطر رکھا کہ کوئی ایسا امر یا حکم نہ دیا جائے جو بعد ازاں میری امت کے لئے مشکل کا باعث بن جائے۔ آپ ﷺ ایسے لوگوں کو بھی ناپسند فرماتے جو افرادِ امت کے لئے مشکلات پیدا فرماتے ۔ کیونکہ قرآن حکیم آپ ﷺ کی شان ''عزیز علیہ ما عنتم'' کے الفاظ سے بیان کرتا ہے جس کی تفصیل پہلے باب میں گزر چکی ہے کہ ہر وہ امر جو لوگوں کو ہلاکت و مشقت میں ڈالے، محبوبِ خدا کی طبیعت پر گراں گزرتی ہے۔ علاوہ ازیں آپ ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی تھا کہ لوگوں کے لئے پہلی شریعتوں کے شدید احکام اور سختیوں کو نرمیوں سے بدلا جائے۔ سورہ اعراف میں اس مقصدِ بعثت کو بیان کرتے ہوئے رب ذوالجلال یوں ارشاد فرماتا ہے۔

يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ. (۱)

(۱) القرآن، الاعراف،۷:۱۵۷

marfat.com

''(یہ اُمی رسول ﷺ) انہیں اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ان پر پلید چیزوں کو حرام کرتے ہیں اور ان کے بارِ گراں اور طوق (قیود) جو ان پر (نافرمانیوں کے باعث مسلط) تھے، ساقط فرماتے (اور انہیں نعمتِ آزادی سے بہرہ یاب کرتے) ہیں۔''

اس آیہ کریمہ میں دو الفاظ خاص طور پر قابلِ توجہ ہیں۔ ''اِصْر'' اور ''اَغْلال'' اصر کا معنی ہے' بھاری بوجھ جو انسان کو حرکت سے روک دے اور اغلال، غل کی جمع ہے جس کا معنی ہے' زنجیر یا ہتھکڑی۔ ان دونوں الفاظ سے مراد سابقہ شرائع کے وہ سخت اور شدید احکام ہیں جو بنی اسرائیل کے لئے لازم تھے۔ حضور ﷺ کی تشریف آوری سے وہ سخت احکام اُٹھا لئے گئے مثلاً کپڑا ناپاک ہو جائے تو نجاست والے حصہ کو کاٹ دینا، مال غنیمت کا حلال نہ ہونا بلکہ اکٹھا کر کے اسے جلا دینا، قتل کا ہر صورت میں خواہ عمداً ہو یا خطاءً قصاص لازم ہونا۔ یہ تمام امور وہ ہیں جن کے بوجھ تلے لوگ دبے ہوئے تھے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے ان تمام بوجھوں سے انسانیت کو آزاد کر دیا۔ اس آیہ کریمہ کی تشریح کرتے ہوئے پاکستان کے معروف مفسر جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ رقم طراز ہیں۔

''اَغْلَال'' جمع ہے اور اس کا واحد 'غُل' ہے اس کا معنی ہے زنجیر۔ اس سے مراد شریعتِ موسوی کے شدید اور سخت احکام ہیں۔ مثلاً یوم سبت کو ہر دنیاوی کام کی ممانعت تھی۔ اگر کوئی کسی کو قتل کرتا تو رعایت کی گنجائش نہ تھی بلکہ قاتل کو بطور قصاص قتل کر دینا ضروری تھا۔ اسی طرح کئی دیگر احکام تھے۔ لیکن رحمت عالمیان ﷺ کی آمد سے ان تمام میں تخفیف اور نرمی کر دی گئی۔ اگر کوئی کپڑا پلید ہو جائے تو اس کو دھونا ہی کافی ہے۔ حائضہ عورت سے صرف ہم بستری ممنوع قرار دی گئی۔ قاتل سے دیت قبول کرنے کی اجازت دی گئی۔ مال غنیمت کا استعمال حلال کر دیا گیا۔ کتنی آسانیاں اور نرمیاں کر دی گئیں۔ ہزار ہا صلاۃ وسلام اس طلعتِ زیبا پر' جس کی آمد سے گلشنِ عالم میں بہار آ گئی۔ جس کے ظاہر ہونے سے کائنات میں اجالا ہو گیا۔ توہمات کے قفس ٹوٹ گئے۔ غلامی کی زنجیریں کٹ گئیں اور انسان کو شرفِ انسانیت سے آشنا کر دیا گیا۔ (۲)

---

(۲) جسٹس پیر محمد کرم شاہؒ، ضیاء القرآن، ۲: ۹۲

marfat.com

شریعتِ موسوی علیہ السلام اور شریعتِ محمدی ﷺ کا موازنہ

ذیل میں شریعتِ موسوی اور شریعتِ محمدی ﷺ کا موازنہ کیا جاتا ہے تاکہ یہ اندازہ ہو سکے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی امت کے لئے کس قدر آسانیاں بنائی گئی ہیں۔

شریعتِ موسوی علیہ السلام	شریعتِ محمدیہ ﷺ
۱- اگر کپڑے پر ناپاکی لگ جاتی پلید حصہ کاٹ دینا ضروری تھا۔	۱- کپڑے کو دھونا جائز ہے۔ دھو کر عبادات اور دیگر امور کے لئے استعمال کریں۔
۲- مال کا چوتھا حصہ زکوٰۃ کے طور پر دیا جاتا تھا۔	۲- زکوٰۃ کی شرح، مال کا چالیسواں حصہ ہے۔
۳- مال غنیمت حلال نہ تھا بلکہ اسے جلایا جاتا تھا۔	۳- مالِ غنیمت حلال اور جائز ہے۔
۴- قتل عمداً ہو یا خطاءً، اس کی دیت جائز نہ تھی۔ بلکہ بہر صورت بطور قصاص قاتل کو قتل کر دیا جاتا۔	۴- قتلِ خطا میں دیت جائز ہے۔
۵- وضو کی جگہ تیمم جائز نہ تھا۔	۵- تیمم جائز ہے۔
۶- ہفتہ کے دن کاروبار کرنا منع تھا۔	۶- ہفتہ کے سات دنوں میں سے کسی دن بھی کاروبار منع نہیں۔

marfat.com

۷۔ حائضہ کے ساتھ کھانا، پینا، اُٹھنا بیٹھنا منع تھا۔	۷۔ حائضہ کے ساتھ کھانا، پینا، اُٹھنا، بیٹھنا جائز ہے۔ صرف مقاربت حرام قرار دی گئی۔
۸۔ نماز ادا کرنے کے لئے مخصوص جگہ پر جانا پڑتا تھا۔	۸۔ ساری زمین مسجد بنادی گئی ہے۔ کہیں بھی نماز ادا کر سکتے ہیں۔

امت کے لیے آسانیاں پسند فرمانا

حضور نبی اکرم رؤف رحیم ﷺ کو ہر لحہ اپنی امت کی بھلائی مطلوب رہتی۔ ہر وہ عمل جو امت کو مشقت میں ڈالتا، آپ ﷺ کو نا پسند تھا۔ کیونکہ آپ ﷺ امت کے لے "حریص علیکم" اور "عزیز علیه ما عنتم" کی شان کے حامل ہیں۔ آپ ﷺ کی اسی پسند اور دلجوئی کے لیے آپ ﷺ کے رب نے آپ ﷺ کی امت کے لیے آسان شریعت اور دین عطا فرمایا۔ چنانچہ اورارشاد ربانی ہے۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ. (۱)

''اللہ تعالیٰ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لیے دشواری نہیں چاہتا۔''

اس اصول کے تحت شریعتِ اسلامیہ کے تمام احکام وقوانین میں آسانیاں رکھی گئی ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان الدین یسر (دین آسان ہے) بھی اسی آیۃ کریمہ کی شرح ہے۔ اگر شریعت کے جملہ احکام و امور پر غور کیا جائے تو کوئی ایک حکم بھی ایسا نہ ملے گا جس میں عامل کے حالات، عمر، صحت، موسم اور دیگر مشکلات کا لحاظ نہ کیا گیا ہو۔ انسان کو کسی ایسے حکم کا مکلف نہیں ٹھہرایا گیا جس سے اسے مشقت ہو، جو اسے بیماری یا بیماری میں اضافے کا باعث بن جائے جہاں جہاں عامل کو عمل کرتے ہوئے کوئی اذیت یا

---

(۱) القرآن، البقرہ، ۲:۱۸۵

marfat.com

بیماری ہو شریعت رخصت اور تخفیف کر دیتی ہے۔ مثلاً فرضیت روزہ کے ساتھ یہ گنجائش اور آسانی بھی رکھی گئی ہے کہ حالت سفر اور مرض میں اسے چھوڑ دیا جائے اور بعد میں قضا کر لی جائے۔ حالتِ سفر میں نماز میں قصر کا حکم دیا۔ اسی طرح ایک آدمی کے پاس اتنا مال ہے کہ وہ سفر کے اخراجات برداشت کر سکتا ہے لیکن اس کی صحت اجازت نہیں دیتی یا صحت ہے لیکن زادِ راہ نہیں ہے ایسی صورتوں میں بندہ کو حج کا مکلّف نہیں ٹھہرایا جاتا۔

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث پاک میں حضور ﷺ نے اپنے دین کی آسانی کے متعلق یوں ارشاد فرمایا۔

إن الدين يسر ولن يشاد الدين أحد إلا غلبه فسددوا وقاربوا وابشروا واستعينوا بالغدوة والروحة وشئ من الدلجه. (۱)

''بے شک دین سراسر آسان ہے اور جو اسے مشکل بنائے گا تو یہ اس پر غالب آجائے گا لہٰذا تم سیدھے رہو، میانہ روی اختیار کرو اور رحمتِ خداوندی سے بشارت حاصل کرو اور صبح و شام اور کچھ رات کی تاریکی میں (عبادت کر کے اللہ تعالیٰ سے) مدد طلب کرو۔''

اسی طرح ایک اور روایت میں سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے دین کو سیدھا اور نرم بتاتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا۔

أحب الدين إلى الله الحنيفة السمحة. (۲)

یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام ادیان میں سب سے زیادہ پسندیدہ دین وہ ہے جو بالکل سیدھا اور آسان ہے (جو کہ دین اسلام ہے)

حضور نبی اکرم ﷺ امت کی آسانی کے پیشِ نظر جب کہیں عُمّال بھیجتے تو انہیں

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الایمان، باب الدین یسر ۱: ۲۳، رقم: ۳۹
(۲) بخاری، الصحیح، کتاب الایمان، باب الدین یسر، ۱:۲۳

marfat.com

آسانی اور نرمی کی ہدایت فرماتے کیونکہ عام لوگوں کی نفسیات یہ ہوتی ہے کہ وہ مشکل کام سے گھبراتے اور اپنے آپ کو بچاتے ہیں اور آسان کام کی طرف جلدی راغب ہو جاتے ہیں۔ حجتہ الوداع سے قبل جب آپ ﷺ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کی طرف بھیجا تو ان سے فرمایا۔

يسرا ولا تعسرا وبشرا ولا تنفرا وتطاوعا. (۱)

''لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا کرنا، دشواریاں پیدا نہ کرنا، لوگوں کو نیکی وطاعت پر اجر وثواب کی بشارت سنانا اور دین سے متنفر نہ کرنا اور تمام امور میں موافقت پیدا کرنے کی کوشش کرنا۔''

سرکار دوعالم ﷺ ہر اس شخص کے لیے، اللہ تعالیٰ سے نرمی اور آسانی کی دعا فرماتے جو آپ ﷺ کی امت کے ساتھ نرمی کرتا اور ایسا شخص جو لوگوں کو مشقت واذیت میں مبتلا کرتا اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے بھی مشقت طلب فرماتے ۔آپ ﷺ جب بھی کسی علاقہ میں کسی صحابیؓ کو دین کی دعوت وتبلیغ کے لیے بھیجتے تو اسے لوگوں کو دین کی طرف حکمت کے ساتھ مائل کرنے کے لیے' آسانی اور نرمی کی ہدایت فرماتے اور انہیں پہلے بشارتیں اور اجروثواب کی تلقین فرماتے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ دین کی نعمت سے بہرہ ور ہوسکیں۔

اسی طرح جب سرکارِ دوعالم ﷺ کو دو امور میں کسی ایک کو اختیار کرنے کا حکم ملتا تو آپ ﷺ نسبتاً آسان کام کو اختیار فرماتے کیونکہ آپ ﷺ کا فعل امت کے لیے تقلید اور پیروی کا نمونہ بنتا تھا اس لیے آپ ﷺ چاہتے تھے کہ امت کے لیے زیادہ سے زیادہ آسانی ہوسکے۔اس سلسلہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت ملاحظہ ہو۔

---

(۱) بخاري،الصحيح ،كتاب الاحكام، باب أمر الوالي إذا وجه أميرين إلى موضع أن يتطاوعا، ۶:۲۶۲۶، رقم ۶۷۵۱

marfat.com

عن عائشة قالت ما خير رسول الله ﷺ بين أمرين إلا أخذ أيسرهما ما لم يكن إثما. (۱)

’’حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب بھی دو کاموں میں سے ایک کو اختیار کرنے کا حکم ملتا تو آپ ﷺ ان میں آسان کو اختیار فرماتے جبکہ اس میں گناہ نہ ہو‘‘۔

اُمت پر فرضیت کے اندیشہ سے بعض پسندیدہ اعمال ترک کر دینا

محبوب ربّ دوجہاں، حامئ بیکساں، سرکارِ دو عالم ﷺ اپنے آپ کو مقام بندگی پر فائز کرتے ہوئے طویل قیام و رکوع فرماتے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے پھول کی پتیوں سے نرم و نازک قدمین شریفین متورم ہو جاتے۔ آپ ﷺ کا رب، آپ ﷺ کو اتنی زیادہ مشقت سے منع فرماتا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ میں عبادت و ریاضت کا بے پناہ شوق تھا۔ لیکن آپ ﷺ کو اپنی امت کی بھی فکر تھی۔ چونکہ آپ ﷺ کا ہر عمل اور فعل مبارک امت کے لیے سنت بنتا تھا، اس لیے آپ ﷺ نے کئی پسندیدہ اور محبوب شرعی اعمال و عبادات کو محض اس وجہ سے ہمیشہ نہ کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ امت کے لیے فرض ہو جائیں اور فرضیت کی بنا پر امت مشقت میں پڑ جائے۔ حضور ﷺ کی یہ کریمانہ روش حضرت ام المومنین سیرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی حدیث پاک سے، اس انداز سے عیاں ہوتی ہے۔ آپؓ فرماتی ہیں۔

إن كان رسول الله ليدع العمل وهو يحب أن يعمل به خشية أن يعمل به الناس فيفرض عليهم. (۲)

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب المناقب، باب صفة النبي ﷺ، ۳:۱۳۰۶، رقم: ۳۳۶۷

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب الجمعة، باب تحريض النبي ﷺ على صلاة الليل والنوافل من غير إيجاب، ۱:۳۷۹، رقم: ۱۰۷۶

marfat.com

''رسول اللہ ﷺ ایسے عمل کو بھی چھوڑ دیتے تھے جس کا کرنا آپ ﷺ کو پسند ہوتا محض اس خیال سے کہ لوگ بھی اس پر عمل کرنے لگیں اور وہ ان پر فرض ہو جائے۔''

سرکارِ دوعالم ﷺ فرائض کے معاملہ میں ہمیشہ لوگوں پر تخفیف ہی کو پسند فرماتے تھے اسی لیے جماعت کی صورت میں نماز میں چھوٹی سورتیں پڑھنے کا حکم دیتے تھے تا کہ کسی کو لمبے قیام کی وجہ سے تکلیف نہ ہو۔آپ ﷺ کو نماز عشاء تاخیر سے ادا کرنا پسند تھا لیکن امت کی تکلیف کے پیش نظر ایسا نہ کیا۔اسی طرح قیام اللیل گھر پر فرمایا۔ نماز تراویح تمام مہینہ مسجد میں ادا نہ کی تا کہ امت کے لیے فرض نہ ہو جائے۔ اس سلسلہ میں چند اعمال کی مثالیں رقم کی جاتی ہیں تا کہ خیر خواہ وغمگسار نبی ﷺ کی امت کے بارے میں آسانی کی فکر ملاحظہ کی جا سکے۔

امت کی تکلیف کے پیش نظر ہر نماز کے لیے مسواک لازم نہ فرمانا

مسواک،امام الانبیاء و المرسلین ﷺ کی محبوب اور پسندیدہ چیزوں میں سے ایک انتہائی پسندیدہ چیز تھی۔ ہر نماز اور وضو کے وقت،گھر سے آتے جاتے اور تہجد کے وقت مسواک کرنا آپ ﷺ کا معمول تھا۔احادیث مبارکہ میں مسواک کے فضائل و برکات متعدد مقامات پر بیان کیے گئے ہیں ۔مسواک کے جہاں دینی و روحانی فوائد ہیں وہاں اس کے کئی جسمانی اور طبی فوائد بھی ہیں۔جدید میڈیکل ریسرچ نے ثابت کر دیا ہے کہ ہزاروں بیماریاں منہ کی آلودگی سے جنم لیتی ہیں۔جسم کے اندر جانے والی ہر شے، منہ اور دانتوں کے راستے داخل ہوتی ہے۔ اگر دانت اور منہ صاف نہیں ہو گا تو خورد ونوش کی ہر چیز کے ساتھ اس کے جراثیم جسم کے اندر چلے جائیں گے جس سے کئی بیماریاں اور جسمانی تکلیفیں جنم لیتی ہیں۔ سرکارِ دوعالم ﷺ چونکہ امت کے روحانی طبیب بھی ہیں اور جسمانی بھی۔ آپ ﷺ کے ہر قول اور فعل میں ہزارہا طبی حکمتیں ہیں جسے آج کی دنیا میں جدید طبی تحقیق ثابت کر رہی ہے۔

marfat.com

مسواک کی اتنی زیادہ افادیت، اہمیت اور اپنی شدید چاہت کے باعث آپ ﷺ کی خواہش تھی کہ اسے امت کے لیے ہر نماز پر لازم کر دیا جائے مگر امت کی عام کمزوری اور تکلیف کے پیش نظر ایسا نہ کیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث مبارکہ میں اسی خدشہ کا اظہار کیا گیا ہے۔ حدیث پاک ملاحظہ ہو۔

عن أبی هريرة أن رسول الله ﷺ قال: لولا أن أشق علی أمتی أو لولا أن أشق علی الناس لامرتهم بالسواک مع کل صلوٰة. (۱)

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت کی یا لوگوں کی تکلیف کا خیال نہ ہوتا تو میں انہیں حکم دیتا کہ ہر نماز پر مسواک کریں۔''

اس حدیث مبارکہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسواک، اگرچہ شرعاً واجب تو نہیں لیکن سرکارِ دوعالم ﷺ کی محبوب اور پسندیدہ سنت ہے۔ اس عمل سے آپ ﷺ کو اتنی محبت تھی کہ مرض الوصال میں بھی اسے نہ چھوڑا۔ جب ضعف کے باعث خود مسواک نرم نہ کر سکتے تھے تو حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے دندان مبارک سے مسواک نرم کر کے سرکار ﷺ کو پیش کرتی تھیں۔ امت کو چاہیے کہ اپنے آقا کی اس شدید چاہت کے پیش نظر مسواک کو اپنا معمول بنائیں۔

نمازِ عشاء میں تاخیر پسند مگر امت پر شاق سمجھتے ہوئے جلدی پڑھنا

حضور نبی اکرم ﷺ ذاتی طور پر نمازِ عشاء کی ادائیگی میں تاخیر پسند فرماتے تھے لیکن آپ ﷺ نے امت پر شاق سمجھتے ہوئے اس کا حکم نہ دیا۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کے مطابق حضور ﷺ نمازِ عشاء تاخیر سے پڑھنا پسند فرماتے

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الصلوٰۃ، باب السواک یوم الجمعة، ۱: ۳۰۳، رقم: ۸۴۷

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الطھارة، باب السواک، ۱: ۲۲۰، رقم: ۲۵۲

marfat.com

تھے۔اس پسند کے باوجود اس پر عمل نہ کیا کیونکہ اگر آپ ﷺ نماز عشاء میں تاخیر کا معمول بنا لیتے تو امت کے لیے بھی ایسا لازم ہو جاتا۔آپ ﷺ نے اپنی ذاتی پسند کو محض امت کی وجہ سے ترک کر دیا۔

امام بخاریؒ نے کتاب ''مواقیت الصلوٰۃ ''میں اور امام مسلمؒ نے ''کتاب المساجد'' میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے درج ذیل حدیث پاک لکھی ہے جس کا ترجمہ رقم کیا جاتا ہے۔

''حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ نے نماز عشاء میں اتنی تاخیر کر دی یہاں تک کہ لوگ سو گئے۔ پھر بیدار ہوئے اور سو گئے پھر بیدار ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر عرض گزار ہوئے۔ الصلوٰۃ (نماز) (ایک روایت کے مطابق حضرت عمرؓ نے کہا عورتیں اور بچے سو گئے) پس حضور ﷺ باہر تشریف لائے۔ (راوی حضور ﷺ کے باہر آنے کے منظر کو بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے) گویا میں اب بھی دیکھ رہا ہوں کہ سر مبارک سے پانی ٹپک رہا ہے اور ہاتھ مبارک سر پر رکھا ہوا ہے۔ (آقا ﷺ نے) فرمایا:

لو لا أن أشقق علی أمتی لامرتهم أن یصلوها هکذا. (۱)

''اگر میری امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں انہیں اس وقت نماز پڑھنے کا حکم دیتا۔''

اس حدیث پاک سے ایک طرف تو حضور ﷺ کے منصبِ رسالت اور تشریعِ احکام کا پتا چلتا ہے کہ آپ ﷺ جس چیز کو چاہیں حلال کریں اور جسے چاہیں حرام کر

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب مواقیت الصلوۃ، باب النوم قبل العشاء لمن غاب، ۱:۲۰۸، رقم: ۵۴۵

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب وقت العشاء وتاخیرها، ۱:۴۴۴، رقم: ۶۴۲

marfat.com

دیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپکو شارع بنایا ہے تو دوسری طرف آپ ﷺ کی امت کے لیے، شفقت و رعایت واضح ہوتی ہے۔ معروف شارح حدیث علامہ غلام رسول سعیدی ”شرح صحیح مسلم“ میں اس باب کی احادیث رقم کرنے کے بعد حضور ﷺ کی امت پر شفقت وعنایت کے عنوان سے یوں رقم طراز ہیں۔

”اس باب کی احادیث میں بار بار گزرا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میری امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں عشاء کی نماز اسی وقت پڑھتا اسی طرح وضو کے ابواب میں احادیث آئی ہیں اگر مجھے مسلمانوں پر دشوار نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔اسی طرح آپ ﷺ نے تین راتیں تراویح پڑھائیں۔چوتھی رات صحابہ کرامؓ تراویح کے شوق میں اس قدر آئے کہ مسجد تنگ پڑ گئی (آپ ﷺ تراویح پڑھانے نہ آئے) حتیٰ کہ صبح کی نماز پڑھانے تشریف لائے۔ نماز پڑھانے کے بعد آپ ﷺ صحابہؓ کی طرف متوجہ ہوئے،کلمہ شہادت پڑھا،اس کے بعد فرمایا: ”تراویح کے لیے تمہارا اشتیاق مجھ سے مخفی نہیں،لیکن مجھے خوف ہے کہ کہیں نماز تراویح تم پر فرض نہ ہوجائے،اورتم اس کے ادا کرنے سے عاجز ہو جاؤ۔“ ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو امت کی رعایت کس قدر مطلوب تھی وہ ” **عزیز علیه ما عنتم** “ کا مصداق تھے یعنی جو کام تمہارے لیے مشکل ہو،ان پر گراں گزرتا ہے۔ بلکہ دیکھا جائے تو سرکارِ دو عالم ﷺ کو ہم نکموں اور ناکارہ لوگوں کی ہی رعایت مطلوب تھی کیونکہ صحابہ کرامؓ کو عبادت کے میدان میں بے قابو ہو کر دوڑتے تھے اورمتعدد احادیث میں ہے کہ سرکار ﷺ ان کو زیادہ عبادت کرنے سے روکتے تھے بلکہ بسا اوقاتِ ناراض ہوتے تھے۔ اگر سرکار ﷺ تراویح پڑھاتے رہتے تو صحابہ کرامؓ کی مراد بر آتی۔انہیں سرکارِ دو عالم ﷺ کی اقتداء میں بیش از بیش تراویح پڑھنے کا شرف حاصل ہوتا اور اجر آخرت حاصل کرنے کا زیادہ سے زیادہ موقع نصیب ہوتا لیکن سرکارِ دو عالم ﷺ کو صحابہ کرامؓ کے شرفِ اور اجر کی نسبت ہم نکموں کی تکلیف اور مشقت کا زیادہ خیال تھا کہیں ایسا نہ ہو کہ صحابہؓ تو عزت وکرامت کی بازی لے جائیں اور بعد کے لوگ تراویح فرض ہونے سے

marfat.com

معصیت کی وادی میں گر جائیں۔ آپ ﷺ نے ان کا نہیں ہمارا خیال رکھا۔ دیکھیں ہم آپ ﷺ کا کتنا خیال رکھتے ہیں؟ آپ ﷺ کو ہماری رعایت اس قدر عزیز تھی ہم آپ ﷺ کی کتنی رعایت کرتے ہیں۔ وہ جو رات بھر قیام کر کے ہمارے لیے دعائے مغفرت کرتے، قدمین مبارک پر ورم آجاتا، رات بھر آنکھوں سے جھڑی لگی رہتی۔ یہی کہتے کہتے رات گزر جاتی۔

"اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ. (۱)

"اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے (ہی) بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بیشک تو ہی بڑا غالب حکمت والا ہے۔"

آپ کی اس محبت، شفقت، رحمت اور مشقت اٹھانے کا ہم کیا صلہ دے رہے ہیں۔ آپ کی سیرت اور سنت کو اپنانا آج ہم نے اپنے لئے باعث فخر بنایا ہوا ہے یا سبب ننگ و عار (۲)

امت کی رعایت کرتے ہوئے نماز تراویح کا گھر میں پڑھنا

ماہِ رمضان المبارک میں قیام وصیام کی، متعدد احادیث میں فضیلت بیان کی گئی ہے اور اس ماہِ مقدس کے دنوں کے روزے رکھنے اور راتوں کو 'تراویح کی صورت میں' قیام کرنے سے اللہ تعالیٰ بندوں کے گناہوں کو بخشتا اور انہیں اپنی بے پناہ رحمت سے نوازتا ہے۔ ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ۔

"جس شخص نے رمضان میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے قیام کیا اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے گئے"۔

(۱) القرآن، المائدہ، ۵:۱۱۸

(۲) سعیدی، شرح صحیح مسلم، ۲ : ۲۶۵

marfat.com

نماز تراویح کی اتنی فضیلت کے باوجود آپ ﷺ نے مسجد میں صحابہ کرامؓ کی رغبت کے باوجود مسجد میں نماز تراویح نہ پڑھائی اس کا سبب جاننے کے لیے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کردہ حدیث پاک ملاحظہ ہو جسے امام مسلم اور امام بخاری نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (ماہ رمضان میں) آدھی رات کو تشریف لائے اور مسجد میں نماز پڑھی۔لوگوں نے بھی آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھنا شروع کر دی۔صبح لوگوں نے آپس میں اس واقعہ کا ذکر کیا اور پہلی بار سے زیادہ لوگ جمع ہو گئے۔ دوسری رات رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور لوگوں نے آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ پھر لوگوں نے صبح اس واقعہ کا تذکرہ کیا تیسری رات مسجد میں بہت زیادہ لوگ جمع ہو گئے اور حضور ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی اور چوتھی رات کو اس قدر کثرت سے صحابہؓ جمع ہوئے کہ مسجد تنگ پڑ گئی اور رسول اللہ ﷺ تشریف نہ لائے۔لوگوں نے ''نماز نماز'' پکارنا شروع کر دیا (بعض روایات میں مذکور ہے کہ صحابہؓ نے سمجھا شاید آپ ﷺ سو گئے اس لیے وہ کھنگھور کر آپ ﷺ کو باہر آنے کا اشارہ کرتے رہے)۔حضور ﷺ (لوگوں کے انتظار کے باوجود) باہر تشریف نہ لائے یہاں تک کہ صبح کی نماز ہو گئی تو آپ ﷺ باہر تشریف لائے۔آپ ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے۔کلمہ شہادت پڑھا اور اس کے بعد فرمایا۔

أما بعد فانه لم یخف علی شانکم اللیلة ولکنی خشیت أن تفرض علیکم صلاة اللیل فتعجزوا عنها. (۱)

''تمہارا رات کا حال مجھ پر مخفی نہ تھا لیکن مجھے یہ خوف تھا کہ تم پر رات کی نماز

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح کتاب صلوة المسافرین، باب الترغیب فی قیام رمضان، ۲:۵۲۴، رقم:۷۶۱

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب صلاة التراویح، باب فضل من قام رمضان، ۲:۷۰۸، رقم:۱۹۰۸

marfat.com

(تراویح) فرض کی دی جائے گی اور تم اس کی ادائیگی سے عاجز ہو جاؤ گے۔"

قربان جائیں کرمِ رسالت اور شفقتِ نبوی ﷺ پر کہ ہم نکموں کا کتنا خیال رکھا۔ نماز تراویح کا باجماعت پڑھنا صحابہؓ پر تو مشکل نہیں تھا کیونکہ وہ تو ترھٰم رکعا سجدا اور یبیتون لربھم سجدا وقیاما کا مصداق تھے۔ نماز تراویح کے باجماعت پڑھتے رہنے سے انہیں تو اجروثواب کے علاوہ حضور ﷺ کی اقتدا میں نماز ادا کرنے کی سعادت بھی حاصل ہوتی رہتی لیکن سرکار ﷺ کو خیال تھا تو بعد میں آنے والے ہم جیسے کم ہمت اور ناکارہ امتیوں کا' کہ کہیں ان کے لئے دشواری نہ ہو جائے۔ ذرا سوچیے کہ سرکار ﷺ کو ہمارا کتنا خیال تھا اور احکام میں ہماری کس قدر رعایت فرماتے تھے لیکن ہم آپ ﷺ کے احکام اور سنن کا کس قدر خیال کرتے ہیں۔

سفر میں روزہ افطار کر دینا

روزہ ارکان اسلام میں سے ایک اہم رکن ہے۔ احادیث میں ماہِ رمضان کے فرضی روزوں اور نفلی روزوں کی بڑی فضیلت و اہمیت بیان کی گئی ہے۔ روزہ گناہوں سے بچنے کی ڈھال، اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ اور بے شمار جسمانی و روحانی فوائد و برکات کا حامل ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے محبوب اعمال میں سے روزہ بھی ایک محبوب عمل تھا لیکن دورانِ سفر، امت کی رعایت کرتے ہوئے خیر خواہ امت ﷺ نے روزہ افطار فرما دیا حالانکہ سحری سے غروب آفتاب تک بھوکا پیاسا رہنا آپ ﷺ کی ذات کے لیے کوئی مشکل نہ تھا آپ ﷺ تو کئی کئی دن فاقوں سے گزار دیتے۔ کئی کئی روز تک آپ ﷺ کے گھر میں چولہا نہ جلتا لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ تروتازہ جسم کے ساتھ فرائض رسالت انجام دیتے رہتے۔ آپ ﷺ نے سفر میں آنے والی مشکلات اور بھوک پیاس کی شدت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے' امت کی رعایت کی خاطر دوران سفر روزہ افطار کر دیا اور بعد میں اس کی قضا کی۔ تاکہ امت کے لیے آسانی ہو جائے۔

"حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ماہِ

marfat.com

رمضان میں مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے تو آپ ﷺ روزہ سے تھے۔ جب کدید کے مقام پر پہنچے تو روزہ افطار کر لیا تو آپ ﷺ کے ساتھ دیگر لوگوں نے بھی روزہ افطار کر لیا (کدید ایک چشمہ ہے عسفان اور قدیر کے درمیان)''(۱)

صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت ہے جسے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ اس میں حضور ﷺ نے سفر میں ایسے شخص کے لیے روزہ رکھنے پر ناراضگی کا اظہار فرمایا جس نے گرمی کی شدت کے باعث، تکلیف کے ساتھ روزہ رکھا۔

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں تھے تو آپ ﷺ نے لوگوں کا ازدحام (ہجوم) دیکھا ان میں ایک آدمی پر سایہ کیا گیا تھا (گرمی کی شدت اور روزہ کی کمزوری کے باعث ایسا تھا) تو آپ ﷺ نے پوچھا، یہ کیا ہے؟ لوگ عرض گزار ہوئے کہ یہ روزہ دار ہے فرمایا کہ دورانِ سفر روزہ رکھنے میں کوئی بھلائی نہیں۔ (۲)

دوران سفر روزہ چھوڑنے کی رخصت ہے، حکم نہیں

بعض احادیث مبارکہ کے مطابق حضور ﷺ سفر میں روزہ رکھتے بھی اور افطار بھی کرتے تھے۔ ان احادیث سے فقہاء نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ دوران سفر روزہ چھوڑنے کی رخصت ہے، حکم نہیں۔ اگر کوئی شخص یہ محسوس کرے کہ سفر دشوار گزار ہے، گرمی کی شدت ہے اس کی جسمانی صحت پر روزہ کی حالت گراں گزرے گی تو اسے چاہیے کہ سفر میں روزہ چھوڑ دے اور اگر کوئی شخص یہ محسوس کرے کہ سفر سے اس کے روزہ رکھنے سے کوئی تکلیف نہیں ہو گی جس طرح آج کل کے ایئر کنڈیشنر آرام دہ سفر میں ایسی حالت

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الصوم، باب الصوم فی السفر، ۲:۶۸۶، رقم: ۱۸۳۹

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب الصوم، ۲:۶۸۷، رقم: ۱۸۴۴

marfat.com

میں روزہ رکھنا زیادہ بہتر ہے۔ برعکس نماز کے احکام کے، سفر میں نماز قصر کرنے کا حکم ہے۔ اس میں اجازت نہیں کہ نماز پوری پڑھے یا قصر۔ لہٰذا نماز اور روزہ دونوں کے احکام واضح رہنے چاہییں۔

امت کی آسانی کیلئے زندگی میں ایک بار حج کی فرضیت

حج بیت اللہ شریف وہ عظیم سعادت ہے جس کے لیے ہر اہلِ ایمان بے قرار اور شدت سے آرزومند رہتا ہے۔ ایک حدیث پاک کے مطابق حج مبرور کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں جبکہ دوسری حدیث پاک کے مطابق حج سے واپس آنے والا گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جس طرح ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے وقت بچہ گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔

ہر مومن کی عبادات و اعمال کا مقصد، گناہوں کی مغفرت اور رب کریم کی رضا کا حصول ہوتا ہے اور یہ مقصد بیت اللہ شریف پر نظر پڑتے ہی حاصل ہو جاتا ہے حج کی اتنی عظیم سعادت کے باوجود محض امت کی آسانی کے لیے آپ ﷺ نے ہر سال حج فرض نہ فرمایا۔

حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ہمیں خطاب کیا اور فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے، پس تم حج کیا کرو۔ ایک صحابی ص نے کھڑے ہو کر پوچھا: کیا ہر سال حج کرنا لازمی ہو گا؟ آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔ اس نے یہ بات تین مرتبہ کی۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

لو قلت: نعم، لوجبت ولم استطعتم، قال: ذرونی ما ترکتم، فانها هلک من کان قبلکم بکثرة سؤالهم واختلافهم علی انبیائهم فاذا أمرتکم بشی فاتوا منه ما استطعتم، وإذا نهیتکم عن شئ فدعوه. (۱)

---

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب فرض الحج مرة فی العمر، ۲:۹۷۵، رقم:۱۳۳۷

marfat.com

''اگر میں ہاں کر دیتا تو ہر سال حج واجب ہو جاتا اور تم اس کی طاقت نہ رکھتے پھر فرمایا: جو میں چھوڑ دوں، اس بارے میں مجھ سے سوال نہ کرو۔ بے شک تم سے پہلے لوگ کثرت سوال اور انبیاء سے اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو حسبِ استطاعت اس پر عمل کرو اور جب تمہیں کسی چیز سے منع کر دوں تو اسے چھوڑ دیا کرو۔''

اس حدیث پاک سے درج ذیل نکات خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ نہ صرف شارح ہیں بلکہ شارع بھی۔ حدیث مذکورہ میں لفظ ''لوجبت'' سے واضح ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو تشریعی اختیارات حاصل ہیں۔ آپ ﷺ اگر کسی بات کا حکم فرما دیں تو وہ امت کے لیے واجب ہو جاتی ہے۔ آپ ﷺ کے احکام جاری کرنے کے لئے وحی کی شرط نہیں۔

۲۔ ''ذرونی ما ترکتم'' (جس چیز کا حکم میں نے بیان نہیں کیا' اس کے بارے میں سوال مت کرو) کے الفاظ اس بات پر دلیل ہیں کہ اصلاً 'اشیاء میں' اِباحت ہے اس سے مراد یہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے جن چیزوں کا حکم دیا وہ فرض، واجب یا مستحب ہو گئیں اور منع کردہ چیزیں حرام، مکروہ تحریمی یا تنزیہی ہو گئیں لیکن جن امور سے شارع نے نہ روکا، نہ ان کا حکم دیا' وہ اپنی اصل پر مباح ہیں۔ ان کے کرنے یا نہ کرنے کا بندے کو اختیار ہے۔ مثلاً دن اور رات کے بعض اوقات میں شارع نے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے اور بعض اوقات میں نماز پڑھنے سے منع کر دیا ہے۔ ان کے علاوہ جو اوقات ہیں، ان میں بندے کا اختیار ہے کہ وہ ان اوقات میں کوئی نماز پڑھے یا نہ پڑھے۔

۳۔ کثرتِ سوال سے منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس طرح کے سوالات مفید ہونے کی بجائے تکلیف و مشقت کا باعث بن سکتے ہیں۔ اسی لیے قرآن حکیم میں سورہ مائدہ کی آیت ۱۰۱ میں اہل ایمان کو سوالات سے منع کرتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا:

marfat.com

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَلَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَلَكُمْ ط عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ. (۱)

''اے ایمان والو! تم ایسی چیزوں پر سوال مت کیا کرو (جن پر قرآن خاموش ہو) اگر وہ تمھارے لیے ظاہر کر دی جائیں تو تمھیں مشقت میں ڈال دیں (اور تمھیں بری لگیں) اور اگر تم ان کے بارے میں اس وقت سوال کرو گے جبکہ قرآن نازل کیا جا رہا ہے تو وہ تم پر (نزول حکم کے ذریعے) ظاہر (یعنی متعین) کر دی جائیں گی۔ اللہ نے (اب تک کی باتوں اور سوالوں سے) درگزر فرمایا ہے۔ اللہ بڑا بخشنے والا بردبار ہے۔''

اسی لیے حضور نبی اکرم ﷺ نے اُس شخص کو بدنصیب کہا ہے جس کے سوال کرنے سے کوئی حلال چیز حرام ہو جائے۔

(۴) کثرتِ سوال مشقت کا باعث بنتا ہے۔ اس بناء پر سابقہ اقوام ہلاک ہوئیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے بنی اسرائیل کے واقعۂ ذبح گائے کے متعلق کثرت سوال کرنے کے متعلق لکھا ہے کہ جب بنی اسرائیل کو گائے ذبح کرنے کا حکم ملا تو وہ جس گائے کو بھی ذبح کر دیتے حکم کی تعمیل ہو جاتی اور مقصد حاصل ہو جاتا لیکن انہوں نے خواہ مخواہ بال کی کھال اتارنا شروع کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے ساتھ سخت گیری فرمائی۔ (۲)

(۵) حضور ﷺ کا یہ فرمانا ''فاذا امرتکم بشیٔ فاتو منه ما استطعتم.'' (جب میں تمھیں کسی چیز کا حکم دوں تو اس پر بقدر استطاعت عمل کرو) امت کے لیے آسانی کا پیغام ہے کہ دین میں آسانی ہے۔ اس سے شریعت محمدی ﷺ کا اہم قاعدہ معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کسی بندے کو اس کی طاقت کے خلاف مکلف نہیں ٹھہراتی۔ مثلاً جب طاقت ہو تو کھڑے ہو کر

---

(۱) القرآن، المائدہ، ۵: ۱۰۱

(۲) شاہ ولی اللہؒ، حجة اللہ البالغہ (اردو ترجمہ)

marfat.com

نماز پڑھو، ورنہ بیٹھ کر پڑھ لو۔ بیٹھ کر بھی نماز نہیں پڑھ سکتے تو لیٹ کر اشاروں سے پڑھ لو، اگر نماز کے پورے وقت میں ٹرین یا طیارہ بغیر وقفہ کے سفر کرتا ہے تو چلتی ہوئی ٹرین اور اڑتے ہوئے طیارہ پر جس طرح ہو سکے، نماز پڑھ لو وضو نہیں کر سکتے تو تیمم کر لو، کسی عضو کو دھونے میں تکلیف ہوتی ہے تو مسح کر لو۔'' (۱)

سخت بھوک میں نماز سے پہلے کھانے کی اجازت

نماز دین کا ستون اور اہم بنیادی رکن ہے۔ اسے بندۂ مومن کے لیے معراج قرار دیا ہے۔ اس کی اتنی اہمیت کے باوجود کریم و رحیم آقا ﷺ نے امت کی آسانی کے لیے یہ اجازت عطا فرمائی ہے کہ تمھیں سخت بھوک ہو، کھانا بھی تیار ہو اور نماز کا وقت بھی ختم نہ ہو رہا ہو تو پہلے کھانا کھا لو پھر پوری توجہ سے نماز ادا کرو۔ اس بات کی اجازت سرکار دو عالم ﷺ نے اس لیے دی کہ ایک تو بھوک کی حالت میں جسم میں کمزوری ہوتی ہے صحیح طرح نماز کے ارکان کی ادائیگی میں دقت ہو گی۔ دوسری بات یہ کہ بھوک کی حالت میں عام انسان دین و دنیا کے کسی کام میں پوری توجہ نہیں دے سکتا۔ انسانی نفسیات کے ماہر حضور نبی اکرم ﷺ نے اس امر کی خصوصی اجازت دے دی۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قال رسول الله ﷺ إذا وضع العشاء و أقيمت الصلوٰة فابدؤا بالعَشاء. (۲)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب رات کا کھانا سامنے رکھا جائے اور نماز (کی جماعت) کھڑی ہو جائے تو (تمہیں اجازت ہے کہ) پہلے کھانا کھا لو۔''

حضور نبی اکرم ﷺ نے اس امر کی خصوصی اجازت اس لیے فرمائی کہ بھوک کی حالت میں کھانا سامنے ہو اور نماز میں آدمی شامل ہو جائے تو ساری نماز کے دوران دل اللہ کی طرف

(۱) سعیدی، شرح صحیح مسلم، ۲: ۴۲۸

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب الاذان ۱: ۲۳۸، رقم: ۶۴۰

marfat.com

متوجہ ہونے کی بجائے کھانے میں اٹکا رہے گا لیکن جن لوگوں پر ایسی کیفیت طاری نہیں ہوتی وہ نماز میں اپنی یکسوئی اور رجوع الی اللہ میں کمی محسوس نہ کریں تو وہ نماز میں شامل ہو سکتے ہیں۔ اسی لیے صوفیاء کے نزدیک کھانا اور نماز دونوں کا وقت ہو تو پہلے نماز پڑھنی چاہیے جبکہ فقہاء کے نزدیک پہلے کھانا کھایا جائے پھر نماز دونوں کی الگ الگ دلیلیں ہیں۔ مزید یہ کہ نماز کے وقت کھانے کی اس صورت میں رخصت ہے جب نماز کا وقت باقی ہو۔ اگر کھانا کھانے سے یہ اندیشہ لاحق ہو کہ نماز کا وقت ختم ہو جائے گا تو پہلے نماز پڑھنا چاہیے۔

marfat.com

بچوں کے رونے پر نماز میں اختصار

نماز سے حضور نبی اکرم ﷺ کو بے پناہ محبت اور قلبی لگاؤ تھا۔ اسے آپ ﷺ اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیتے۔ رات کو آپ ﷺ اتنا لمبا قیام کرتے کہ قدمین شریفین متورم ہو جاتے۔ جب بھی یادِ الٰہی اور وصال حق کی آگ بھڑکتی تو آپ ﷺ نماز شروع کر دیتے نماز سے اتنی زیادہ محبت اور تعلق کے باوجود جب کبھی حالتِ نماز میں معصوم بچوں کے رونے کی آواز سنتے تو امت کے ہر طبقہ کے ہمدرد و مونس آقاء ﷺ اپنی نماز مختصر کر دیتے۔

صحیح بخاری میں حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔

انی لا قوم فی الصلوة ارید ان اطول فیھا فاسمع بکاء الصبی فاتجوزفی صلوتی کراھبتہ ان اشق علی امہ (وفی روایة من شدة وجدامہ من بکائہ. (۱)

''بے شک (بعض دفعہ) میں نماز پڑھانے کھڑا ہوتا ہوں تو ارادہ کرتا ہوں کہ اسے طول دوں۔ لیکن کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو اسے مختصر کر دیتا ہوں۔ یہ ناپسند کرتے ہوئے کہ (بچے کے رونے کی وجہ سے) اس کی ماں کو تکلیف ہو'' (ایک روایت کے مطابق یہ سوچتے ہوئے کہ اس بچے کے رونے کی وجہ سے اس کی ماں کو کتنی تنگی ہو گی)''

اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ بچے کے رونے کی وجہ سے صرف اس کی والدہ ہی کو تکلیف نہیں ہوتی بلکہ اسے کہیں بڑھ کر اس ذات پاک کو اس کا احساس ہوتا ہے جسے رب ذوالجلال نے ''اولیٰ بالمومنین من انفسھم'' بنایا ہے۔

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الاذان، باب من اخف الصلوٰة عند بکائہ، ۱: ۲۵۰، رقم: ۶۷۵

marfat.com

مزید برآں اس حدیث پاک سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی اقتدا میں صرف مرد ہی نماز نہیں پڑھتے تھے بلکہ عورتیں بھی جماعت کے ساتھ نماز کے لیے حاضر ہوتی تھیں اسی طرح ایک اور روایت کے مطابق سرکار دو عالم ﷺ نے فجر کی نماز پڑھائی تو دوران نماز ایک بچے کے رونے کی آواز آئی تو فوری طور پر نماز میں تخفیف فرما دی۔لوگوں کے پوچھنے پر آپ ﷺ نے جواب دیا' جب میں نے بچے کے رونے کی آواز سنی تو مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں اس کی ماں آزمائش میں نہ پڑے۔

باجماعت نماز کی صورت میں اختصار کا حکم

شریعت اسلامیہ میں نماز باجماعت کی بہت فضیلت اور برکات بیان کی گئی ہیں اور اس کا ثواب تنہا نماز پڑھنے پر ستائیس گنا بیان کیا گیا ہے۔لیکن سرکارِ دو عالم ﷺ نے جماعت میں موجود کمزوروں، بوڑھوں اور بچوں کی رعایت کرتے ہوئے اسے مختصر کرنے کا حکم دیا ہے۔اس کے برعکس اگر کوئی شخص اکیلا نماز پڑھے تو اسے اجازت ہے کہ وہ حسب خواہش طول دے سکتا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث پاک میں آقائے دو جہاں سرور کون و مکان ﷺ نے فرمایا۔

اذا صلی احدکم للناس فلیخفف فان فیھم الضعیف و السقیم والکبیر واذا صلی احدکم لنفسه فلیطول ما شاء. (۱)

''جب تم میں سے کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو ہلکی پڑھائے کیونکہ ان میں کمزور بیمار اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں اور جب تم میں سے کوئی تنہا نماز پڑھے تو اسے جتنا چاہے طول دے۔''

(۱) بخاری،الصحیح، کتاب الاذان،باب اذا صلی لنفسه فلیطول ما شاء ۱:۲۴۸، رقم: ۶۷۱

marfat.com

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، سرکار دو عالم ﷺ کے ایک جلیل القدر صحابی تھے۔ جو اپنی قوم کو عشاء کی نماز پڑھایا کرتے تھے۔ ان کے متعلق نماز میں طوالت کرنے کی شکایت بارگاہِ رسالت میں کی گئی جس پر آپ ﷺ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ اس حدیث پاک کو امام مسلم اور امام بخاری نے صحیحین میں رقم کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی دو اونٹوں کو لے کر آرہا تھا اور رات کا پہلا حصہ تھا۔ اسے حضرت معاذؓ نماز پڑھاتے ہوئے ملے۔ اس نے اپنے اونٹوں کو بٹھایا اور حضرت معاذؓ کی طرف (نماز پڑھنے کیلئے آیا)۔ انہوں نے سورہ البقرہ یا سورہ النساء کی قرات شروع کی۔ (لمبی قرات کی تاب نہ لاتے ہوئے) وہ شخص (جماعت چھوڑ کر) چلا گیا۔ بعد میں اسے یہ بات پہنچی کہ حضرت معاذؓ نے اس بات کا برا منایا ہے اُس نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر حضرت معاذؓ کی شکایت کی (صحیح مسلم کی روایت کے مطابق اس شخص نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہو کر یوں عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! ہم دن بھر اونٹوں پر پانی لاد کر لاتے ہیں اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ، آپ ﷺ کے ساتھ نماز عشاء پڑھ کر آتے ہیں پھر آکر ہماری جماعت کراتے ہیں اور نماز میں سورہ بقرہ شروع کر دیتے ہیں)۔ نبی کریم ﷺ نے معاذؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔

یا معاذ افتان انت، ثلاث مرّات فلو لا صلیت بسبح اسم ربک الاعلیٰ والشمس وضحها واللیل اذا یغشی' فانه یصلی ورآء ک الکبیر والضعیف وذوالحاجة. (۱)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الاذان، باب من شکی امامه اذ طول، ۱: ۲۴۹، رقم: ۶۷۳

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الصلوٰة، باب القرآء ة فی العشاء۔ ۱: ۳۳۹، رقم: ۴۶۵

marfat.com

''اے معاذؓ! کیا تم آزمائش میں ڈالنے والے ہو، یہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا۔تم نے سورہ الاعلیٰ،سورہ والشمس اور سورہ واللیل کے ساتھ کیوں نہ پڑھائی۔کیونکہ تمھارے پیچھے بوڑھے، ضعیف اور ضرورت مند بھی پڑھتے ہیں۔''

حدیث مبارکہ سرکار دو عالم ﷺ کے اس کرم کو واضح کر رہی ہے جو امت کے ضعفاء، بوڑھوں اور ضرورت مندوں پر تھا کہ امام کو ان کی خاطر نماز مختصر کرنے کا حکم ارشاد فرمایا جا رہا ہے۔ایک اور روایت میں حضور ﷺ کے پاس کسی امام کی شکایت لگائی گئی کہ وہ صبح کی نماز میں لمبی قرات کرتا ہے تو حضور ﷺ نے اس پر غصہ کا اظہار فرمایا۔حدیث پاک ملاحظہ ہو۔

حضرت ابو مسعود انصاری ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک شخص آیا اور کہنے لگا۔کہ میں فلاں شخص کی لمبی قرات کی وجہ سے فجر کی نماز سے رہ جاتا ہوں (راوی کہتا ہے) کہ میں نے اس دن سے پہلے نصیحت کے موقع پر کبھی نبی پاک ﷺ کو اس سے زیادہ غضب میں نہ دیکھا۔پھر فرمایا۔

ان منکم منفرین فایکم ما صلی الناس فلویجز فان فیهم الضعیف والکبیر وذالحاجة. (۱)

''(اے لوگو) !تم میں سے بعض اشخاص لوگوں کو دین سے متنفر کرتے ہیں۔تم میں سے جو شخص بھی نماز پڑھائے تو تخفیف کرے اس لیے کہ اس کے پیچھے بوڑھے کمزور اور ضرورت منداشخاص بھی ہوتے ہیں۔''

اسی طرح حضرت معاذ بن جبل ﷺ کو جب یمن بھیجا تو انہیں خاص ہدایت

---

(۱) ۱۔ بخاری،الصحیح،کتاب الاذان ،باب من شکی امامه اذا طول،۱:۲۴۸، رقم:۶۷۰

۲۔ مسلم،الصحیح،کتاب الصلوٰۃ،باب' امرا لائمه بتخفیف الصلوٰۃ،۱: ۳۴۱، رقم:۴۶۷

marfat.com

فرمائی کہ نماز میں اتنی ہی لمبی قرات کرنا جتنی نمازیوں میں سننے کی طاقت ہو اور ان کی برداشت سے لمبی قرات کر کے انہیں اکتاہٹ میں مبتلا نہ کرنا آپ ﷺ نے انہیں مزید یہ فرمایا کہ سردیوں کے موسم میں نماز فجر اندھیرے (اول وقت) میں اور گرمیوں میں فجر کی نماز اچھی طرح روشنی آنے پر پڑھانا کیونکہ گرمیوں میں رات چھوٹی ہوتی ہے اور لوگ سوئے ہوئے ہوتے ہیں''۔

قرباں جائیں لجپال نبی ﷺ کی لجپالیوں پر۔امت کا کہاں کہاں خیال رکھ رہے ہیں۔نماز جیسے محبوب عمل' جو بندے کو رب کے قریب کر دیتا ہے اور بندہ مومن اور بندہ کافر کے درمیان حدِ فاصل ہے'۔اگر اسمیں امت کے ضعیفوں بیماروں اور ضرورت مندوں کا خیال ہے تو باقی امور میں امت کی تکلیف' آپ ﷺ کو کس قدر بے چین اور مضطرب کرتی ہوگی۔آپ ﷺ نے گرمی اور سردی کے موسمی تغیرات کے ساتھ لوگوں کی طبعی ضروریات کا خیال رکھتے ہوئے نمازوں کے اوقات متعین کرنے کی ہدایت فرمائی تا کہ دینی فریضہ ادا کرتے وقت بھی انہیں تکلیف اور مشقت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

جماعت کے مقابلہ میں اگر کوئی اکیلا نماز پڑھے تو اس کے لیے اجازت ہے کہ وہ جتنا لمبا قیام،قرات اور رکوع وسجود کرنا چاہے اسے اجازت ہے۔اس حدیث پاک سے یہ حکمت بھی واضح ہوتی ہے کہ لوگوں کے اجتماعی امور میں زیادہ سے زیادہ آسانیاں اور رعائتیں ہونی چاہیں اور انفرادی اعمال میں ان کی صوابدید کی اجازت ہو۔لہذا کوئی قانون اور اصول بناتے وقت یہ قاعدہ مدنظر رکھنا چاہیے کہ اس سے لوگوں کو منافع اور فوائد زیادہ ہوں اور انہیں تکلیف کم سے کم ہو۔

امت سے نرمی کرنے والے کیلئے دعا

امت کے ساتھ نرمی کرنے والے کے لیے' حضور ﷺ بارگاہِ خداوندی سے' نرمی و آسانی طلب فرماتے تھے۔حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی حدیث پاک اس پر شاہد ہے۔آپؓ فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ یوں دعا مانگا کرتے۔

marfat.com

اللھم من ولی من امر امتی شیئا فشق علیھم فاشقق علیه ومن ولی من امر امتی شیا فرفق بھم فارفق به. (۱)

''اے اللہ! جو شخص میری امت کے کسی امر کا والی ومتصرف بنایا جائے پس اگر وہ ان کو مشقت میں ڈالے تو تو بھی ان کو مشقت میں ڈال اور جو شخص والی بن کر میری امت کے ساتھ نرمی کرے تو تو بھی ان کے ساتھ نرمی کر۔''

عبادات میں تشدد اور مشقت سے صحابہ کرام کو منع کرنا

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو حضور نبی اکرم ا کی مبارک صحبت میں رہ کر رجوع الی اللہ اور کثرتِ عبادت و ریاضت کا ذوق وشوق پیدا ہو گیا تھا۔ ان کی راتیں ربِ ذوالجلال کی بندگی کرتے ہوئے قیام و رکوع میں گزرنے لگیں اور دن غلبہ وفروغ اسلام کے لئے جدو جہد اور جہاد میں گزرنے لگے۔ قرآن حکیم ان کے اوصاف بیان کرتے ہوئے سورۃ فتح میں: **تَرٰ هُمْ رُكَّعاً سجدًا يبْتغُونَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ** اور سورۃ فرقان میں **الَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِم سُجَّدًا وَّ قِيَاماً** ارشاد فرماتا ہے۔ سرکارِ دوعالم ﷺ نے 'کائنات کے سب سے بڑے ماہر نفسیات ہونے کے اعتبار سے، جب یہ دیکھا کہ کچھ صحابہ کرامؓ عبادات میں تشدد کی طرف گامزن ہونے لگے ہیں تو ''**خیر الامور اوسطھا**'' کے تحت انہیں اس تشدد سے روکا اور راہِ اعتدال کی ہدایت کی۔ آپ ﷺ اپنے غلاموں کو ضرورت سے زیادہ مشقت اور تکلیف میں دیکھنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ صحابہ کرامؓ اپنے جذبات اور وفورِ شوق میں بعض عبادات و اعمال میں آگے بڑھنا چاہتے تھے۔ لیکن سرکارِ دوعالم ﷺ اپنے نورِ نبوت سے' ان امور کے انجام پر نظر رکھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ صحابہ کرام کو اور ان کی وساطت سے بعد میں آنے والے امتیوں کو شریعت کی رخصتوں کی طرف متوجہ کرتے تاکہ کوئی عمل کسی کیلئے زیادہ مشقت اور تکلیف کا باعث نہ بن جائے اور کسی عبادت کی وجہ سے وہ دیگر فرائض سے عاجز نہ آجائے ایک حدیث پاک کے مطابق محبوب

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب الامارہ، ۳: ۱۴۵۸، رقم: ۱۸۲۸

marfat.com

خدا ا کو جب بھی دو معاملات میں اختیار دیا جاتا کہ ان میں سے ایک کو اختیار کرلیں تو آپ ﷺ اپنی امت کی رعایت کرتے ہوئے ہمیشہ ان میں سے آسان کو اختیار فرماتے جب تک کہ وہ گناہ نہ ہوتا۔

کتب حدیث میں ایسی کئی مثالیں موجود ہیں کہ جب کسی صحابی نے اطاعت و عبادت کے وفورِ شوق سے میانہ روی اور حدِ اعتدال سے تجاوز کرنا چاہا تو آپ ﷺ نے مہربان باپ کی طرح اسے منع کر دیا چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں۔

(الف) بعض صحابہ کے نماز، روزہ میں تشدد کے ارادہ پر سرکار ﷺ کی ناپسندیدگی

حضرت سیدنا انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ تین صحابی اس غرض سے حضور ﷺ کے حجروں کے قریب گئے کہ آپ ؐ کی عبادت کے حالات دریافت کیے جائیں۔ اُن کا خیال تھا کہ سرکارِ دوعالم ﷺ دن رات عبادت کے سوا کچھ نہ کرتے ہوں گے۔ لیکن حالات سنے تو ان کے معیار کے موافق نہ تھے۔ وہ کہنے لگے کہ ہمیں حضور ﷺ سے کیا نسبت آپ ﷺ کے تو اگلے پچھلے گناہ معاف کردیئے گئے ہیں۔ (انہوں نے عبادت میں تشدد کا ارادہ کیا) ایک صاحب نے کہا کہ میں ہمیشہ ساری رات نماز پڑھتا رہوں گا۔ دوسرے صاحب نے کہا کہ میں عمر بھر روزہ رکھوں گا‘۔ کوئی ایک روزہ بھی نہیں چھوڑوں گا۔ تیسرے صاحب نے کہا میں کبھی شادی نہ کروں گا اور عورتوں سے ہمیشہ الگ رہوں گا۔ اتنی دیر میں (عزیز علیہ ما عنتم کی شان والے، جانوں سے بھی زیادہ قریب اور ہر خیر خواہ سے بڑے خیر خواہ) رسول ﷺ تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ کو اُن کی ان باتوں کا علم ہوا تو فرمایا! تمہیں لوگ ہو جنہوں نے باتیں کی ہیں۔ (آپ ﷺ نے فرمایا)

والله انی لاخشاکم لله وأتقاکم له لکنی أصوم وأفطر وأصلی وأرقد و أتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی. (١)

’’خدا کی قسم! میں تم سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے ولا ہوں اور میں تم سے

(١) بخاری، الصحیح،٥:١٩٩٤، رقم:٤٧٧٦

marfat.com

زیادہ متقی ہوں تاہم روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں۔ نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، میں عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ پس جو شخص میرے طریقہ پر نہیں چلتا وہ میرے گروہ سے نہیں۔"

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ ہر وہ عمل، خواہ وہ عباداتِ خداوندی کے قبیل ہی سے کیوں نہ ہو، جب حدِ اعتدال سے تجاوز کر جاتا ہے تو لوگوں کے لئے تکلیف اور مشقت کا باعث بن سکتا ہے۔ اس لئے سرکارِ دوعالم ﷺ نے حکیمانہ انداز سے اپنے ماننے والوں کو سمجھا کر انہیں راہِ اعتدال کی ہدایت کی۔ مزید برآں اس سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ دین اسلام ایک بھر پور معاشرتی زندگی گزارنے کے ساتھ عبادت و ریاضت اور بندگی کے طریقے سکھاتا ہے۔ اسلام "نہ تو ترکِ دنیا" کی تعلیم دیتا ہے اور نہ ہی "غرق دنیا" کی بلکہ دونوں میں اس طرح کا توازن و اعتدال چاہتا ہے کہ

ہتھ کار ولے، دل یار ولے

عارفِ روم حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ اسی تصور کو کتنے خوبصورت انداز میں دنیا اور دین کا مفہوم سمجھاتے ہوئے فرماتے ہیں:

چیست دنیا از خدا غافل شدن
نے قماش و نقرہ و فرزندوزن

(مولانا رومؒ)

"دنیا سونا چاندی، مال ودولت اور بیوی بچے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہونا ہے۔"

(ب) نذر میں خودساختہ مشقتیں اور پابندیاں ختم کرنا:

سرکارِ دوعالم ﷺ نے ایسی نذر ماننے سے منع فرمایا جس پر قدرت نہ ہو یا گناہ ہو یا جس کی ادائیگی میں شدید مشقت اُٹھانا پڑے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت

marfat.com

ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے ایک شخص کے پاس سے گزرے جو دوسرے آدمی کی ناک میں رسی ڈال کر اسے کھینچ رہا تھا۔ پس آپ ﷺ نے اس رسی کو اپنے دستِ مبارک سے کاٹ دیا اور فرمایا کہ اسے اس کے ہاتھ سے پکڑ کر لے جائیں۔(۱)

اسی طرح امام بخاری نے حضرت ابنِ عباسؓ ہی سے اسی باب میں ایک اور روایت لکھی ہے کہ بنی کریم ﷺ نے دورانِ خطبہ ایک آدمی کو کھڑے دیکھا۔اس کے بارے میں دریافت کرنے پر لوگوں نے بتایا کہ یہ ابو اسرائیل ہے۔ اس نے نذر مانی ہے کہ کھڑا رہے گا اور بیٹھے گا نہیں، نہ سائے میں آئے گا نہ کسی سے کلام کرے گا اور روزے سے رہے گا۔ (یہ خود ساختہ مشقیں سن کر) کریم آقا ﷺ نے فرمایا: اس سے کہو کہ یہ بات کرے، سائے میں آئے، بیٹھے اور اپنا روزہ پورا کرے۔ (۲)

(ج) کثرتِ صوم (زیادہ روزے رکھنے) سے منع فرمانا:۔

حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ ایک عابد و زاہد اور کثرت سے مجاہدہ کرنے والے جلیل القدر صحابیؓ تھے۔ انہوں نے اپنے طور پر عہد کر لیا کہ ہمیشہ دن کو روزہ رکھوں گا اور ساری رات عبادت میں گزاروں گا ۔سرکارِ دوعالم ﷺ کو علم ہوا تو بلا کر پوچھا کہ کیا یہ خبر صحیح ہے؟ عرض کی۔ ہاں۔ سرکار ﷺ نے فرمایا:

فان لجسدک حقاًوان لعینک علیک حقا وان لزورک علیک حقاوان نرورِک علیک حقا.وان بحسبک ان تصو م کل شهر بثلثة ا یا م فان لک بکل حسنة عشر ا مثالها فان ذٰ لک صام الدهر کلهٖ

”تم پر تمہارے جسم کا حق ہے۔ آنکھ کا حق ہے۔ بیوی کا حق ہے۔ مہینے میں تین

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الأیمان والنذور ۵:۲۴۶۵، رقم:۶۳۲۶
(۲) بخاری، الصحیح، کتاب الأیمان والنذور۵:۲۴۶۵، رقم :۲۶۶۳

marfat.com

دن روزے کافی ہیں۔ کیونکہ ایک نیکی دس کے برابر ہوتی ہے۔ یوں گویا زندگی بھر کے روزے بن جائیں گے''

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا، مجھ کو اس سے زیادہ طاقت ہے۔ سرکار نے فرمایا! اچھا دو دن چھوڑ کر تیسرے دن روزہ رکھ لیا کرو۔ عرض کی! میں اس سے بھی زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ارشاد ہو! ایک دن روزہ رکھا کرو اور ایک دن چھوڑ دیا کرو۔ یہی حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ تھا اور یہ افضل الصیام ہیں۔
انہوں نے عرض کی! (یا رسول اللہ ﷺ) مجھ میں اس سے بھی زیادہ قدرت ہے۔ (امت کے خیر خواہ رسول ﷺ نے) فرمایا! ''اس سے زیادہ بہتر نہیں۔''(۱)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اس اجازت سے صوم داؤدی رکھتے رہے۔ ایک دن روزہ رکھتے، ایک دن افطار کرتے۔ مگر جب آپؓ بوڑھے ہوگئے تو فرمایا کرتے۔ ''اے کاش! میں نے نبی کریم ﷺ کی رخصت کو قبول کر لیا ہوتا۔'' اور ایک دوسری روایت کے مطابق آپؓ کہا کرتے! اگر میں سرکار دو عالم ﷺ کی تین دن روزوں والی بات قبول کر لیتا تو یہ مجھے اور میرے اہل وعیال کو مال سے بھی زیادہ محبوب ہوتی۔

مذکورہ حدیث مبارکہ سے پتا چلتا ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ انسانی نفسیات کے ماہر، طبعی مزاج وضروریات کے شناسا اور امور کے انجام وعواقب پر نظر رکھنے والے ہیں۔ آپ ﷺ نے جس بات کے کرنے کا حکم دیا اس میں انسانیت کا فائدہ ہے اور جس سے منع کر دیا اسی میں انسانیت کا نقصان ہے۔ پس قرآن حکیم کے اس ارشاد کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھا جائے۔

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (۲)

(۱) بخاری، الصحیح، ۲:۶۹۷ کتاب الصوم، رقم: ۱۸۷۴
(۲) القرآن، الحشر، ۵۹:۷

marfat.com

''اور جو کچھ رسول ﷺ تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں۔ اس سے رک جاؤ۔''

(د) صومِ وصال (مسلسل روزے رکھنے) سے منع فرمانا:

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، اتباع رسول ﷺ کا مکمل نمونہ تھے۔ ایک سے ایک بڑھ کر سنت پر عمل کرنے والا اور حضور ﷺ کی اداؤں کو اپنانے والا تھا۔ احادیث و آثار کی کتب ان کی اتباعِ نبوی کے واقعات سے بھری پڑی ہیں۔ اللہ کی عبادت، نماز، روزہ، حج و دیگر اعمال میں ان کی اتباع کا عالم یہ تھا۔

مجھے کیا خبر تھی رکوع کی ، مجھے ہوش کب تھی سجود کی
تیرے نقشِ پا کی تلاش تھی جو میں جھک رہا تھا نماز میں

ایک طرف صحابہ کرامؓ میں اتباع نبوی کا جذبہ کمال درجہ کا تھا تو دوسری طرف شفیق و کریم آقا ﷺ کی شفقتیں بھی بے مثال و لاجواب تھیں۔ جس کا منظر ذیل کی حدیث مبارکہ سے ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ جسے امام مسلم، امام بخاری اور دیگر کئی اکابر محدثین نے اپنی اپنی کتب میں رقم کیا ہے۔

ایک موقع پر حضور نبی اکرم ﷺ نے وصال کے روزے رکھنے شروع کر دیئے۔ آپ ﷺ کی اقتداء میں (آپ ﷺ کی ہدایت کے بغیر) صحابہ کرامؓ نے بھی وصال کے روزے رکھنا شروع کر دیئے۔ جب سرکا ﷺ کو اپنے غلاموں کی اس روش کا پتہ چلا تو شفقت فرماتے ہوئے ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ غلاموں نے محبت بھرا اشکال پیش کیا کہ آخر آپ بھی تو صوم وصال رکھ رہے ہیں؟ (ہم سنت سے محروم کیوں رہ جائیں) اس پر رحیم و کریم آقا ﷺ نے فرمایا۔

أيكم مثلي اني أبيت يطعمني ربي ويسقيني (۱)

(۱) بخاری، الصحیح 'کتاب الصوم، ۲:۶۹۴، رقم:۱۱۰۲

marfat.com

"تم میں سے کون میری مثل ہے (دوسری روایت کے مطابق میں تمہاری مثل نہیں ہوں) میرا حال تو یہ ہے کہ رات اپنے پروردگار کے پاس گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی۔"

اس حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے مختلف شارحین نے متعدد نکات بیان کئے ہیں۔ اس حدیث میں وارد نہی کے متعلق اختلاف کیا گیا ہے کہ یہ نہی تحریمی تھی یا تنزیہی۔ بعض علماء کے نزدیک یہ نہی تحریمی ہے جبکہ دیگر کے نزدیک تنزیہی۔ لیکن یہ بات مسلمہ ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے اپنی امت پر صومِ وصال کی مشقت اور تکلیف کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ان پر شفقت و رحمت فرمائی ہے۔ مزید برآں کئی شارحین نے اس سوال کا جواب بھی دیا ہے کہ حضور ﷺ کا یہ فرمانا کہ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ اگر کھا پی لیا تو روزہ کیسے ہوا؟ اس کا جواب دیتے ہوئے امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ وصال کے روزے دنیاوی کھانے کے اعتبار سے ہیں جبکہ سرکار دوعالم ﷺ کو جنت کے کھانے کھلائے جاتے تھے۔

امام فخرالدین رازیؒ نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ آپ ﷺ کو جمالِ رب کا دیدار کرایا جاتا تھا جس سے آپ ﷺ شاد کام ہو جاتے اور کھانے پینے کی ضرورت نہ رہتی حضور ﷺ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ میرا کھانا یہی ہے کہ میں اپنے رب کو دیکھ رہا ہوتا ہوں۔

(ہ) صیامِ وصال سے حضور ﷺ کی بے مثل بشریت کا بیان:

دورِ حاضر کے عظیم مفکر، شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہرالقادری مذکورہ حدیث میں بیان کردہ صیام وصال سے سید دوعالم افضل البشر حضور ﷺ کی بے مثل بشریت بیان کرتے ہوئے اپنی کتاب "خصائص مصطفیٰ" میں یوں رقم طراز ہیں۔

"حضور ﷺ نے مسلسل روزے رکھنا شروع کر دیئے تو آپ ﷺ کی اتباع میں بعض صحابہ بھی لگاتار روزے رکھنے لگے جس کے اثرات ان پر مرتب ہوئے وہ روز بروز

marfat.com

کمزور ہوتے چلے گئے اور ان کے رنگ پیلے پڑ گئے۔ آپ کو معلوم ہوا تو انہیں منع فرمایا لست کھیئتکم ''میں تمہاری طرح نہیں ہوں (یعنی میری جسمانی ہیئت تمہاری طرح نہیں ہے۔)'' بعض جگہ یہ الفاظ ہیں۔ انی لست مثلکم ''میں تمہاری مثل نہیں ہوں۔''

اس ارشاد نبی ﷺ کے مضمرات پر غور کیا جائے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ بیان روح کا نہیں جسم کا تھا کہ کمزور صحابہؓ کے جسم ہو رہے تھے، روح نہیں۔ ان کی روح تو بلا مبالغہ مزید طاقتور ہوگئی ہوگی۔ اس حدیث مبارکہ کے ذریعے پیغام دیا گیا کہ حضور ﷺ کا بدن اقدس اور جسمانی نظام، ہیئت میں ہماری مثل نہیں۔ حق بات تو یہ ہے کہ اس کائناتِ انسانی میں کسی فرد بشر کا نظام بھی حضور ﷺ جیسا نہیں۔ عالم بشریت میں کسی کی ہیئت بھی حضور ﷺ جیسی نہیں، کوئی بھی آپ ﷺ سے ہمسری یا مثلیت کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اسی روایت میں حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے۔

انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی

''میں اپنے رب کے ہاں رات گزارتا ہوں، وہ مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔''

یہ کھلانا اور پلانا ملکوتی عمل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور رحمتِ عالم ﷺ کی غذاؤں میں بھی ملکوتی تجلیات اور لاہوتی و جبروتی توانائیوں کا عمل دخل تھا۔ جب آپ ﷺ خوراک تناول فرماتے تو اس کے ساتھ ملکوتی برکتیں بھی شامل ہو جاتیں۔ ان کے ہوتے ہوئے بھی مضر اثرات کیسے مرتب ہو سکتے تھے؟ یہ ملکوتی و لاہوتی تجلیات خوراک میں کیمیائی تغیر واقع نہ ہونے دیتیں۔ جس کی وجہ سے حضور ﷺ کے فضلات پاکیزہ اور خوشبو دار رہتے۔ یہی حال آپ ﷺ کے پسینہ مبارک کی خوشبو کا بھی تھا۔''(۱)

ایک غریب صحابی کا کفارۂ صوم اور لجپال رسول ﷺ کی لجپالی۔ واہ! واہ

شریعت اسلامیہ میں ماہِ رمضان المبارک کا روزہ عمداً توڑنے کا کفارہ مقرر ہے۔ جو ایک غلام آزاد کرانے یا مسلسل دو مہینے روزے رکھنے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے سے

(۱) محمد طاہر القادری، خصائص مصطفی ﷺ، ۴۹۱

marfat.com

ادا ہوتا ہے۔ لیکن سرکارِ دو عالم ﷺ کے ایک مفلس صحابی کے روزے توڑنے پر ٰلجپال رسول ﷺ کس طرح لجپالی فرماتے ہوئے اسے رعایت دیتے ہیں۔ اس کا نظارہ درج ذیل حدیث پاک سے کریں۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر تھے کہ ایک شخص مجلس میں آیا اور عرض کرنے لگا۔

یا رسول اللہ ﷺ! قال: مالک؟ قال: وقعتُ علی امرأتی وأنا صائم. فقال رسول اللہ ا ! ھل تجدرقبة تعتقھا؟ قال: لا. قال: فھل تستطیع ان تصوم شھرین متابعین؟ قال: لا. فقال: فھل تجد اطعام ستین مسکینا؟ قال: لا قال: لا. فقال: فمکث النبیؐ، فبینا نحن علی ذالک أتی النبیؐ بعرق فیه تمر، والعرق المکتل. قال: این السائل؟ فقال: أنا. قال خذھذا فتصدق به. فقال الرجل اعلی افقر منی یا رسول اللہؐ؟ فو اللہ مابین لا بتیھا، یریدالحرتین، اھل بیت افقر من اھل بیتی. فضحک النبی ﷺ حتی بدت انیابه، ثم قال: اطعمه اھلک (۱)

''یا رسول اللہ ﷺ میں ہلاک ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تیرے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا؟ اس نے عرض کیا کہ میں رمضان المبارک میں (بحالت روزہ) اپنی بیوی سے جماع کر بیٹھا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا! کیا تو ایک غلام یا لونڈی آزاد کر سکتا ہے؟ عرض کیا: نہیں یا رسول اللہ ﷺ۔ فرمایا: کیا تو مسلسل دو مہینے روزے رکھ سکتا ہے؟ عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الصوم کتاب کفارات الایمان ۔۲:۶۸۴ رقم :۱۸۳۴

۲۔ مسلم الصحیح، کتاب الصیام، باب الکفارات، ۲:۷۸۱، رقم ۱۱۱۱

marfat.com

سکتا ہے؟ اس نے عرض کیا: نہیں۔ پھر وہ بیٹھا رہا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے پاس ایک ٹوکرا کھجور کا آیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: سائل کہاں گیا؟ وہ کہنے لگا: حاضر ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تھیلا لے جا اور خیرات کر دے۔ وہ کہنے لگا خیرات تو اس پر کروں جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو۔ خدا کی قسم مدینے کی اس پوری بستی میں مجھ سے بڑھ کر کوئی محتاج نہیں۔ اس پر آپ مسکرائے یہاں تک کہ دندان مبارک اندر تک نظر آنے لگے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے لے جا اور اپنے گھر والوں کو کھلا (تیرا کفارہ ادا ہو جائے گا۔)''

لجپال نبی کی لجپالیاں اور غریب نواز آقا ﷺ کی غریب نوازیاں ملاحظہ کریں کہ ایک صحابی شرعی حکم میں کوتاہی کرتا ہے۔ اس کے ازالہ کے لئے جب اس میں استطاعت نہ دیکھی تو کفارہ کا بھی اہتمام کر دیا اور پھر لطف کی بات یہ ہے اس کفارے کی ڈھیروں کھجوریں بھی اسی غریب صحابی اور اس کے گھر والوں کو کھلا دیں۔ اسی میں کفارہ بھی ادا ہونے کا اعلان کر دیا۔ واہ واہ! سرکار کی کرم نوازیاں!

کفارہ صوم والی حدیث اور اختیاراتِ مصطفٰے ﷺ

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ، جس میں سرورِ دو عالم ا نے ایک غریب صحابی کو کفارہ صوم کی کھجوریں دیں اور اسی کے بچوں کو کھلا دیں، سے سرکار دو عالم ﷺ کے ان اختیارات کا بھی پتہ چلتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے شرعی احکام سے متعلق آپ ﷺ کو عطا کیے تھے۔ شرعی قوانین و احکام کے حوالے سے آپ ﷺ نہ صرف شارح تھے بلکہ شارع بھی۔ شارح کی حیثیت میں قرآن حکیم کے مُجمل احکام کی تفصیل اور تشریح کا اختیار حاصل تھا شارع کے طور پر آپ ﷺ کو ان چیزوں کے بارے میں حکم صادر فرمانے کا اختیار عطا ہوا۔ جن کے متعلق کتاب اللہ خاموش ہے یا اس میں کوئی واضح حکم نہیں دیا گیا۔ چنانچہ شریعت میں اوامر و نواہی اور حلال و حرام صرف وہی نہیں جو قرآن پاک میں بیان ہوئے ہیں بلکہ قرآنی آیت و یحل لحم الطیبات و یحرم علیھم الخبائث کے مطابق حضور ﷺ کی سنت سے بھی ان کا ثبوت متحقق ہوتا ہے۔ گویا کہ سید الانبیاء والمرسلین رحمۃ

marfat.com

اللعالمین شفیع المذنبین ﷺ کو ربِ ذوالجلال نے حاکم، قاضی اور بنایا ہے۔

اصالتِ کُل، امامتِ کُل، سیادتِ کُل، اِمارتِ کُل
حکومتِ کُل، ولایتِ کُل، خدا کے یہاں، تمہارے لئے

(اعلیٰ حضرتؒ)

امام جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی ایمان افروز تصنیف ''الخصائص الکبریٰ'' میں حضور ﷺ کے خصائص شریفہ بیان کرتے ہوئے ایک باب ان الفاظ میں باندھا ہے۔ باب اختصاصہ ابانہ یخص من شاء بما شاء من الحکام۔ آپ نے احادیث وآثار کی روشنی میں دس ایسے واقعات بیان کئے ہیں۔ جن میں سرکار دو عالم ﷺ کے احکام شریعت میں اختیارات ثابت کئے گئے ہیں۔ حالانکہ اس سے قبل امام قسطلانیؒ نے حدیثوں کی روشنی میں پانچ واقعات لکھے تھے۔ گزشتہ صدی کے عظیم محدث اور فقیہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلویؒ نے اپنی مایہ ناز تصنیف ''الامن والعلیٰ'' کے اندر یہ گنتی بائیس تک پہنچائی ہے اور سب کو احادیث صحیحہ سے بیان فرمایا ہے۔

مذکورہ بالا حدیث کے واقعہ پر بحث کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلویؒ یوں رقمطراز ہیں۔

''صحاحِ ستہ میں حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوکر عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! میں ہلاک ہوگیا۔ فرمایا: کیا ہوا ہے؟ عرض کی، میں نے رمضان میں اپنی عورت سے نزدیکی کی ہے۔ فرمایا، غلام آزاد کرسکتا ہے؟ عرض کی، نہ۔ فرمایا: لگا تار دو مہینے روزے رکھ سکتا ہے؟ عرض کی، نہ۔ فرمایا! ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے۔ عرض کی، نہ۔ اتنے میں بارگاہِ اقدس میں خرمے لائے گئے۔ حضورؐ نے فرمایا: انہیں خیرات کر دے۔ عرض کی، کیا اپنے سے زیادہ کسی محتاج پر؟ مدینے بھر میں کوئی گھر ہمارے برابر محتاج نہیں۔

marfat.com

فضحک النبی ﷺ حی بدت نواجدہ وقال اذھب فاطعمہ لک.

''نبی مکرم ﷺ یہ سن کر ہنسے یہاں تک کہ دندان مبارک ظاہر ہوئے اور فرمایا جا اپنے گھر والوں کو کھلا دے۔''

مسلمانو! گناہ کا ایسا کفارہ کسی نے بھی نہ سنا ہوگا۔ سوا دو من خرمے سرکار ﷺ سے عطا ہوتے ہیں کہ آپ کھالو، کفارہ ہوگیا۔ واللہ یہ محمد رسول ﷺ کی بارگاہِ رحمت ہے کہ سزا کو انعام سے بدل دے۔ ہاں، ہاں یہ بارگاہِ بے کس پناہ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِمۡ حَسَنٰتٍ کی خلافت کبریٰ ہے۔ اُن کی ایک نگاہِ کرم کبائر کو حسنات کر دیتی ہے۔

سنن ابوداؤد میں امام ابن شہاب زہری تابعی سے مروی ہے

انما کان ھذا رخصۃ لہ خاصۃ فلوأن رجلاً فعل ذلک الیوم لم یکن لہ بد من التکفیر۔ ''یہ خاص اُس شخص کے لئے (اجازت) تھی اور اگر آج کوئی شخص ایسا کرے تو اسے کفارہ سے چارہ نہیں۔''(۱)

امت محمدی کے لئے مالِ غنیمت کا حلال ہونا:

مالِ غنیمت سے مراد وہ مال واسباب ہے جو اہلِ اسلام کو دشمنانِ دین سے جہاد کرتے ہوئے حاصل ہوتا ہے۔ تاریخ انبیاء کا مطالعہ بتاتا ہے کہ سابقہ انبیاء و رسل کی امتوں کے لئے مالِ غنیمت کا استعمال جائز نہ تھا۔ وہ دشمن کے مال واسباب جمع تو کرتے تھے لیکن اس میں استعمال وتصرف نہ کر سکتے تھے۔ ان کی قبولیت کی علامت یہ تھی کہ آسمان سے آگ اترتی اور اسے جلا دیتی، عدم قبولیت کی صورت میں آگ نازل نہ ہوتی تھی۔ یہ اختصاص صرف حضور ختمی مرتبتؐ اور آپ ﷺ کی امت کو حاصل ہے کہ ان کے لئے

---

(۱) اعلیٰ حضرت امام احمد رضاؒ، الامن والعلی، ۱۶۴

marfat.com

اموال غنیمت جائز و حلال قرار دیئے گئے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كانت الانبياء يعزلون الخمس فتجئى النار فتاكله و امرت انا ان اقسمها فى فقراء امتى. (۱)

''انبیاء کرام مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ الگ کرتے تھے، جس پر آگ اترتی اور اسے ہڑپ کر جاتی جبکہ (خصوصیت کے ساتھ) مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس مال کو اپنی امت کے فقراء میں تقسیم کروں۔''

امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی کتب میں حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی حدیث پاک لکھی ہے جس میں ایک نبی، حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے جہاد کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ اس جہاد میں حاصل ہونے والے مال غنیمت کا ذکر کرتے ہوئے سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے (حضرت یوشع بن نون اور ان کی قوم کو) فتح عطا فرمائی، انہوں نے مال غنیمت کو (ایک جگہ) جمع فرما دیا، اسے (جلانے) کے لئے آگ آئی لیکن اس آگ نے اموال غنیمت کو نہ جلایا تو انہوں نے فرمایا: تم میں سے کسی نے مال غنیمت میں چوری کی ہے، ہر قبیلہ میں سے، فرداً فرداً ہر شخص مجھ سے بیعت کرے۔ ایک شخص کا ہاتھ ان کے دست مبارک سے چپک گیا، فرمایا: تمہارے ہی قبیلے (میں سے کسی) نے چوری کی ہے، اب تمہارے قبیلے کا ایک ایک شخص آئے اور مجھ سے بیعت کرے۔ اب دو یا تین آدمیوں کا ہاتھ ان کے دست مبارک سے چپک گیا۔ فرمایا: تم ہی نے چوری کی ہے۔ اب وہ (چور) گائے کے سر کے برابر سونا لائے، اب پھر آگ آئی اور سب اموال غنیمت جلا گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری کمزوری و عاجزی دیکھتے ہوئے اسے

(۱) بیہقی، السنن الکبریٰ، ۶:۲۳۳

marfat.com

ہمارے لئے حلال فرمایا"(۱)

مال غنیمت کا حلال ہونا' ان پانچ خصوصیات میں سے ایک ہے جو سرکارِ دو عالم ﷺ کو دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے مقابلہ میں عطا ہوئیں اور جن کا ذکر حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت کردہ اس حدیث پاک میں آیا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا:

احلت لی المغانم ولم تحل لا حد قبلی (۲)

"میرے لئے غنیمتیں حلال کی گئیں اور مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ ہوئیں"۔

علامہ بدرالدین عینیؒ "عمدہ القاری" میں مال غنیمت کی حرمت کی تہہ میں کارفرما بعض حکمتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

"سابقہ امتوں میں مال غنیمت کو آگ اس لئے بھسم کر جاتی تھی تاکہ ان کا جہاد مالِ غنیمت کے لئے نہ ہو۔ (بلکہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لئے ہو) کیونکہ ان کے اندر اخلاص کی کمی تھی اور امت مسلمہ کے لئے اس لئے حلال کیا گیا کہ اس کے اندر اخلاص کا غلبہ ہے۔" (۳)

حکیم الامت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال بھی امت مسلمہ کے جہاد کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے "طارق کی دعا" میں یوں گویا ہیں۔

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح ، کتاب فرض الخمس، ۳:۱۱۳۶، رقم ۲۹۵۶

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الجہاد والسیر، ۳:۱۳۶۶

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب التیمم ۱: ۱۲۸، رقم:۳۲۸

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب المساجد ۲:۹۸۹، رقم :۱۳۵۵

(۳) بدرالدین عینی، عمدۃ القاری، ۱۵: ۴۴۴ بحوالہ خصائص مصطفی از ڈاکٹر محمد طاہرالقادری

marfat.com

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت، نہ کشور کشائی

مال غنیمت کی حلت کا ذکر کرتے ہوئے قرآن حکیم نے سورہ انفال میں واضح فرمایا۔ جب غزوۂ بدر میں مسلمانوں کو عددی قلت اور اسباب و وسائل جنگ کی کمی کے باوجود دشمنوں کی کثیر تعداد پر فتح عطا فرمائی اور دشمن اپنے اموال و اسباب چھوڑ کر راہِ فرار اختیار کر گیا تو باری تعالیٰ نے امتِ محمدی پر خصوصی کرم کرتے ہوئے فرمایا۔

فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلاً طَيِّباً. (۱)

''سو تم اس میں سے کھاؤ جو حلال، پاکیزہ مال غنیمت تم نے پایا ہے۔''

اموال غنیمت میں استعمال و تصرف کا جائز ہونا یہ حضور ﷺ کی وساطت سے اللہ کریم کا آپ ﷺ کی امت پر خصوصی فضل تھا جس سے سابقہ اقوام و امم محروم تھیں۔

تمام زمین، کا امتِ مصطفوی ﷺ کے لئے مسجد بنایا جانا:

بعثتِ مصطفوی ﷺ سے قبل سابقہ شریعتوں میں عبادات کے لئے خاص مقامات مقرر تھے۔ ان سے باہر اللہ جل مجدہ کی عبادت و پرستش نہیں کی جا سکتی تھی۔ لیکن محمد عربی ﷺ کی بعثت کے ساتھ، رب کریم نے تمام روئے زمین کو آپ ﷺ کی امت کے لئے مسجد بنا دیا۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی حدیث پاک میں سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا:

جعلت لی الارض مسجدا وطهورا وأيما رجل من امتی ادركته الصلاة فليصل (۲)

''میرے لئے روئے زمین کو مسجد یعنی سجدہ گاہ اور پاک بنا دیا گیا۔ اب میری

(۱) القرآن، الانفال، ۸:۶۹)

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب الصلوٰۃ، ۱:۱۶۸، رقم:۴۲۷

marfat.com

امت کا جو شخص جہاں بھی نماز کا وقت پالے، نماز ادا کر سکتا ہے۔''

سید العالمین، رحمۃ اللعالمین حضور نبی اکرم ﷺ کی خصوصیات اور امتیازات میں سے ایک خصوصی امتیاز آپ ﷺ کے لئے تمام روئے زمین کا مسجد ہونا ہے۔ اس حوالہ سے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ اپنی معروف تصنیف ''خصائص مصطفیٰ'' میں یوں رقمطراز ہیں۔

''اسلام کے سوا جتنے بھی مذاہب ہیں ان میں عبادت کرنے کے لئے چار دیواری میں محصور عمارت کا ہونا ضروری تصور کیا گیا ہے۔ ان مذاہب کے پیروکاروں کے نزدیک خدا صرف مخصوص جگہوں میں موجود ہوتا ہے۔ ان سے باہر اس کی پرستش اور عبادت نہیں کی جاسکتی۔ چنانچہ یہ عام مشاہدے کی بات ہے کہ عیسائی اپنے کلیساؤں سے باہر خدا کی عبادت بجا نہیں لاتے۔ یہودی اپنے صومعوں اور مقررہ قربان گاہوں کے علاوہ نہ تو اس کی پرستش کرتے ہیں اور نہ کوئی نذرانے بطور قربانی پیش کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ بت پرست بھی چار دیواریوں کے اندر پوجا پاٹ کی رسم ادا کرتے ہیں۔ اسلام نے آکر توحید کا وہ عالمگیر تصور پیش کیا جس سے زمانی و مکانی حد بندیوں کو ختم کر دیا۔ اس آفاقی مذہب میں خدا چار دیواری میں محدود نہیں، اسے دشت وصحرا اور کوہ و بیاباں میں کہیں بھی پکارا جا سکتا ہے اور اس کے آگے عبادت کے لئے سرِ نیاز خم کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے۔

فَاَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (۱)

''پس تم جدھر بھی رخ کرو ادھر ہی اللہ کی توجہ ہے (یعنی ہر سمت ہی اللہ کی ذات جلوہ گر ہے۔)''

حضور نبی اکرم ﷺ کی شریعت میں ہر جگہ کو سجدہ گاہ بنانے کی اجازت ہے سوائے ان مقامات کے جہاں نماز ادا کرنا شرعاً ممنوع ہے۔ مثلاً قبرستان، اصطبل، حمام اور وہ جگہیں جہاں نجاست پڑی ہو۔ (۲)

(۱) القرآن، البقرہ، ۲:۱۱۵

(۲) ڈاکٹر محمد طاہر القادری، خصائص مصطفیٰ: ۱۶۲

marfat.com

امت کو درود پاک پر دس گنا انعام ملنے پر حد درجہ مسرت:

امت کے کریم و شفیق والی ﷺ کو امت سے کمال درجہ کا پیار تھا۔ اس لئے ہر وہ امر' جس سے امت کو بھلائی پہنچتی، سرکار کو پسند تھا اور جو امر آپ کی امت کو مشقت میں ڈالتا' ناپسند ہوتا۔ امت کو انعام اور اجر ملنے پر کریم آقا ﷺ کو اسی طرح خوشی ہوتی جس طرح کسی شخص کو اس کی اولاد کی کامیابی پر خوشی ہوتی ہے۔ درود پاک ایک ایسا عمل ہے جو نہ صرف اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے بلکہ اس سے امت کو بے حد و حساب اجر و ثواب ملتا ہے۔ درود پاک کی بنا پر امت کو کئی درجہ نیکیاں ملنے اور درجات میں بلندی پر، والی امت کو کس قدر خوشی ہوئی اس کا اندازہ درج ذیل روایات سے لگایا جا سکتا ہے۔

عن ابی طلحة رضي الله عنه قال دخلت علی رسول الله ﷺ ما رأیتک اطیب نفساً و لا اظهر بشرا من یومک هذا قال و مالی لا تطیب نفسی و یظهر بشری و اِنما فارقنی جبرائیل عليه السلام الساعة فقال یا محمد من صلی علیک من امتک صلاة کتب الله له بها عشر حسنات و محی عنه عشرسیأت و رفعه بها عشر درجات و قال له الملک مثل ما قال لک قلت یا جبرائیل و ماذاک الملک؟ قال: ان الله و کل بک ملکا من لدن خلقک الی أن یبعثک لا یصلی علیک احد من اُمتک الا قال وأنت صلی الله علیک. (۱)

''حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کے چہرہ اقدس کے خدوخال' خوشی کے باعث چمک رہے تھے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے اس سے پہلے آپ کو اس طرح خوشگوار اور پرمسرت انداز

---

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۵:۱۰۰، رقم: ۴۷۲۰

۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱۰:۱۲۱

۲۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۲:۳۲۵، رقم، ۲۵۶۷

marfat.com

میں کبھی نہیں دیکھی، حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میں اتنا زیادہ خوش کیوں نہ ہوں؟ حالانکہ ابھی تھوڑی دیر پہلے جبرائیل علیہ اسلام مجھ سے رخصت ہوئے اور کہا اے محمد! آپ ﷺ کی امت میں سے جو بھی آپ ﷺ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کے بدلے میں دس نیکیاں لکھ دیتا ہے، اس کے نامۂ اعمال سے دس گناہ مٹا دیتا ہے اور اس کے دس درجات بلند کر دیتا ہے اور فرشتہ آپ ﷺ پر دود بھیجنے والے پر اسی طرح درود بھیجتا ہے جس طرح وہ آپ ﷺ پر درود بھیجتا ہے۔ (حضور نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں)

میں نے پوچھا اے جبرئیل! اس فرشتے کا کیا معاملہ ہے؟ جبرئیل علیہ اسلام نے عرض کی اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کی تخلیق کے وقت سے لے کر آپ ﷺ کی بعثت تک ایک فرشتے کی یہ ڈیوٹی لگائی گئی ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی امت میں سے جو بھی آپ ﷺ پر درود بھیجے وہ اس کے جواب میں یہ کہے کہ (اے حضور ﷺ پر درود بھیجنے والے) اللہ تجھ پر درود (بصورت رحمت) بھیجے۔"

نسائی اور دارمی کی روایت کے مطابق جو امتی سرکارِ دو عالم ﷺ پر ایک مرتبہ سلام بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ سلام بھیجتا ہے۔

مذکورہ بالا روایت سے ایک طرف تو درود پاک کے بیش بہا انعامات کا پتا چل رہا ہے تو دوسری طرف اس انعام پر امت کے کریم آقا کی خوشی و مسرت کا اظہار بھی ہو رہا ہے۔ اسی خوشی پر رحمت دو عالم ﷺ، اپنے کریم رب کی بارگاہ میں کس طرح شکر ادا کرتے ہیں اس کے لیے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ سے مروی درج ذیل روایت پڑھ کر اپنے ایمان کو جلا بخشیں۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ كَانَ لَا يَفْرِقُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّم منا خَمْسَةٌ" اَوْاَرْبَعَةٌ" مِنْ اَصْحَابِهٖ صَلَّى اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّمَ لِمَا يَنُوْبُهٗ مِنْ حَوَائِجِهٖ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ

marfat.com

قَالَ فَجِئتُه، وَ قَدْ خَرَجَ فَاتَّبَعْتُه، فَدَخَلَ حَائِطًا مِّنْ حِيطَانِ الْاَسْوَافِ فَصَلّٰى فَسَجَدَ فَاطَاَلَ السُّجُوْدَ فَبَكَيْتُ وَقُلْتُ قَبَضَ اللّٰهُ رُوْحَه، فَرَفَعَ رَاسَه فدعائی فَقَالَ مَالَکَ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللهِ اطلت

السجود فقلت قبض الله روح رسوله لا اَراه، اَبداً قَالَ فَسَجَدْتُ شُكْراً لِرَبِّیْ فِیْمَا اَبْلَانِیْ اَیْ اَنْعَمَ عَلَیَّ فِیْ اُمَّتِیْ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلَاةً مِنْ اُمَّتِیْ كَتَبَ اللّٰهُ لَه، عَشَرَ حَسَنَاتٍ وَمَحَا عَنْهُ عَشَرَ سَيِّأتٍ. (۱)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم صحابہ کرام دن رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہتے تھے اور حضور سے جدا نہیں ہوتے تھے تاکہ سید دو عالم ﷺ کی ضروریات میں خدمت کی جائے۔ ایک دن حضور نبی کریم ﷺ اپنے دولت خانہ سے باہر نکلے تو میں بھی ان کے پیچھے ہولیا۔ حضور اکرم ﷺ ایک باغ میں تشریف لے گئے وہاں حضور نبی اکرم ﷺ نے نماز پڑھی اور سر سجدے میں رکھا اور سجدہ اتنا لمبا کیا کہ میں رونے لگ گیا اور خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح مبارکہ قبض کر لی ہے۔ پھر سرکار دو عالم ﷺ نے سر مبارک اُٹھایا اور مجھے بلا کر فرمایا تجھے کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے اتنا لمبا سجدہ کیا کہ میں نے خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولِ کریم ﷺ کی روح مبارکہ کو قبض فرما لیا۔ اب میں حضور ﷺ کو کبھی نہیں دیکھ سکوں گا، تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا مجھ پر میرے ربِ کریم نے انعام کیا تو میں نے سجدۂ شکر ادا کیا ہے۔ انعام یہ ہے کہ میری امت میں سے جو کوئی مجھ پر ایک بار درود پاک پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے

(۱) ۱۔ سخاوی، القول البدیع، ۱۰۵

۲۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۴۹۵

marfat.com

دس نیکیاں لکھ دے گا اور اس کے دس گنا مٹا دے گا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِک عَلٰی رَسُوْلِکَ المختارِ سَیِّد الابرار وَعَلٰی آلِہٖ وَاصحابہٖ الاخیار.

هر که با شد عامل صلوا مدام
آتشِ دوزخ شود بروے حرام

❁❁

بر محمد می رسانم صد سلام
آں شفیعِ مجرمان' یوم القیام

"جو شخص ہمیشہ درود پاک پڑھنے والا بن جائے، اس پر دوزخ کی آگ حرام ہو جاتی ہے"۔

"میں ذاتِ محمد ﷺ پر سینکڑوں سلام پیش کرتا ہوں۔آپ وہ عظیم ذات ہیں جو قیامت کے دن مجرموں کی شفاعت کرنے والے ہیں۔"

چوں بنامِ مصطفٰے خوانم درود
از خجالت آب می گرد و وجود

(ڈاکٹر محمد اقبالؒ)

"جب میں ذات مصطفوی ﷺ پر درود پڑھتا ہوں تو شرمندگی کی بنا پر میرا وجود پانی پانی ہو جاتا ہے۔"

marfat.com

مشکل جو سر پہ آپڑی، آقا تیرے ہی نام سے ٹلی:

درود پاک ایک ایسی نعمت ہے جس کے بے شمار فوائد ہیں۔ اس سے رب ذوالجلال اور محبوب خداؐ کا قرب نصیب ہوتا ہے۔ بندے کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ اسے کے درجات بلند ہوتے ہیں۔ درود پاک کی برکت سے رب کبریا، بندے کی دینی و دنیاوی مشکلات دور فرماتا ہے۔ وہ امتی جو محبت و خلوص سے اپنے عظیم آقا کی بارگاہ میں درود وسلام کا نذرانہ پیش کرتا ہے اس کی دینی و دنیاوی حاجات کیسے رفع ہوتی ہیں۔ ایک حدیث پاک اور دو واقعات ملاحظہ فرمائیں۔

عن انس بن مالک خادم النبی قال : ان أقربكم منی یوم القیامة فی کل موطن اکثر کم عَلَیَّ صلاة فی الدنیا، من صلی علی فی یوم الجمعة و لیلة لجمعة مائة مرة قضی اللّٰه له مئة حاجة، سبعین من حوائج الآخرة، وثلاثین من حوائج الدنیا، ثم یو کل اللّٰه بذلک ملکایدخله فی قبری کما ید خل علیکم الهدیاء یخبرنی من صلی عَلَیَّ باسمه و نسبه الٰی عشیرتة فأثبته عندی فی صحیفة بیضاء.(۱)

''حضرت انس بن مالک خادم النبی ﷺ بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک قیامت کے روز ہر مقام پر تم میں سے سب سے زیادہ میرے قریب وہ شخص ہوگا جو دنیا میں تم میں سب سے زیادہ مجھ پر درود بھیجنے والا ہوگا۔ پس جو شخص جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات مجھ پر سو (۱۰۰) مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری فرما دیتا ہے ستر حاجتیں آخرت کی

(۱) ۱۔ بیہقی، شعب الایمان، ۳، ۱۱۱، رقم: ۳۰۳۵

۲۔منذری، الترغیب والترہیب، ۳، ۳۲۸، رقم: ۲۵۷۰

marfat.com

حاجتوں سے اور تیس دنیا کی حاجتوں سے متعلق ہیں پھر اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک فرشتے کو مقرر فرما دیتا ہے جو اسے اس طرح میری قبر انور میں پیش کرتا ہے جس طرح تمہیں تحائف پیش کیے جاتے ہیں وہ فرشتہ مجھے اس شخص کا نام اور اس کے خاندان کا سلسلہ نسب بتاتا ہے پس میں یہ ساری معلومات اپنے پاس ایک سفید صحیفہ میں محفوظ کر لیتا ہوں۔

اس حدیث مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے کہ درود پاک پڑھنے والے کو قیامت کے روز محبوب خدا ﷺ کا قرب نصیب ہو گا۔ مزید برآں جو شخص درود پاک پڑھتا ہے اس کی دنیا اور آخرت دونوں جہانوں کی حاجات پوری کر دی جاتی ہیں۔ اس سلسلہ میں ''سعادۃ الدارین'' کا واقعہ ملاحظہ فرمائیں جس سے یہ واضح ہو جائے گا کہ مشکل خواہ دنیا کی ہو یا دین کی غمگسارِ عالم ﷺ کے نام سے ٹل جاتی ہے۔

ھر کہ ساز وردِ جاں صلِّ علیٰ
حاجتِ دارین او گردد روا

ابن فاکہانی نے اپنی کتاب ''فجر منیر'' میں ذکر کیا ہے کہ ایک بزرگ حضرت شیخ موسیٰ ضریرؒ نے اپنا ایک قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں ایک مرتبہ شورِ دریا میں بحری جہاز پر سوار ہوا۔ اچانک طوفان آ گیا۔ اقلابیہ کی آندھی چل گئی اور یہ ایسا طوفان تھا کہ اس کی زد میں آنے والا شاید ہی بچا ہو۔

پریشانی حد سے بڑھ گئی۔ جہاز والے زندگی سے ناامید ہو گئے۔ میری آنکھ لگ گئی۔ آنکھ سو گئی تو قسمت جاگ اُٹھی۔ میں زیارتِ جمال مصطفیٰ ﷺ سے سرفراز ہوا۔ امت کے والی ﷺ فرما رہے ہیں۔

''اے میرے امتی! پریشان نہ ہو، جہاز پر سوار لوگوں سے کہہ دو کہ وہ ہزار مرتبہ درود تنجینا پڑھیں۔'' (درود پاک اس واقعہ کے آخر میں رقم کیا گیا ہے۔)

یہ فرمان سنتے ہی میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے جہاز والوں سے کہا گھبراؤ نہیں!

marfat.com

کوئی فکر کی بات نہیں۔ اُٹھو! درود پاک پڑھو! ہم نے ابھی تین سو بار ہی پڑھا تھا کہ ہوا تھم گئی، طوفان ختم ہو گیا اور ہم درود پاک کی برکت سے صحیح سلامت منزل مقصود پر پہنچ گئے۔ یہ بیان کر کے علامہ شمس الدین سخاوی قدس سرہ نے فرمایا کہ حضرت حسن بن علی اسوانی کا ارشاد ہے جو شخص کسی مہم یا پریشانی اور مصیبت میں ہو وہ اس درود پاک کو ہزار مرتبہ محبت و شوق سے پڑھے اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت ٹال دے گا اور وہ اپنی مراد میں کامیاب ہوگا۔ (۱)

درود نجاتی یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ علٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُنَجِّیْنا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَھْوَالِ وَالْآفَاتِ وَ تَقْضِیْ لَنَا بِھَا جَمِیْعَ الْحَاجَاتِ وَتُطَھِّرُنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّاٰتِ وَتَرْفَعُنَا بِھَا عِنْدَکَ اَعْلَی الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِھَا اَقْصَی الْغَایَاتِ مِنْ جَمِیْعِ الْخَیْرَاتِ فِی الْحَیٰوۃِ وَ بَعْدَ الْمَمَاتِ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر۔"

حضرت شیخ ابوالحسن بن حارث لیثی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ پابند شرع، متبع سُنت اور درود پاک کی کثرت کرنے والے تھے، فرماتے ہیں کہ مجھ پر گردش کے دن آ گئے۔ فقر و فاقہ کی نوبت آ گئی اور عرصہ گزر گیا۔ یہاں تک کہ عید آ گئی اور میرے پاس کوئی چیز نہ تھی کہ جس سے میں بچوں کو عید کرا سکوں، نہ کوئی کپڑا، نہ کھانے کو کوئی چیز۔

چاند رات جب ہر طرف خوشیاں تھیں، میرے لئے نہایت ہی کرب و پریشانی کی رات تھی۔ رات کی کچھ گھڑیاں گزری ہوں گی کہ کسی نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ میرے دروازے پر کچھ لوگ ہیں۔ جب میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ کافی لوگ ہیں۔ انھوں نے شمعیں (قندیلیں) اُٹھائی ہوئی ہیں اور ان میں سے ایک سفید پوش جو کہ اپنے علاقے کا رئیس تھا۔ وہ آگے آیا، ہم حیران رہ گئے کہ یہ اس وقت کیوں

(۱) سخاوی، القول البدیع: ۲۱۹

marfat.com

آئے ہیں؟ اُس رئیس نے کہا کہ میں آپ کو بتاؤں کہ ہم یہاں کیوں آئے ہیں، آج رات میں سویا تو کیا دیکھتا ہوں کہ شاہِ کونین اُمت کے والی ﷺ تشریف لائے ہیں اور مجھے فرمایا کہ ابوالحسن اور اُس کے بچے بڑی تنگدستی اور فقر و فاقہ کے دن گزار رہے ہیں۔ تجھے اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ دے رکھا ہے۔ جا! جا کر اُن کی خدمت کر، اُس کے بچوں کے کپڑے لے جا! اور دیگر ضروریات خرچ وغیرہ تاکہ وہ اچھے طریقے سے عید کر سکیں اور خوش ہو جائیں۔ لہٰذا یہ کچھ سامان' عید کے لئے قبول کیجئے! اور میں درزی بھی ساتھ لایا ہوں جو یہ کھڑے ہیں، لہٰذا آپ بچوں کو بلائیں تاکہ اُن کے لباس کی پیمائش کر لیں اور کپڑے سل جائیں پھر اس نے درزی کو حکم دیا کہ پہلے بچوں کے کپڑے تیار کرو، بعد میں بڑوں کے۔ یہ سب کچھ صبح ہونے سے پہلے تیار ہو گیا، اور گھر والوں کے ساتھ خوشی سے عید منائی۔ (۱)

یہ برکتیں ساری کی ساری درود پاک کی ہیں۔

عَزِیزٌ عَلَیْهِ ما عَنِتُّم حَرِیص'' عَلَیکُم بِالمُومِنِینَ رَؤفٌ رَحِیم.

اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کو اپنی امت پر ایسی شفقت ہے کہ اتنی والدین کو اپنی اولاد پر شفقت نہیں ہو سکتی۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلِّمْ.

مشکل جو سر پہ آپڑی، آقا تیرے ہی نام سے ٹلی
مشکل کشا ہے تیرا نام، تجھ پر درود اور سلام

نوٹ: درود پاک کے فضائل اور برکات جاننے کے لئے سیدی وسندی حضرت علامہ قبلہ مفتی محمد امین صاحب مدظلہ کی مقبول عام اور کثیرالاشاعت کتاب ''آبِ کوثر'' کا

(۱) سعادة الدارین: ۱۴۸

marfat.com

مطالعہ کریں۔ اردو زبان میں درود پاک کی فضیلت پر یہ ایک عظیم کتاب ہے۔ جو ہزارہا کی تعداد میں اندرون و بیرون ملک لوگوں کے پاس زیرِ مطالعہ ہے۔ اسی طرح حال ہی میں شائع ہونے والی شیخ الاسلام حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی اربعین ''البدر التمام فی الصلوۃ علی صاحب الدنو و لمقام درود پاک کی فضیلت پر ۲۷۵ احادیث کا مجموعہ ہے قارئین اس کا مطالعہ بھی کریں۔

آلِ رسول ﷺ کی خدمت اور والی امت ﷺ کی شفقت:

حضرت ابوعبد اللہ اپنی کتاب'' تحفہ'' میں لکھتے ہیں کہ بغداد میں ایک شخص فقیر حاجتمند ، عیال دار، صابر وعابد رہتا تھا۔ایک دن وہ رات کو نماز کے لیے اٹھا تو اس کے بچے بھوک کی وجہ سے رو رہے تھے، جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو اس نے بچوں اور بیوی کو بلایا اور کہا بیٹھو اور اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ پر دورو پاک پڑھو اور دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کیسے درود پاک کی برکت سے ہمیں غنی کرتا ہے اپنے فضل وجود اور احسان سے۔لہٰذا وہ سب بیٹھ گے اور درود پاک پڑھنا شروع کر دیا۔درود پاک پڑھتے پڑھتے بچے تو سو گئے،اور اللہ تعالیٰ نے اس مرد صالح پر بھی نیند طاری کردی، جب آنکھ سوگئی تو قسمت جاگ اٹھی۔اور وہ شاہِ کونین ﷺ کے دیدار کی دولت سے مشرف ہوا۔اور آقائے دو جہاں ﷺ نے تسلی دی اور فرمایا۔جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے صبح ہوگی تو اے پیارے امتی! تجے فلاں مجوسی کے گھر جانا ہوگا اور اسے میرا سلام کہنا، نیز یہ کہنا کہ تیرے حق میں جو دعا ہے وہ قبول ہو چکی ہے اور تجھے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دیے میں سے مجھے (یعنی قاصد کو) دے۔

یہ فرما کر رسول اکرم ﷺ تشریف لے گئے اور وہ مرد صالح بیدار ہوا تو مسرت و شادمانی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی،لیکن اس نے دل میں سوچا کہ جس نے خواب میں حضور ﷺ کو دیکھا اس نے الحق حضور ﷺ کو ہی دیکھا ۔کیونکہ شیطان (العیاذ باللہ) حضور ﷺ کی شکل میں نہیں آسکتا۔اور پھر یہ بھی محال ہے کہ حضور ﷺ مجھے ایک

marfat.com

آگ کے پجاری مجوسی کی طرف بھیجیں ،اور پھر اس کو سلام بھی فرمائیں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ پھر سو گیا تو پھر قسمت کا ستارہ چمکا۔پھر نبی اکرم ﷺ نے وہی حکم دیا۔

جب صبح ہوئی تو مجوسی کے گھر پوچھتا ہوا پہنچ گیا۔مجوسی کا گھر تلاش کرنے میں کوئی دشواری نہ ہوئی کیونکہ وہ بہت مالدار تھا اس کا کاروبار وسیع تھاجب مجوسی کے سامنے ہوا تو چونکہ مجوسی کے کارندے کافی تھے،اس نے اسے اجنبی دیکھ کر پوچھا،کیا آپ کو کوئی کام ہے؟اس مرد صالح نے فرمایا''وہ میرے تیرے درمیان علیحدگی کی بات ہے۔

اس نے نوکروں، غلاموں کو حکم دیا کہ وہ باہر چلے جائیں۔ جب تخلیہ ہو گیا تو مرد صالح نے کہا تجھے ہمارے نبی ﷺ نے سلام فرمایا ہے۔یہ سن کر مجوسی نے سوال کیا،کون تمہارا نبی ہے؟فرمایا محمد ﷺ یہ سن کر مجوسی نے کہا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ میں مجوسی ہوں،اور میں ان کے لائے ہوئے دین کو نہیں مانتا۔اس پر اس مرد صالح نے فرمایا میں جانتا ہوں،لیکن میں نے دو بار حضور ﷺ کو دیکھا ہے اور مجھے اسی بات کی تاکید فرمائی ہے۔یہ سن کر مجوسی نے اللہ تعالیٰ کی قسم دلائی کہ کیا واقعی تجھے تمہارے نبی نے بھیجا ہے۔اس نے کہا اللہ تعالیٰ شاھد ہے۔اور مجھے یہی فرمایا ہے۔

پھر مجوسی نے پوچھا''اور کیا کہا ہے؟اس نیک مرد نے کہا حضور ﷺ نے مزید یہ فرمایا ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے میں سے مجھے کچھ دے اور یہ کہ تیرے حق میں دعا قبول ہے۔اس مجوسی نے پوچھا تجھے معلوم ہے کہ وہ کونسی دعا ہے؟اس نے جواباً فرمایا مجھے علم نہیں،پھر مجوسی نے کہا میرے ساتھ اندر آ،میں تجھے بتاؤں وہ کونسی دعا ہے۔جب میں اندر گیا اور بیٹھے تو مجوسی نے کہا آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کروں اور اس نے ہاتھ پکڑ کر کہا۔

اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ ﷺ

اسلام قبول کر لینے کے بعد اس نے اپنے ہم نشینوں اور کارندوں کو بلایا اور فرمایا''سن لو!میں گمراہی میں تھا اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت دی ہے میں نے ہدایت قبول کر

marfat.com

لی اور میں نے تصدیق کی اور میں ایمان لایا ہوں اللہ تعالیٰ سبحانہ پر اور اس کے نبی محمد ﷺ پر۔

لہٰذا تم میں سے جو ایمان لے آئے تو اس کے پاس جو میرا مال ہے وہ اس پر حلال ہے۔اور جو ایمان نہ لائے، وہ میرا مال ابھی واپس کر دے اور آئندہ نہ وہ مجھے دیکھے نہ میں اسے دیکھوں۔تو چونکہ اس کے مال سے کافی مخلوق تجارت کرتی تھی،اس کے اعلان سے اکثر ان میں سے ایمان لے آئے اور جو ایمان نہ لائے، وہ اس کا مال واپس کر کے چلے گئے پھر اس نے اپنے بیٹے کو بلایا اور فرمایا۔بیٹا!''میں نے اسلام قبول کر لیا ہے،لہٰذا اگر تو بھی اسلام قبول کر لے تو تو میرا بیٹا اور میں تیرا باپ ہوں ورنہ آج سے نہ تو میرا بیٹا اور نہ میں تیرا باپ''!

یہ سن کر بیٹے نے کہا ابا جان! جو آپ نے راستہ اختیار کیا ہے میں اس کی مخالفت ہرگز نہیں کروں گا۔لیجئے سن لیجئے:

اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد رسول الله ﷺ

پھر اس نے اپنی بیٹی کو بلایا جو کہ اپنے ہی بھائی کے ساتھ شادی شدہ تھی۔اور یہ مجوسیوں کے مذہب کے مطابق تھا۔اس نے اپنی بیٹی سے بھی وہی کچھ کہا جو اپنے بیٹے سے کہا تھا۔یہ سن کر بیٹی نے کہا مجھے قسم ہے خدا کی! میرا شادی کے دن سے آج تک اپنے بھائی کے ساتھ ملاپ نہیں ہوا بلکہ مجھے سخت نفرت رہی ہے۔

اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد رسول الله ﷺ

یہ سن کر باپ بہت خوش ہوا۔پھر اس نے مرد صالح سے کہا، کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کو وہ دعا بتاؤں جس کی قبولیت کی خوشخبری آپ لائے ہیں اور وہ کیا چیز ہے جس نے رسول اکرم نبی محترم ﷺ کو مجھ سے راضی کیا ہے؟ مرد صالح نے فرمایا ہاں! ضرور بتائیں!

اس نے کہا جب میں نے اپنی بیٹی کی شادی اپنے بیٹے سے کی تھی تو میں نے

marfat.com

عام دعوت کی تھی۔سب لوگوں کو کھانا کھلاتا رہا،حتی کہ کیا شہری کیا دیہاتی سب کھا گئے ۔جب سب کھا کر فارغ ہو کر چلے گئے تو چونکہ میں تھک کر چور ہو چکا تھا،میں نے مکان کی چھت پر بستر لگوایا تا کہ آرام کروں،اور میرے پڑوس میں ایک سید زادی جو کہ سیدنا امام حسنؓ کی اولاد میں سے ہے۔اور اس کی چھوٹی چھوٹی بچیاں رہتی تھیں۔جب میں اوپر لیٹا تو میں نے ایک صاحبزادی سے سنا وہ اپنی والدہ محترمہ سے کہہ رہی تھیں،امی جان! آپ نے دیکھا کہ ہمارے پڑوسی مجوسی نے کیا کیا ہے؟ ہمارا اس نے دل دکھایا ہے۔سب کو کھلایا مگر ہمیں اس نے پوچھا تک نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ اسے ہماری طرف اچھی جزا نہ دے۔

جب میں نے اس شہزادی سے یہ بات سنی تو میرا دل پھٹ گیا،اور سخت کوفت ہوئی ،ہائے!میں نے ایسا کیوں کیا؟ میں جلدی سے نیچے اترا اور پوچھا کہ یہ کتنی شاہزادیاں ہیں،تو مجھے بتایا گیا کہ تین شہزادیاں ہیں اور ایک ان کی والدہ محترمہ ہے۔

میں نے کھانا چنا اور چار بہترین جوڑے کپڑوں کے لیے اور کچھ نقدی رکھ کر نوکرانی کے ہاتھ ان کے گھر بھیجا اور خود میں دوبارہ مکان کی چھت پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔جب وہ چیزیں جو میں نے حاضر کی تھیں ان کے ہاں پہنچیں تو وہ بہت خوش ہوئیں اور شہزادیوں نے کہا''امی جان !ہم کیسے یہ کھانا کھا لیں،حالانکہ بھیجنے والا مجوسی ہے۔''یہ سن کر ان شہزادیوں کی والدہ محترمہ نے فرمایا بیٹی!یہ اللہ تعالیٰ کا رزق ہے اس نے بھیجا ہے۔تو شہزادیوں نے کہا ہمارا مطلب یہ نہیں ہے بلکہ ہمارا مطلب ہے کہ ہم اس کھانے کو ہرگز نہیں کھا سکتیں جب تک وہ مجوسی ہے پہلے اس کے لیے اپنے نانا جان کی شفاعت سے اس کے مسلمان ہونے اور اس کے جنتی ہونے کی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔

ان شہزادیوں نے دعا کرنا شروع کی اور ان کی والدہ محترمہ آمین کہتی رہیں۔

لہٰذا یہ وہ دعا ہے جس کی قبولیت کی بشارت حبیبِ خدا ﷺ نے تیرے ہاتھ بھیجی ہے۔اور اب میں حضور ﷺ کے حکم کی تعمیل یوں کرتا ہوں کہ جب میں نے اپنی بیٹی کی شادی اپنے بیٹے سے کی تھی تو میں نے ساری جائیداد میں سے نصف ان لڑکے اور لڑکی کو

marfat.com

دی تھی، اور نصف میں نے رکھا تھا اور اب چونکہ ہم سب مسلمان ہو گئے ہیں اور اس مبارک اسلام نے دونوں (بہن بھائی) کے درمیان جدائی کر دی ہے اب وہ مال جو ان کو دیا تھا وہ آپ کا ہے آپ لے جائیں۔ (۱)

غریب نواز رسول ﷺ کے وجود مقدس سے حضرت حلیمہؓ کے دیس میں برکتیں اور خوشحالیاں

حضرت حلیمہ سعدیہؓ، قبیلہ بنو سعد کی ایک غریب اور نادار خاتون تھیں جن کی قسمت میں ازل ہی سے قادر مطلق نے اپنے محبوب مکرم ﷺ کی رضاعی ماں بننے کا اعزاز مقدر کر رکھا تھا۔ جب حلیمہ سعدیہؓ مکہ کی طرف روانہ ہوئیں تو ان کا علاقہ قحط زدہ اور خشک سالی کا شکار تھا۔ نبی رحمت ﷺ کو ساتھ لائیں تو ہر طرف خوشحالی ہی خوشحالی اور برکت ہی برکت ہو گئی۔ سست رفتار سواری، معصوم وجود کے مس ہونے سے برق رفتار بن گئی لاغر و کمزور اور دودھ دینے سے قاصر اونٹنی سے دودھ کی نہریں جاری ہو گئیں جس سے سارا گھر دودھ سے سیراب ہونے لگا۔ بنجر زمینیں آباد اور خشک فصلیں ہری بھی ہو گئیں۔ آپ کی بکریاں شام کو سیر ہو کر واپس آتیں تھیں حلیمہ کا خاوند حارث، شام کو جب معمول کے مطابق اپنا چھوٹا سا برتن لے کر دودھ دوہنے گیا تو اس نے محسوس کیا کہ دودھ کی نہریں جاری ہیں گھر کے تمام برتن دودھ سے لبریز ہو گئے۔

زرع شاداب و ہر ضرع پُر شیر سے
برکات رضاعت پہ لاکھوں سلام

وہ خاندان جس کے افراد دودھ کے چند قطروں کو ترستے تھے اب دودھ کے ابلتے چشمے دیکھ کر مسرت و انبساط سے جھوم اٹھے۔ ابو الاثر حفیظ جالندھری، شاہنامہ

---

(۱) سعادۃ الدارین: ۱۵۴ بحوالہ آب کوثر از فقیہ عصر حضرت علامہ مفتی محمد امین

marfat.com

اسلام میں وجود مسعود ﷺ کی انہی برکات کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

حلیمہ اور کنبہ بکریوں کے دودھ پر جیتے
پلاتے دودھ مہمانوں کو بھی اور آپ بھی پیتے
قبیلے والے بھی سیراب تھے اس ابرِ رحمت سے
یتیمی کے سبب انکار تھا جسکی رضاعت سے

حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے چار سال تک نبی رحمت ﷺ کی دل و جان سے خدمت کی، دودھ پلایا اور اپنی محبت و پیار سے حضور ﷺ کو والدہ ماجدہ کی کمی محسوس نہ ہونے دی۔ سرکار ﷺ نے اس احسان کا بدلہ چکانے کے لئے حضرت حلیمہ سعدیہؓ کو نہ صرف دینوی طور پر مالا مال کر دیا بلکہ ایمان کی دولت سے بھی بہرہ ور کر دیا۔ مکی دور میں ایک دفعہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئیں۔ آپ ﷺ نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہؓ سے تعارف کرایا۔ واپسی کے موقع پر ایک تیار اونٹ اور چالیس بکریاں عطا فرمائیں۔ اسی طرح جب قبیلہ بنو ھوازن سے لڑائی کے وقت آپ ﷺ کی رضاعی بہن شیما گرفتار ہو کر آپ ﷺ کے پاس آئیں۔ ان کے تعارت کرانے پر آپ ﷺ کی ساٹھ سالہ پرانی یاد تازہ ہوگئی۔ آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اپنی چادر مبارک بچھا کر شیما کو اس پر بیٹھایا اور ان کی عزت افزائی کی۔

میں کہتا ہوں تجھ کو حلیمہ رضی اللہ عنہا میرے نبی نے پالا ہے

حضور نبی رحمت ﷺ کے وجود مسعود سے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے سارے دیس میں بہار آ گئی۔ ان کی تنگدستی، خوشحالی میں بدل گئی، قحط اور خشک سالی کی شکار زمین، سرسبز و شاداب ہو گئی۔ یہ برکت تھی دور بچپن میں غریب پرور اور کریم رسول ﷺ کی۔ اس کے متعلق قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اپنی معروف زمانہ تفسیر میں رقمطراز ہیں۔

marfat.com

''حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جس روز سے ہم نے آپ ﷺ کو لیا کبھی ہمیں چراغ کی ضرورت نہ تھی آپ ﷺ کے چہرہ مقدس کی روشنی تو چراغ سے بھی زیادہ تھی۔ اگر ہمیں کسی جگہ چراغ جلانے کی ضرورت پڑتی تو ہم آپ ﷺ کو وہاں لے جاتے آپ ﷺ کی برکت سے تمام مقامات روشن ہو جاتے۔ یہ بھی مروی ہے کہ جب حضرت حلیمہ سعدیہ آپ ﷺ کو دودھ پلانے لگتیں تو آپ کے پستانوں سے اتنا دودھ بہنے لگتا جو دس بلکہ اس سے بھی زیادہ بچوں کے لئے کافی ہوتا۔ جب حضرت حلیمہ سعدیہؓ آپ ﷺ کو لے کر کسی خشک وادی سے گزرتیں تو وہ فوراً سرسبز ہو جاتی۔ حضرت حلیمہؓ خود سنتی اور دیکھتی تھیں کہ پتھر اور درخت آپکو سلام کرتے تھے اور درختوں کی شاخیں آپ ﷺ کی طرف جھک جاتی تھیں''۔ (۱)

کتب سیر کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی رضاعت کی برکت سے حضرت حلیمہ سعدیہؓ کا پورا گھرانہ خوشحال کر دیا۔ انہیں ہر طرح کے مالی تفکر سے چھٹکارا مل گیا جس کی بنا پر یہ کہنا مبنی پر حقیقت ہو گا کہ محسن انسانیت ﷺ کو دودھ پلانا تو ایک بہانہ تھا اصل میں رب کائنات دسیدہ حلیمہؓ کے سارے گھرانے کو سیراب کرنا چاہتا تھا۔ کتنی مقدر والی حلیمہ تھی کہ عرش معلیٰ پر بننے والے مہمانِ خدا کو چار سال تک اپنے سینے سے لگائے رکھا۔ وہ مبارک لب اور زبان'' جس کو سب کن کی کنجی کہیں'' کو چومتی رہیں۔ اسی کے صدقے رب تعالیٰ نے اسے دین و دنیا کی نعمتوں سے مالا مال کر دیا۔ اسی لیے کسی اہل محبت نے صحیح کہا ہے۔

دنیا کہتی ہے کہ حلیمہ تو نے نبی کو پالا ہے
میں کہتا ہوں تجھ کو حلیمہ! میرے نبی نے پالا ہے

بھائیوں کے لئے ترکِ پستاں کریں

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے جب رسول رحمت ﷺ کو اپنی گود میں لیا تو

(۱) قاضی ثناء اللہ، تفسیر مظہری، ۶: ۵۲۸

marfat.com

وجود مصطفیٰ ﷺ کی برکت سے آپ کے پستان مبارک دودھ سے لبریز ہو گئے۔ انہوں نے اپنا داہنا پستان پیش کیا تو سرکار دو عالم ﷺ نے حسب منشا دودھ پیا لیکن بائیں طرف کے پستان پیش کرنے پر آپ ﷺ نے دودھ پینے سے انکار کر دیا اور یہ معمول بعد میں بھی جاری رہا۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے حضرت امام جلال الدین سیوطیؒ، امام سہیلی اور دیگر کئی اصحاب سیر نے لکھا ہے کہ بائیں پستان سے دودھ نہ پینے کا سبب یہ تھا کہ آپ ﷺ کو معلوم ہو چکا تھا کہ ماں کے دودھ میں آپ ﷺ کا ایک شریک بھائی بھی ہے جس کے لئے دوسرا پستان چھوڑ دیتے تھے۔ اس کے حق میں تصرف پسند نہ فرماتے تھے۔ امام جلال الدین سیوطیؒ کی ''الخصائص الکبریٰ'' کے مطابق حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

''میں دائیں طرف کا دودھ پلاتی تو نوش فرماتے تھے، بائیں جانب کا دودھ پلانے کی کوشش کرتی تو انکار فرما دیتے تھے ۔۔۔ یہ عدل کی بدولت تھی کیونکہ آپ ﷺ جانتے تھے کہ آپ کا ایک رضاعی بھائی (عبداللہ) بھی ہے۔ (۱)

ایسے بے نظیر عدل کا مظاہرہ صرف ایک نبی ہی کر سکتا ہے کیونکہ حضور ﷺ نے دنیا بھر کو عدل و انصاف کی تعلیم دینا تھی اس لیے دورِ شیر خوارگی ہی سے آپ ﷺ کی طبیعت میں عدل کا عنصر نمایاں تھا حالانکہ شیر خوارگی کے عالم میں کسی بچہ کو اپنا ہوش بھی نہیں ہوتا اسے جو چیز ملے اسے چوسنا شروع کر دیتا ہے اور جب دودھ نہ نکلے تو رونے لگ جاتا ہے چہ جائیکہ ایک پستان سے دودھ پیا جائے اور دوسرے پستان کو چھوڑ دیا جائے۔ اعلیٰ حضرتؒ نے اپنے مشہور زمانہ سلام میں محسن انسانیت ﷺ کے اسی طبعی عدل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یوں کہا ہے۔

بھائیوں کے لئے ترکِ پستاں کریں
دودھ پیتوں کی نصفت پہ لاکھوں سلام

(۱) امام سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱:۵۹

marfat.com

حضور ﷺ کی گریہ وزاری، صحابہ رضی اللہ عنہم کی خطا پوشی کا سبب بن گئی

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لئے

غزوۂ بدر میں لشکر اسلام کو اللہ پاک نے فتح و نصرت سے نوازا۔ اس غزوہ میں ۷۰ کافر قتل ہوئے اور ۷۰ ہی قیدی بنائے گئے۔ اسی طرح پہلی مرتبہ دشمنان اسلام کا بہت سامال واسباب مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ اس غزوہ کے جنگی قیدیوں کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کیلئے حضور نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کی مشاورت طلب کی۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر ﷺ نے ان قیدیوں سے فدیہ لے کر آزاد کرنے کی تجویز دی جبکہ حضرت عمرؓ نے ان کافروں کی گردنیں اڑانے کا مشورہ دیا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے ایک وادی میں ایندھن جمع کر کے انہیں آگ میں جلانے کی رائے دی۔ رحمۃ العالمین ﷺ نے یہ تجاویز سماعت فرمانے کے بعد ابو بکرؓ کی رائے کو ترجیح دی۔

دوسرے روز حضرت عمر فاروقؓ، بارگاہِ رسالتمآب ﷺ میں حاضر ہوئے، کیا دیکھتے ہیں کہ اللہ کے آخری نبی ﷺ اور سیدنا صدیق اکبرؓ دونوں اشک بار ہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! رونے کی وجہ ارشاد فرمائیں تاکہ میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ مل کر آنسو بہانے کی سعادت حاصل کرسکوں اور اگر مجھے رونا نہ آئے تو آپ ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے کم از کم رونے والی صورت ہی بنا لوں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔

ابکی علی اصحابک فی اخدھم الفداء و لقد عرض علی عذابھم ادنی من ھذہ الشجرة.(۱)

''(اے عمرؓ) تیرے دوستوں نے فدیہ لینے کا جو مشورہ دیا تھا میں اس کے لئے رو رہا ہوں اس رائے کے باعث جو عذاب انہیں دیا جانے والا تھا وہ اس درخت سے بھی نزدیک تر میرے سامنے پیش کیا گیا''

---

(۱) آلوسی، تفسیر روح البیان، ۳:۳۷۳

marfat.com

اس موقع پر یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں ارشاد باری تعالیٰ ہے

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (۱)

''کسی نبی کو یہ سزاوار نہیں کہ اس کے لئے (کافر) قیدی ہوں جب تک کہ وہ زمین میں ان (حربی کافروں) کا اچھی طرح خون نہ بہائے تم لوگ دنیا کا مال واسباب چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت کی (بھلائی) چاہتا ہے اور اللہ خوب غالب حکمت والا ہے۔ اگر اللہ کی طرف سے پہلے ہی (معافی کا حکم) لکھا ہوا نہ ہوتا تو یقیناً تمھیں (مال فدیہ کے بارے میں) جو تم نے (بدر کے قیدیوں) سے حاصل کیا تھا، بڑا عذاب پہنچتا''۔

گویا یہ فرمایا جا رہا ہے کہ تمھارے لئے مناسب یہی تھا کہ دشمنان اسلام کی خونریزی میں کثرت و مبالغہ سے کام لیتے تا کہ کفر اپنی ذلت و رسوائی کو پہنچتا اور اس کی عددی کثرت بھی قلت میں بدلتی، یوں اسلام کو عظمت اور تمکنت عطا ہوتی جبکہ ان سے فدیہ لینا قبل از وقت ہے کیونکہ ابھی دعوتِ اسلام کو فروغ اور ترویج دینے، لوگوں کو ایمان پر مضبوط و مستحکم کرنے اور انہیں رشد و ہدایت کی طرف راغب کرنے کا وقت ہے جبکہ دوسری وجہ یہ ہے کہ حق و باطل کے درمیاں پہلا معرکہ ہے سو جنگی حکمتِ عملی کا تقاضا یہ ہے کہ بجائے فدیہ لینے کے تم دشمن کی عددی برتری کو کم کرتے اور اس کی افرادی قوت کو ختم کرنے کی طرف توجہ دیتے تو یہ زیادہ موزوں ہوتا۔

اس موقع پر فدیہ لینے اور مال غنیمت کے حصول میں بعض صحابہ کرامؓ نے جس عجلت کا مظاہرہ کیا اللہ رب العزت کو پسند نہ آئی۔ اس پر عتاب ہوا جس کے متعلق حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اس درخت سے بھی زیادہ قریب عذاب کو دیکھا۔

---

(۱) القرآن، الانفال، ۸:۶۷،۶۸

marfat.com

جب رحمت عالم ﷺ نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تو شان رافت و رحمت کے تحت چشمان اقدس سے آنسو جاری ہو گئے۔ ادھر چشمان مصطفیٰ ﷺ اپنے صحابہؓ کی محبت کی وجہ سے اشکبار ہوئیں اور عذاب الٰہی تھم گیا اور فضا میں کرم کی رم جھم نے اپنے پر پھیلا دیئے۔ اپنے حبیب ﷺ کے نعلین مقدسہ کے تصدق میں رب کائنات نے نظام کائنات ہی کو بدل ڈالا۔ پہلے وہ قوموں کی خطاؤں پر عذاب دیتا تھا اب ان کے گناہوں پر اپنا عذاب اٹھا لیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی گریہ وزاری اصحاب رسولؐ کی خطا پوشی کا سبب بن گئی۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا رونا اپنے صحابہ کرام کی شفقت و محبت کا نتیجہ تھا۔

رو رو کے مصطفیٰ ﷺ نے دریا بہا دیئے ہیں

مزید یہ کہ اس غزوہ سے پہلے مال غنیمت کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا تھا۔ سابقہ امتوں میں مال غنیمت جائز نہ تھا۔ اب یہ واقعہ پیش آیا تو رب محمد نے اپنے نبی کے صدقے صحابہ کی اجتہادی خطاء کو بعد کے لئے قانون بناتے ہوئے مال غنیمت کی حِلّت کا اعلان کر دیا۔ (یہ سب کچھ امت پر شفقت نبوی ﷺ کا نتیجہ ہے جس کا نظارا امت کو کرایا جا رہا ہے۔ [1]

موتی سمجھ کے، شانِ کریمی نے چن لئے
قطرے جو تھے میرے عرقِ انفعال کے

(اقبالؒ)

جو اِن کفار و مشرکین کو ہم سے ہٹائے گا' وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا

غزوۂ احد میں شانِ کریمی کا ایک انداز

غزوۂ احد میں مسلمانوں نے اپنے سے تین گنا بڑی فوج سے ٹکر لی۔ شروع میں مسلمانوں نے اس قدر شجاعت سے لڑائی کی کہ دشمن کے چھکے چھوٹ گئے اور وہ بھاگنے پر

(۱) محمد طاہر القادری، سیرۃ الرسول، ۸:۴۹۴

marfat.com

مجبور ہو گیا۔ اس غزوہ میں سپہ سالار مدینہ، سرور قلب وسینہ ﷺ نے عقب میں ایک گھاٹی پر پچاس تیراندازوں کا دستہ متعین کیا اور انہیں ہدایت کی تھی کہ فتح یا شکست ہر حال میں اس مقام کی حفاظت کی جائے تاکہ دشمن عقب سے حملہ آور نہ ہو سکے۔ لیکن ہوایوں کہ جب کفار مکہ کا لشکر اپنا سازوسامان چھوڑ کر بھاگنے لگا تو اکثر مسلمان ان کا دور تک تعاقب کرنے لگے جبکہ کچھ مسلمان مال غنیمت سمیٹنے لگے۔ اس گھاٹی پر متعین تیر انداز بھی اپنے کمانڈر حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کے روکنے کے باوجود گھاٹی سے نیچے اتر کر مال غنیمت سمیٹنے لگ گئے۔ اس پر بھاگتے ہوئے لشکر کفار نے عقبی گھاٹی کو خالی پاکر پیچھے سے حملہ کر دیا۔ اس وقت صرف دس مسلمان سپاہی اس گھاٹی پر مامور تھے، انہوں نے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔ دشمن کا حملہ اتنا شدید تھا کہ وہاں پر موجود مجاہدین اس حملہ کی اطلاع بھی نہ کر سکے۔ یہ صورت حال مسلمانوں کے لئے انتہائی تشویشناک تھی۔ جنگ کا پانسہ یکسر دشمن کے حق میں ہو گیا۔ کئی جلیل القدر مسلمان صحابہ اس موقع پر شہید ہو گئے۔ یہاں تک کہ تاجدار کائنات امام الانبیاء ﷺ کی شہادت کی افواہ بھی پھیل گئی۔ ان حالات میں جب کہ اسلامی لشکر کی صفوں میں بھگدڑ مچی ہوئی تھی، رسول خدا ﷺ استقامت کا کوہ گراں بنے، بے مثال شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو یوں پکار رہے تھے کہ ''میری طرف آؤ میں اللہ کا رسول ہوں''۔

غزوۂ احد کے اس نازک ترین لمحہ پر مجاہدین اسلام حلقہ باندھے حضور ﷺ کی حفاظت فرما رہے تھے اور حضور ﷺ پر، پروانہ وار نثار ہو رہے تھے۔ یہ ایک ایسا موقع تھا کہ بڑے سے بڑا جرنیل بھی اپنے جذبات اور اعصاب پر قابو نہیں رکھ سکتا کیونکہ شکست کے آثار نمایاں تھے اور ہر شخص کو اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے لیکن چہرہ مصطفیٰ ﷺ پر اس وقت بھی کوئی غصہ، رنج اور تاسف کے آثار نمودار نہ ہوئے بلکہ آپ ﷺ اپنے ساتھیوں سے فرما رہے تھے۔

من یردھم عنا وھو رفیقی فی الجنۃ (۱)

---

(۱) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶:۲۶

marfat.com

’’جو اُن (کفار و مشرکین) کو ہم سے ہٹائے گا۔ وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا‘‘۔

رحمت دو عالم ﷺ کے یہ الفاظ توجہ طلب ہیں جو آپ ﷺ کی شان کریمی کو بے مثال انداز میں بیان کر رہے ہیں۔ اس موقع پر آپ ﷺ یہ بھی فرما سکتے تھے کہ آج جو بھاگ جائے گا وہ جہنم میں جائے گا۔ لیکن آپ ﷺ کی شانِ رافت و رحمت نے اس قسم کے الفاظ زبان پر لانا گوارا نہ کیا۔ تحمل، بردباری اور متانت و سنجیدگی کی اس جیسی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ حضور ﷺ کی شفقتوں اور رحمتوں کا سائبان ہر لحہ اپنوں پرایوں، سبھی کے سروں پر سایہ فگن تھا اور ہے۔

نہ ان کے جیسا سخی ہے کوئی نہ ان کے جیسا کریم کوئی
وہ بے نواؤں کو ہر جگہ سے نوازتے ہیں بلا بلا کر

انصارِ مدینہ سے لجپال رسول ﷺ کی لجپالی

انصارِ مدینہ وہ خوش قسمت جماعت ہے جسے رب کائنات نے اپنے محبوب مکرم ﷺ کی دائمی سنگت کے لئے چن لیا۔ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مدد، دین اسلام کے پیغام کو عالمگیر سطح پر پہنچانے اور مہاجرین مکہ کی مدد و نصرت کے لئے ایثار و قربانی کی ایسی لازوال مثالیں پیش کی ہیں کہ تاریخ جن کی نظیر دینے سے قاصر ہے۔ یہ عاشقین صادق کی وہ جماعت ہے جس نے نبی آخرالزمانِ ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو اس وقت اپنی بانہوں کے حصار میں لیا جب کفار مکہ، اہل حق کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے۔ سرزمین مکہ اہل ایمان پر تنگ ہو رہی تھی۔ طائف کی وادی سے پتھر برس رہے تھے اور مکہ کی مٹی نفرت کا لاوا اگل رہی تھی۔ اس وقت مدینۃ النبی ﷺ میں محبت کا بے کراں سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا اور ایثار و قربانی کی لازوال مثالیں قائم کی جا رہی تھیں۔ جب مشرکینِ مکہ نے مسلمانوں کی نئی اسلامی ریاست کو ختم کرنے کے لئے پے در پے حملے کئے تو انصار نے ہر مرحلے پر حضور ﷺ کا ساتھ دیا اور اپنے جان و مال سے تحریک اسلامی

marfat.com

کے گرد اپنے لہو کی دیواریں چن دیں اور تاجدار کائنات ﷺ پر آنچ نہ آنے دی۔'' مواخات مدینہ'' سے اخوت کی نئی طرح ایجاد کی اور عملی طور پر ثابت کر دیا کہ ایک فلاحی ریاست میں ایک باشعور شہری کے فرائض کیا ہوتے ہیں۔ کس طرح ایثار و قربانی سے کام لے کر ایک نظریاتی ریاست کے داخلی استحکام کو مضبوط بنایا جاتا ہے اور عسکری لحاظ سے کس طرح خون کے چراغ روشن کر کے اپنی نوزائیدہ مملکت کی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کی جاتی ہے۔ انہوں نے اپنے جان و مال کا سودا کر کے محبوب خدا ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کی میزبانی کا شرف حاصل کیا اور پھر اس میزبانی کا حق ادا کر دیا۔ جس پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ان سے اپنی خوشنودی اور رضا کا اعلان کیا محبوب خدا ﷺ نے انہیں اپنا محبوب کہا اور ایمان کی علامت ان سے محبت اور نفاق کی علامت ان سے بُغض کو قرار دیا۔

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا

آیۃ الایمان حب الانصار ''ایمان کی علامت، انصار سے محبت ہے'' (۱)

صحیح مسلم میں اس طرح روایت ہے۔

حب الانصار اٰیۃ الایمان ''انصار کی محبت، ایمان کی نشانی ہے'' (۲)

۲۔ صحیح مسلم اور بخاری میں منافقت کی علامات بیان کرتے ہوئے سرکارِ دو جہاں ﷺ کے اقوال اس انداز سے بیان کئے گئے ہیں

آیۃ النفاق بغض الانصار ''منافقت کی نشانی انصار سے بغض رکھنا ہے'' (۳)

آیۃ المنافق بغض الانصار ''منافقت کی نشانی یہ ہے کہ اسے انصار سے بغض ہوگا''۔ (۴)

---

(۱) بخاری، الصحیح، ۱:۱۴، رقم ۱۹

(۲) مسلم، الصحیح، ۱:۸۵، رقم، ۷۴

(۳) بخاری، الصحیح، ۱:۱۴، رقم ۱۷

(۴) مسلم، الصحیح، ۱:۸۵، رقم: ۷۴

marfat.com

لجپال پریت نوں توڑدے نیں

سرکار دو عالم ﷺ، انصار کی جان نثاریوں اور قربانیوں پر خوش ہو کر انہیں اپنی محبتوں کا مرکز قرار دیتے ہیں۔ ان کی عزت افزائی اور دلجوئی کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے۔ کہیں انہیں اپنا ''زادِ سفر'' اور ''قسیم فیض'' کہا جاتا ہے تو کہیں ان کے سر پر دستارِ فضیلت رکھتے ہوئے تاجدارِ کائنات حضور نبی اکرم ﷺ یوں ارشاد فرماتے ہیں

لو ان الا نصار سلکوا وا دیاً او شعبا لسلکت فی وادی الا نصار و لو لا لاھجرۃ لکنت امر ا من الا نصار ''اگر انصار کسی وادی یا گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کی وادی میں چلوں گا اور اگر (ہجرت مقدر من اللہ) نہ ہوتی تو میں انصار میں سے ایک فرد ہوتا'' (۱)

لجپال پریت نوں توڑدے نیں
جہندی بانہہ پھڑدے پھر چھوڑدے نیں

غزوۂ حنین کے موقع پر انصار کی دلجوئی کا منفرد انداز

انصار، حضور نبی اکرم ﷺ کی محبت و عشق میں سرشار تھے۔ وہ پیغمبر انقلاب ﷺ کے اشارہ ابرو کے منتظر رہتے اور بے خطر آتش نمرود میں کود کر اپنے آقاؐ کی رضا اور خوشنودی کے مستحق ٹھہرے۔ ایک دفعہ ایسا معاملہ پیش آیا جس سے کچھ انصاری نوجواں رنجیدہ ہوئے جس پر سرکار مدینہ ﷺ نے ان کی اس انداز سے دلجوئی فرمائی کہ وہ رشکِ انسانیت بن گئے۔ یہ موقع غزوۂ حنین کے مال غنیمت کی تقسیم کا تھا۔ اس کے لئے حضرت انس بن مالک کی روایت ملاحظہ فرمائیں۔

حنین کے روز جب اللہ تعالیٰ نے رسولِ خدا ﷺ کو ہوازن قبیلہ کا مال عطا فرمایا تو حضور ﷺ نے قریش کے افراد (کی تالیف قلب کرتے ہوئے) انہیں فی کس سو

(۱) بخاری، الصحیح، ۳: ۱۵۱۵ کتاب المناقب، رقم ۳۵۶۷

marfat.com

اونٹ دینا شروع کیے تو انصار میں سے بعض (نو جوانوں) نے کہا اللہ اپنے رسول ﷺ کو معاف فرمائے کہ آپ قریش کو عطا فرما رہے ہیں جبکہ ہمیں چھوڑ رہے ہیں حالانکہ ہماری تلواروں سے بھی تک ان کا خون ٹپک رہا ہے۔ یہ بات حضور ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے انصار کو بلایا اور خیمے میں انہیں جمع فرمایا۔ بس جب وہ جمع ہو گئے تو رسولِ خدا ﷺ تشریف لائے اور فرمایا 'تمھارے بارے میں مجھے کیا بات پہنچی ہے؟ سمجھدار انصار نے عرض کیا جہاں تک ہمارے اہل الرائے کا تعلق ہے تو انہوں تو کوئی بات نہیں کی رہے کچھ (نا سمجھ) جوان تو انہوں نے فلاں فلاں بات کی ہے۔۔۔۔ اور بیان کر دیا۔ اس پر رسولِ خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا

فانی اعطی رجالا حد یثی عهد بکفر ا تا لفهم افلا تر ضون ان یذهب الناس با لا مولل و تر جعون الی رحالکم بر سول اللہ؟ فو اللہ لما تنقلبون لِه خیر مما ینقلبون به . فقالوا: بلیٰ یا رسول اللہ ﷺ قدر ضنیا . قال فا نکم ستجدون اتره شدیده فا صبروا حنی تلقو اللہ ورسوله فانی علی الحو ض . قا لوا سفیر.

''میں کفر کے زمانے کے قریب (جدید اسلام) لوگوں کو (مال غنیمت اس لئے) دے رہا ہوں کہ ان میں انس پیدا ہو، کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ لوگ مال و متاع لیکر جائیں اور تم اپنے گھروں کو لوٹیں گے۔ انہوں نے عرض کیا'' کیوں نہیں؟ یقیناً یارسول اللہ ﷺ ! ہم بلا شبہ (دنیا چھوڑ کر آپ کو اس کے بدلے میں ساتھ لے جا کر نہایت راضی ہیں)'' اس پر رسول خدا ﷺ نے فرمایا، ''عنقریب (تم سے تمھارا حق چھیننے کی) شدید تکلیف آئے گی سو تم صبر کرنا یہاں تک کہ تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جا ملو۔ بے شک میں حوض پر (تمہارے لئے پہلے سے تیاری کرنے والا) ہوں''۔

صحیح بخاری میں اس واقعہ کے متعلق حضرت انس ؓ یوں بیان کرتے ہیں کہ جب

marfat.com

آنحضرت ﷺ نے انصار کو بلا کر پوچھا کہ یہ کیا واقعہ ہے؟ تو چونکہ انصار جھوٹ نہیں بولتے تھے انہوں نے کہا۔ جو آپ نے سنا، صحیح ہے حضرت عبداللہ بن زید بن عاصمؓ کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نے اس موقع پر ایک خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے انصار سے مخاطب ہوکر یوں فرمایا:

یا معشرا لا نصار ! الم اجد کم ضلا لاً فھدا کم اللہ بی و کنتم متفر قین فا لفکم اللہ بی و عالۃً فا غنا کم اللہ بی

''اے گروہ انصار! کیا یہ سچ نہیں کہ تم پہلے گمراہ تھے۔ خدا نے میرے ذریعہ سے تم کو ہدایت کی۔ تم منتشر اور پراگندہ تھے خدا نے میرے ذریعہ سے تم میں اتفاق پیدا کیا۔ تم مفلس تھے خدا نے میرے ذریعہ سے تم کو دولتمند کیا'' (۱)

آپ ﷺ یہ فرماتے جاتے اور انصار ہر فقرے پر کہتے جاتے تھے کہ اللہ اور رسول کا احسان سب سے بڑھ کر ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم چاہو تو یہ کہہ سکتے ہو کہ تم ہمارے پاس اس حالت میں آئے تھے (یعنی لوگوں نے آپ کو جھٹلاتا تھا تو ہم نے آپ ﷺ کا ساتھ دیا)۔ آپ ﷺ نے فرمایا

اتر ضون ان یذھب الناس با لشاۃ وا لبعیر و تذ ھبون با لبنی ﷺ لی رحالکم (۲)

''کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ لوگ بکریں اور اونٹ لے کر جائیں اور تم اپنے گھروں میں اللہ کا نبی لے کر جاؤ۔''

یہ سن کر انصار بے اختیار چیخ اٹھے کہ ''ہمیں صرف رسول اللہ ﷺ درکار ہیں۔ اکثر لوگوں کا یہ حال ہوا کہ روتے روتے داڑھیاں تر ہوگئیں۔ آپ ﷺ نے

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب المغاری، باب غزوئہ الطائف
(۲) بخاری، الصحیح، کتاب المغاری، باب غزوئہ الطائف

marfat.com

انصار کو سمجھایا کہ مکہ کے لوگ جدید الاسلام ہیں۔ میں نے ان کو جو کچھ دیا حق کی بنا پر نہیں دیا بلکہ تالیف قلب کے لئے دیا۔ ایک اور روایت کے مطابق انصار نے یک آواز کہا'' اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جو تقسیم کی ہے اور مال غنیمت کے جتنے اور جو حصے کئے ہیں ہم اس پر راضی ہیں اور پھر سب لوگ منتشر ہو گئے۔

شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ''سیرۃ الرسول ﷺ'' میں انصار کی عظمت وفضیلت کی وجوہ بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

''انصار کے سر پر دستارِ فضیلت باندھی گئی تو اس کی وجہ ان کا اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے ساتھ وہ اخلاص تھا جس کا عملی مظاہرہ انہوں نے بھرپور خود سپردگی اور گہری وابستگی (Commitment) کے ساتھ قدم قدم پر کیا۔ اور راہِ حق میں استقامت کے ایسے کوہ گراں ثبت ہوئے جنہیں اک قدم بھی پیچھے نہ ہٹایا جا سکا اور باطل اپنی تمام سازشوں کے باوجود جن کے قصہ ایمان میں نقب لگانے میں ناکام رہا۔ یہ مردانِ حق ہر میدان میں ڈھال بن کر حضور ختمی مرتبت ﷺ کے آگے سینہ سپر رہے۔ انہوں نے قدم قدم پر ایثار و قربانی کی ان گنت روشن مثالیں قائم کیں۔ یہ بات جس نے انصار کو عظمت ورفعت کا بلند مقام عطا کیا ایسی بھی تھی جس میں ان کے کسی عمل کا دخل نہ تھا یہ محض عطیہ خداوندی تھا وہ یہ کہ انہیں حضور ﷺ کی دائمی سنگت نصیب ہوئی۔ آقائے دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا میں اس سے جنگ کروں گا جس سے تم جنگ کرو گے اور میں اس سے صلح کروں گا جس سے تم صلح کرو گے بلکہ یہ بھی فرمایا کہ میرا خون تمہارا خون، تمہاری عزت میری عزت ہے۔ جہاں تمہارا خون گرے گا وہیں میرا خون گریگا۔ جس کا تم خون بہاؤ گے میں اس کا خون بہاؤں گا۔ پیغمبر انقلاب ﷺ کی طرف سے یہ بے پناہ اعتماد اور بے پناہ اپنائیت انصار کا مقدر بنی''۔ (۱)

کچھ ان کے خُلق نے کچھ ان کے پیار نے کرلی
مسخر ساری دنیا سیدِ ابرار نے کرلی

(۱) محمد طاہر القادری، سیرۃ رسول ﷺ، ۴:۳۹۶

marfat.com

ابو بکر! تو نے بوڑھے کو گھر ہی کیوں نہ رہنے دیا میں خود وہاں چلا جاتا

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ وہ خوش قسمت صحابی تھے جن کے گھرانے کا ایک ایک فرد ذاتِ نبوی ﷺ پر فدا ہونے والا تھا۔ یہ خود جلیل القدر صحابی اور حضور ﷺ کے سفر و حضر کے رفیق، ان کے بیٹے صحابی، ان کا باپ صحابی اور ان کی بیٹیاں صحابیات تھیں۔ حضور نبی اکرم روف رحیم ﷺ کی کرم نوازیاں بھی اس گھرانے پر بے مثال تھیں فتح مکہ کے موقع تک آپ رضی اللہ عنہ کے والد گرامی حلقہ بگوش اسلام نہیں ہوئے تھے۔ یہ مکہ میں رہتے تھے۔ ۸ ہجری میں جب مکہ فتح ہوا تو لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔ ایک دن حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ اپنے بوڑھے اور نحیف وضعیف والد کو اپنے سہارے کے ساتھ حرم شریف میں لائے۔ جناب ابو قحافہ اپنے بیٹے کے سہارے لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے چلتے ہوئے بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوی ﷺ میں درخواست کی کہ یا رسول اللہ میرے والد کو حلقہ اسلام میں داخل کر کے دامن رحمت میں جگہ دی جائے۔ اس پر کریم آقا ﷺ نے اپنے غلام پر کرم فرماتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا

ھلا ترکت الشیخ فی بیتہ حتی اکون اتیہ فیہ ”(ابو بکر! تو نے بوڑھے والد کو تکلیف دی) تو نے اسے گھر ہی کیوں نہ رہنے دیا میں خود وہاں چلا جاتا (اور اسے اسلام کی دولت سے مالا مال کر دیتا)“۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی

ھوا حق ان یمشی الیک

”یارسول اللہ ﷺ! اس کا زیادہ حق بنتا ہے کہ وہ چل کر آئے“

حضور نبی اکرم ﷺ اور صدیق اکبرؓ کے مکالمہ سے ایک تو شفقت نبی کا پتہ چلتا ہے دوسرا صدیق اکبرؓ کے جواب سے ادب نبی ﷺ کا سلیقہ بھی آشکار ہوتا ہے۔

marfat.com

سرکار رحمت دو عالم ﷺ نے ابو قحافہ کے سینے پر ہاتھ پھیرا تو ان کے سینے سے تمام قسم کی کدورتیں اور اختلافات ختم ہو گئے اور وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ اس وقت حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کے بال، بڑھاپے کے باعث، سفید ہو چکے تھے حضور نبی اکرم ﷺ نے انہیں فرمایا، خضاب لگالیا کرو مگر سیاہ خضاب ہرگز استعمال نہ کرنا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان کے والد گرامی کے قبول اسلام کی مبارکباد دی۔ (۱)

(۱) ا۔ حلبی، سیرۃ حلبیہ، ۲:۲۱۲

۲۔ سہیلی، روض الانف، ۷:۲۰۷

marfat.com

باب سوم

امتِ دعوت کی غمگساری

اور

ان کے ایمان کی فکر

marfat.com

وَلاَ یَحْزُنْکَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْکُفْرِ اِنَّھُم لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیْاً.

(القرآن، آل عمران،۳:۱۷۶)

’’(اے غمگسارِ عالم ﷺ) جو لوگ کفر (کی مدد کرنے) میں بہت تیزی کرتے ہیں وہ آپ کو غمزدہ نہ کریں، وہ اللہ (کے دین) کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔‘‘

marfat.com

جیسے سب کا خدا ایک ہے ویسے ھی
اِن کا ،اُن کا ، تمہارا ھمارا نبیؐ
(اعلیٰ حضرتؒ)

جو عاصی کو کملی میں اپنی چھپاے ،جو دشمن کو بھی زخم کھا کر دعا دے
اسے اور کیا نام دے گا زمانہ،وہ رحمت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے۔
(اقبال عظیم)

marfat.com

کوئی مانگے تو وہ اس سے سوا دیتے ہیں
کوئی آ جائے تو ہر دکھ کی دوا دیتے ہیں
گالیاں سنتے ہیں اور سن کے دعا دیتے ہیں
دشمن آ جائے تو چادر بھی بچھا دیتے ہیں

marfat.com

اُمت دعوت سے مراد

امام الانبیاء والرسل ،تاجدارِ کائنات حضور نبی اکرم ﷺ تمام بنی نوع انسان کے لیے نبی اور رسول بنا کر بھیجے گئے۔ وہ افراد جن کی طرف کوئی نبی مبعوث کیا جاتا ہے انہیں اس نبی کی امت کہتے ہیں اس طرح حضور ﷺ کی امت کی دو اقسام ہیں:

۱۔ امت دعوت ۲۔امت اجابۃ (امت مسلمہ)

امتِ دعوت سے مراد وہ تمام افراد ہیں جن کی طرف آپ ﷺ مبعوث کیے گئے جب کہ امت اجابۃ سے مراد وہ افراد ہیں جنہوں نے آپ ﷺ کی دعوت حق کو قبول کیا اور اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے ،یہی امتِ مسلمہ ہے۔جہاں تک آپؐ کی امت دعوت کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں قرآن حکیم ارشاد فرماتا ہے

قُلْ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا. (۱)

”آپ ﷺ فرما دیں ،اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول (بن کر) آیا ہوں۔“

تمام عالم انسانیت ،حضور ﷺ کی امت دعوت ہے

سید العالمین،امام الاوّلین والآخرین حضور ﷺ کی آمد سے پہلے جتنے انبیاء ورسل دنیا میں مبعوث ہوتے رہے وہ کسی خاص علاقے ،خاص زمانے یا خاص قوم کے لیے آتے رہے۔ ان کی نبوتیں زمان و مکان کے اعتبار سے محدود تھیں چونکہ ان کا دائرہ کار بھی محدود تھا لہٰذا ان کی امت بھی محدود تھی لیکن جب سلسلہ انبیاء کے اختتام پر نبیوں کے

(۱) القرآن ،الاعراف ،۷:۱۵۸

marfat.com

تاجدار اور رسولوں کے امام کو مبعوث فرمایا گیا تو زمان و مکان کی حدود و قیود کو اٹھاتے ہوئے آپ ﷺ کو تمام نبی نوع انسان کی ہدایت کے لیے بھیجا گیا۔ آپ ﷺ کا دائرہ نبوت پوری کائنات پر محیط کر دیا گیا۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا۔ (۱)

''اور اے محبوب! ہم نے آپ کو تمام نبی نوع انسان کے لیے خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے''

ایک اور مقام پر قرآن، حضورؐ کی عالمگیر نبوت و رسالت بیان کرتے ہوئے یوں ارشاد فرماتا ہے

تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۝ (۲)

''(وہ اللہ) بڑی برکت والا ہے جس نے (حق و باطل میں فرق اور) فیصلہ کرنے والا (قرآن) اپنے (محبوب و مقرب) بندہ پر نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہانوں کے لیے ڈر سنانے والا ہو جائے''۔

سابقہ انبیاء و رسل علیہم السلام کے مخاطبین محدود تھے اس لیے ان کی امت دعوت بھی محدود تھی لیکن سرکار دوعالم ﷺ کے مخاطب چونکہ جمیع کائنات انسانی کے افراد ہیں اس لیے آپ ﷺ کی امت دعوت میں تمام بنی نوع انسان شامل ہیں اس کی تصدیق و تائید درج ذیل احادیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے۔

۱۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

کان النبی یبعث الی قومه خاصة وبعثت الی الناس کافة (۳)

---

(۱) القرآن، سبا، ۳۴:۲۸

(۲) القرآن، الفرقان، ۲۵:۱

(۳) بخاری، الصحیح، کتاب التمیم، ۱:۱۶۸، رقم: ۴۲۷

marfat.com

''ہر نبی ،خاص اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا رہا جب کہ مجھے عامۃ الناس کی طرف مبعوث کیا گیا ہے''۔

۲۔ مذکورہ بالا حدیث صحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث میں ان الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے

وکان النبی یبعث الی قومه خاصه وبعثت الی الناس کافة (۱)

''ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا رہا تھا جب کہ مجھے تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے''۔

۳۔ امام العالمین سید الاولین والآ خرین ﷺ نے اپنی رسالت عامہ کو ایک حدیث میں یوں بھی بیان فرمایا ہے''

کان کل نبی یبعث الی قومه خاصة وبعثت الی کل احمر واسود (۲)

''ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا جب کہ مجھے سرخ و سیاہ تمام انسانیت کی طرف مبعوث کیا گیا''۔

۴۔ اسی طرح سرکاردوعالم ﷺ نے اپنی عالمگیر رسالت کا ذکر ان الفاظ میں بھی فرمایا ہے

ارسلت الی الخلق کافة (۳)

''مجھے (ازل سے ابدتک) تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے''۔

سرکار انبیاء ﷺ کے مذکورہ بالا ارشادات سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے دائرۂ

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب المساجد، ۱:۱۲۸ رقم:۳۲۸

(۲) مسلم، الصحیح، کتاب المساجد، ۱:۳۷۰ رقم: ۵۲۱

(۳) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب المساجد، ۱:۳۷۱ رقم:۵۲۳

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب السیر، ۴:۱۲۳ رقم:۱۵۵۳

marfat.com

نبوت سے نہ کوئی انسان خارج رہا نہ جن ،نہ کوئی فرشتہ خارج رہا نہ کوئی اور طبقہ بلکہ آپ ﷺ کی نبوت نے ہر چیز کو اپنے احاطہ میں لے رکھا ہے اسی طرح زمانی و مکانی اعتبار سے بھی آپ ﷺ کی نبوت و رسالت ہمہ گیر و عالمگیر ہے اب چونکہ قیامت تک حضور ﷺ ہی کی نبوت کا دور دورہ رہے گا۔ اس لیے تا قیام قیامت حضور ﷺ ہی کی امت دعوت ہوگی لہذا ثابت ہوا کہ جس طرح حضور ﷺ کی نبوت عالمگیر ہے اسی طرح آپ ﷺ کی امت بھی عالمگیر ہے پس تمام بنی نوع انسان آپ ﷺ کی امت دعوت میں شامل ہیں اور تمام عالم انسانیت ،خواہ وہ کسی بھی مذہب ،رنگ ،نسل یا قوم سے ہو، آپ ﷺ کی امت دعوت کے افراد ہیں۔

امت دعوت سے خیر خواہی اور غم خواری:

حضور رحمتہ للعالمین ﷺ نہ صرف امت مسلمہ کے لیے شفیق،مہربان اور کریم تھے بلکہ آپ ﷺ کی رحمت و رافت اور خیر خواہی و غم خواری کا فیض ،امت دعوت کے لیے بھی عام تھا۔ آپ ﷺ کی چادر رحمت صرف اپنوں پر ہی پھیلی ہوئی نہ تھی بلکہ دشمن بھی آپ کے دسترخوانِ کرم سے فیضیاب ہوتے تھے۔آپ ﷺ بلاتمیز مذہب و ملت،ساری کائنات کے دکھیوں ،مصیبت زدوں اور بے کسوں کے لیے ملجا و ماوی کی حیثیت رکھتے تھے آپ ﷺ کفارومشرکین کے ایمان اور ان کی نجات کے لیے ہمیشہ متفکر رہتے ۔آپ ﷺ مصیبت میں کافروں اور مشرکوں کی بھی مدد فرماتے ۔ اگر کوئی جانی دشمن بھی آپ ﷺ کا مہمان بنتا تو آپ اس کی بھی میزبانی کرتے ۔مولانا الطاف حسین حالی نے آپ ﷺ کی اسی غمگساری اور غم خواری کو یوں بیان کیا ہے۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا،
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا

marfat.com

نوٹ: اس باب میں حضور ﷺ کی امت دعوت سے ہمدردی و خیر خواہی کی مثالیں اور شواہد پیش کیے جائیں گے یعنی وہ لوگ جو کافر و مشرک تھے ان کی ایمان کی فکر اور نجات کی آرزو آپ ﷺ کے قلب اطہر میں کس شدت کی تھی اور آپ ﷺ کا اپنے دشمنوں اور منکروں کے ساتھ سلوک کیسا تھا، اس امر کو واضح کیا جائے گا۔

سلام اس پر کہ اسرار محبت جس نے سمجھائے
سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے
سلام اس پر کہ جس نے فضل کے موتی بکھیرے ہیں
سلام اس پر بروں کو جس نے فرمایا کہ میرے ہیں

نبی رحمت ﷺ کی شان رحمتہ للعالمین:

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم ﷺ کو جن کمالاتِ صوری و معنوی اور وھبی و کسبی سے مشرف فرمایا وہ اپنی مثال آپ ہیں۔قرآن ان کمالات کے بیان سے بھرا ہوا ہے۔ سورہ انبیاء کی درج ذیل آیہ کریمہ، حضور نبی اکرم ﷺ کی شانِ رحمت کو منفرد انداز میں بیان کرتی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَمَا اَرسَلنَاکَ اِلَّا رَحمَةً لِّلعَالَمِین (۱)

''اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو، مگر سارے جہانوں کے لیے سراپا رحمت بنا کر''

یہ آیہ کریمہ واضح کر رہی ہے کہ حضور ﷺ سارے جہانوں کے لیے رحمت ہیں ان میں اپنے بھی ہیں، پرائے بھی، دوست بھی ہیں اور دشمن بھی ماننے والے بھی اور نہ ماننے والے بھی نیازمند بھی اور منکر بھی ہر ایک کے لیے شان رحمت الگ الگ ہے۔ وہ افراد اور قومیں جو حضور ﷺ کے دامن رحمت سے وابستہ ہو گئیں۔ جنہوں نے نبی رحمت کے دین رحمت کو صدق دل سے قبول کیا اور اسے اپنی عملی زندگی کا رہنما بنایا وہ ہدایت

(۱) القرآن، الانبیاء، ۲۱:۱۰۷

marfat.com

نبوی ﷺ کی برکت سے اس طرح فیضیاب ہوئے کہ وہ گمراہ تھے،اوروں کے ھادی بن گئے۔جاہل اور اجڈ تھے‘چشمہ قرآن و سنت سے فیضیاب ہو کر علم و حکمت کے امام بن گئے۔ وہ گنوار تھے جہاں گیر و جہانبان بن گئے۔

لیکن اس کے برعکس جو لوگ اپنی کج فہمی اور تعصب کے باعث اس چشمہ رحمت سے براہ راست سیر کام نہ ہوئے وہ بھی دانستہ یا نادانستہ بہر طور اس مرکز ہدایت سے بہرہ ور ہوئے یہ وہ آفتاب عالم تاب ہے جس کی شعاعوں نے ہر وادی و کوہسار کو منور کر دیا بلکہ بقول اقبال کائناتِ رنگ و بو کا ہر وجود نورِ مصطفوی سے مستنیر ہے اور دنیا میں جہاں کہیں بھی روشنی ہے وہ نورِ محمدی کا عکس ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں۔

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بو
آن کہ از خاکش بروید آرزو
یا ز نورِ مصطفٰے ﷺ اورابہاست
یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفٰے ﷺ ست

یہ برکت تھی تعلیمات محمدی کی کہ وہ مذاہب جن کی بنیاد بت پرستی اور شرک پر تھی انہوں نے بھی اپنے مشرکانہ عقائد میں ترمیم کر لی اور وہ نظام جو ملوکیت اور ڈکیٹٹر شپ کے سہارے قائم تھے، اسلام کے شورائی نظام سے متاثر ہو کر جمہوریت کے دعویدار بن گئے اور پھر یہ بھی حضور ﷺ کی رحمت ہے کہ فسق و فجور اور کفر و شرک کے باوجود پہلی قوموں کی طرح ان پر فوری عذاب نازل کر کے انہیں نیست و نابود نہیں کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں کفار کے لیے بددعا کی التجا کی گئی تو شان رحمتہ للعالمین کے حامل نبی ﷺ نے یوں ارشاد فرمایا۔ انمابعثت رحمته و لم ابعث عذابًا یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے عذاب بنا کر نہیں بھیجا بلکہ سراپا رحمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ کے الفاظ میں ’’رحمتہ للعالمین کا اہم اور مبارک ترین پہلو یہ

marfat.com

ہے کہ کفر و شرک میں ڈوبی ہوئی دنیا کو پھر نور توحید سے جگمگا دیا۔ بندے کا تعلق اپنے رب سے جوڑ دیا اس کا دل جو دنیا بھر کی خواہشات کا کباڑ خانہ بنا ہوا تھا اسے تمام آلائشوں سے پاک کر دیا اور اس میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا روشن چراغ رکھا۔ انسانیت کا کارواں جو اپنی منزل کی تلاش میں صدیوں سے بھٹک رہا تھا اسے اپنی منزل کا پتہ بھی دیا اور وہ راہ بھی بتائی جو اسے منزل مقصود تک لے جا سکتی ہے۔“(۱)

تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل ،غیاب و جستجو،عشق، حضور و اضطراب
شوکت سنجر و سلیم، تیرے جلال کی نمود
فقرِ جنید و بایزید تیرا جمال بے نقاب

انسانیت کو آگ سے بچانے کی مثال

امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے اپنی اپنی صحیح میں حضور نبی اکرم ﷺ کی حدیث مبارکہ رقم فرمائی ہے جس میں غم خوار انسانیت ﷺ کی انسانی غم خواری و ہمدردی کو ایک تمثیل سے واضح کیا گیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

”میری اور میری امت کی مثال اس آدمی جیسی ہے جس نے آگ جلائی جب آگ نے اپنا ماحول روشن کیا تو پتنگے اور کیڑے مکوڑے آگ میں گرنے لگے۔ اب وہ آدمی ان کو روکنے کی کوشش کرتا ہے مگر بے فائدہ اس کے روکنے کے باوجود وہ اس پر غالب آ جاتے ہیں اور یوں آگ میں گھسے چلے جاتے ہیں۔ بعینہ یہی مثال میری اور تمھاری ہے میں تمھیں (دوزخ کی) آگ میں گرنے سے بچانے کی لیے تمھاری کمر پکڑ پکڑ کر روک رہا ہوں اور کہہ رہا ہوں کہ آگ سے نکل آؤ۔ آگ سے نکل آؤ۔ مگر تم ہو کہ

(۱) محمد کرم شاہؒ، ضیاء القرآن، ۳: ۱۹۲

اس معاملہ میں میرے اوپر غالب آئے جا رہے ہو اور اپنے نفع نقصان کو سمجھے بغیر میرے ہاتھوں سے نکل کر آگ میں گھسے جا رہے ہو"۔ (۱)

مذکورہ حدیث مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ نبی رحمت ﷺ کو ساری قوم اور تمام انسانیت کے ایمان و ہدایت کی کس قدر فکر تھی۔ آپ ﷺ تمام انسانیت کی نجات کے خواہش مند تھے۔ لوگ اپنی نادانی اور عاقبت نااندیشی کے سبب ہلاکت میں گرنا چاہتے ہیں۔ خیر خواہ انسانیت ان کی نجات کے لیے مضطرب رہتے ہیں۔ اسی مقصد کے لیے سرکار نے اذیتیں برداشت کیں مظالم سہے، مخالفتیں مول لیں، مشکلات برداشت کیں۔ اپنا دن رات کا سکون غارت کیا۔ اس قدر ہمدردی و خلوص اور دلسوزی کا پیکر ساری انسانیت میں کہیں دکھائی نہیں دیتا۔ مصیبت میں گرفتار کوئی ہوتا ہے، پریشان یہ رسول ﷺ ہو جاتا ہے دکھ میں مبتلا کوئی ہوتا ہے اس دکھ کا احساس اس معصوم جان کو ہوتا ہے گویا کہ

خنجر چلے کسی پر ٹڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

یہ کرم ہے حضور ﷺ کا ہم پر، آنے والے عذاب ٹلتے ہیں

امم سابقہ کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ جب انہوں پیغام ربانی سنانے کو ماننے سے انکار کیا تو وہ طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا ہو گئے کسی نبی کی قوم کو بندر اور خنزیر بنا دیا۔ بعض قوموں پر پتھروں کی بارش کر دی بعض بستیوں کو آسمان پر لے جا کر زمین پر دے مارا گیا۔ لیکن جب حضور نبی مکرم کی بعثت ہوئی تو منکرین سے بھی اس طرح کے اذیت ناک عذاب اٹھائے گئے جو سابقہ امتوں کو نافرمانی کی باداش میں دیئے

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الرقائق، باب الانتهاء عن المعاصی، ۵:۲۳۷۹، رقم: ۶۱۱۸

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الفضائل، باب شفقة النبیA علی أمته، ۴:۱۷۸۹، رقم: ۲۲۸۴

marfat.com

جاتے تھے۔ قرآن حکیم کی سورۃ انفال میں اس کی کا پیاں یوں ہوئی۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيهِمْ (۱)

''اللہ تعالیٰ کی رحمت کو یہ سزاوار نہیں کہ (اے محبوب مکرم!) تو بھی ان میں موجود ہو اور وہ انہیں عذاب دے۔''

گویا حضور ﷺ کی امت مسلمہ اور امت دعوت سے عذاب کا اُٹھایا جانا حضور نبی اکرم ﷺ کی موجودگی کی وجہ سے ہے حضور ﷺ کے وصال کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ کی باطنی حیات اور موجودگی سے قیامت تک یہ امت عذاب سابقہ سے محفوظ ہو گئی ہے کیونکہ اس امت کواس رسول ﷺ کے زمانہ سے نسبت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ساری انسانیت کا ہمدرد اور غم خوار بنایا ہے اسی لیے آپ ﷺ کو رحمۃ للعالمین کے لقب سے نوازا گیا ہے آپ ﷺ کی رحمت تمام جہانوں اور دنیا و آخرت کو شامل ہے۔

امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ سرکار دوجہاں ﷺ دین و دنیا ،دونوں اعتبار سے رحمت تھے باعتبار دین اس طرح رحمت تھے کہ بنی نوع انسان کو جہالت اور گمراہی کی تاریکیوں سے نکال کر نور اسلام کی طرف لائے اور باعتبار دنیا اس طرح رحمت تھے کہ ظلم و جبر، جنگ و جدل، حرص و ہوس جیسے اخلاقِ رذیلہ سے نجات دلا کر احسان و ایثار اور محبت و اخوت جیسے اخلاقِ جمیلہ کا پیکر بنا دیا۔

حدود طائف میں زخم کھا کر دعا کے سکے لٹانے والا

امام المرسلین رحمۃ للعالمین حضور نبی اکرم غمگسارِ عالم ﷺ نے شہر مکہ میں دس سال تک دین کی دعوت وتبلیغ کے بعد جب یہ ملاحظہ فرمایا کہ مکہ کی مسموم فضا میں اسلام کا شجر طیبہ بارآور نہیں ہو رہا تو مایوس ہونے کی بجائے اپنی تبلیغی سرگرمیوں کے لیے ایک نئی سرزمیں، طائف کا رخ کیا طائف ،مکہ مکرمہ سے ۶۰، ۷۰ کلو میٹر دور ایک زرخیز ،دلکشا

(۱) القرآن،الانفال،:۳۳

marfat.com

اور پر فضا بستی تھی۔ جس کے ارد گرد انگوروں اور سیبوں کے خوبصورت باغات کا سلسلہ میلوں تک پھیلا ہوا تھا۔

حضور رحمت عالم ﷺ نے یہاں کے سرداروں کو دین اسلام کی دعوت دی اور انہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لے آؤ تمھیں دونوں جہاں کی کامیابی و کامرانی مل جائے گی۔اس صدق و اخلاص اور خیر خواہی پر مبنی دعوت کے جواب میں انہوں نے انتہائی بد اخلاقی اور سفلہ مزاجی کا مظاہرہ کیا ایک سردار نے کہا کہ اگر خدا نے تجھے رسول بنا کر بھیجا ہے تو وہ کعبہ کے پردے پھاڑ رہا ہے جب کہ دوسرا سردار بدتمیزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے یوں گویا ہوا کہ کیا تمھارے سوا اللہ کو اور کوئی نہیں ملا جسے رسول بنا کر مبعوث کیا ہے۔

حضور محسن انسانیت غمگسارِ عالم ﷺ اہل طائف کی نجات کے لیے اُن کے مختلف اَشراف کے پاس جاتے ہیں اور انہیں خیر و فلاح کی طرف بلاتے ہیں لیکن ہر طرف سے مخالفت ،مزاحمت اور اذیت کا سامنا کرنا پڑتا ہے انہوں نے رذالت اور کمینگی کی انتہا کرتے ہوئے نہ صرف یہ کہا کہ

یا محمد اخرج من بلدنا

''اے محمد! ہمارے شہر سے فوراً نکل جاؤ۔''

بلکہ انہوں نے شہر کے اوباش نوجوانوں کو اکٹھا کیا اور ساری کائنات کے بہترین اور محترم انسان اور دنیا بھر کے دکھیوں کے غمگسارِ عالم ﷺ کی شخصیت کا مذاق اڑانے ،آوازیں کسنے ،پتھر مارنے اور ذہنی اذیت پہچانے کے لیے جلوس کی شکل میں پیچھے لگا دیا طائف کے بدبخت لوگ دونوں طرف قطاروں میں کھڑے ہو گئے اور جسم اطہر پر پتھر برساتے رہے، پھبتیاں کستے ،دشنام طرازی کرتے ہوئے اپنے نجات دہندہ کو شہر سے باہر نکالنے لگے۔ ان ظالموں کی سنگ باری سے پھول کی پتیوں سے بھی زیادہ نرم و نازک قدمین شریفین زخمی ہو جاتے ہیں۔درد کی شدت سے جب چلنا دوبھر ہو جاتا تو آپ ﷺ

marfat.com

بیٹھ جاتے لیکن یہ بدبخت لوگ اس معزز و مکرم مہمان کے بازو تھام کر کھڑا کر دیتے اور پھر پتھراؤ شروع کر دیتے۔ اس سے آپ غمگسارِ عالم ﷺ کا سارا جسم لہولہان ہو گیا کپڑے خون میں لت پت ہو گئے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے رب نے جبریل امین کو آپ غمگسارِ عالم ﷺ کی بارگاہ میں بھیجا جنہوں نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی، آقا! اگر اجازت دیں تو میں اس بستی کو تباہ و برباد کر دوں جس کے اہل بدبختی اور شقاوت میں حد سے بڑھ گئے ہیں۔ ساری کائنات کے لیے پیکر رحمت و شفقت بن کے آنے والے رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔

''جبریل! نہیں، میں اس قوم کو عذاب میں مبتلا کرنے کے لیے نہیں بلکہ عذاب سے چھڑانے آیا ہوں۔ اگر یہ ناداں مجھے پتھر مار رہے ہیں تو کل انہیں کی نسلیں اسلام کی علمبردار ہوں گی''۔

احد کے دن سے بھی زیادہ سخت، طائف کا دن

اہل طائف کے انتہائی وحشیانہ اور غیر مہذب طرز عمل سے نالاں ہو کر افسردگی اور پریشانی کے عالم میں آپ ﷺ ''قرن الثعالب'' کے مقام پر پہنچے۔ یہ ایک چھوٹی سے پہاڑی ہے جو اہل نجد کا میقات ہے یہاں پر ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے ایک طرف تو بارگاہ خداوندی میں آپ ﷺ کی قدر و منزلت کو واضح کیا تو دوسری طرف آپ ﷺ کی شانِ رحمۃ للعالمینی اور انسانی خیر خواہی کے جذبہ کو بھی آشکار کر دیا۔ اس واقعہ کی راوی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ ہیں۔ آپؓ فرماتی ہیں۔

ایک روز میں نے حضور سرور کائنات محمد رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، یارسول اللہ!

هل اتى عليك يوم كان اشد من يوم احد؟ قال لقد لقيت من قومك ما لقيت. وكان اشد ما لقيت منهم يوم العقبة.

''احد کا دن اپنے احوال و واقعات کے حوالہ سے بہت شدید تھا کیا تبلیغ کے

marfat.com

میدان میں کوئی احد کے دن سے بھی زیادہ تکلیف دہ دن گذرا ہے ؟
حضور ﷺ نے فرمایا! تیری قوم کے ہاتھوں جو تکلیفیں ''یوم عقبہ'' کو پیش وہ اس سے بھی زیادہ سخت اور اذیت ناک ہیں''

جب میں نے (بنی ثقیف کے سرداروں) عبدلیل وغیرہ کو دعوت دی۔انہوں نے ہمارے پیغام حق کو قبول نہ کیا۔ پس میں اپنی راہ پر چلتا گیا۔ اس وقت میری طبعیت بہت مغموم تھی اپنے افکار پریشانیوں میں کھویا ہوا جب ''قران الثعالب'' کے مقام پر پہنچا تو میں نے اپنا سر انور اٹھایا۔ اچانک ایک بادل دیکھا جو ہم پر سایہ کیے ہوئے تھا اس میں جبریل دکھائی دیئے۔ انہوں نے ندادی کہ آپ ﷺ کی قوم نے جو بات آپ ﷺ سے کہی ہے اور جو تلخ جواب دیا ہے وہ اللہ پاک نے سماعت فرما لیا ہے۔ اس لیے اس نے پہاڑوں پر مامور فرشتے کو بھیجا ہے آپ جو اسے حکم دیں گے یہ بجا لائے گا۔ پہاڑوں کے فرشتے نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا پھر گذارش کی مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اگر آپ حکم دیں تو دونوں پہاڑان پر الٹ دوں (اور یہ سارے اوباش اور بدطینت پس کررہ جائیں)۔ رحمت مجسم ﷺ نے فرمایا ہمیں یہ منظور نہیں آپ ﷺ نے فرمایا۔

أرجو أن تخرج الله من اصلابهم من يعبد الله وحده لايشرك به شيئاً. (۱)

''مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسے لوگ پیدا فرمائے گا۔ جو خدائے واحد کے عبادت گزار ہوں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے۔

امام محمد بن یوسف الصالحی، ''سبل الھدیٰ'' میں امام احمد اور شیخین کے حوالہ سے مذکورہ واقعہ بیان کرتے ہوئے آخر میں یوں رقمطراز ہیں۔

---

(۱) ۱۔ قسطلانی، فتح الباری شرح بخاری، ۶۰:۳۱۳
۲۔ ابن کثیر، البدایۃ والنھایۃ، ۲:۱۵۲

marfat.com

''(حضور نبی اکرم ﷺ کی شان رحمت و شفقت کو دیکھ کر) پہاڑوں کا فرشتہ کہہ اٹھا''

انت کما سما لربک روف رحیم (۱)

''جس طرح آپ کے رب نے آپ کا نام رکھا ہے بے شک آپ رؤف ورحیم ہیں۔''

حدود طائف میں زخم کھا کے دعا کے سکے لٹانے والا
برید جسموں یہ سبز چادر عطا و بخشش کی ڈال دے گا

❀❀

جو عاصی کو کملی میں اپنی چھپا لے، جو دشمن کو بھی زخم کھا کر دعا دے
اسے اور کیا نام دے گا زمانہ، وہ رحمت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

سفر طائف اور دعوت حق کے تقاضے

سفر طائف میں اہل علم و دین اور مبلغین کے لیے کئی درس اور حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ جن سے نقاب کشائی کرتے ہوئے عصر حاضر کے عظیم مفکر اور سیرت نگار شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری اپنی شہرہ آفاق تالیف ''سیرۃ الرسول'' میں یوں رقم طراز ہیں۔

''دعوت اور تبلیغ کا میدان عشرت کدہ اور پھولوں کی سیج نہیں ہے۔ حق و صداقت پر مبنی تبلیغ کے راستے میں قدم قدم پر بے شمار مشکلات آتی ہیں۔ مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے طعن و تشنیع اور تمسخر و استہزاء کے زہریلے تیر سہنے پڑتے ہیں۔ اہل ہوس کی نفرت و حقارت، جاہلوں کے اکھڑپن، اصحاب اقتدار کے عناد و انتقام اور ابن الوقت ہم عصروں کی ریشہ دوانیوں، افترا پردازیوں اور بدترین سازشوں کا نشانہ بننا پڑتا ہے اگر کسی جگہ معاملہ

(۱) الصالحی، سبل الهدی، ۲:۵۷۹

marfat.com

برعکس ہو اور وہاں تبلیغ کے راستے میں پھولوں کے ہار اور دولت کے انبار ہوں اسے شاہانہ عیش اور قرب شاہ حاصل ہو اور اسے دیکھ کر کسی ذی جاہ ،صاحب منصب کے ماتھے پر بل نہ پڑتے ہوں ،کسی زر پرست حاسد کی آنکھ میں نفرت و حقارت اور غیظ و غضب کے انگارے نہ دہکتے ہوں' کوئی دنیادار اسے دیکھ کر آوازے نہ کستا ہو' تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ حق پر مبنی ،خالص دعوت اور بے لوث تبلیغ نہیں ہے اس نے اہل باطل سے مفاہمت کر رکھی ہے اسی مفاہمت نے اسے شرپسند، دین دشمن باطل طاغوتی طاقتوں کے لیے گوارا اور قابل قبول بنا دیا ہے وہ اسے سرآنکھوں پر بٹھاتی ہیں زر و جواہر میں تولتی ہیں ،قرب عطا کرتی ہیں۔

یہ ممکن ہی نہیں کہ کسی دنیا پرست ،استبداد پسند، خدا اور رسول ﷺ کے باغی حکمران کے مفادات کسی تبلیغ سے ٹکرائیں' اس کی حکومت و دولت اور شہرت و منصب کو اس سے خطرہ بھی لاحق ہو اور پھر وہ اس پر پھولوں کی بارش کرے ۔ اگر کسی تبلیغ کو یہ اعزازات حاصل ہوں تو وہ سمجھ لے کہ اس میں کہیں باطل کا اختلاط ہو چکا ہے جو اس کے چشمہ صافی کو گدلا کر رہا ہے

اسی واقعہ میں یہ درس بھی پنہاں ہے کہ تبلیغ حق اور دعوت الی اللہ بہت بڑی ذمہ داری اور ایک عظیم قرض ہے جس کی ادائیگی بہر صورت ضروری ہے۔ خواہ اس راستے میں پتھر کھانا پڑیں۔اور دشمنوں کے ذلت آمیز سلوک کا نشانہ بننا پڑے اس راستے میں یہ سب صعوبتیں اور یہ آلام وشدائد ،ربانی اعزازات اور انبیاء کرام کا طریقہ ہیں ۔ بظاہر انسان عوام کی نظروں میں ذلیل و حقیر بندہ بن جاتا ہے اور یہ وہ انعام ہے' جسے ہوس کے مارے اور دین سے بے بہرہ دل کے اندھے نہیں سمجھ سکتے''۔ (۱)

(۱) محمد طاہر القادری، سیرۃ الرسول ﷺ ، ۳:۵۲۴

marfat.com

رؤسائے مکہ کی ہدایت کی خاطر ان کے ناروا مطالبہ کو پورا کرنے کا ارادہ مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخالفت

حضور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ ساری نسل انسانی کو دوزخ کی آگ سے بچانے کے لیے مبعوث ہوئے تھے۔ اس لیے آپ ﷺ کی تمنا تھی کہ کسی نہ کسی طرح مکہ کے سرکردہ مشرکین بھی ایمان کی دولت سے مالا مال ہو جائیں۔ اس سے یہ فائدہ بھی حاصل ہو گا کہ رؤسا مکہ کے ایمان لانے سے ان کے پیروکار اور زیر اثر لوگ بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں گے اس طرح اسلام کی رونق و عظمت بڑھے گی لیکن رؤسا مکہ کا طرز عمل یہ تھا کہ وہ اپنی خود ساختہ خاندانی و نسلی نخوت اور دینوی جاہ واقتدار کے باعث غریب اور چھوٹے آدمیوں کے ساتھ بیٹھنا اپنے لیے کسر شان سمجھتے تھے۔ لہذا انہوں نے پیغام بھیجا کہ ہم بھی آپ کی مجلس میں بیٹھنا چاہتے ہیں لیکن آپ کے گرد غریب مومنوں اور غلاموں کا حلقہ ہوتا ہے آپ یا تو ان غریبوں کو اپنی مجلس سے اٹھا دیں یا ہمارے لیے علیحدہ مجلس بنا دیں۔ سرکار دوجہاں ﷺ تو، ایسی تمیز بندہ و آقا مٹانے کے لیے، دنیا میں تشریف لائے تھے لیکن ان سردار ان مکہ کے ایمان اور نجات کی خاطر فقراء مومنین کو اپنی مجلس سے ہٹا دینے کا ارادہ کیا تو اللہ کریم نے ان سراپا اخلاص و طاعت غلاموں کی عزت افزائی کرتے ہوئے آپ کو منع فرما دیا اور ارشاد فرمایا۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ط[1]

”اور آپ ﷺ ان (شکستہ دل اور خستہ حال) لوگوں کو (اپنی صحبت و قربت سے) دور نہ کیجئے جو صبح و شام اپنے رب کو صرف اس کی رضا چاہتے ہوئے پکارتے رہتے ہیں“۔

اسلام دنیا میں خاندان، رنگ نسل اور ذات و برادری کی بنیاد پر طبقاتی تقسیم

(۱) القرآن، الأنعام ۶:۵۲

marfat.com

کے بتوں کو پاش پاش کرنے کے لیے آیا اس لیے اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آیا کہ چند دولت مندوں اور دنیاداروں کی خاطر اسلام کے بنیادی اصولوں کو توڑا جائے اس لیے کہ اصل دولت، ایمان اور اخلاص کی ہے اس لیے رب ذوالجلال نے ارشاد فرمایا۔

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَهٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنَاکَ عَنْھُمْ. (۱)

''(اے میرے بندے) تو اپنے آپ کو ان لوگوں کی سنگت میں جمائے رکھا کر، جو صبح و شام اپنے رب کو یاد کرتے ہیں، اس کی رضا کے طلبگار رہتے ہیں تیری (محبت اور توجہ کی) نگاہیں ان سے نہ ہٹیں۔

قحط سے تنگ آ کر سرداران مکہ کا بارگاہ رحمتہ للعالمین میں استغاثہ

اہل مکہ کی اسلام دشمنی اور عناد جب حد سے بڑھنے لگا اور وہ اسلام قبول کرنے والے فقراء و مساکین پر ظلم و تشدد کرنے لگے تو حضور نبی کریم ﷺ نے ان کی سفا کی و درندگی دیکھتے ہوئے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا۔

اللھم اعنی علیھم بسبع کسبع یوسف

''اے اللہ! ان (قریش) کے مقابلہ میں میری مددفرما ایسے سات سالوں کے ذریعہ جیسے سات سال حضرت یوسف کے عہد میں (مصروالوں کے لیے) پیدا کئے گئے''۔

انسان کی نفسیات ہے کہ جب اس کے پاس مال و دولت کی کثرت ہوتی ہے تو اس میں تکبر اور غرور پیدا ہو جاتا ہے وہ حق کی آواز کی طرف توجہ نہیں کرتا یہی حال اہل مکہ کا ہوا ان کے تجارتی قافلے صبح و شام زر و سیم سے لدے ہوئے آتے جس کی وجہ سے وہ حق سے منحرف ہو گئے۔ حضور ﷺ کی اس دعا کے پیش نظر بھی انکی خیر خواہی اور ہمدردی

(۱) القرآن، الأنعام ۶:۵۲

marfat.com

مطلوب تھی کہ جب وہ قحط میں مبتلا ہو گئے اور دولت کا خمار ان کے دماغوں سے نکلنے لگا تو شاید ان کے دل پسیج جائیں اور وہ حق کو قبول کر لیں

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کی دعا قبول فرمالی۔ مینہ برسنا بند ہو گیا۔ خشک سالی سے ہر طرف خاک اڑنے لگی۔ اشیائے خوردنی بازار میں نایاب ہو گئیں۔ وہ مردار کھانے پر مجبور ہو گئے بھوک کی شدت سے ان کی آنکھوں کے نیچے اندھیرا چھانے لگا اور آسمان کی طرف بھی انہیں دھواں نظر آنے لگا اُن کی ان کیفیات کا ذکر کرتے ہوئے قرآن حکیم سورۃ دخان میں یوں ارشاد فرماتا ہے۔

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ يَّغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ۝ (۱)

"پس (اے نبی مکرم ﷺ) آپ انتظار کریں اس دن کا، جب آسمان پر صاف نظر آنے والا دھواں ظاہر ہو گا۔ جو لوگوں پر چھا جائے گا، یہ دردناک عذاب ہو گا۔ (اس وقت کہیں گے) اے ہمارے پروردگار! ہم سے عذاب دور کر دے ہم (ابھی) ایمان لاتے ہیں"۔

قرآن کریم کی اس پیشین گوئی کے مطابق مکہ والے قحط میں مبتلا ہو گئے انہوں نے لات و منات اور چھوٹے بڑے سب بتوں کے سامنے نہایت دردمندانہ التجائیں کیں مگر بے سود۔ بالآخر انہیں یقین ہو گیا کہ یہ حضور ﷺ کی دعا کا اثر ہے جب تک آپ ﷺ کی بارگاہ میں التجا نہیں کی جائے گی یہ مصیبت نہیں ٹلے گی۔

یہاں سے ہاتھ خالی غیر بھی جایا نہیں کرتے

بالآخر سرداران مکہ کا ایک وفد جس میں ابوسفیان بھی تھا، بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا اور قحط سے نجات کے لیے آپ ﷺ سے ملتجی ہوا۔ ابوسفیان نے حضور ﷺ سے رشتہ داری کا واسطہ دیتے ہوئے رحم و کرم کی یوں درخواست کی۔

(۱) القرآن، الدخان، ۴۴: ۱۰-۱۲

marfat.com

''اے محمد! آپ اپنے آپ کو رحمۃ للعالمین کہتے ہیں۔ حالانکہ آپ کی قوم قحط اور خشک سالی سے ہلاک ہوگئی ہے۔آپ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ اس مصیبت سے ہمیں نجات عطا فرمائے اگر آپ کی دعا سے قحط دور ہوگیا تو ہم ایمان لے آئیں گے''۔

نبی رحمت ﷺ کی بارگاہ وہ کریم بارگاہ ہے جس میں دشمن بھی آجائیں تو خالی ہاتھ واپس نہیں لوٹتے۔

یہ دربار محمد ﷺ ہے یہاں اپنوں کا کیا کہنا
یہاں سے ہاتھ خالی غیر بھی جایا نہیں کرتے

حضور غمگسارِ انسانیت ﷺ نے قریش مکہ کی حالتِ زار پر رحم فرماتے ہوئے دعا کی تو رب کریم جل مجدہ نے صحرائے حجاز میں بارانِ رحمت نازل فرمادی۔

مزید برآں سرکار دوعالم ﷺ نے ثمامہ،جس نے اہل مکہ کو غلہ بھیجنا بند کر دیا تھا،کو حکم فرمایا کہ وہ مکہ میں غلہ بھیجے۔حضور ﷺ کی وجہ سے مکہ کا قحط دور ہوگیا لیکن انہوں نے اس آزمائش سے کوئی سبق نہ سیکھا اور دولت اسلام قبول کرنے سے محروم رہے۔ (۱)

یمان کے سردار،ثمامہ کا اخلاقِ کریمانہ سے متاثر ہوکر مسلمان ہونا

ثمامہ بن اثال ،قبیلہ بنی حنیفہ کا سردار تھاوہ ایک لڑائی میں گرفتار ہوکر مدینہ شریف آیا۔اسے مسجد نبوی کے ایک ستون سے باندھ دیا گیا تاکہ یہ مسلمانوں کی نماز اور عبادت کا منظر دیکھے اور اس کے دل کی سختی ،نرمی میں اور حق سے نفرت کا جذبہ،محبت میں بدل جائے رسول اکرم ﷺ ایک نماز کے وقت اس کے پاس سے گزرے اور اس سے فرمایا۔

''ثمامہ! میرے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟''

(۱) ۱۔ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۲:۳۲۵
۲۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن، ۴:۱۲۸

marfat.com

ثمامہ نے جواب دیا۔

عندی خیر یا محمد! ان تقتل تقتل ذادم وان تنعم ،تنعم علی شاکر

''اے محمد (ﷺ) ! میرے نزدیک (آپ باعثِ) خیر ہیں۔اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو ایک بیش قیمت جان کو قتل کریں گے اور اگر احسان کریں گے تو شکر گزار پر احسان کریں گے''۔

حضور اکرم ﷺ ثمامہ کی بات سن کر خاموش ہو گئے اور اُسے اسی حال میں چھوڑ دیا دوسرے دن پھر سرکار ﷺ نے اس سردار سے پوچھا تو اس نے صرف اتنا کہا۔ ''اگر آپ رحم وکرم فرمائیں تو ایک شکر گزار پر احسان ہوگا''۔آپ پھر خاموشی سے گزر گئے تیسرے دن پھر آپ ﷺ نے پوچھا تو اس نے وہی جملہ دھرادیا۔ اس پر غمگسارِ عالم ﷺ نے غیر مشروط طور پر آزاد کرتے ہوئے فرمایا۔

قد عفوت عنک یا ثمامه و اعتقتک

''میں نے تمھیں معاف کیا اور آزاد کر دیا''

ثمامہ پر آپ کے اخلاق کریمانہ اور فراخدلی کا اس قدر اثر ہوا کہ وہ مسجد نبوی کے قریب کھجوروں کے ایک جھنڈ میں گیا غسل کیا پھر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا پھر آپ ﷺ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

یا محمد ﷺ ! بخدا روئے زمین پر آج سے پہلے آپ کے چہرہ سے بڑھ کر کوئی چہرہ (العیاذباللہ) ناپسندیدہ ترین نہ تھا لیکن **فقدا صبح وجھک احب الوجوه** ''اب آپ ﷺ کا چہرہ اقدس مجھے تمام چہروں سے بڑھ کر محبوب ترین ہو گیا ہے''۔ اور آپ ﷺ کا دین جو پہلے ناپسند تھا، **وقد اصبح دینک احب** ''آج وہ سب سے زیادہ پسندیدہ بن گیا ہے'' آپ کے شہر سے بڑھ کر مجھے کوئی شہر برا نہیں لگتا تھا مگر اب آپ کا شہر مجھے تمام شہروں سے بڑھ کر محبوب ہے۔اس کے بعد اس نے عرض کیا۔جب

marfat.com

آپ ﷺ کے سواروں نے مجھے گرفتار کر لیا تو میں عمرہ کی نیت کئے ہوئے تھا اب آپ کا کیا حکم ہے؟

حضور نبی اکرم ﷺ نے اسے مسلمان ہونے پر مبارکباد دی اور عمرہ کرنے کی اجازت دی۔ ثمامہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو کر مکہ آیا۔ مکہ والوں نے اسے بے دین کہنا شروع کر دیا۔ وہ بولا نہیں میں محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسلمان ہو کر آیا ہوں۔ اس پر مکہ والوں نے سے برا بھلا کہنا شروع کیا تو اس نے غصہ میں آ کر اعلان کیا کہ میں اپنی بستی یمامہ سے تمھارے پاس گندم کا ایک دانہ بھی نہیں آنے دوں گا یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ اس کی اجازت دے دیں۔ (۱)

ثمامہ نے اپنی بستی میں آ کر اہل مکہ کا غلہ بند کر دیا جس پر وہاں شدید قحط پیدا ہوا کیونکہ اس وقت ان کا گزارا اسی اناج پر تھا جو ثمامہ سے آتا تھا۔ مکہ والے پریشان ہو گئے اور اس پریشانی کے عالم میں انہیں وہی ہستی دکھائی دی جنہیں چند سال پہلے انہوں نے اپنے شہر سے نکلنے پر مجبور کر دیا جب اہل مکہ کا وفد محسن انسانیت ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور قرابت داری کا واسطہ دے کر عرض کرنے لگا کہ آپ ثمامہ کو حکم فرمائیں کہ وہ حسب دستور یمامہ سے غلہ بھیجے تو حضور ﷺ اپنی شان کریمی کے تحت، ان پر رحم فرماتے ہوئے ثمامہ کو حکم فرمایا جس پر اس نے غلہ بھجوانا شروع کر دیا۔

ایک یہودی نوجوان خادم کی مرض الموت میں عیادت اور نعمتِ ایماں

❁ کچھ اُن کے خُلق نے، کچھ ان کے پیار نے کر لی۔

ہمارے معاشرہ میں اگر کوئی صاحب جاہ و منصب یا اہل ثروت بیمار ہوتا ہے تو

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب المغازي، باب وفد بني حنيفة وحديث ثمامة بن أثال، ۲: ۱۵۸۹، رقم: ۴۱۱۴

marfat.com

عیادت کرنے والوں کی قطار لگی رہتی ہے لیکن اگر کوئی مفلس و غریب آدمی بیمار ہو تو وہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتا ہے کسی کے پاس اسے پوچھنے کا وقت ہی نہیں ملتا لیکن یہ انسانیت کے سب سے بڑے خیر خواہ اور ہمدرد کا اسوۂ حسنہ تھا کہ جن کی عیادت کرنے والا کوئی نہ ہو آپ ﷺ ان کی بھی مزاج پرسی کر کے ڈھارس بندھاتے ہیں۔

صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ایک یہودی لڑکے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جو حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ حضور ﷺ نے کبھی اسے یہودی کہہ کر اپنی مجلس سے نہیں بھگایا۔ وہ بیمار ہوا تو آپ ﷺ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے نورِ نبوت سے دیکھ لیا کہ اس کا یہ مرض، مرض الموت ہے لہذا اس کے سر کے قریب بیٹھ کر اسے دعوت اسلام دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اَسلِم ''اسلام قبول کر لو'' یہودی نوجوان نے متجسس نگاہوں سے اپنے باپ کی طرف دیکھا تو اس نے کہا، بیٹا! کیا دیکھتا ہے ابوالقاسم کی بات مان لے''۔ چنانچہ وہ کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ ادھر اس نے اسلام قبول کیا ادھر اس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی اس پر حضور ﷺ نے فرمایا۔

الحمدلله الذی انقذه من النار۔

''شکر ہے اللہ تعالیٰ کا جس نے اس (یہودی نوجوان) کو دوزخ کی آگ سے بچا لیا''۔

حضور ﷺ کی شان لطف و کرم نے یہ گوارا نہ کیا کہ خادم میرا ہو اور جہنم کی آگ کا ایندھن بنے۔ اس لیے اس نوجوان کو اس کی خدمت کا صلہ عطا فرما دیا۔ یہ ''افضل الخلق'' کا ''خُلق'' تھا جس نے لوگوں کے دلوں کو موہ لیا۔

کچھ ان کے خُلق نے، کچھ ان کے پیار نے کر لی
مسخر اس طرح دنیا، شہ ابرار نے کر لی

marfat.com

محبوب خُدا ﷺ کے سفید چہرہ اقدس کے وسیلہ سے قریش مکہ کے لیے

باران رحمت

حضور رحمت عالمیان ﷺ کی ذات مستودۃ صفات، دنیا میں اپنے پرائے، سب کے لیے وجہ رحمت خداوندی ہے آپ ﷺ کی رحمتِ عامہ سے، اپنے بیگانے، دوست دشمن، ماننے والے اور منکر، سب فیض یاب ہوئے۔ بقول اعلیٰ حضرتؒ

کافر و مرتد پہ بھی رحمت، رسول اللہ کی

حضور رحمت عالم ﷺ کے زمانہ لڑکپن میں، جب آپ ﷺ اپنے چچا جان حضرت ابوطالب کی کفالت میں تھے۔ ایک دفعہ، شہر مکہ میں شدید قحط پڑا اور لوگ بارش کی بوند تک کو ترس گئے وہ لات و منات اور عزیٰ سے مدد طلب کرتے رہے لیکن بے سود۔ اتنے میں ایک پختہ عمر خوبرو شخص نے آکر لوگوں سے کہا کہ تمہارے پاس ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی اولاد ہے۔ اس کریم خانوادے کے پاس جا کر مدد طلب کرو۔ اس تجویز کو پسند کرتے ہوئے لوگ سیدھے حضرت ابو طالب کے پاس آئے۔ سب ان سے ملتمسانہ گویا ہوئے۔

یا ابا طالب اقحط الوادی واحدب العیال فھلم فاستسق لنا (۱)

''اے ابو طالب! قحط نے وادی مکہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ بال بچے جاں بلب ہیں، تشریف لائیں اور بارش کے لیے دعا فرمائیں''۔

حضرت ابو طالب ان سب کو لے کر حرم کعبہ کی طرف روانہ ہوئے آپ کے ساتھ سرکار دوجہاں ﷺ بھی تھے جن کے بارے میں ''ابن عساکر'' کا راوی کہتا ہے **کانہ شمس دجنۃ تجلت علیہ سحابہ فتماء** ''آپ کو دیکھ کر یوں لگ رہا تھا جیسے خورشیدِ جہاں تاب ابھی بادلوں کی اوٹ سے باہر نکلا ہو''۔ آپ ﷺ کو کعبہ کی دیوار کے

(۱) سیوطی، الخصائص الکبریٰ

marfat.com

ساتھ کھڑا کر دیا گیا۔ آپ ﷺ نے پشت، کعبہ کی دیوار کے ساتھ لگا کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے آسمان پر بادلوں کا نام ونشان تک نہ تھا۔ مبارک ہاتھوں کا اٹھنا تھا کہ بادل جھوم کر آئے اور ایک جگہ اکٹھے ہو گئے پھر چند لمحوں میں موسلا دھار بارش یوں برسی کہ مکہ کی وادی میں ہر طرف جل تھل ہو گیا۔ سارے ٹیلے اور میدان بارش میں نہا گئے نتیجۃً کچھ ہی عرصہ بعد سبزہ اگ آیا اور درخت سرسبز ہو گئے۔

یہی وہ مشہور واقعہ ہے جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے، حضرت ابوطالب نے اپنے مشہور نعتیہ قصیدہ میں یہ اشعار کہے تھے

وابیض یستسقی الغمام بوجهه
ثمال الیتامیٰ و عصمته للارامل
یلوذبه الهلاک من اٰل هاشم
فهم عنده فی نعمة و فواضل

''سفید رنگت والی (خوبصورت شخصیت) جن کے چہرہ اقدس کا واسطہ دے کر باران رحمت طلب کی جاتی ہے وہ یتیموں کی پناہ گاہ اور بے سہارا بیواؤں کی عصمت کے محافظ ہیں بنی ہاشم کے ناچار لوگ، ہلاکت سے بچنے کے لیے ان کے دامن کرم میں پناہ لیتے ہیں۔ انہیں اس بارگاہ بیکس پناہ میں ہر قسم کی نعمت سے مالا مال کر دیا جاتا ہے''۔

تم جو چاہو تو قسمت کی مصیبت ٹل جائے
کیوں کر کہوں، ساعت سے قیامت ٹل جائے
للہ اٹھاؤ، رخِ روشن سے نقاب
مولیٰ! میری آئی ہوئی شامت ٹل جائے

(اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ)

marfat.com

جس سے کھاری کنویں شیرۂ جاں بنے

ایک مرتبہ، سرکار رسالتمآب ﷺ ، اپنے عہد طفلی میں ، اپنے چچا حضرت ابوطالب کے ساتھ کہیں جا رہے تھے چلتے چلتے کسی لق و دق صحرا میں حضرت ابو طالب کو پیاس لگی دور دور تک آبادی کا نشان نظر نہیں آتا تھا جہاں سے پانی طلب کیا جاتا۔ پیاس کی یہ شدت رفتہ رفتہ تیز ہوتی گئی حتیٰ کہ ابو طالب سے نہ رہا گیا اور حضور ﷺ سے عرض کیا کہ اب مجھ سے آگے نہیں چلا جاتا، سخت پیاس سے جان پر بن آئی ہے مہربان چچا کی یہ حالت دیکھ کر حضور ﷺ کے قلب مبارک کی گہرائیوں سے دعا نکلی اور آپ ﷺ نے خشک سنگلاخ زمین پر اپنی ایڑی مبارک زور سے ماری زمین سے ٹھنڈے میٹھے پانی کا چشمہ بہہ نکلا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، چچاجان! اب جی بھر کر پی لیں۔ انہوں نے پانی پیا تو جان میں جان آئی اور سوار ہو کر اپنی منزل کی طرف چل پڑے۔ (۱)

جس سے کھاری کنویں شیرۂ جاں بنے
اس زُلالِ حلاوت پہ لاکھوں سلام

اسی طرح اعلان رسالت کے بعد سفر حدیبیہ کے دوران جب صحابہ کرام نے پانی کی قلت کا اظہار کیا تو آپ ﷺ نے ایک برتن (لوٹا) میں موجود پانی میں ہاتھ مبارک ڈالا تو آپ ﷺ کی انگلیوں سے پانی کے ایسے چشمے جاری ہوئے کہ صحابہؓ کی کثیر تعداد نے اس پانی سے وضو کی ضرورت بھی پوری کی اور پی کر سیراب بھی ہوئے۔ حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں۔

لو كنا مائته الف لكفانا كنا خمس عشرة مائة (۲)

''ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تب بھی پانی ختم نہ ہوتا۔ اس دن تو ہم پندرہ سو تھے''۔

---

(۱) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۱۵۳

(۲) بخاری، الصحیح، ۲:۵۹۸

marfat.com

نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں
انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ)

مظلوم کسی بھی طبقہ سے ہو، دستگیری ہم کریں گے۔

محسن انسانیت حضور ﷺ بلا تمیز رنگ ونسل اور مذہب وملت ،دنیا بھر کے مظلوموں اور بے چاروں کی مدد ونصرت کے لیے تشریف لائے تھے اس لیے اوائل عمر ہی سے آپ ﷺ میں جذبہ نمایاں تھا ۔آپ ﷺ کے عہد شباب میں مکہ کے چند درد انسانیت رکھنے والے قریشیوں نے مظلوموں کی مدد کے لیے جب ''حلف الفضول'' کے نام سے عہدو پیاں باندھا تو آپ ﷺ نے اس میں شمولیت فرمائی۔ اس معاہدہ کے وقت آپ کی عمر مبارک بیس سال تھی۔

کتب سیرت میں اس معاہدہ کا باعث یہ بتایا جاتا ہے کہ قبیلہ زبید کا ایک آدمی سامان تجارت بیچنے کے لیے مکہ مکرمہ آیا۔ مکہ کے ایک بااثر رئیس، عاص بن وائل سہمی، نے مال خریدا لیکن قیمت دینے سے ٹال مٹول کرنے لگا۔ اس زبیدی نے کئی آدمیوں سے سفارش کروائی لیکن بے سود رہی وہ ہر طرف سے مایوس ہو کر ایک دن جبل ابوقبیس پر چڑھ کر پردیس اور پھر حرم میں اپنے ساتھ ہونے والی زیادتی کا واویلا کرنے لگا۔ اس نے آل فہر کو امداد کے لیے پکارا۔ یہ صورت حال حرم شریف اور قریش کے لیے بہت بڑی ہتک تھی۔اس تشویش ناک صورت پر زبیر بن عبدالمطلب کی دعوت پر مکہ کے چند سرکردہ افراد ''عبداللہ بن جدعان'' کے گھر اکٹھے ہوئے تاکہ اس مسئلہ کو مل کر حل کیا جائے۔انہوں نے باہم مشورہ سے ایک معاہدہ کیا جس کی رو سے یہ طے پایا کہ ہم' اہل مکہ یا باہر سے آنے والے کسی بھی آدمی ،جس پر ظلم ہوگا' کی مدد کریں گے۔ ظالم سے مظلوم کا حق واپس لے کر دیں گے۔ غریبوں، ضرورت مندوں کی مدد اور مسافروں کے جان و مال کی حفاظت کریں گے۔ اس معاہدہ کے بعد سب اراکین معاہدہ عاص کے گھر گئے اور اس سے مطالبہ

marfat.com

کیا اور تاجر کا مال اس سے واپس لے کر دیا

یہ معاہدہ چونکہ حضور ﷺ کی فطرت سلیمہ اور انصاف پسند مزاج کے عین مطابق تھا اس لیے نہ صرف اس میں شریک ہوئے بلکہ بعثت کے بعد بھی فخر سے اس معاہدہ میں شرکت پر اظہار مسرت فرماتے ''اگر آج بھی ہمیں اس (مظلوموں کی مدد) کے نام پر پکارا جائے تو ہم اس پکار کا جواب دیں گے''۔ (۱)

بعثت سے قبل، ایک غریب بدو کی خاطر سرمایہ دار تاجر کے ظلم کیخلاف آواز

ایک دفعہ، بعثت سے قبل، جنوبی علاقہ سے ایک بدو فریضہ حج ادا کرنے کے لیے بیت اللہ شریف آیا۔ اس کے ہمراہ اس کی ایک خوبصورت بیٹی بھی تھی۔ مکہ کے ایک دولتمند تاجر نے اس بچی کو اغوا کر لیا۔ اس بچی کے غریب باپ نے اس مالدار تاجر سے بڑی منت سماجت کی لیکن اس ظالم تاجر نے ایک نہ سنی غریب بدو نے سوچا کہ میں اپنے قبیلہ والوں کے پاس جاؤں اور انہیں مدد کی درخواست کروں لیکن پھر اسے یاد آیا کہ اس کے قبیلہ میں مردوں کی تعداد بہت کم ہے وہ مکہ کے دس قریشی قبیلوں کا مقابلہ کیسے کریں گے۔ وہ اسی پریشانی میں سرگرداں تھا کہ مظلوموں کے حامی سرکار دوجہاں حامی بے کساں ﷺ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے چند قریشی کے جوانوں کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ تاجر نے مسکین مسافر کے ساتھ جو ناز یبا حرکت کی ہے اس پر ہمیں خاموش نہیں بیٹھنا چاہیے۔ چنانچہ چند قریشی نوجوانوں نے بیت اللہ شریف کے پاس جمع ہو کر یہ حلف اٹھایا۔

''ہم قسم اٹھاتے ہیں کہ ہم مظلوم کی حمایت کریں گے یہاں تک کہ ظالم سے اس کا حق لوٹائیں گئے اور ہم قسم اٹھاتے ہیں کہ اس عمل سے اس کے بغیر ہمارا کوئی اور ہدف ومقصد نہیں ہوگا ہم اس بات کی ہرگز پرواہ نہیں کریں گے کہ مظلوم فقیر ہے یا امیر''۔

اس حلف برداری کے بعد حامیء بے کساں غم گسار مظلوماں ﷺ اپنے نوجواں ساتھیوں کو ہمراہ لے کر اس ظالم تاجر کے گھر گئے اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ اس سے مطالبہ کیا

(۱) ابن کثیر، البدیہ والنہایہ، ۲: ۲۹۳

marfat.com

کہ مسافر بدو کی بیٹی کو باعزت واپس کر دے۔تاجر نے ایک رات کی مہلت مانگی لیکن آپ ﷺ نے مہلت دینے سے انکار کر دیا۔اور اسے مجبور کر کیا کہ وہ فوراً بچی کو اس کے باپ کے حوالہ کرے۔ بالآخر وہ دولت مند تاجر مجبور ہو گیا اور اسے بچی کو واپس کرنا پڑا۔

اس واقعہ کو شہرت ہوئی پھر جب بھی بے آسرا اور بے سہارا لوگوں پر بااثر لوگ ظلم و ستم کرنے لگتے تو وہ ان انقلابی نوجوانوں سے فریاد رسی کرتے۔ حضور ﷺ ہر مظلوم اور دکھی کی مدد کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ (۱)

(۱) محمد کرم شاہ، ضیاء النبیؐ، ۱:۱۲۲

تیروں سے زخمی کرنے والے قبیلہ ثقیف کی ہدایت کے لیے دعا

طائف کی سرزمیں پر ۱۰ نبوی میں امام الانبیاء والمرسلین ﷺ دعوت اسلام کے لیے تشریف لے گئے ۔ بعد میں مدنی دور میں ایک غزوہ کے دوران آپ ﷺ کی قیادت میں لشکر اسلام نے اس کا محاصرہ کیا اس محاصرہ میں دشمنوں نے اس شدت سے تیر برسائے کہ کئی صحابہ زخمی ہو گئے اور لشکر اسلام کو پیچھے ہٹنا پڑا بیس دن محاصرہ کرنے کے بعد آپ ﷺ نے بوجوہ محاصرہ اٹھا لینے کا حکم فرمایا۔ صحابہ نے بددعا کے لیے عرض کیا۔

"یارسول اللہ ﷺ قبیلہ نبوثقیف کے تیروں نے ہمیں دہشت زدہ کر دیا ہے لہٰذا ان کے لیے بددعا فرمائیں"۔

یہ وہی نبوثقیف تھے جنہوں نے مسلمانوں کے لشکر پر گرم سلاخیں برسائی تھیں اور یہ وہی سردار تھے جنہوں نے ۱۰ نبوی میں حضور ﷺ کی دعوت کے جواب میں پتھر برسائے تھے اس لیے صحابہ کی خواہش اور تمنا تھی کہ ان گستاخوں کو سخت سزا ملنی چاہیے۔ لیکن جب دعا کے لیے رحمتہ للعالمین ﷺ کے ہاتھ اٹھے تو زبان یوں گویا ہوئی ۔

اللھم اھد ثقیفا "اے بارالہا! قبیلہ ثقیف کو ہدایت عطا فرما"۔ (۱)

دوسری روایت میں ان کے مسلمان ہونے کی دعا کا بھی ذکر ہے۔

حضور ﷺ کی دعا کا اعجاز تھا کہ یہی قبیلہ ۹ ہجری میں مدینہ منورہ حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔ سرکار نے دشمنوں کے حق میں بھی خیرد بھلائی کی دعا کی کیونکہ آپ ﷺ کی ذات حریص علیکم اور رحمت اللعالمین ہے۔ (۲)

---

(۱) ترمذی، الجامع، ابواب المناقب

(۲) أحمد بن حنبل، المسند، ۳:۳۴۳، رقم: ۱۴۷۴۳

marfat.com

قبیلہ دوس کی ہلاکت کے مطالبہ پر ہدایت کی دعا

یمن میں ایک قبیلہ دوس آباد تھا۔ اس کے سردار طفیل بن عمرو دوسی، دعوت اسلام کے ابتدائی دور میں اپنے کسی ذاتی کام کی خاطر مکہ مکرمہ آئے اہل مکہ نے انہیں سرکار دوعالم ﷺ کی دعوت سے ڈرایا اور اس حد تک خائف کیا کہ محمد کی آواز بھی کسی کے کان میں پڑ جائے تو جادو کر جاتی ہے مخالف آدمی کی ہمیشہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کے مدمقابل کی افرادی قوت زیادہ نہ بڑھنے پائے۔ طفیل، مکہ والوں کی باتوں میں آکر اپنے کانوں میں روئی ٹھونس کر، مکہ کی گلیوں میں پھرنے لگا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے کانوں میں اس نئی دعوت دینے والے شخص کی آواز پہنچ جائے۔ طفیل دوسی کے مقدر اچھے تھے کہ ایک دن اتفاق سے مقدر جگانے والے پیغمبر کے پاس سے گزرے، آپ ﷺ مسجد میں حالت نماز میں دلوں کی حالت بدلنے والے نسخہ کیمیا کی تلاوت فرما رہے تھے۔ وہی قرآن، جس نے عمرؓ جیسے سخت اور پتھر دل کو موم بنا دیا اور جس کی تاثیر سے اسلام کا سب سے بڑا دشمن، سب سے بڑا پاسبان اور مبلغ بن گیا۔

طفیل دوسی نے صاحب قرآن کی زبان سے جب قرآن کی آیات سنیں تو کانوں کے راستے، دل میں اترتی چلی گئیں۔ آیات کے اعجاز سے اہل مکہ کے غلط پراپیگنڈہ کی قلعی کھل گئی اور دل نے یقین کر لیا کہ ایسی آیات، کسی بشر کا کلام نہیں ہوسکتیں۔ فوراً بارگاہ رسالتماب ﷺ میں حاضر ہو کر ایمان کی دولت سے مالا مال ہو گئے۔ قبول اسلام کے بعد وطن واپس لوٹے تو دل میں دوسروں تک یہ دعوت پہنچانے کو خواہش پیدا ہوئی۔ کیونکہ

حق نے کی ہیں دوہری خدمتیں تیرے سپرد
خود تڑپنا ہی نہیں' اوروں کو تڑپانا بھی ہے
خود سراپا نور بن جانے سے کب بنتا ہے کام
تجھ کو اس ظلمت کدے میں نور پھیلانا بھی ہے

marfat.com

طفیل دوسی ﷺ اپنے قبیلہ والوں کو اسلام کی دعوت دیتے رہے لیکن خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا۔ ان کی مسلسل مخلصانہ کوشش کے باوجود اہل قبیلہ نے (سوائے چند ساتھیوں کے) اسلام قبول کرنے سے انکار کردیا۔ طفیلؓ بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر اپنے قبیلہ والوں کے لیے بددعا کی درخواست کرتے ہیں۔

یارسول اللہ إن دوسا قد عصت و ابت فادع اللہ علیھا فظن الناس انه یدعوا علیھم،فقال،اللھم! اھد دوساوات بھم . (۱)

''یارسول اللہ ﷺ! قبیلہ دوس نے نافرمانی اور انکار کی حد کر دی ہے لہٰذا آپ ان کے لیے بد دعا فرمائیں۔ (آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھائے) تو لوگوں نے گمان کیا کہ اب آپ ﷺ ان پر بددعا فرمائیں گے۔ (اور وہ اس طرح ہلاک ہو جائیں گے)۔ مگر سرکاردوعالمؐ کی زبان اقدس جب گویا ہوئی تو بارگاہ الٰہی میں عرض کیا۔ اے اللہ! قبیلہ دوس کو ہدایت فرما اور انہیں مسلمان بنا کر لے آ''۔

حضور ﷺ کا دعا کرنا تھا کہ ان کی تقدیرہی بدل گئی۔ اب جب طفیل اپنے قبیلہ میں واپس گئے اور انہیں اسلام کی دعوت دی تو قبیلہ والوں نے لبیک کہا اور ان کے ساتھ تقریباً ۷۰، ۸۰ گھرانوں نے بارگاہ نبوی میں حاضر ہوکر دولت ایمان قبول کر لی۔

ذرا غور کریں حضور ﷺ کے جذبہ خیر خواہی اور امت دعوت کی فکر ہدایت پر کہ ہلاکت کے مقابلہ میں نجات، بد دعا کے مطالبہ پر دعا اور گمراہی کے بدلہ میں ہدایت طلب فرمائی۔ طفیلؓ کا حوصلہ کم تھا اس لئے انہوں نے بد دعا کی درخواست کی جب کہ سرکار دو عالم ﷺ ساری انسانیت کی بھلائی کا جذبہ رکھتے تھے،اس لیے آپ ﷺ نے ان کی ہدایت کی دعا فرمادی۔

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الجھاد، ۲۳۴۹۵، رقم:۶۰۳۸

marfat.com

قریشی نوجوان کے ارادہ برائی کو بدلنے کا منفرد انداز دعوت

اللہ تعالیٰ نے تاجدار کائنات حضور ﷺ کو ''داعیا الی اللہ'' بنا کر بھیجا۔ آپ ساری انسانیت کو خیر و فلاح کی طرف بلانے والے اور گناہوں کے انجام بد سے ڈرانے والے ہیں۔ آپ ﷺ ''مذکر'' بھی ہیں اور ''مبلغ'' بھی۔گنہگار کی حیثیت ایک مریض جبکہ داعی و مبلغ کی حیثیت ایک ہمدرد طبیب کی ہوتی ہے۔بعض دفعہ مرض شدید ہوتا ہے اس وقت طبیب کی حکمت کا امتحان بھی شدید ہوتا ہے۔اسی لیے قرآن حکیم نے دین کے داعیوں اور مبلغوں کو حکمت کا پیغام دیتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا۔

اُدعُ اِلٰی سَبِیلِ رَبِّکَ بِالحِکمَۃِ وَالمَوعُظَۃِ الحَسَنَۃِ (۱)

''حضور ﷺ کی ''موعظۃ حسنۃ'' سے رہنمائی لینے کے لیے درج ذیل روایت ملاحظہ ہو۔''

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ ایک نوجوان محسن انسانیت ﷺ کی بارگاہ اقدس حاضر ہوا اور درخواست کی : ''یارسول اللہ ﷺ! مجھے بدکاری یعنی زنا کی اجازت دیجیے''۔ یہ سن کر حاضرین اس پر برس پڑے اور لعنت ملامت کرنے لگے کیونکہ یہ جرم اور گناہ ایسا تھا جس کے ارادہ پر طیش اور غصہ میں آنا فطری امر تھا۔سرکار نے جب یہ ردعمل دیکھا تو اپنی ''حکمت'' اور ''موعظت حسنۃ'' سے لوگوں کو لعنت ملامت سے روکتے ہوئے نوجواں کو بڑے پیار سے اپنے قریب بلا لیا اوراس سے (کچھ سوالات کرتے ہوئے) پوچھا: أتحبه لأمک (کیا تم اپنی ماں سے یہ حرکت پسند کرو گے؟) وہ لرز گیا اورعرض کرنے لگا: نہیں،یارسول اللہ ﷺ! کیا کوئی ماں سے بھی ایسا کرسکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پھرتم جس سے بھی کرو گے وہ کسی نہ کسی کی ماں ہوگی''۔آپ ﷺ نے اسے مزید جھنجھوڑتے ہوئے کہا أتحبه بنتک (کیا تم اپنی بیٹی سے ایسا کرنا پسند کرو گے)اس نے کہا :نہیں یا رسول اللہ ﷺ پھر پوچھا،أتحبه لاختک (کیا اپنی بہن سے ایسا کرنا پسند کرو گے؟)اس نے نفی میں جواب دیا۔اسی طرح خالہ اور پھوپھی کے بارے

(۱) القرآن، النحل، ۱۲:۶

marfat.com

میں دریافت کیا اور وہ کہتا رہا کہ کوئی بھی اپنی بہن، بیٹی، خالہ، پھوپھی سے ایسا نہیں کرتا بلکہ ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔ آپ ﷺ فرماتے گئے کہ ہاں تم ٹھیک کہتے ہو۔ کوئی صحیح الدماغ شخص ایسا پسند نہیں کرتا۔ (بلکہ ایسا سوچ بھی نہیں سکتا) اس کے بعد آپ ﷺ نے اسے آغوشِ (رحمت) میں لے لیا اور اس پر ہاتھ رکھ کر دعا کی۔

اللھم اغفر ذنبه وطهر قلبه وحصن فرجه (۱)

''اے (دلوں کو بدلنے والے) اللہ! اس نوجوان کا گناہ بخش دے اور اس کے دل کو پاک کر دے اور اس کی عصمت کی حفاظت فرما''۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد اس نوجوان کی کایا پلٹ گئی اور یہ حال ہو گیا کہ وہ اپنی نگاہیں نیچے کیے رکھتا اور کبھی کسی کی طرف کبھی بری نظر سے نہ دیکھا۔

اس واقعہ سے ایک طرف تو محبوب خدا ﷺ کے مستجاب الدعوات ہونے کا علم ہوتا ہے تو دوسری طرف آپ کا انداز دعوت وتبلیغ، امت کے داعیوں کے لیے رہنما اصول مہیا کرتا ہے آج بدعقیدگی اور لادینیت کے ماحول میں، اگر ہمارے مبلغین یہ انداز اختیار کریں تو معاشرے کو ایمان اور نیکیوں کی بہار سے بہرہ ور کیا جا سکتا ہے لیکن افسوس کا مقام ہے کہ دور حاضر میں بدی کی طرف سے جانے والی قوتیں زیادہ خُلق اور نرمی نے کام لے کر اپنے حلقہ کو وسیع کرتی جارہی ہیں جب کہ اسلام کے نام لیوا اور مذہبی مبلغین، خشک اور درشت انداز کی، ''لٹھ مار تبلیغ'' سے لوگوں کو اپنے سے دور کرتے جارہے ہیں اسی لیے حکیم الامت نے کہا تھا۔

ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں
فقط ہے یہ کہ پیرمغاں ہے مرد خلیق

مولانا حالی کی بھی یہ بات مبلغین کے لئے بڑی مفید اور اثر انگیز ہے وہ کہتے ہیں

جہاں رام ہوتا ہے میٹھی زبان سے
نہیں لگتی کچھ اس میں محنت زیادہ

(۱) احمد بن حنبل، المسند، ۵:۲۵۶، رقم: ۲۲۲۶۵

marfat.com

میدان جنگ میں بھی دشمنوں سے خیر خواہی

کہتے ہیں، محبت اور جنگ میں سب کچھ روا ہوتا ہے یعنی ایسی حالتوں میں اصولوں کو نہیں دیکھا جاتا لیکن سرکار دو عالم ﷺ نے میدان جنگ میں بھی اپنے جانی دشمنوں کی خیر خواہی کے جو اقدامات کیے، تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ کتبِ حدیث و سیر رحمت دو عالم ﷺ کی میدان جنگ میں دشمن نوازی کی مثالوں سے بھری پڑی ہیں جنہیں پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ اپنے جانی دشمنوں کے لیے بھی کس قدر ہمدردی اور دردمندی کے جذبات رکھتے تھے۔ چند روایات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ جب کسی لشکر اسلام کو جہاد کے لیے بھیجتے تو اسے ہدایات فرماتے۔ یہ ہدایات حدیث کی کتب میں ''کتاب المغازی'' اور ''کتاب الجہاد و السیر'' کے تحت درج ہیں۔ ان ہدایات کے مطابق میدان جنگ میں پہلے دشمنان اسلام کو ایمان اور اسلام کی دعوت دی جاتی۔ صحیح مسلم کی ایک روایت کے مطابق حضور ﷺ کا دستور تھا کہ جب کہیں کسی فوج کو متعین کرتے تو سپہ سالار کو یہ ہدایت فرماتے۔

''جب تم مشرکوں میں سے کسی دشمن قوم سے مقابل ہو تو اس کو تین باتوں میں سے کسی ایک بات کے قبول کرنے کی دعوت دو۔ اگر وہ ان میں سے کوئی بات بھی مان لے تو حملہ کرنے سے رک جاؤ''۔

ل) اسے اسلام کی دعوت دو اگر وہ قبول کرے تو پھر اس سے رک جاؤ اس کے بعد اس سے خواہش کرو کہ مسلمانوں کے ملک میں آجائے تو اس کا وہی حق ہوگا جو مسلمانوں کا ہے۔

ب) اگر وہ نہ اس بات کو نہ مانے تو اس کی حالت بدو مسلمانوں کی سی ہوگی۔ قانون اس پر مسلمانوں کا جاری ہوگا۔ لیکن غنیمت اور فئے میں اس کا حصہ نہ ہوگا جب تک وہ جہاد میں شرکت نہ کرے۔

marfat.com

ج) اگر وہ اسلام قبول نہ کرے تو اس کو جزیہ دے کر ذمی بننے کو کہو۔ اگر وہ اسے مان لے تو اس سے رک جاؤ اگر وہ اس کو بھی نہ مانے تو پھر خدا سے نصرت طلب کر اور لڑائی شروع کر دے۔ (۱)

مذکورہ بالا ہدایات سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام کسی کو مجبور کر کے مسلمان نہیں بنانا چاہتا۔ مزید یہ کہ اسلام صلح و آشتی کا علمبردار ہے حتی الوسع جنگ و جدل سے انسانیت کو روکنا چاہتا ہے لیکن جہاں ظلم و بربریت ہو، بنیادی حقوق تلف کئے جا رہے ہوں، وہاں حق کی تلوار اٹھانے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔

۲۔ سرکار دو عالم ﷺ ۸ ہجری میں، جب فاتحانہ شان سے سرزمین مکہ میں داخل ہوئے تو اہل مکہ خوفزدہ تھے کہ لشکر اسلام مکہ میں داخل ہو گا تو خون کے دریا بہا دے گا اس موقع پر مکہ کے سردار ابوسفیان اور سرکار دوعالم ﷺ کا مکالمہ قابل ملاحظہ ہے حضور ﷺ نے ابوسفیان پر اسلام پیش کیا تو اس نے کہا۔

یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ کس قدر صلہ رحمی کرنے والے اور رحیم ہیں۔ میرے دل میں کچھ خلجان ہے۔ تاہم حضرت عباسؓ کے سمجھانے بجھانے پر اس نے اسلام قبول کر لیا اور مکہ کو پرامن طور پر حضور ﷺ کے حوالے کرنے پر تیار ہو گیا۔

اس موقع پر انسانیت کے محسن رسول ﷺ کی طرف سے اعلان کیا گیا۔

۱۔ اسلامی لشکر، اہل مکہ کے جان و مال کی حفاظت کی ضمانت دے گا۔

۲۔ اہل مکہ مزاحمت نہیں کریں گے۔ مزاحمت کی صورت میں ہتھیاروں کا استعمال کیا جا سکے گا۔

۳۔ لوگ باہر نہ نکلیں۔ گھر میں، مسجد میں یا ابوسفیان کے گھر میں رہیں

---

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب الجهاد والسير

marfat.com

مکہ والے وہ لوگ تھے جنہوں نے حضور ﷺ کو مکہ میں چین سے نہ رہنے دیا حضور مکہ چھوڑ کر مدینہ چلے گئے تو وہاں بھی آرام سے رہنے نہ دیا اور مسلسل لڑائیاں کرتے رہے۔ حضور ﷺ کے علاوہ کوئی اور ہوتا تو نہ جانے کس بے دردی اور سفاکی سے اُن کا قتل عام کرتا اور تاریخ میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں لیکن اس موقع پر جانی دشمنوں کی کس قدر خیر خواہی کی، حافظ ابن کثیر کی روایت ملاخط ہو۔

''جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا وہ امن پائے گا تو حضرت ابوسفیان نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! میرا گھر تو اتنی وسعت نہیں رکھتا۔

آپ ﷺ نے فرمایا، جو کعبہ میں داخل ہو جائے اس کو بھی امان ہے انہوں نے پھر عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! کعبہ بھی اتنا کشادہ نہیں ہے آپ ﷺ نے فرمایا، جو مسجد میں آجائے اسے بھی امان دی جاتی ہے، انہوں نے پھر عرض کیا۔ مسجد بھی ناکافی ہے۔ آپ ﷺ نے (کمال درجہ کی انسانی خیر خواہی اور ہمدردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے) فرمادیا جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر دے اسے بھی اماں دی جاتی ہے پس ابوسفیان نے کہا، یہ کافی ہے۔ (۱)

۳۔ خلفاء راشدین کے زمانہ میں جب ایرانیوں سے لڑائی ہوئی تو لشکر اسلام نے تین روز تک میدان جنگ میں تلوار نہ اٹھائی۔ حضرت سلمان فارسیؓ تین روز تک ان کو سمجھاتے رہے اور کہتے رہے کہ

''میں تمھاری قوم سے ہوں۔ لیکن دیکھتے ہو کہ عرب ہمارے زیر فرمان ہیں اگر تم بھی مسلمان ہو جاؤ تو تم کو بھی وہی حقوق ملیں گے جو ہمارے ہیں اور اگر تم اپنے ہی مذہب پر رہنا چاہتے ہو تو جزیہ دے کر رہ سکتے ہو لیکن محکوم رہو گے۔ (۲)

۴۔ ثمامہ بن اثال، یمان کے رئیس تھے یہ ایک جنگ کے دوران مسلمانوں کے لشکر کے

---

(۱) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۴: ۲۹۱

(۲) ترمذی، الجامع الصحیح، ابواب السیر

marfat.com

ہاتھ گرفتار ہو گئے ۔ انہیں مسجد نبوی کے ستون سے باندھ دیا گیا۔ رحمت دوعالم ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو ثمامہ سے پوچھا ''ثمامہ تمھاری کیا رائے ہے'' اس نے جواب دیا ''محمد ﷺ !میری رائے اچھی ہے اگر مجھے قتل کرو گے تو ایک خون والے کو قتل کرو گے اور اگر احسان کرو گے تو ایک شکر گزار پر احسان ہو گا اور اگر زر فدیہ ہو تو جو مانگو دے دیا جائے گا''۔

آنحضرت ﷺ نے کچھ نہ فرمایا۔ پھر دوسرے اور تیسرے روز بھی اسی طرح کا مکالمہ ہوا۔ تیسرے دن سرکار ﷺ نے فرمایا ''ثمامہ کو چھوڑ دو''۔ لوگوں نے اسے کھول دیا وہ آزاد ہو کر مسجد نبوی کے قریب نخلستان میں گئے وہاں غسل کیا اور پھر مسجد میں آ کر کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ (۱)

ذرا غور کریں اگر دینِ محمدی میں،لوگوں کو زبردستی مسلمان بنانے کا نظریہ روا ہوتا تو ثمامہ کو مسلمان کرنے کا اس سے بہتر موقع کونسا تھا؟ وہ دشمن تھا مسلمانوں کے قبضہ میں تھا مسلمانوں کو اس حوالہ سے کوئی مجبوری بھی نہ تھی۔ یہ کہا جا سکتا تھا کہ اگر مسلمان ہوتے ہو تو تمھیں آزاد کیا جاتا ہے ورنہ اسی طرح اسیر رہو گے یا قتل کر دیئے جاؤ گے سرکار دوعالم ﷺ نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں بلکہ کردار کے زور سے پھیلا ہے۔تلوار نے ظالموں کی ظلم و جبر والی اکڑی گردنیں تو خم کیں لیکن ان کے دلوں نے کردار سے مائل ہو کر اسلام کی دولت قبول کی۔

غزوۂ خیبر میں سرکار دوعالم ﷺ نے یہودی قلعوں پر حملہ کرنے کے لیے ،جب حضرت علیؓ کو بھیجا۔ انہوں نے عرض کی،''یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں ان سے لڑوں یہاں تک کہ وہ ہماری طرح ہو جائیں ؟'' فرمایا''آہستگی سے روانہ ہو یہاں تک کہ ان کے میدان میں پہنچ جاؤ پھر ان کو اسلام کی دعوت دو اور اس میں جو ان کا حق ہو گا وہ ان کو بتاؤ خدا کی قسم اگر ایک شخص کو بھی،اللہ تمھارے ذریعہ سے ہدایت دے دے تو اس سے بہتر ہے کہ تمھاری ملکیت میں سرخ اونٹ ہوں''۔ (۲)

(۱) بخاری، الصحیح، باب ربط الاسیر

(۲) ا۔ بخاری، الصحیح، باب غزوۃ خیبر

marfat.com

اُسامہ! کیا تم نے اُس مقتول کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا؟

حضرت اسامہؓ، سرکار دو عالم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ کے بیٹے تھے حضور نبی اکرم ﷺ ان سے بہت پیار کرتے تھے۔ یہ آپ ﷺ کے چہیتے خادم تھے ایک موقع پر انہیں ایک فوجی دستہ کا سپہ سالار بنا کر ایک لڑائی کے لیے بھیجا گیا۔ جب گھمسان کا رن پڑا تو ایک کافر آپؓ کی زد میں آیا آپؓ نے حملہ کا ارادہ کیا تو اس نے لا الہ الا اللہ پکارا۔

ایک انصاری جو پہلے اس پر جھپٹے تھے وہ کلمہ سنتے ہی رک گئے مگر حضرت اسامہؓ نے، اس شخص کے کلمہ پڑھنے کو اس کی جان بچانے کے فریب پر محمول کرتے ہوئے، اس کا لحاظ نہ کیا اور نیزہ سے اس کا کام تمام کر دیا۔ حضور رحمت دو عالم ﷺ کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو اسامہؓ سے سخت آزردہ ہوئے اسامہؓ نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! اس نے صرف تلوار کے ڈر سے کلمہ پڑھا تھا اس پر سرکار دو عالم ﷺ نے بڑا بلیغ فقرہ ارشاد فرمایا۔

افلا شققت عن قلبه

''اے اسامہ! کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا''۔

پھر سرکار ﷺ برابر یہ فرماتے رہے، اے اسامہ! تم قیامت میں اس کے لا الہ الا اللہ کا کیا جواب دو گے۔ اسامہؓ کہتے ہیں کہ مجھے اتنی ندامت ہوئی کہ میں نے دل میں خواہش کی کہ کاش میں آج ہی مسلمان ہوا ہوتا۔ (۱)

ایک مشرک کے بلاوجہ قتل پر غمگسارِ عالمین ﷺ کی ناراضگی

سرکار دو عالم ﷺ نے، اپنی تعلیمات میں ہر شخص کی جان، مال اور عزت محترم گردانتے ہوئے، انہیں بلاوجہ تلف کرنے سے منع فرمایا ہے۔ آپ ﷺ کسی کو انسانی

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب الایمان، ۱:۹۶، رقم: ۹۶

marfat.com

خون سے ہولی کھیلنے کی اجازت نہ دیتے ۔ لہٰذا جب مکہ فتح ہوا تو آپ ﷺ کی طرف سے حکم جاری ہوا کہ جو شخص مزاحمت نہ کرے اس کے خلاف ہتھیار نہ اٹھائے جائیں ۔آپ ﷺ کے اس حکم کی رو سے وہ لوگ بھی امان میں تھے جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا لیکن اس دوران ایک شخص ایسا تھا جو مقابلے پر نہ آیا لیکن مارا گیا۔ اس قتل کا جب سرکار ﷺ کو علم ہوا تو آپ ﷺ نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور خطبہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک مکہ کو حرام قرار دیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے لیے مکہ میں داخلہ کے وقت چند گھڑیوں کے لیے شہر مکہ مجھ پر حلال ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے اس مشرک شخص کی دیت سو اونٹ دلوائی ۔ (۱)

رحمت عالم ﷺ کا جاسوس عورت سے حسن سلوک

سن ۸ ہجری میں ،حضور رحمت عالم ﷺ ،جنگی حکمتوں کے پیش نظر فتح مکہ کے منصوبہ کو اخفاء و اشتباہ میں رکھے ہوئے تھے ۔اس دوران ایک صحابی حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ نے سارہ نامی عورت کے ذریعے مکہ یہ خبر ارسال کر دی کہ مسلمان مکہ پر حملہ کرنے والے ہیں۔ اس عورت نے یہ خط اپنے سر کے بالوں میں چھپایا اور غیر معروف راستے اختیار کرتی ہوئی اپنے خفیہ مشن پر روانہ ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اس خفیہ مشن سے آگاہ فرما دیا آپ ﷺ نے حضرت علیؓ ،حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ کو اس عورت کے تعاقب میں روانہ کیا۔ اصحاب رسول ﷺ تیز رفتاری سے گئے اور اس جاسوسہ باندی کو راستے میں جا لیا۔ اس کے سامان کی تلاشی لینے پر کوئی قابل اعتراض چیز برآمد نہ ہوئی۔ صحابہؓ نے اس عورت سے مذکورہ خط کے بارے میں دریافت کیا تو وہ صاف مکر گئی کہ مجھے تو اس قسم کے کسی خط کے بارے میں کوئی علم ہی نہیں صحابہ نے اس پر دباؤ ڈالا کہ ہم تجھے کسی صورت بھی آگے نہیں جانے دیں گے اگر وہ نہ مانی تو مجبوراً اس کی تلاشی لینا ہوگی۔ اس پر وہ عورت گھبرا

(۱) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۴:۳۰۶

marfat.com

گئی۔اس نے مکہ والوں کے لیے خفیہ پیغام رسانی کا اعتراف کرلیا اور ایک طرف ہو کر وہ خط نکال کر صحابہؓ کے حوالے کر دیا صحابہ نے خط وصول کیا اور اس عورت کو چھوڑ دیا کیونکہ انہیں حضور رحمت عالم ﷺ کی طرف سے ہدایت تھی کہ اگر وہ عورت خط دے دے تو اسے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ پہنچانا۔

جب صحابہ کرام ﷺ کو حضرت حاطب ﷺ کے اس سنگین فعل کا علم ہوا تو وہ بڑے غصہ میں آئے ۔ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا ،یارسول اللہ ﷺ! اگر اجازت ہو تو اللہ کے رسول اور مومنوں سے خیانت پر حاطب کی گردن نہ اڑا دوں؟ چونکہ حضرت حاطب ﷺ کا یہ فعل بدنیتی پر مبنی نہ تھا اور نہ کفر وارتداد کے باعث اتنی بڑی غلطی ہوئی تھی۔حضور ﷺ کے پوچھنے پر حاطبؓ نے عرض کیا،''یا رسول اللہ ﷺ! میرے معاملے میں کوئی فیصلہ کرنے میں جلدی نہ فرمائیں۔ میں قریش کا حلیف ہوں لیکن ان سے رشتہ داری نہیں دوسرے لوگوں کے رشتہ داروں کے باعث ان ے اموال واقارب کی حفاظت ہوتی ہے میں نے سوچا کہ اہل مکہ پر احسان کروں جس کے بدلہ میں وہ میرے اعزہ وا قارب کی حفاظت کریں''۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے اس کا عذر قبول کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔''حاطب نے سب کچھ سچ سچ بتا دیا ہے اب اسے کچھ نہ کہا جائے'' صحیح بخاری کی روایت کے مطابق سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا''۔ یہ (حاطب) تو غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے کیا تمھیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کے حالات سے باخبر ہوتے ہوئے فرمایا ہے کہ اب تم جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا۔

لجپال وکریم رسول ﷺ کا ارشاد گرامی سن کر حضرت عمر فاروق ﷺ رونے لگے اور عرض کیا ''اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں۔''

اسی واقعہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ،سورۃ الممتحنہ کی آیات نازل کرتے ہوئے اہل اسلام کو آئندہ کے لئے منع فرما دیا کہ وہ اہل کفر کو دوست نہ بنائیں اور نہ ہی اہل اسلام کا کوئی راز ان تک پہنچائیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔

marfat.com

یاایھاالذین امنوا الاتتخذواعدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیھم بالمودہ وقد کفروابماجاء کم من الحق (۱)

''اے ایمان والو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ۔ تم ان کو دوستی (ومحبت) کا پیغام بھیجتے ہو اور وہ اس دین ہی سے منکر ہیں جو تمھارے پاس آیا''۔

مذکورہ بالا واقعہ سے جو امر اس وقت قابل غور ہے، وہ یہ کہ حضور ﷺ نے جاسوسی جیسے سنگین جرم کی مرتکب عورت کو، رحمت عامہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے، معاف فرما دیا حالانکہ دنیا کی جنگی تاریخ میں جاسوسوں کی سزا موت رہی ہے۔ اس واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے مفکر اسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ۔ ''سیرۃ الرسول'' میں یوں رقم طراز ہیں۔

''آج بھی عورتوں کے ذریعے جاسوسی کا عام رواج ہے دشمن کے راز حاصل کرنے کے لیے خوبرو عورتوں کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں اور جب یہ عورتیں رنگے ہاتھوں پکڑی جاتی ہیں تو کسی رعایت کی مستحق نہیں سمجھی جاتیں، راز اگلوانے کے لیے نہ صرف غیر انسانی حربے استعمال کئے جاتے ہیں بلکہ انہیں جنسی تشدد کا بھی نشانہ بنایا جاتا ہے دنیا کی جنگی تاریخ میں جاسوسوں کی سزا موت ہوتی ہے ان کو طرح طرح کی اذیتیں دے کر ہلاک کیا جاتا ہے۔ جاسوس اگر عورت ہو تو ہر قسم کی بدسلوکی کو روا رکھا جاتا ہے لیکن یہ اعزاز صرف سپہ سالار مدینہ حضور رحمت عالم ﷺ کو حاصل ہے کہ تاریخ کے ایک فیصلہ کن موڑ پر انہوں نے اخلاقی حدود کی پابندی کو یقینی بنایا، بدترین دشمنوں حتی کہ جاسوسوں کے ساتھ بھی نرمی اور حسن سلوک کا مظاہرہ کیا وہ جاسوس عورت جو رنگے ہاتھوں پکڑی گئی اس پر کسی قسم کا تشدد نہ کیا گیا بلکہ خط حاصل کرنے کے بعد چھوڑ دیا گیا حالانکہ اس کا یہ فعل ایک ناقابل معافی جرم تھا۔ حسن سلوک اور عورتوں سے درگزر کا یہ ایک محیرالعقول واقعہ اسلامی تاریخ کے سوا کہیں اور نہیں ڈھونڈا جا سکتا''۔ (۲)

(۱) القرآن، الممتحنہ، ۶۰:۱

(۲) محمد طاہر القادری، سیرۃ الرسول ﷺ، ۸: ۶۴۹-۶۵۱

marfat.com

فتح مکہ کے موقع پر خون کے پیاسوں کے لیے عام معافی کا اعلان

چالیس سال کی عمر مبارک میں ،سید البشر ﷺ کو جب اعلان نبوت کا حکم ہوا تو آپ ﷺ نے قوم کو حق کی دعوت دی اور باطل استحصالی نظام کو بے نقاب کیا تو فرسودہ اور بیہودہ نظام حیات کے گماشتے آپ ﷺ کے دشمن ہو گئے آپ ﷺ کو صادق، امین کہنے والے ،آپ ﷺ پر جادوگر اور مجنوں ہونے کا الزام لگانے لگے۔ مکہ کی فضاؤں میں تیرہ سال تک خدائے وحدہ لاشریک کی توحید کا نعرہ بلند ہوتا رہا جس کے جواب میں آپ ﷺ پر طعن وتشنیع کے تیر برسائے جاتے رہے۔ آپ ﷺ پر پتھروں کی بارش کی گئی شعب ابی طالب میں معاشرتی مقاطعہ کیا گیا۔ اپنے قبیلہ ہی کے لوگ آپ ﷺ کے خون کے پیاسے ہو گئے آپ ﷺ کے اصحاب کو تنگ کیا گیا۔ ہر طرح سے ظلم وتشدد کیا گیا۔ بالآخر خدائے بزرگ و برتر نے اپنے برگزیدہ رسول ﷺ کو مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم فرمایا قریش مکہ نے یہاں بھی آپ ﷺ کو چین سے بیٹھنے نہ دیا۔ غزوۂ بدر سے صلح حدیبیہ تک کفارومشرکین کی چیرہ دستیوں کی ان گنت داستانیں بکھری ہوئی ہیں اور پھر وہ وقت آیا جب بے بسی اور کسمپرسی کے عالم میں شہر مکہ سے رات کی تاریکی میں ہجرت کرنے والے رسول ﷺ ، ۸ ہجری میں،ایک لشکر جرار کے ساتھ،ایک فاتحانہ شان سے مکہ میں داخل ہوئے تو دنیا نے امن وآشتی اور رحم وکرم کا ایک بے نظیر اور عدیم المثال نظارہ کیا۔

جب دس ہزار نفوس قدسیہ کا لشکر اسلام ،چاروں طرف سے مکہ میں داخل ہوا تو اس وقت منکرین رسالت اور مخالفین اسلام ،اپنے ماضی کے اعمال یاد کرتے ہوئے سر جھکائے ،لرزہ براندام کھڑے تھے۔ انہیں علم تھا کہ جب فاتحین کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو اہل شہر پر کیا قیامت ٹوٹتی ہے۔ کس طرح وہاں کے مکینوں کا قتل عام ہوتا ہے؟ املاک کو نذر آتش کیا جاتا ہے دشمن کی بیٹیوں کو اپنی تحویل میں لیا جاتا ہے ،بچوں اور بوڑھوں کو غلام بنایا جاتا ہے محکوم قوموں کی تہذیب وثقافت کا ہر نشان مٹادیا جاتا ہے اور دشمنوں سے گن گن کے بدلے لیے جاتے ہیں لیکن آج شہر مکہ میں داخل ہونے والے لشکر کے سپہ سالار کسی ملک کے بادشاہ نہ تھے، کسی علاقے کے سربراہ نہ تھے بلکہ یہ تو سلطان عرب و

marfat.com

عجم اور والی کون و مکاں تھے یہ رسول امن، رحمتہ للعالمین بن کر ساری کائنات کے لیے عفووکرم اور امن و آشتی کا پیغام لے کر آئے تھے یہ وہ پیغمبر انقلاب ﷺ تھے جن کے کردار و عمل سے رہتی دنیا تک نسل انسانی نے بقاو سلامتی اور فلاح و بہبود کا درس لینا تھا لہٰذا آپ ﷺ نے ''لاتثریب علیکم الیوم'' اور ''انتم الطلقاء'' کے ذریعے عام معافی کا اعلان کر دیا۔ اس طرح خون کے پیاسوں کو سینے سے لگا کر عفو و درگزر کی ایک نئی تاریخ رقم فرما دی۔ آپ ﷺ کی طرف سے یہ اعلان ہوا کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے گا اسے امان دی جائے گی' جو مسجد الحرام میں آ جائے گا اسے بھی اماں ملے گی' حتی کہ جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے گا اس سے بھی کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔

سیرت ابن ہشام اور دیگر کئی کتب سیرت میں ہے کہ جب سپہ سالار مدینہ نے مکہ فتح کر لیا تو قریش مکہ سے پوچھا۔

یا معشرقریش ماترون انی فاعل فیکم ؟ قالوا خیرا، اخ کریم وابن کریم (۱)

''اے گروہ قریش! تمھارا کیا خیال ہے کہ میں تمھارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟ انہوں نے کہا ہم نیک خیال کرتے ہیں۔ آپ شریف بھائی اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں''۔

نبی رحمت ﷺ نے ماضی کے بدترین دشمنوں کو معاف کرتے ہوئے فرمایا۔

لاتثریب علیکم الیوم ''تم پر آج کوئی مواخذہ نہیں'' **اذھبوا نتم الطلقاء** ''جاؤ آج تم سب آزاد ہو''۔

آپ ﷺ نے اس موقع پر ایک تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا۔

''(اے گروہ قریش! آج) بیت اللہ کی خدمت اور حاجیوں کو پانی پلانے کے

(۱) ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۲:۲۱۴

marfat.com

سوا، جاہلیت کے تمام سود، خون مال اور فخر میرے قدموں کے نیچے ہیں قتل خطا اور شبہ عمد کی دیت ایک سو اونٹ ہے جس میں چالیس حاملہ اونٹیاں ہوں گی (اے گروہ قریش) خدا تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کا نخوت و تکبر ختم کر دیا ہے۔ تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔ اللہ کے نزدیک تم میں سے بڑا معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی پیدائش کے دن سے مکہ کو حرمت والا بنایا ہے۔ مجھے بھی اس میں دن کی صرف ایک گھڑی میں اجازت ملی تھی حرم کے شکار کو نہ بھگایا جائے اور نہ اس کے درخت کاٹے جائیں اور اس میں گری پڑی چیز کو سوائے اعلان کرنے والے کے اور کسی کے لیے اٹھانا جائز نہیں اور نہ اس کے گھاس کو کاٹا جائے''۔ (۱)

فتح مکہ کے موقع پر رسول رحمت ﷺ کے سامنے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے والے اور قتل کے ناپاک منصوبے بنانے والے کھڑے تھے، لیکن آپ ﷺ نے سب کو معاف فرما دیا۔ اُن معافی پانے والوں میں وہ وحشی بھی تھا جس نے غزوۂ احد کے موقع پر آپ ﷺ کے پیارے چچا حضرت امیر حمزہؓ کا کلیجہ نکالا تھا اور ہند بنت عقبہ بھی تھی جس نے درندگی اور وحشت و بربریت کی انتہا کرتے ہوئے اس کلیجہ کو چبایا تھا آپ ﷺ کے عفو و کرم کی برکت تھی کہ یہ سب لوگ چند ایک کے حلقہ اسلام میں داخل ہو کر مصطفوی تحریک کے دست و بازو بن گئے اس کے بعد لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوئے اور مسلمان، ملک عرب کی سب سے بڑی قوت بن گئے۔ اس کے بعد عالمی فتوحات کا دروازہ کھل گیا۔

رہا ڈر نہ بیڑے کو موج بلا کا
اِدھر سے اُدھر پھر گیا رخ ہوا کا

(۱) مغازی، واقدی، ۸۳۶:۲، بحوالہ سیرۃ الرسول ﷺ از ڈاکٹر محمد طاہر القادری

marfat.com

آپ ﷺ سے بڑھ کر کون کریم ہوسکتا ہے، میری تو آپ کے ساتھ قریبی رشتہ داری بھی ہے

فتح مکہ کے موقع پر لشکر اسلام کے مکہ میں داخل ہونے سے قبل ہی ابوسفیان نام کے دو شخص مسلمان ہوئے۔ان میں ایک تو ابوسفیان بن حرب تھا جس نے غزوۂ احد میں لشکر کفار کی قیادت کی تھی ۔ یہ ہندہ بن عتبہ کا خاوند تھا۔اسی کے گھر کو فتح مکہ کے موقع پر دارالامان بنایا گیا تھا۔دوسرے ابوسفیان ،حضور ﷺ کے چچا زاد اور رضاعی بھائی تھے۔ یہ ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب تھے جو اسلام دشمنی میں ابولہب کی طرح پیش پیش رہتے تھے۔فتح مکہ سے پہلے جب اس نے دیکھا کہ اسلام کی طاقت بڑھتی جارہی ہے اور مشرکین مکہ میں مقابلہ کرنے کی سکت نہیں رہی تو اس نے اسلام کے متعلق سوچنا شروع کر دیا یہاں تک کہ اس پر حضور ﷺ کی صداقت منکشف ہوگئی۔اس نے اپنی غلطیوں کے ازالہ اور اسلام کی آغوش رحمت میں آنے کا فیصلہ کرلیا۔ اس کا ایک دوست عبداللہ بن ابی امیہ تھا جو کہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کا بھائی تھا، اسے بھی ابوسفیان نے اسلام کے لیے تیار کیا۔ دونوں بھیس بدل کر مدینہ شریف کے سفر پر روانہ ہوگئے۔

لشکر اسلام انہیں راستے میں مل گیا۔انہوں نے حاضری کی اجازت چاہی ابوسفیان کی اسلام دشمنی اور اس کے ظلم کی داستانیں آپ ﷺ کی آنکھوں کے سامنے آگئیں، فرمایا، مجھے ان کی ضرورت نہیں۔حضرت ام سلمہؓ نے بارگاہ نبوی ﷺ میں التماس کی۔

”یا رسول اللہ ﷺ! ان میں ایک آپ کا چچا زاد ہے دوسرا میرا بھائی ہے آپ نے بڑے بڑے مجرموں کو معاف فرما دیا ہے انہیں بھی معاف فرما دیں“۔

حضور نبی اکرم ﷺ،حضرت ام سلمہؓ کو ابوسفیان اور عبداللہ بن ابی امیہ کے مظالم یاد دلاتے رہے کہ کس طرح انہوں نے راہ حق کے مسافروں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے اور مسلمانوں پر حملہ کر کے انہیں نیست و نابود کر دینے کے منصوبے بناتے ہوئے پورے عرب کو ساتھ ملانے کی کوشش کرتے رہے ۔ جب ابوسفیان کے کانوں تک

marfat.com

آپ ﷺ کی باتیں پہنچیں تو وہ عرض کرنے لگا۔

''یا رسول اللہ ﷺ! آپ سے بڑھ کر بھلا کون کریم اور حلیم ہو سکتا ہے میری تو پھر آپ کے ساتھ قریبی رشتہ داری بھی ہے''۔

ابوسفیان کی یہ بات سن کر حضور ﷺ کا دل بھر آیا اور آپ ﷺ نے اجازت دے دی ابوسفیان زمانہ جاہلیت کا بلند پایہ شاعر تھا اور اپنی شاعری کے ذریعے حضور ﷺ کی ہجو کرتا تھا۔اب اس نے اشعار میں اپنے ماضی کے سیاہ کارناموں پر معذرت کی۔اشعار سنتے ہوئے حضور ﷺ نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا۔

''ابوسفیان !تو نے مجھے بُری طرح جھٹلایا تھا''۔

ابوسفیان نے کہا۔

''یا رسول اللہ ﷺ ! وہ میری جہالت تھی آپ تو معاف کرنے میں سب سے بڑھ کر ہیں''۔

نبی رؤف و رحیم ﷺ نے اسے معاف فرما دیا اور وہ اسلام کی دولت سے مال مال ہوگیا۔

فتح مکہ کے موقع پر حضور ﷺ اور ابوسفیان کا مکالمہ اور آپ ﷺ کی شان رحمت

قریش مکہ کے سردار ابوسفیان بن حرب نے بھی فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا مسلمانوں نے مکہ کے قریب جب پڑاؤ ڈالا ہوا تھا تو ابوسفیان اپنے ایک ساتھی کے ساتھ خبر گیری کے لیے نکلا ہوا تھا مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار ہوا ۔ اسے بارگاہ نبوی ﷺ میں لایا گیا جہاں اس نے دولت ایمان قبول کر لی۔ حضرت عباسؓ نے سفارش کی کہ ابو سفیان اپنی قوم کا سردار ہے اسے منفرد اعزاز وا کرام عطا کیا جائے نبی رحمت ﷺ نے کرم نوازی کرتے ہوئے فرمایا۔

marfat.com

''جو ابو سفیان کے گھر داخل ہو جائے گا وہ امان میں ہو گا''۔

حافظ ابن کثیر، البدایہ و النہایہ میں، اس موقع پر ہونے والا مکالمہ بیان کرتے ہیں حضور نبی اکرم ﷺ کے ابو سفیان کے گھر کو دارالاماں بنانے کے اعلان پر ابو سفیان نے کہا۔

ابو سفیان: ''یا رسول اللہ ﷺ! میرا گھر تو اتنی وسعت نہیں رکھتا''۔
رسول اللہ ﷺ: ''جو کعبہ میں داخل ہو جائے گا وہ بھی امان میں ہو گا''
ابو سفیان: ''یا رسول اللہ ﷺ! کعبہ بھی اتنا کشادہ نہیں''۔
رسول اللہ ﷺ: ''جو مسجد میں آ جائے اسے بھی امان دی جائے گی''
ابو سفیان: ''مسجد بھی ناکافی ہے''
رسول اللہ ﷺ: ''(شان رحمتہ للعالمینی کے ساتھ) جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر دے اسے بھی امان دی جائے گی''
ابو سفیان: ''یا رسول اللہ! اب کافی ہے''(۱)

مفرورینِ مکہ کے ساتھ ہمدردانہ سلوک

نبی الحرمین، سید الکونین حضور نبی معظم ﷺ نے جب مکہ فتح کیا تو مکہ کے چند افراد ایسے تھے جو از خود ہی ڈر کر مکہ مکرمہ سے بھاگ گئے۔ اُن کا خیال یہ تھا کہ ہم نے حضور ﷺ اور مسلمانوں کی شدید مخالفت کی تھی آج مسلمان ہم پر قابض ہو چکے۔ اب ہم سے ہمارے مظالم کا بدلہ لیا جائے گا۔ ان بھاگنے والے افراد میں وحشی بن حرب، کعب بن زبیر، عبداللہ بن سعد، عکرمہ بن ابی جہل، ہبار بن اسود، سارہ اور ہندہ بنت عتبہ بھی شامل تھی فتح مکہ کے بعد عام معافی کا اعلان ہو گیا۔ ان مفرورین میں سے جو بھی بارگاہ نبی رحمت ﷺ میں حاضر ہوا اور معذرت کی، محسن انسانیت ﷺ نے انہیں معاف فرما دیا۔ ان افراد میں سے چند کے واقعات رقم کیے جاتے ہیں جنہیں بالآخر سرکار دو عالم ﷺ ہی کی بارگاہ میں پناہ لینا پڑی۔

(۱) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ ۴: ۱۹۱

marfat.com

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی، جو اماں ملی تو کہاں ملی

(الف) عکرمہ بن ابی جہل:

آپ فتح مکہ تک اسلام کے شدید مخالفوں میں سے تھے۔ مکہ فتح ہونے کے بعد بھاگ کر یمن چلے گئے۔ یمن کے ساحل پر ابھی کشتی میں سوار ہوئے ہی تھے کہ طوفان میں پھنس گئے عکرمہ نے لات وعزیٰ کو پکارا مگر بات نہ بنی۔ کشتی والوں نے کہا "عزیٰ" کام نہیں دے سکے گا صرف ایک خدا کو پکارنا ہی مشکل حل کرے گا۔اس پر عکرمہ نے کہا۔

"اے بارالہ! میں تیرے حضور عہد کرتا ہوں اگر تو اس مصیبت سے مجھے بچا لے تو میں تیرے نبی حضرت محمد ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مسلمان ہو جاؤں گا"۔

اس دوران میں عکرمہ کی بیوی دربار رسالت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو چکی تھی۔ اس نے اپنے خاوند کے لیے بھی اماں طلب کی۔ نبی مہرباں ﷺ نے اس کی درخواست قبول فرما کہ اماں دینے کا اعلان کر دیا۔

عکرمہ طوفان سے بچ کر گھر آیا تو بیوی نے کہا، چلو دربار رسالت میں حاضری دو۔ میاں بیوی دونوں بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے پہلے ہی صحابہ سے فرما دیا تھا۔

یاتیکم عکرمه مومناً۔ "عکرمہ مومن ہو کر حاضر ہو رہا ہے"۔

عکرمہ دربار نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوا اور دعا کی درخواست کی۔ سرکار دوعالم ﷺ نے اس کے لیے دعائے مغفرت فرمائی۔ اس کے بعد عکرمہ نے بقیہ زندگی دین متین کی خدمت کے لیے وقف کر دی۔

نبی مکرم ﷺ کی غلامی میں آنے کے بعد ان کی روحانی کیفیات کا عالم یہ ہو گیا۔ کہ تلاوت قرآن کریم کرتے تو غشی طاری ہو جاتی اور فرماتے یہ میرے رب کا کلام ہے۔ سچ ہے کہ دامن مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ ہونے کے بعد قلب ونظر میں انقلاب آ جاتا

marfat.com

ہے۔ یہ نگاہ مصطفیٰ ﷺ کی برکت ہے کہ

جس طرف چشمِ محمد ﷺ کے اشارے ہو گئے
جتنے ذرے سامنے آئے ستارے ہو گئے

امیر المومنین حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں جب مرتدین کے خلاف صف آرائی ہوئی تو اس جنگ میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ، سالارِ قافلہ کی حیثیت سے شامل ہوئے۔ جسم اطہر پر ستر سے زیادہ زخم لگے اور مرتبہ شہادت سے بہرہ ور ہوئے۔ اس موقع پر حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے متعلق، غیب کی خبریں دینے والے نبی محترم ﷺ کا وہ فرمان بڑا ایمان افروز ہے جو آپ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر اس وقت ارشاد فرمایا جب حضرت عکرمہ کے ہاتھوں ایک مسلمان شہید ہوا آپ ﷺ نے فرمایا

"قاتل اور مقتول دونوں جنتی ہیں" (۱)

حضور نبی مطلع علی الغیب کا یہ فرمان دو امور کی طرف اشارہ کر رہا ہے ایک تو یہ کہ عکرمہ مسلمان ہو جائے گا دوسرا یہ کہ عکرمہ شہادت کا رتبہ پائے گا۔ نبی محترم ﷺ کی یہ خبر سو فی صد درست ثابت ہوئی عکرمہ کو دونوں سعادتیں نصیب ہوئیں۔

(ب) وحشی بن حرب:

یہ بھی ان لوگوں میں سے تھے جن کا خون مباح قرار دیا گیا تھا یہ وہی وحشی تھا جس نے جنگ احد کے موقع پر سرکار دو عالم ﷺ کے چچا جان حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو نہایت بے دردی سے شہید کیا تھا فتح مکہ کے بعد یہ طائف کے لوگوں کے ساتھ دربار رسالت میں حاضر ہوا۔ لوگوں نے عرض کی، حضور! وحشی آ گیا ہے جس نے آپ ﷺ کے چچا کو شہید کیا تھا۔ آپ ﷺ نے بدلہ لینے کی بجائے ہمدردی و کرم نوازی فرماتے ہوئے یہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا۔

"اسے چھوڑ دو، ایک شخص کا مسلمان ہو جانا، میرے نزدیک ہزار کافروں کے قتل

(۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوۃ، ۳:۱۵۰

marfat.com

سے کہیں زیادہ اچھا ہے''۔

حضور سید العالمین ﷺ نے وحشی سے حضرت حمزہؓ کی شہادت کا واقعہ دریافت فرمایا۔ وحشی نے تعمیل ارشاد کرتے ہوئے نہایت ندامت و شرمندگی سے یہ واقعہ سنایا اور معافی کا خواستگار ہوا۔ رحمت دو عالم ﷺ نے اسے معاف فرما دیا وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔ قبول اسلام کے بعد حضور علیہ اسلام فرمایا کرتے،

''وحشی! تم میرے سامنے نہ آیا کرو تمھیں دیکھ کر مجھے اپنے چچا جان حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا صدمہ تازہ ہو جاتا ہے''۔

اس کے بعد جب کبھی حضرت وحشی دربار رسالت میں حاضر ہوتے تو حضور ﷺ کے پس پشت بیٹھتے، سامنے نہ آتے کہ کہیں سرکار ﷺ کو ایذا نہ ہو۔ آپؓ ہمیشہ کسی ایسے موقع کی تلاش میں رہتے کہ اس گناہ کا کفارہ ادا ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی اس خواہش کی تکمیل کا سامان یوں کیا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب مسلیمہ کذّاب نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا تو اس کی سرکوبی کرنے والے لشکر اسلام میں آپؓ بھی شامل تھے۔ اچانک آپؓ کی نظر مسلیمہ کذّاب پر پڑی۔ آپ نے فوراً حملہ کر کے اسے جہنم رسید کر دیا۔ اس پر آپ فرمایا کرتے کہ دور جاہلیت میں مجھ سے خیر الناس (حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ) شہید ہوا تو اسلام میں، میں نے شر الناس (مسلیمہ کذاب) کو ہلاک کیا۔[1]

(ج) ہبار بن الاسود

ہبار بن الاسود، حضور نبی مکرم ﷺ اور اسلام کا شدید دشمن تھا۔ اس نے مسلمانوں کو مبتلائے عذاب رکھنے میں کوئی کمی نہ چھوڑی تھی۔ یہ وہی شخص تھا جس نے سرکار دو عالم ﷺ کی لختِ جگر حضرت سیدہ زینبؓ کو نیزہ مار کر اونٹ سے گرایا تھا۔ اسی صدمہ سے آپؓ کا حمل گر گیا اور بعدازاں انتقال ہو گیا۔ فتح مکہ کے بعد جب ہبار کو کہیں پناہ نہ

(۱) ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ ۱:۸۱

marfat.com

ملی تو دربار رسالت میں حاضر ہو گیا۔ صحابہ ﷺ نے اسے آتے دیکھا تو حیرت سے کہا، حضور! ہبار آ گیا ہے فرمایا، مجھے پتہ ہے۔ اس موقع پر اگر کوئی اور شخص ہوتا تو نہ جانے اس سے کس شدت کا انتقام لیتا۔ لیکن نبی کریم ﷺ ساری کائنات کے لیے پیکرِ رحمت اور مجسمِ رافت بن کر تشریف لائے تھے اس لیے آپ ﷺ نے حاضرین میں سے اس شخص کو بھی روک دیا جو ہبار کو قتل کرنے کے لیے اٹھا۔ ہبار، بارگاہ نبوی ﷺ کے اس ہمدردانہ سلوک سے متاثر ہو کر عرض کرنے لگا۔

''حضور ﷺ! میں بھاگ کر چلا گیا تھا۔ غیروں سے تعلقات استوار کیے مگر بات نہیں بنی۔ آپ ﷺ کی بارگاہ میں واپس آ گیا ہوں مجرم ہوں جو کچھ آپ کو تکالیف پہنچائیں، ان کا اقرار کرتا ہوں۔ میری حرکات سے درگزر کرتے ہوئے معاف فرمائیں''

رسول کریم ﷺ نے فرمایا، ''میں نے تجھے معاف کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے تجھ پر احسان کیا اور اسلام کی ہدایت فرما دی۔ اسلام پہلے سارے گناہوں کو مٹا دیتا ہے''۔ (۱)

(د) کعب بن زہیر:

حضرت کعب، عرب کے نامور شاعر تھے۔ قبول اسلام سے پہلے اسلام کے شدید مخالف تھے۔ اپنی شاعری کے زور میں لوگوں کو حلقہ اسلام میں آنے سے روکتے تھے جب مکہ فتح ہوا تو انہیں بھی مباح الدم قرار دیا گیا تھا۔ یہ اتنے مختلف دوستوں کے پاس تعاون کے لیے گئے لیکن کہیں سے بھی تعاون نہ ملا۔ جب ہر طرف سے مایوس ہو گیا تو دربار رسالت میں حاضر ہو کر تائب ہونے کا ارادہ کر لیا۔ مدینہ منورہ کے ایک جہنی دوست کے ذریعے بارگاہ رحمت میں حاضر ہوا دست بوسی کرتے ہوئے عرض کی، ''حضورؐ! کعب تائب ہو کر آنا چاہے تو کیا معافی مل سکتی ہے'' رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا، ''کیوں نہیں''۔ اس دوران ایک انصاری نوجوان نے عرض کی، حضور ﷺ! اگر مجھے اجازت فرمائیں تو میں اسے قتل کر دوں۔ نبی مہرباں ﷺ نے فرمایا۔ ''جو شخص تائب ہو کر ہمارے

(۱) زرقانی، شرح المواہب اللدنیۃ، ۲: ۳۱۵

marfat.com

ہاں پناہ لیتا ہے اور اسلام قبول کرتا ہے ہم اسے پناہ بھی دیتے ہیں اور زمرۂ اسلام میں داخل بھی کرتے ہیں"۔

کعب، سید دو عالم ﷺ کے اخلاق کریمانہ سے متاثر ہوتے ہوئے نہ صرف مسلمان ہوا بلکہ اپنا نعتیہ کلام قصیدہ "بانت سعاد" پڑھنا شروع کر دیا۔ اس کا قصیدہ پڑھنا ہی تھا کہ صحابہ کرام پر سکوت طاری ہو گیا۔ جب اس نے یہ شعر پڑھا۔

اِن الرّسول لنور یستضاء به
مهند من سیوف الله مسلول

تو ہر طرف سے "جزاک اللہ" اور "للہ درک" کے نعرے بلند ہوئے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے کرم فرماتے اپنی چادر مبارک عطا فرما دی۔ حضرت کعب نے یہ چادر چوم کر سر پر رکھ لی۔ (۱)

یہ اندھا، قلب ونظر کا بھی اندھا ہے، اسے چھوڑ دو

حضور نبی مکرم ﷺ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا۔ آپ ﷺ کی حیات طیبہ کا ایک ایک لمحہ اور شب و روز کی ایک ایک گھڑی رحمت و رافت اور عفو و درگزر کی چاندنی سے معمور ہے آپ ﷺ تمام انسانیت کے خیر خواہ اور محسن ہیں آپ ﷺ کا وجود پاک سراپا کرم، سراپا عطا اور سراپا سخا ہے۔ آپ ﷺ سفر وحضر، جنگ وامن ہر جگہ حسن سلوک اور حسن اخلاق کے پھول بکھیرتے نظر آتے ہیں۔ دوستوں اور عقیدت مندوں پر تو ہر کوئی مہربان ہوتا ہی ہے لیکن دشمنوں اور ذاتی طور پر تکلیف پہنچانے والوں کے ساتھ حسن سلوک عظمت کی علامت ہوتی ہے۔

غزوۂ احد کے موقع پر جب سرکار دو عالم ﷺ اپنے صحابہؓ کے ساتھ احد کی جانب بڑھ رہے تھے تو راستے میں مربع بن قیظی کی کھیتی سے گزر ہوا۔ یہ شخص بینائی سے

---

(۱) تاریخ ادب عربی،: ۲۳۸

marfat.com

محروم تھا سینے میں ساری کائنات کے محسن نبی ﷺ سے بغض اور کینہ رکھتا تھا۔ جب اسے لشکر اسلام کی آمد کا علم ہوا تو غضبناک ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور مٹی اٹھا کر پھینکنے لگا اس نے انبیاء کے سردار سے انتہائی گستاخانہ انداز سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

''میں آپ کو اپنی کھیتی میں سے نہیں گزرنے دوں گا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ کے سوا کسی اور کو تکلیف نہ دوں گا تو مٹی آپ کے چہرے پر مار دیتا''۔

حضور ﷺ کی ہستی کائنات رنگ و بو میں وہ واحد ہستی ہے جسے سب سے زیادہ ٹوٹ کے چاہا گیا اور قیامت تک چاہا جاتا رہے گا۔ اس ہستی کے صحابہ کرام یہ گستاخی کب برداشت کر سکتے تھے اس لیے مذکورہ شخص کے یہ گستاخانہ کلمات سن کر چند صحابہؓ آگے بڑھے اور کہا۔

''یا رسول اللہ ﷺ! آپ اجازت دیں تو اس گستاخ کا سر قلم کر دیں''۔

ساری کائنات کے خیر خواہ رسول، رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا:

''نہیں، اسے چھوڑ دو، یہ اندھا، قلب و نظر کا بھی اندھا ہے''

حضور نبی رحمت ﷺ نے عفو و درگزر سے کام لینے کی ہدایت فرمائی حالانکہ اگر آپ ﷺ چاہتے تو ایک اشارے سے اس گستاخ کی گردن اڑائی جا سکتی تھی۔ آپ ﷺ نے ذاتی انتقام نہ لے کر پوری دنیا کے لیے ایک ایسی مثال قائم کر دی جس کی نظیر تاریخ عالم کے حکمرانوں سپہ سالاروں اور جرنیلوں کی زندگیوں میں کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ (۱)

جو عاصی کو کملی میں اپنی چھپا لے، جو دشمن کو بھی زخم کھا کر دعا دے
اسے اور کیا نام دے گا زمانہ، وہ رحمت نہیں تو پھر اور کیا ہے

چند شر پسند کافروں کا شب خون اور حضور ﷺ کا ہمدردانہ سلوک:

حدیبیہ کے مقام پر لشکر اسلام اور کفار مکہ کے درمیان مذاکرات کے لیے رابطے ہو رہے تھے حضور نبی اکرم ﷺ اپنا سفیر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اہل مکہ کے پاس بھیج چکے تھے تاکہ اہل مکہ پر واضح کیا جائے کہ مسلمانوں کا مقصد جنگ نہیں بلکہ وہ عمرہ کی نیت سے مکہ

(۱) ابن ہشام، السیرة النبویة، ۲:۶۵

marfat.com

آنا چاہتے ہیں لشکر اسلام مکہ سے کچھ فاصلہ پر حدیبیہ کے مقام پر ٹھہرا ہوا تھا مکہ کے بعض شر پسند عناصر رات کی تاریکی میں ٹولیوں کی صورت میں نکلتے اور سوئے ہوئے مسلمانوں کو تنگ کرتے ۔ انہوں نے کچھ مسلمانوں کو گرفتار بھی کیا ایسا ہی ایک شر پسند جتھا مسلمانوں کو گشتی ٹیم کے ہتھے چڑھ گیا ۔ انہیں حضورؐ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا۔ نبیؐ امن و سلامتی نہیں چاہتے تھے کہ مذاکرات کا سلسلہ ناکام ہو جائے اس لیے آپ ﷺ افہام و تفہیم کے دروازے کھلے رکھ کر امن کا ماحول قائم کرنا چاہتے تھے اس لیے آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ ان حملہ آوروں کو چھوڑ دیا جائے ایک ایسا موقع جب دشمن شہر مکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کو داخل ہونے کی اجازت بھی نہیں دے رہے حملہ آور شر پسندوں کو معاف کر دینا یہ صرف خیر خواہ اعظم اور کائنات کے سب سے بڑے غمگسار و ہمدرد کا کردار ہی ہو سکتا ہے۔

اس خطیبِ کفر کا مثلہ نہ کرو، چھوڑ دو، شاید یہ مقامِ حمد پر کھڑا ہو جائے

سہیل بن عمرو، قریش کا شعلہ بیاں خطیب تھا اور اپنا زور خطابت اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف استعمال کرتا تھا غزوۂ بدر میں جب اسلام کو فتح و کامیابی نصیب ہوئی تو دیگر کفار کے ساتھ سہیل بن عمرو بھی قیدی بن کر دربار نبوی ﷺ میں پیش ہوئے ''شدت علی الکفر'' کی مجسم تصویر حضرت عمرؓ نے نبی مکرم ﷺ کو مشورہ دیا کہ اس دشمنِ اسلام کے اگلے دو دانت اکھڑوا دیئے جائیں تا کہ یہ اپنی تقریروں کے ذریعے لوگوں کو اسلام کے خلاف بھڑکانے کے قابل نہ رہے۔ اس پر سارے عالمین کے لیے رحمت بن کر مبعوث ہونے والے پیغمبر ﷺ نے فرمایا۔

''میں مثلہ نہیں کرتا ،اگر میں نے ایسا کیا تو اللہ میرا بھی مثلہ کر دے گا حالانکہ میں نبی ہوں''۔

آپ ﷺ نے خیر خواہانہ انداز میں فرمایا۔

''اے عمر! اسے چھوڑ دو، شاید یہ حمد کے مقام پر کھڑا ہو جائے''۔ (۱)

(۱) ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۱: ۶۴۹

marfat.com

غیب کی خبروں پر مطلع نبی ﷺ کا یہ فرمان ذی شان حرف بحرف سچ ثابت ہوا۔ وہ اس طرح کہ جب سرکار دو عالم ﷺ کا وصال ہوا تو بعض اہل مکہ نے اسلام سے ارتداد کا ارادہ کیا تو یہی سہیل بن عمرو کھڑے ہو گئے اور اسلام کے حق میں زوردار انداز میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔

''اے اہل مکہ! اسلام قبول کرنے میں آخری اور ارتداد میں پہل کرنے والے نہ بنو۔ خدا کی قسم! جس کے معاملے نے ہمیں پریشان کیا' اسے ہم قتل کر دیں گے''۔ اس موقع پر فتنہ ارتداد کو روکنے میں سہیل بن عمرو کی اس تقریر نے نہایت اہم کردار ادا کیا۔''(۱)

میری بدتمیزی سے آپ ﷺ کے حلم میں اضافہ ہوا۔ ایک قرض خواہ یہودی کے تاثرات:

عہد رسالتمآب ﷺ میں ایک یہودی نے تورات شریف میں موجود صفات نبی آخر الزماں ﷺ پڑھی تھیں۔ اس نے نبی اکرم ﷺ کی شخصیت مقدسہ اور ان صفات کا بغور جائزہ لیا تو ہر صفت ذات مصطفوی ﷺ میں بدرجہ اتم پائی لیکن ایک صفت کا مشاہدہ نہ کر سکا وہ تھی حلم و بردباری۔ اس صفت کو آزمانے کے لیے اس نے حضور ﷺ کو تیس دینار کا قرض دیا اور مدت بھی مقرر کر دی۔

دن گزرتے گئے۔ جب مدت ختم ہونے میں ایک دن باقی رہ گیا تو میں اپنے مجوزہ منصوبے کے مطابق دانستہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا اور سخت لہجے میں کہا۔

یا محمد ! اقض حقی فانکم معشر بنی عبدالمطلب مطل

''اے محمد ﷺ! میرا قرض ادا کیجیے کیونکہ آپ اولاد عبدالمطلب بہت ٹال مٹول کرنے والے لوگ ہیں''۔

---

(۱) ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۲:۲۶۶

marfat.com

بارگاہ رسالتمآب ﷺ میں موجود سراپا ادب صحابہ کرام کو یہ کھردرا انداز بہت برا لگا۔ ''اشداء علی الکفار'' کے مظہر اتم حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ غصہ ضبط نہ کر سکے اور سخت جلال میں آ کر یہودی سے یوں مخاطب ہوئے۔

یا یھودی الخبیث! امنا واللہ لولا مکانہ لضربت الذی فیہ عیناک

''او خبیث یہودی! اگر حضور ﷺ کی موجودگی کا ادب مانع نہ ہوتا تو ابھی تیرا یہ سر جدا کر دیتا جس میں تیری دو آنکھیں چمک رہی ہیں''۔

یہودی کی یہ توہین آمیز سخت گفتگو سن کر بھی پیکر حلم نبی ﷺ کو ذرا غصہ نہ آیا۔ آپ ﷺ حسب معمول ضبط وتحمل سے بیٹھے رہے۔ الٹا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

''اے عمر! ہمیں تم سے کسی اور سلوک کی توقع تھی وہ شخص قرض خواہ ہے اسے ہر انداز اپنانے کا حق ہے تمہیں چاہیے تھا کہ ہمیں ادائیگی قرض کی تلقین کرتے اور اسے سمجھاتے کہ اس انداز سے مطالبہ نہیں کیا کرتے'۔ اب جاؤ اور اس کا قرض ادا کرو اور کچھ زائد بھی دو اور اس کا جو بھی مطالبہ ہو وہ پورا کرو''

حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ حسن سلوک اور بردباری دیکھ کر یہودی اپنے تاثرات بیان کرتا ہے۔

فلم یزدہ جھلی الا حلما

''میری بدتمیزی اور ڈھٹائی سے آپ ﷺ کے حلم وبردباری میں اور اضافہ ہوا۔''

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اسے ساتھ لے گئے اور حکم کے مطابق قرض ادا کر دیا اور کچھ زائد بھی دیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر یہودی بے ساختہ پکار اٹھا۔

اشھد ان لا الہ الا اللہ وانہ رسول اللہ

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ اللہ کے رسول ہیں''۔

وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حقیقت حال بتاتے ہوئے کہنے لگا

marfat.com

"اے عمر! جو کچھ میں نے کہا،اس پر مجھے اس بات نے ابھارا کہ میں نے تورات میں جتنی صفات نبی آخر الزماں پڑھی تھیں وہ ساری سرور دو عالم ﷺ میں دیکھ لی تھیں لیکن حلم والی صفت کا جائزہ نہیں لیا تھا سو وہ آج آزما لیا اور بالکل تورات کے مطابق پایا"۔ (۱)

مصر کی کنواری لڑکیوں کو، دینِ محمدی ﷺ کی وجہ سے، دریائے نیل کی نذر ہونے سے نجات

امیر المومنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب ؓ کا دورِ خلافت تھا جب مسلمانوں نے مصر فتح کیا۔ امیر المومنین نے حضرت عمرو بن عاص ؓ کو اس علاقہ کا گورنر مقرر کیا۔جب عجمی مہینہ "بونہ" شروع ہوا تو اہل مصر، گورنرِ مصر حضرت عمرو بن عاصؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے: اے امیر! ہمارے اس دریائے نیل کا ایک معمول ہے جس کی تعمیل کے بغیر اس میں روانی نہیں آتی۔ مسلمانوں کے عظیم سپہ سالار اور فاتح حضرت عمرو بن عاص ؓ نے پوچھا: بتاؤ وہ کیا معمول ہے؟ ان لوگوں نے جواب دیا: جب اس مہینہ کی بارہ تاریخ آتی ہے تو ہم ایک کنواری لڑکی اُس کے والدین کی رضا مندی سے حاصل کرتے ہیں اور پھر اسے عمدہ سے عمدہ زیورات اور اعلیٰ سے اعلیٰ لباس پہنا کر اس دریا کی نذر کر دیتے ہیں۔ حضرت عمرو بن عاصؓ یہ سن کر فرمانے لگے: محسن انسانیت حضور نبی رحمت ﷺ کے دین رحمت میں ایسا نہیں ہوگا۔ اسلام، زمانہ جاہلیت کی ایسی تمام بے ہودہ اور ظالمانہ رسوم کو ختم کرنے آیا ہے۔ اب کسی دوشیزہ کو دریا کی نذر نہیں کیا جائے گا۔ آپ ﷺ کی ہدایت کے مطابق اہلِ مصر 'بونہ' ابیب اور مسریٰ' تین ماہ تک اس حکم پر قائم رہے۔ نیل کی روانی رکی رہی' پانی کا قطرہ بھی نہ رہا۔ ان حالات میں دریائے نیل کی روانی بند دیکھ کر وہاں کے لوگوں نے ترکِ وطن کا ارادہ کر لیا۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے ان پریشان کن حالات کی اطلاع امیر المومنین ؓ کو بھجوائی۔ حضرت عمر ؓ نے

(۱) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۳۶۱

marfat.com

جواب میں لکھا ''کہ اے عمرو بن عاص ﷛! تم نے جو کچھ کیا درست کیا۔ ہمارے پیغمبرِ رحمت ﷺ کے انسان پروردین اسلام نے سابقہ بے ہودہ اور بے بنیاد رسوم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا ہے۔ میں اپنے اس خط کے اندر ایک رقعہ بھیج رہا ہوں۔ اسے دریائے نیل میں ڈال دینا (وہ رقعہ یہ ہے)

مِن عبدالله عمر أمير المومنين إلى نيل مصر أما بعد! فان كنت انما تجرى من قبلک فلا تجرِوان كان الله الواحدالقهار هوالّذى يجريک فنسال الله الواحدالقهار ان يجريک: قال: فالقى البطاقة فى النيل فلما القى البطا قة اصبحوا يوم السبت وقد ا جراه الله تعالىٰ ستة عشر ذراعاً فى لبلة واحد ة و قطع الله تعالىٰ تلک السنة عن اهل مصر الى اليوم . (۱)

''اللہ کے بندے امیر المومنین عمر کی طرف سے مصر کے دریائے نیل کے نام حمد وصلاۃ کے بعد (اے دریا) اگر تو اپنی مرضی سے بہتا ہے تو ہرگز نہ بہہ اور اگر اللہ واحد وقہار تجھے رواں کرتا ہے تو ہم خدائے واحد وقہار سے سوال کرتے ہیں کہ وہ تجھے جاری کر دے۔ چنانچہ حضرت عمرو بن عاص ﷛ (گورنر مصر) نے وہ رقعہ دریائے نیل میں ڈال دیا۔ جب رقعہ ڈالا تو ہفتہ کے دن صبح لوگوں نے دیکھا کہ ایک رات میں اللہ تعالیٰ نے سولہ ہاتھ (پہلے سے بھی) اونچا پانی دریائے نیل میں جاری فرما دیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اہل مصر سے، اس سال سے آج تک، اس قدیم ظالمانہ رسم کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم فرما دیا۔''

مذکورہ بالا واقعہ سے ایک تو اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ سرکار دو عالم رحمت بنی

---

(۱) ۱۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۳: ۴۶۵

۲۔ رازی، التفسیر الکبیر، ۲۱: ۸۸

۳۔ قرطبی، الجامع لا حکام القرآن، ۱۳: ۱۰۳

marfat.com

آدم ﷺ جس دین رحمت کے ساتھ مبعوث ہوئے اس نے انسانیت کو ناروا اور بے ہودہ رسوم وقیود سے آزاد کردیا۔اس آفتاب عالمتاب کی کرنیں جہاں جہاں پہنچیں،ظلم وستم اور جہالت کی تاریک رات کو منور کرتی گئیں۔ اگر مصر کے اندر پیغمبر رحمت ﷺ کا دین نہ پہنچتا تو نہ جانے کب تک مصر کی کنواری لڑکیاں دریائے نیل کی نذر ہوتی رہتیں اور معلوم نہیں کتنے والدین اپنی پیاری دوشیزاؤں کا بے جا غم سہتے رہتے۔ اسلام نے انہیں راحت وسکون اور امن وآشتی کی نعمت سے بہرہ ور کر دیا۔ مزید برآں معلم کائنات ﷺ کے تربیت یافتہ صحابہ کرامؓ کے احوال وکردار کی جھلک بھی نمایاں ہوتی ہے کہ وہ اپنے رب حقیقی پر کس قدر پختہ اعتقاد اور توکل وبھروسا کے حامل تھے۔ اسی لئے حضرت عمر بن خطابؓ دریائے نیل کو چلانے والے کائنات کے مالک اور مصرف حقیقی کا بارگاہ میں سوال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی زبان سے نکلے ہوئے پرخلوص الفاظ کی لاج رکھتے ہوئے دریائے نیل کو جاری فرمادیتا ہے۔علامہ اقبالؒ اسی قوتِ یقین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو،زباں تو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تو ہے

marfat.com

باب چہارم

قبر و حشر میں

لجپال رسول ﷺ کی لجپالیاں

marfat.com

عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَاماً مَحْمُوْدًا

(القرآن، بنی اسرائیل، ۷۹:۱۷)

''یقیناً آپ کا رب، آپ کو مقامِ محمود (یعنی وہ مقامِ شفاعتِ عظمیٰ جہاں جملہ اولین و آخرین آپ کی طرف رجوع اور آپ کی حمد کریں گے) پر فائز فرمائے گا۔''

وَ لَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی

(القرآن، الضحی، ۵:۹۳)

''اور آپ کا رب، عنقریب آپ کو (اتنا کچھ) عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔''

marfat.com

وَلَو اَنَّھُمْ اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَآءُ وْ کَ فَاسْتَغْفَرُوْا اللّٰہَ وَ اسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّاباً رَّحِیْماً

(القرآن،النساء، ۴:۶۴)

''اور (اے حبیب مکرم ﷺ) اگر وہ لوگ جب (معصیت و نا فرمانی سے) اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے، آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بنا پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا اور نہایت مہربان پاتے۔''

''یعطیک ربک'' داس تساں
''فترضیٰ'' تھی پوری آس اساں
لجپال کریسی پاس اساں
''واشفع تشفع'' صحیح پڑھیاں

(حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑویؒ)

marfat.com

مجرم بلائے آئے ہیں، "جَآءُوکَ" ہے گواہ
پھر رد ہو، کب یہ شان، کریموں کے در کی ہے

(اعلیٰ حضرتؒ)

اندھیرا گھر، اکیلی جان، دم گھٹتا، دل اکتاتا
خدا کو یاد کر پیارے، وہ ساعت آنے والی ہے
زمیں تپتی، کٹیلی راہ، بھاری بوجھ، گھائل پاؤں
مصیبت جھیلنے والے، تیرا اللہ والی ہے

(اعلیٰ حضرت)

marfat.com

حضور ﷺ کی حیات بھی امت کے لیے موجب خیر و رحمت اور وصال بھی

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم حضور سید دو عالم ﷺ کو ایسا قلب اطہر عطا فرمایا ہے جو امت کے دردو آلام سے لبریز اور ان مصائب و پریشانیوں کے ازالہ کے لئے بے چین رہتا ہے۔ آپ ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ اور حیاتِ برزخی، دونوں امتِ مرحومہ کے حق میں خیرو برکت کی موجب ہیں۔ امت پر شفقت کا عالم یہ ہے کہ آپ ﷺ نہ صرف روزِ قیامت اپنی امت کی شفاعت فرمائیں گے بلکہ اس ظاہری دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد ہی سے ہر لحظہ، اپنی امت کی فکر میں ہیں۔ امتیوں کے اچھے اعمال پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہیں جبکہ برے اعمال پر ان کی بخشش طلب کرتے ہیں۔ امتی سلام کرے تو جواب عطا فرماتے ہیں اور بعض خوش نصیب امتیوں کو جواب سنا بھی دیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں درج ذیل روایات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

ان اللہ عزّوجّل اذا اراد رحمة امة من عبادہٖ قبض نبیها قبلها فجعله لها فرطا وسلفا بین یدیها. (۱)

’’جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی امت پر رحمت کا ارادہ فرماتا ہے تو وہ اس (امت کی ہلاکت) سے پہلے اس کے نبی کو اٹھا لیتا ہے پس وہ اس نبی کو

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب الفضائل، باب اذا اراد اللہ رحمة امة، ۴: ۱۷۹۱، رقم: ۲۲۸۸

marfat.com

امت کے لیے اجر اور پیش رَو بنا دیتا ہے۔‘‘

۲۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میری حیات بھی تمہارے لیے خیر ہے۔ یہ آپ نے تین بار فرمایا اور میرا وصال بھی تمہارے لیے بہتر ہے یہ بھی آپ نے تین بار فرمایا۔ پھر قوم خاموش ہوگئی تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، یہ کیسے ہوگا کہ آپ کی وفات بھی ہمارے لیے بہتر ہوگی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حياتى خير لكم ينزل علي الوحى من السماء فاخبركم بما يحل لكم وما يحرم عليكم وموتى خير لكم تعرض علَى اعمالكم كل خميسٍ فما كان من حسن حمدت الله تعالى عزوجل عليه وما كان ذنب استوهبت لكم ذنوبكم. (۱)

’’میری حیات تمہارے لیے اس طرح بہتر ہے کہ مجھ پر آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے پس میں تمہیں بتاتا ہوں کہ کونسی چیز تم پر حلال ہے اور کونسی چیز حرام۔ میری وفات تمہارے لیے اس طرح بہتر ہے کہ تمہارے اعمال ہر جمعرات کو مجھ پر پیش کیے جائیں گے اگر وہ اعمال بہتر ہوئے تو میں اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کروں گا اور اگر اعمال برے ہوئے تو میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے تمہارے گناہوں کی معافی طلب کروں گا۔‘‘

۳۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

حياتى خير لكم ومماتى خير لكم. (۲)

میری حیات بھی تمہارے لیے خیر ہے اور میری وفات بھی تمہارے لیے خیر ہے۔‘‘

(۱) ابن جوزی، الوفا باحوال المصطفی، ۱: ۸۲۶
(۲) قاضی عیاض، الشفاء، ۱: ۱۹

marfat.com

۴۔ حضرت بکر بن عبداللہ مزنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے ایک مقام پر فرمایا:

حياتي خير لكم تحدثون وتحدث لكم ووفاتي خيرلكم تعرض عليَّ اعمالكم فما كان من حسن حمدت الله عليه وما كان من سيّ استغفرت الله لكم. (۱)

''میری حیات بھی تمہارے لیے بہتر ہے (کیونکہ) تم میری احادیث سنتے سناتے ہو اور میرا وصال بھی تمہارے لیے بہتر ہے (کیونکہ اس میں) تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جائیں گے۔ پس اچھے اعمال پر میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکر ادا کروں گا اور برے اعمال پر تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کروں گا۔''

مذکورہ بالا روایات سے واضح ہوتا ہے کہ جس طرح آقائے دو جہاں ﷺ اپنی ظاہری حیات مبارکہ میں امت کے لیے کریم و شفیق تھے۔ یہ فیض وصال کے بعد بھی جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔

بعد از وصال ''جآءوک'' اور ''استغفرلهم الرّسول'' کا فیض

مجرم بلائے آئے ہیں' جآءوک ہے گواہ
پھر رد ہو، کب یہ شان کریموں کے در کی ہے
(اعلیٰ حضرتؒ)

حضور نبی اکرم شفیع معظم ﷺ جس طرح اپنی ظاہری حیات میں امت کے لیے وجہِ رحمت تھے، اسی طرح اپنی برزخی حیات میں بھی امت کے لیے سبب مغفرت و

---

(۱) ۱۔ سیوطی، الخصائص الکبری، ۲: ۲۸۱
۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲: ۱۹۴

marfat.com

بخشش ہیں۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد سے لے کر قیامت تک امت، اللہ تعالیٰ سے آپ ﷺ کے توسل سے اپنے گناہ معاف کراتی رہے گی، رب کریم اپنے محبوب کریم کے صدقہ امت پر اپنا لطف وکرم فرماتا رہے گا۔ اس سلسلہ میں قرآن حکیم کی درج ذیل آیہ کریمہ ملاحظہ ہو۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا. (۱)

’’اور (اے حبیب مکرم ﷺ) اگر وہ لوگ جب (معصیت و نافرمانی سے) اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے، آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوجاتے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کے لیے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بناء پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا اور نہایت مہربان پاتے۔‘‘

اس آیہ کریمہ میں مسلمانوں کو توبہ کرنے اور اپنے گناہوں کو معاف کرانے کا طریقہ بتایا جارہا ہے جوکہ درج ذیل تین شرائط پر مشتمل ہے۔

۱۔ بارگاہ مصطفےٰ ﷺ میں حاضری

۲۔ اللہ تعالیٰ سے معافی چاہنا

۳۔ حضور ﷺ کا ان گنہگاروں کے لیے مغفرت طلب کرنا (شفاعت فرمانا)

اس آیہ کریمہ کا حکم صرف حضور ﷺ کی ظاہری حیات کے لیے ہی مختص نہیں بلکہ کلمہ ’’اذ‘‘ عام ہے جو قیامت تک کے مجرموں اور گنہگاروں کے لیے بخشش کی نوید دے رہا ہے صحابہ کرام جس طرح حضور ﷺ کے ظاہری زمانہ حیات میں آپ ﷺ کے توسل سے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے تھے اسی طرح قیامت تک امت، حضور ﷺ کے وسیلہ جمیلہ سے، فیض حاصل کرتی رہے گی۔ اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں کئی مفسرین کرام نے

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۶۴

marfat.com

ایک اعرابی والا واقعہ لکھا ہے جو حضور ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کی قبر انور پر حاضر ہو کر معافی کا خواستگار ہوا تو اسے بخشش کی نوید مل گئی۔

تفسیر قرطبی میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال سے تین دن بعد ایک اعرابی (دیہاتی) آپ ﷺ کی قبر انور پر حاضر ہوا۔ شدتِ غم سے جذبات پر قابو نہ پاتے ہوئے آپ ﷺ کی قبر انور پر گر پڑا۔ قبر اطہر کی پاکیزہ و مبارک خاک اپنے سر پر ڈالتے ہوئے بارگاہِ رسالتِ مآب میں میں یوں عرض گزار ہوا۔

یا خیر من دفنت فی التراب اعظمه

فطاب من طيبهن القاع والاكم

نفسی الفداء لقبر انت ساكنه

فيه العفاف و فيه الجود والكرم

''اے وہ ذات خیر الوریٰ، جس کے اعضائے شریفہ اس مٹی میں دفن کیے گئے ہیں۔ جن کی خوشبو سے (مدینہ منورہ کی) ساری ہموار زمین اور پہاڑ بھی خوشبودار ہو گئے ہیں۔ میری جان اس قبر انور پر قربان جس میں آپ ﷺ آرام فرما ہیں اور جس میں سراسر درگزر اور سراپا جود و کرم مدفون ہے۔''(۱)

اس کے بعد اعرابی نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ جو کچھ آپ ﷺ نے فرمایا ہم نے سنا اور اسے یاد کیا اور جو (قرآن) آپ ﷺ پر نازل ہوا اس میں یہ آیہ کریمہ (وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا) بھی ہے بے شک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے اور اب آپ ﷺ کے حضور میں اللہ سے اپنے گناہوں کی بخشش چاہنے حاضر ہوا ہوں۔

(۱) قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۵: ۲۶۵

marfat.com

آپ ﷺ میرے رب سے میرے گناہوں کی بخشش کرادیں۔ اس (التجاء) پر قبر انور سے آواز دی گئی۔

انہ قد غفرلک (۱)

''بے شک اللہ کریم نے تجھے بخش دیا ہے''

امام ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اعرابی والا واقعہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بجائے ایک اور آدمی عتبی سے روایت کیا ہے۔ جس میں راوی کہتا ہے کہ اعرابی قبرِ انور پر التجاء کرنے کے بعد چلا گیا اس کے چلے جانے کے بعد مجھے نیند آ گئی اور میں نے خواب میں حضور شفیع المذنبین ﷺ کی زیارت کی۔ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا عتبی جا، اس اعرابی کو خوشخبری سنادے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ کو معاف کردیا ہے۔ (۱)

مذکورہ بالا تفسیری روایات سے واضح ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے توسل سے امت کے گناہوں کی مغفرت بعد از وصال بھی جاری ہے۔ اسی لیے تو تاجدارِ کائنات ﷺ نے فرمایا

من زارنی بعد موتی فکانما زارنی واناحی (۲)

''جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی وہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے مجھے بقیدِ حیات دیکھا''

امام غزالیؒ فرماتے ہیں: لا فرق بین موتہ و حیاتہ ﷺ

یعنی حضور ﷺ کی موت و حیات میں کوئی فرق نہیں لہٰذا سرکارِ دو عالم ﷺ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں، اپنی امت کے حالات پر مطلع ہیں۔ جب بھی کوئی امتی آپ ﷺ کی بارگاہ میں صدقِ دل سے التجاء کرتا ہے تو آپ ﷺ اسے اپنی رحمت سے نوازتے ہیں۔

---

(۱) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم تحت آیت مذکورہ، ۱: ۵۲۱

(۲) ابن جوزی، الوفا، : ۶۱

marfat.com

فریاد امتی جو کرے حالِ زار میں
ممکن نہیں کہ خیر البشر کو خبر نہ ہو

دورِ حاضر کے عظیم مفسرِ قرآن ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ اپنی تصنیف ''عقیدہ توسل'' میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

''آیت کریمہ کے الفاظ'' جاء وک فاستغفر و اللہ'' اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ گنہگاروں اور خطا کاروں کو نبی اکرم ﷺ کے توسل سے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے مغفرت طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جبکہ'' واستغفرلھم الرسول'' سے حضور ﷺ کی شفاعت کا ثبوت ملتا ہے۔'' لوجدوا اللہ توابا رحیما'' میں توسل کا ثبوت اس طرح ہے کہ اس کو بطور شرط عائد کیا کہ رسول ﷺ کے وسیلے سے مغفرت طلب کرو۔ لہٰذا واضح ہوا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے امتی کے لیے عملِ استغفار کیا تو یہ شفاعت سے بخشش کا مل جان وسیلہ ہو گیا۔'' (۱)

پس واضح ہوا کہ حضور ﷺ کی ظاہری حیات کی طرح آپ ﷺ کی حیات بعد از وصال بھی اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کا ذریعہ ہے۔ لہٰذا جو امتی جب بھی اپنا قلبی تعلق ذاتِ مصطفیٰ ﷺ سے قائم کر کے انہیں پکارے گا۔ لطف و کرم سے نوازا جائے گا۔ حضور ﷺ کا امت پر لطف و کرم اب بھی جاری ساری ہے۔ کمی ہے تو ہماری طرف سے ہے۔ نبی رحمت ﷺ کی بارگاہ سے تو اب بھی آواز آ رہی ہے۔

جب بھی کسی سائل نے گھبرا کے پکارا ہے انہیں
آواز یہ آئی ہے کہ یہ شخص ہمارا ہے

(۱) ڈاکٹر طاہر القادری، عقیدۂ توسل، ۲۲۷

marfat.com

قبر میں لہرائیں گے تاحشر چشمے نور کے

برزخی حیات کی کامیابی۔ پہچان مصطفیٰ ﷺ

قبر میں لہرائیں گے تاحشر چشمے نور کے
جلوہ فرما ہوگی جب طلعت رسول اللہ کی
لَاوَرَبِّ العرش، جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی
ٹوٹ جائیں گے گناہ گاروں کے فوراً قیدوبند
حشر کو کھل جائے گی طاقت رسول اللہ کی

اس کائناتِ ہست و بود میں ہر شخص کو ایک مقررہ مدت گزارنے کے بعد "کل نفس ذائقة الموت" کے اٹل قانون کے تحت موت سے ہمکنار کردیا جاتا ہے۔ انسان کی قبر سفرِ آخرت کا پہلا مرحلہ ہے۔ انسان کی وفات سے لے کر روزِ حشر تک کے اس مرحلہ کو عالمِ برزخ کہتے ہیں۔ جب انسان کی وفات ہوتی ہے تو اس کے ساتھ ہی دنیوی رشتے دار اور دوست احباب سب ساتھ چھوڑ جاتے ہیں قبر میں انسان کو اکیلا ہی جانا پڑتا ہے۔ دنیا میں خواہ کوئی کتنا ہی عزیز کیوں نہ ہو۔ اس عالم رنگ و بو میں خواہ کوئی کتنا ہی جان چھڑکنے والا ہو کبھی قبر میں کوئی ساتھ جاتا دکھائی نہیں دیا وہاں تو عالم یوں ہوتا ہے۔

کئی کئی جوڑ سنگت دے ڈِٹھے آخر وِتھاں پیّاں
تے اک ربّ باہجھ جنہاں دے پل وی نہ لنگھدا اوہ شکلاں وی بھل گیاں

اور

تربت میں کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا
شمعیں بھی جلاؤ تو اجالا نہیں ہوتا

marfat.com

جب انسان کی وفات ہو جاتی ہے تو اس کے ماں باپ، بہن بھائی، رشتہ دار اور دوست احباب سب قبر تک ساتھ جاتے ہیں جب منوں مٹی کے نیچے دفن ہونے کا وقت آتا ہے تو انسان کو تنہا ہی جانا پڑتا ہے۔

اعلیٰ حضرت اس سفر کی منظر نگاری یوں کرتے ہیں۔

ہائے غافل وہ کیا جگہ ہے جہاں
پانچ جاتے ہیں چار پھرتے ہیں

قبر کے اس تاریک ماحول میں جب دنیا کے سارے رشتے، تعلقات سہارے اور آسرے ٹوٹ جاتے ہیں تو اس وقت ایک ہی سہارا کام آتا ہے اور وہ ہے رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین حضرت محمد ﷺ کا۔ آپ ﷺ کی تشریف آوری اور زیارت سے قبر کا ماحول آسان ہو جاتا ہے۔

تا حشر میری قبر میں ہو جائے اجالا
مرقد میں جو اُن کا رخِ زیبا نظر آئے
لوکاں مینوں آن ڈرایا رات قبر دی کالی
میں سنیاں اوتھے آنا اس نے جھدے موڈھے کملی کالی

قبر میں ہر شخص کو سرکارِ دو عالم ﷺ کی زیارت سے سرفراز فرمایا جائے گا لیکن یہ زیارت صرف اسے ہی فائدہ پہنچائے گی جو آپ ﷺ کی ذات کو پہچان لے گا گویا پہچان مصطفیٰ ﷺ قبر میں ذریعہ نجات ہوگی۔ قبر کے سوالات میں سے فیصلہ کن سوال آپ ﷺ کی ذات اقدس کے متعلق کیا جائے گا اور اسی سے ایمان کی پرکھ ہوگی۔ اس سلسلہ میں صحیح بخاری و مسلم کی ایک حدیث مبارکہ ذکر کی جاتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بندے کو جب اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اسے دفنا کر واپس جا رہے ہوتے ہیں یہاں تک کہ وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سن رہا ہوتا ہے کہ دو فرشتے اس کے پاس آ کر اسے اٹھاتے ہیں اور سوالات پوچھنا شروع کر دیتے ہیں۔

marfat.com

پہلا سوال یہ کیا جاتا ہے

مَن رَبُّکَ؟ تیرا رب کون ہے؟

دوسرا سوال کیا جاتا ہے

وما دِینک؟ تمہارا دین کیا ہے؟

اس کے بعد اس کے جنتی یا جہنمی ٹھہرائے جانے کے لیے تیسرا فیصلہ کن سوال کیا جاتا ہے۔

ما کنت تقول فی ھذا الرجل محمد؟

''تو اس ہستی یعنی محمد ﷺ کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا؟۔''

وہ شخص کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول ﷺ ہیں۔ اس پر اسے کہا جائے گا کہ تو جہنم کو دیکھ لے، یہ تیرا ٹھکانہ ہوتا اگر تو اس ہستی کو نہ پہچان پاتا۔ لیکن تجھے اس پہچان کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے جنت میں ٹھکانہ دیا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر مرنے والے کو دونوں ٹھکانے دکھائے جاتے ہیں۔ اگر مرنے والا کافر یا منافق ہو تو وہ کہتا ہے کہ:

لا ادری کنتُ اقول ما یقول الناس

''(ہائے افسوس) میں (انہیں) نہیں جانتا۔ میں (ان کے متعلق) وہی کچھ کہا کرتا تھا جو لوگ کہتے تھے۔''

اس پر اسے کہا جائے گا تو انہیں جانا نہ سمجھا اور پھر اسے لوہے کے ہتھوڑے سے کانوں کے درمیان یعنی سر پر مارا جائے گا جس کی آواز سب سنیں گے سوائے جنوں اور انسانوں کے۔ (۱)

اس حدیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ قبر میں سرکارِ دو عالم ﷺ کی جلوہ گری ہوگی۔ لیکن یہ فائدہ اسی کو دے گی جو آپ ﷺ کو پہچان لے گا اور یہ پہچان صرف ایمان

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب المیت مسمع خفق النعال، ۱:۴۴۸، رقم: ۱۲۷۳

marfat.com

کی آنکھوں ہی سے نصیب ہوگی گویا برزخی زندگی کی نجات کا دار و مدار پہچانِ مصطفیٰ ﷺ پر ہے۔ مفکر اسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہرالقادری اپنے خطبات میں اکثر اس حدیث مبارکہ کی شرح کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ حدیث پاک میں ''ما کنت تقول'' کے الفاظ آئے ہیں اور عربی زبان کا قاعدہ یہ ہے کہ مضارع پر 'کان' لگانے سے فعل ماضی استمراری کے معنی پیدا ہوجاتے ہیں۔ لہٰذا دنیوی زندگی میں پائے جانے والے عقیدہ کے متعلق سوال ہوگا کہ اس عظیم ذات کے متعلق دنیا میں اپنی کتابوں، تحریروں اور تقریروں میں کیا کچھ لکھتا اور کہتا رہتا تھا۔ لہٰذا قبر میں نجات حاصل کرنے کے لیے آج دنیا میں سرکارِ دو عالم ﷺ سے متعلق اپنا عقیدہ درست کرلیا جائے اور اس عظیم ذات کے ساتھ اپنا غلامی والا رشتہ مستحکم کرلیا جائے وہ خوش بخت جو دنیوی زندگی میں سرکارِ دو عالم ﷺ کی محبت کا راگ الاپتے اور دم بھرتے رہے وہ برزخی زندگی میں بھی فوراً آپ ﷺ کو پہچان لیں گے۔ اور وہ جو اس دنیا میں اپنے دل میں عشقِ سرکارِ ﷺ کی شمع نہ جلا سکے اور جنہوں نے زندگی میں حبیبِ خدا ﷺ کی زیارت سے بہرور ہوکر بھی آپ ﷺ کو پہچان نہ سکیں گے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اس فانی دنیا میں سرکارِ دو عالم ﷺ کی محبت وعشق کی شمع اپنے سینے میں جلالیں اسی سے دنیا میں بھی کامیابی ہوگی اور قبر وحشر میں بھی۔

عشقِ سرکارِ کی اک شمع جلالو دل میں
بعد مرنے کے لحد میں بھی اجالا ہوگا

❀❀❀

قبر میں سرکار آئیں تو ان کے قدموں پر گروں
فرشتے مجھ کو اٹھائیں تو ان سے یوں کہوں
اے فرشتو! دامن مصطفےٰ سے کیوں اٹھوں
میں تو مرکے پہنچا ہوں یہاں اس دلربا کے واسطے
لحد میں، عشقِ رخ شہ کا داغ' لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی، چراغ لے چلے

marfat.com

حضور نبی اکرم ﷺ کے جنازہ پڑھانے سے قبر میں تسکین

اسلام میں ایک مسلمان میت کو دفنانے سے پہلے اس کی نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ زندہ لوگوں کی مخلصانہ دعائے مغفرت سے میت کو فائدہ پہنچایا جائے ایک حدیث مبارکہ کے مطابق اگر کسی مسلمان کی نماز جنازہ میں سو آدمی شریک ہوں اور دوسری روایت کے مطابق چالیس آدمی شریک ہوں اور وہ میت کی مغفرت ونجات کے لیے اللہ کریم سے دعا کریں تو رب ذوالجلال ان کی دعا، اس میت کے حق میں قبول فرماتا ہے۔
یہ تو عام مسلمانوں کی نمازِ جنازہ کی برکت ہے اور وہ خوش نصیب جس کی نمازِ جنازہ تاجدارِ کائنات فخرِ موجودات ''حریصِ علیکم'' اور ''عزیز علیه ما عنتم'' ﷺ پڑھا دیں تو اس کی قسمت اور نصیب کا عالم کیا ہوگا کیونکہ آپ ﷺ کی دعا تو زندوں اور مردوں دونوں کے لیے باعثِ رحمت وتسکین ہے۔

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ (۱)

''اور آپ ان کے حق میں دعا فرمائیں بے شک آپ کی دعا ان کے لئے (باعث) تسکین ہے۔''

سرکارِ دو عالم ﷺ کے نماز جنازہ پڑھانے سے قبر میں تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں۔ ارشادِ نبوی ہے:

إِنَّ هذه القبور مملوئةٌ ظلمة على اهلها وان الله ينورها لهم بصلٰوتي عليهم. (۲)

---

(۱) القرآن، التوبه، ۹: ۱۰۳

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الجنائز، باب الصلاة على القبر، ۲: ۶۵۹، رقم: ۹۵۶

۲۔ مشکوۃ المصابیح، باب المشی بالجنازه، ۱: ۳۱۷، رقم: ۱۶۵۹

marfat.com

''یہ قبریں اپنے دفن ہونے والوں کے لیے تاریکی سے بھری ہوئی رات ہیں۔ مگر ان (مردوں) پر میری نماز جنازہ کی برکت سے اللہ کریم ان قبروں کو منور فرما دیتا ہے۔''

اسی لیے ایک دفعہ ایک انصاری صحابی حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا مدینہ شریف میں انتقال ہوگیا۔ اس وقت آپ ﷺ مدینہ شریف میں نہ تھے۔ جب واپس تشریف لائے تو ایک مہینہ گزر چکا تھا۔ آپ ﷺ کو جب ام سعد رضی اللہ عنہا کی وفات کا علم ہوا تو آپ ﷺ ان کی بھلائی کے لیے ان کی قبر پر تشریف لے گئے اور نماز پڑھی اسی طرح ایک دفعہ آپ ﷺ مدینہ شریف کے پاس ایک نئی بنی ہوئی قبر کے پاس سے گزرے۔ پوچھنے پر بتایا گیا کہ یہ فلاں عورت کی قبر ہے آپ ﷺ نے فرمایا جب بھی کوئی شخص فوت ہو مجھے ضرور اطلاع کیا کرو کیونکہ میری نماز، مرنے والوں کے حق میں ذریعہ رحمت ہوتی ہے۔

امتی کے عذاب قبر کو دیکھ کر ترو تازہ شاخوں سے تخفیفِ عذاب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے جن میں اہل قبور کو عذاب دیا جا رہا تھا۔ آپ ﷺ نے (اپنے نورِ نبوت سے دیکھ کر) فرمایا:

أنهما يعذبان وما يعذبان فی كبيراً أما أحدهما فكان لا يستتر من البول وأما الاخر فكان يمشی بالنميمة ثم أخذجريدة رطبة فشقها بنصفين ثم غرو فی كل قبرو واحدة فقالوا يارسول الله لم صنعت هذا فقال لعله ان يخفف عنهما مالم ييبسًا. (۱)

''ان دونوں اصحابِ قبور کو عذاب ہو رہا ہے اور (یہ عذاب بظاہر) کسی کبیرہ گناہ کی وجہ سے نہیں ہو رہا بلکہ ان میں سے ایک پیشاب کی چھینٹوں سے احتیاط

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، الجریه علی القبر، ۱: ۴۵۸، رقم: ۱۲۹۵

marfat.com

نہیں کرتا اور دوسرا چغل خوری کرتا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے ایک سبز ٹہنی پکڑی اسے توڑ کر دو حصے کر دیئے۔ پھر ہر قبر پر ایک ایک حصہ گاڑ دیا۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! ایسا کیوں کیا؟ فرمایا: اس لیے کہ جب تک یہ ٹہنیاں ہری رہیں گی۔ شاید ان کے عذاب کی تخفیف ہو جائے۔''

اس حدیث مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ نبی غیب دان، وجہ تخلیق کون و مکاں حضور نبی اکرم ﷺ اپنے نورِ نبوت سے وہ کچھ بھی دیکھتے ہیں جو باقی لوگوں کی نظروں سے مخفی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کشفِ قبور سے آپ ﷺ نے اہلِ قبور کا حال دیکھ لیا اور نہ صرف عذاب کا مشاہدہ کیا بلکہ وجہ عذاب بھی بتادی۔ آپ ﷺ نے اپنے غلاموں پر کرم کرتے ہوئے کھجور کی تروتازہ سبز شاخیں قبروں پر رکھ دیں تاکہ ان شاخوں کی تسبیح سے عذاب میں تخفیف ہو جائے۔

اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر تر چیز اللہ پاک کی تسبیح بیان کرتی ہے۔ اور جہاں اللہ پاک کی تسبیح و تہلیل ہوتی ہے۔ وہاں رحمتِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے اور تکلیفیں دور ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بزرگوں کی قبروں پر پھول ڈالے جاتے ہیں۔ اس حدیث پاک سے یہ نکتہ بھی اخذ ہوتا ہے کہ اگر ہری شاخوں کی تسبیح سے رحمتِ خداوندی کا نزول ہوتا ہے تو کسی اہل اللہ کی قبر پر بندگانِ خدا کے ذکر اور تلاوت سے رحمت کا نزول کیسے نہیں ہوگا؟ جن مزارات پر صبح و شام، دن رات ذکر خدا اور ذکرِ مصطفیٰ ﷺ ہوتا رہتا ہے، وہاں اللہ کی رحمتیں اور برکتیں بھی اسی طرح نازل ہوتی رہتی ہیں۔ ایسے ماحول میں آنے والا شخص ان رحمتوں سے بہرور ہو کر ہی جائے گا۔

دربارِ شہنشاہی سے خوشتر
مردانِ خدا کا آستانہ

(اقبالؒ)

marfat.com

حضور نبی اکرم ﷺ کی تسبیح سے امتی کی قبر کی کشادگی

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ایک انصاری قبیلہ کے سردار اور جلیل القدر صحابی تھے۔ ایک غزوہ میں ایک زخم کے باعث، ان کا انتقال ہوگیا۔ ان کی نماز جنازہ آقائے دو جہاں عالم رحمت مجسم ﷺ نے پڑھائی قبر میں دفنانے کے بعد آپ ﷺ کافی دیر تک وہاں تسبیح پڑھتے رہے جس کی بناء پر قبر کی تنگی، فراخی میں بدل گئی۔

مشکوٰۃ المصابیح میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو سرکارِ دو عالم ﷺ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی۔ پھر جب انہیں قبر میں رکھ کر مٹی برابر کردی گئی تو سرکار قبر پر کھڑے ہو کر کافی دیر تک تسبیح کرتے رہے۔ (راوی کہتا ہے) ہم نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ لمبی تسبیح پڑھی۔ پھر آپ ﷺ نے تکبیر کہی تو ہم نے بھی تکبیر کہی۔ کسی نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے (خلافِ معمول) کیوں (اتنی لمبی تسبیح پڑھی پھر تکبیر کہی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بات یہ ہے کہ اللہ کے اس نیک بندے پر بھی قبر تنگ ہوگئی تو میں تسبیح و استغفار پڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ نے اس تسبیح کی برکت سے ان کی قبر کو کھول دیا۔ (۱)

اس روایت سے جہاں یہ پتا چلتا ہے کہ امت کی برزخی حیات کو آسانی کے لیے حضور ﷺ فکر مند تھے وہاں یہ امر بھی آشکار ہوتا ہے کہ قبروں پر تسبیح وتہلیل اور ذکر و تلاوت سے اہل القبور کو رحمت خداوندی سے نوازا جاتا ہے۔ مزید یہ کہ زندوں کا عمل مردوں کو ان کی قبروں میں فائدہ پہنچاتا ہے۔

روزِ محشر نہ کوئی اور سہارا ہوگا

روزِ محشر امت کی فکر

سید	و	سرور	محمد	نور جہاں
بہتر	و	مہتر	شفیع	مذنباں

(۱) تبریزی، مشکوۃ المصابیح، باب اثبات القبر

marfat.com

روزِ محشر نہ کوئی اور سہارا ہوگا
سب کے ہونٹوں پہ محمد کی دھائی ہوگی

دنیا میں جب انسان پر دکھ اور تکلیف کی گھڑی آتی ہے تو انسان کے کئی ظاہری سہارے اس کی مدد کو آتے ہیں۔ والدین بہن بھائی، رشتہ دار، دوست احباب، سیاسی اثر و رسوخ، جاہ و منصب وغیرہ سے اسے ریلیف ملتا ہے۔ جب اس کی وفات ہوجاتی ہے یہ دنیوی تعلقات و سہارے ٹوٹ جاتے ہیں سوائے پسماندگان کی دعائے مغفرت و ایصال ثواب اور مرنے والے کے اعمال صدقہ جاریہ کے لیکن جب قیامت قائم ہوگی تو اس کی ہولناکیوں کے وقت دنیا کے عزیز ترین رشتے بھی ایک دوسرے سے اجنبی بن کر ساتھ چھوڑ دیں گے۔ نفسانفسی کا عالم ہوگا۔ ماں بیٹے سے بھاگے گی اور بھائی بھائی سے اس افراتفری اور بے چارگی کے عالم کو قرآن حکیم نے کئی مقامات پر بیان کیا ہے۔ جن میں چندایک یہ ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ (۱)

”اے لوگو! اپنے پروردِگار سے ڈرتے رہو اور ڈرو اس دن سے (جب نہ) کوئی والد اپنے بیٹے کے بدلے کام آسکے گا نہ کوئی بیٹا اپنے باپ کی جگہ کچھ بھی کام آسکے گا۔ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ لہٰذا یہ دنیوی زندگی تمہیں دھوکہ میں نہ ڈال دے اور یہ بہت بڑا دھوکے باز (شیطان) تمہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہیں دھوکہ میں نہ ڈال دے۔“

۲۔ دوسرے مقام پر قرآن حکیم، روزِ محشر کی نفسانفسی اور بے چارگی اس انداز سے بیان فرماتا ہے۔

(۱) القرآن، لقمان، ۳۱: ۳۳

marfat.com

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ○ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ○ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ○ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ○ (۱)

''اس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا اور اپنی ماں اور باپ سے بھی۔ اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھی۔ اس دن ہر شخص کو ایسی (پریشان کن) حالت لاحق ہوگی جو اسے (ہر دوسرے سے) بے پرواہ کردے گی۔''

ذرا تصور کریں کہ دنیا میں انسان اپنی اولاد اور ماں باپ کے لیے کیا کچھ نہیں کرتا ان کی تکلیف دور کرنے کے لیے اپنے آپ کو تکلیف میں ڈال دیتا ہے۔ ان کی حاجات اور ضروریات پوری کرنے کے لیے اپنے آپ کو مشقت میں ڈالتا ہے خود دکھ جھیل کر انہیں سکھ دیتا ہے اور اذیت برداشت کر کے اپنی اولاد کو راحت پہنچاتا ہے۔ لیکن قیامت کی گھڑی ایسی پریشان کن ہوگی کہ انسان ان سب رشتوں کو بھول جائے گا۔ ایسی بے چارگی اور افراتفری کے ماحول میں جب ہر کوئی دوسرے کو بھولا ہوا ہوگا، اس وقت ایک ہی ذات ہوگی اور ایک ہی سہارا ہوگا اور وہ غریب پرور مسکین نواز رسول اللہ ﷺ کا۔

ماں جب اکلوتے سے بھاگے
آ آ کہہ کے بلاتے یہ ہیں

(اعلیٰ حضرت)

آنے والے صفحات میں امام المرسلین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین حضور نبی اکرم ﷺ روزِ محشر جب پیارے سے پیارا اور جگری سے جگری دوست بھی انسان کے کام نہیں آئے گا، فکر امت کے شواہد و مناظر بیان کیے جائیں گے تاکہ انسان کو پتہ چل سکے کہ ہمارے کریم آقا ﷺ کو ہم سے کتنا پیار ہے۔

ہے ان کو امت سے پیار کتنا کرم ہے رحمت شعار کتنا
ہمارے جرموں کو دھو رہے ہیں وہ اپنے آنسو بہا بہا کر

(۱) عبس، ۸۰: ۳۴۔ ۳۷

marfat.com

سب کے ہونٹوں پہ محمد ﷺ کی دُہائی ہوگی

مقامِ محمود اور فکرِ امت

اللہ تعالیٰ، روزِ قیامت اپنے محبوب مکرم ﷺ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا اور یہ وہ عظیم مقام ہے جو صرف آپ ﷺ ہی کو عطا ہوگا۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے قرآن مجید کے ان الفاظ میں وعدہ فرمایا ہے۔

عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (۱)

''یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود (یعنی وہ مقامِ شفاعتِ عظمیٰ جہاں جملہ اولین وآخرین آپ کی طرف رجوع اور آپ کی حمد کریں گے) پر فائز فرمائے گا۔''

مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں منقول ہے۔

ان لمحمد من ربه مقاما لا يقومه بني مرسل ولا ملك مقرب يبلين الله ﷻ للخلائق فضله على جميع الاولين والآخرين (۲)

''اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کا ایک ایسا مقام ہے جس پر نہ کوئی نبی فائز ہوسکتا ہے اور نہ کوئی مقرب فرشتہ۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اس مقام پر فائز فرما کر، ساری مخلوق کے لیے، جمیع اولین وآخرین پر آپ ﷺ کی فضیلت ظاہر فرمادیگا۔''

عرشِ حق ہے مسندِ رفعت رسول اللہ ﷺ کی
جلوہ فرما ہوگی جب طلعت رسول اللہ ﷺ کی

(امام احمد رضا خان بریلوی)

---

(۱) بنی اسرائیل، ۱۷: ۷۹

(۲) ابن جوزی، الوفا باحوال المصطفی،

marfat.com

اس مقام محمود سے مراد آپ ﷺ کا مقام شفاعت کبریٰ ہے جس کے متعلق حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

ان الناس يصيرون يوم القيامة جثا كل امة تتبع نبيها يقولون يافلان اشفع حتى تنتهي الشفاعة الى النبي ﷺ فذلك يوم يبعثه الله المقام المحمود. (۱)

''قیامت کے دن، لوگ مارے مارے پھریں گے، ہر امت کو اپنے نبی کی تلاش ہوگی، وہ کہہ رہے ہوگے، اے فلاں! آپ ہماری شفاعت کیجئے یہاں تک کہ انجامِ کار شفاعت کی تلاش کی انتہا نبی مکرم ﷺ پر ہوگی۔ پس یہی وہ دن ہے جب اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قال رسول الله فی قولہٖ عسی ان يبعثک ربک مقامًا محمودًا وسُلَ عنها، قال هی الشفاعة (۲)

''رسول اللہ ﷺ نے اللہ رب العزت کے فرمان عسى أن يبعثک ربک مقام محمودًا کے بارے میں ارشاد فرمایا: اس کے متعلق آپ ﷺ سے سوال کیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ یہ مقام' (مقامِ شفاعت) ہے۔''

احادیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ مقامِ محمود سے مراد وہ مقام ہے۔ جب روزِ قیامت سرکار دو عالم ﷺ سب نبیوں کے امام اور بنی نوع انسان کے قائد ہوں گے۔ جب سب خاموش ہوں گے اور آپ ﷺ ہی خطیب ہوں گے آپ ﷺ فرشتوں کے

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب التفسیر، باب قوله عسىٰ ان يبعثك ربك مقاماً محموداً، ۴/۱۷۴۸، رقم: ۴۴۴۱

(۲) ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب تفسیر القرآن، باب من سورة بنی اسرائیل، ۵:۳۰۳، رقم: ۳۱۳۷

marfat.com

جلو میں براق پر سوار ہوں گے۔ حمدِ الٰہی کا جھنڈا آپ ﷺ کے ہاتھ میں ہوگا۔ اور اولین و آخرین سب اس کے سائے میں صف باندھے کھڑے ہوں گے۔: آپ ﷺ لباس فاخرہ زیب تن فرمائے: اللہ تعالیٰ کے دائیں جانب جلوہ افروز ہوں گے۔ آپ ﷺ ہی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کریں گے اور آپ ﷺ ہی سب سے پہلے مایوس انسانیت کو خوشخبری سنائیں گے۔ آپ ﷺ ہی سب سے پہلے شفاعت کریں گے اور آپ ﷺ ہی کی شفاعت سب سے پہلے قبول ہوگی، یہی شفاعت کبریٰ ہے۔ یہی وہ مقام ہے جس پر آپ ﷺ کو فائز دیکھ کر سب اولین و آخرین آپ ﷺ کی تعریف کریں گے۔ روزِ قیامت آپ ﷺ کے مقام و مرتبہ کو دیکھ کر ہر کوئی یہ کہہ رہا ہوگا۔

دیکھو ذرا کس شان سے سرکار آرہے ہیں
محشر میں دھوم مچ گئی، غم خوار آرہے ہیں

اس عظیم مقام پر امت کے غم گسار آقا ﷺ کو امت کی بخشش و مغفرت اور دائمی عذاب دوزخ سے نجات کی کس قدر فکر ہوگی اسے کسی پیمانے سے ناپا نہیں جاسکتا۔ اس موقع پر یہ آثار و احادیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس موقع پر آپ ﷺ کی سب سے بڑی ترجیح یہ ہوگی کہ آپ ﷺ کی ساری امت کی بخشش ہوجائے۔

روزِ محشر نہ کوئی اور سہارا ہوگا
سب کے ہونٹوں پر محمد ﷺ کی دُہائی ہوگی

مقبول دعا: امت کی شفاعت کے لئے چھوڑ دی

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعائیں سنتا اور قبول فرماتا ہے وہ !پنے بندوں سے فرماتا ہے کہ لوگو! مجھ سے دعا کیا کرو، میں ہی دعاؤں کا سننے والا ہوں۔ ہر مسلمان قبولیت کی امید پر بہت سے دعائیں مانگتا ہے۔ جس میں دینی، دنیاوی، ظاہری، باطنی، عائلی، معاشرتی اور کاروباری ہر طرح کی دعائیں ہوتی ہیں اب اگر اسے یہ اختیار دے دیا جائے کہ تمہاری ایک دعا بہر صورت بارگاہِ خداوندی میں قبول کی جائے گی تو وہ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسی چیز کے لیے دعا کرے گا جو اسے دنیا و آخرت میں سب سے

marfat.com

زیادہ محبوب و پسندیدہ ہوگی۔ دنیا میں ہر ایک کی پسند جدا جدا ہوگی۔

اب دیکھئے امت کے غم خوار رسول ﷺ کی پسند جب رب ذوالجلال نے آپ کو اختیار دیا تو آپ ﷺ نے دنیاو آخرت میں جس چیز کو پسند فرمایا وہ ہم گنہگاروں، سیہ کاروں کی بخشش ونجات کے لیے شفاعت تھی۔ اس سلسلہ میں درج ذیل دو روایات ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لکل نبی دعوۃ قد دعابها فاستجیب فجعلت دعوتی شفاعۃ لامتی یوم القیامۃ. (۱)

''ہر نبی کو اللہ کریم نے یقینی طور پر ایک مقبول دعا کا موقع عطا فرمایا، چنانچہ ہر نبی نے یہ دعا کرلی اور ان کی دعا کو قبول کرلیا گیا۔ مگر میں نے یہ دعا روزِ قیامت اپنی امت کی (مغفرت وبخشش کے لیے) شفاعت کے لیے محفوظ کرلی۔''

امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں اس روایت میں مزید اضافہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ دعائے شفاعت میری امت کے ہر اس فرد کو پہنچے گی جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا ہوگا۔

نوح کو بھی موجِ طوفان سے کنارا مل گیا
حضرت موسیٰ کو بھی لطفِ نظارہ مل گیا
الغرض ہر ایک بے چارے کو چارہ مل گیا
ہم غریبوں کو محمد ﷺ کا سہارا مل گیا

۲۔ امام ترمذیؒ نے اپنی جامع میں حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الدعوات، باب لکل نبي دعوة، ۵: ۲۳۲۳، رقم: ۵۹۴۶

marfat.com

سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا:

اتانی آت من عند ربی فخیرنی بین انه یدخل نصف امتی الجنة وبین الشفاعة فاخترت الشفاعة وھی لمن مات لا یشرک باللہ شیئًا.(۱)

''میرے پاس رب کریم کی طرف سے ایک آنے والا (فرشتہ) آیا اور اس نے مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اختیار دیا کہ وہ میری آدھی امت کو جنت میں داخل کردے یا میں شفاعت کو اختیار کرلوں پس میں نے حقِ شفاعت اختیار کرلیا اور یہ شفاعت ہر اس شخص کے لیے ہوگی جو شرک پر نہیں مرا ہوگا۔''

امت کے کریم آقا ﷺ نے حق شفاعت اس لیے اختیار کیا کہ اس کے برعکس اگر آدھی امت کو جنت میں بغیر حساب و کتاب داخل کروالیتے تو پھر باقی آدھی امت کہاں جاتی کس کو پکارتی اور مدد کے لیے کس کا دروازہ کھٹکھٹاتی جب کہ روزِ محشر کوئی کسی کا حامی و مددگار نہیں ہوگا اور نہ کوئی فریاد رس۔ وہاں پر شفیع المذنبین کے بغیر کوئی بگڑی بنانے والا نہیں ہوگا۔ اس لئے آپ ﷺ نے امت کی خاطر شفاعت کا حق لے لیا۔

واہ کریم امت دا والی مہر شفاعت والا

حق شفاعت اختیار کرنے کے لیے پس منظر میں اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ ہے جو اس نے سورہ الضحیٰ میں فرمایا ہے:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى. (۲)

''اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہوجائیں گے۔''

---

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب صفة القیامة، باب ماجاء في الشفاعه، ۴: ۶۲۷، رقم: ۲۴۳۴

(۲) القرآن، الضحیٰ، ۹۳: ۵

marfat.com

اس آیہ کریمہ کے مضمون کے متعلق غمخوارِ امت تاجدارِ کائنات ﷺ نے فرمایا:

والله لا اَرضٰی و واحدِ من اُمّتی فِی النّار. (۱)

''اللہ کی قسم میں اس وقت تک راضی نہ ہوں گا جب تک میرا ایک امتی بھی دوزخ میں ہوگا۔''

فردوس میں رسول ہمارا نہ جائے گا
جب تک ہر امتی بخشا نہ جائے گا

لہٰذا قیامت کا دن ہوگا۔ حضور پُر نور شافع یوم النشور ﷺ اللہ کے حضور امت کے لیے شفاعت کرتے جائیں گے ۔ اللہ کریم شفاعت قبول کرتا جائے گا۔ حضور ﷺ بخشش مانگتے جائیں گے۔ مولا کریم بخشش عطا کرتا جائے گا۔ یہاں تک کہ ارشادِ خداوندی ہوگا۔'' محبوب کیا تو راضی ہوگیا؟'' آپ ﷺ جواب دیں گے۔ نعم رضیتُ'' جی (میرے مولا) میں راضی ہوگیا۔''

سبحان اللہ کیا شان ہے حضور ﷺ کی حضور ﷺ کے مقامِ محبوبیب اور پھر کیا کرم ہے لجپال آقا ﷺ کا اپنی امت پر۔ اللہ اپنے نبی کو راضی کرے گا اور حضور ﷺ اپنے امت کی بخشش چاہتے جائیں گے۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شاید اسی منظر کو سامنے رکھتے ہوئے کہا تھا۔

''فترضیٰ'' نے ڈالی ہیں باہیں گلے میں
کہ ہو جائے راضی، طبیعت کسی کی

ستر ہزار امتی بلا حساب و کتاب جنت میں

صحابی رسول حضرت ابو امامہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسولِ خدا ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ''میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ میری امت کے ستر ہزار خوش

(۱) قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۲۰: ۹۶

marfat.com

نصیب آدمیوں کو جنت میں داخل فرمادے گا جن پر نہ کسی قسم کا حساب ہوگا اور نہ ہی عذاب۔ پھر مزید کرم فرماتے ہوئے، اللہ تعالیٰ نے ان ستر ہزار جنتیوں میں سے ہر ایک کے ساتھ مزید ستر ہزار آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ علاوہ ازیں وہ (اپنی شان کے لائق) تین دفعہ چلّو بھر کر اھلِ دوزخ کو نکال کر جنت میں داخل فرمائے گا۔"(۱)

اسی مضمون سے ملتی جلتی ایک حدیث مبارکہ خطیب تبریزیؒ نے مشکوٰۃ المصابیح میں رقم کی ہے جسے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسولِ مقبول ﷺ نے فرمایا:

"بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ یہ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ میری امت کے چار لاکھ آدمیوں کو بلا حساب جنت میں داخل فرمائے گا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ! اللہ کریم سے مزید لوگوں کو بھی بخشوایئے۔ کریم آقا ﷺ نے دونوں ہتھلیوں کو جمع کرتے ہوئے فرمایا۔ اللہ کریم (اپنی شان کے لائق) چلّو بھر کے میرے امتیوں کو دوزخ سے نکالے گا اور انہیں جنت میں داخل فرمائے گا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ!اس میں اور زیادتی ہونی چاہیے۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: اسی طرح ایک اور چلو بھر کر اللہ تعالیٰ میرے امتیوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل فرمائے گا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر سے کہا بھائی! آپ کس چکر میں پڑے ہوئے ہیں۔ چھوڑیئے اس بات کو تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر اللہ کریم ہم سب (یعنی ساری امت) کو جنت میں داخل فرمادے تو اس میں آپ کیا حرج ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواباً کہا یہ بات نہیں بلکہ میرا مطلب ہے کہ اللہ کریم اگر چاہے تو ایک ہی ہتھیلی یا چلّو سے اپنی ساری مخلوق کو جنت میں داخل فرمادے گا

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب صفة القیامة، باب ماجاء فی الشفاعه، ۴: ۶۲۴، رقم: ۲۴۳۷

marfat.com

وہ بار بار چلّو سے نکالنے کا محتاج نہیں اس پر حضور ﷺ نے فرمایا، **صدق عمر** ”عمر نے سچ کہا۔“ (۱)

مذکورہ بالا روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ کے قلب اطہر کی تسکین کے لیے اللہ کریم نے بخشش امت کی نوید سنائی اور مزید یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی مبارک صحبت میں رہنے والوں میں بھی امت کی خیر خواہی اور ہمدردی کا جذبہ کس قدر موجزن ہو چکا تھا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بار بار مزید امت کی بخشش کے لیے بارگاہِ رسالتِ مآب میں عرض کرتے ہیں۔ انہیں معلوم تھا کہ امت کے ساتھ بھلائی کرنے سے امت کا کریم آقا خوش ہوگا جب سرکارِ دو عالم ﷺ خوش ہو جائیں گے تو رب دو عالم بھی خوش ہو جائے گا۔ اس حدیث پاک سے ہمیں سبق حاصل کرتے ہوئے ایک دوسرے کے لیے پیکر محبت و رحمت اور باہم خیر خواہ بن جانا چاہیے۔ آپ کے بغض و عداوت کو ختم کر کے ”رُحَمَآءُ بَینَھُم“ کا نمونہ بننا چاہیے۔

فردوس میں رسول ﷺ ہمارا نہ جائے گا

امت کی بخشش سے پہلے منبرِ نور پر نہ بیٹھنا

فردوس میں رسول ہمارا نہ جائے گا
جب تک ہر امتی بخشا نہ جائے گا
دوزخ میں، میں تو کیا میرا سایہ نہ جائے گا
کیونکہ رسول پاک سے دیکھا نہ جائے گا

قیامت کے ہولناک منظر میں جب ہر ایک کو اپنی پڑی ہوگی، کوئی کسی کا مددگار نہیں ہوگا۔ اس نفسا نفسی کے ماحول میں کریم و غم خوار آقا کو اپنی امت کی فکر ہوگی۔ اس موقع پر اپنی امت کی بخشش کا پروانہ حاصل کیے بغیر آپ ﷺ اپنے لیے لگائے گئے منبر پر جلوہ فگن نہ ہوں گے اس شفقت و مہربانی کا نمونہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت

(۱) تبریزی، مشکوٰۃ المصابیح، باب الحوض والشفاعة

marfat.com

کردہ حدیث پاک میں ملاحظہ فرمائیں جسے حاکم نے ''المستدرک'' میں اور طبرانی نے ''المعجم'' میں رقم کیا ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا:

''(محشر کے دن) تمام انبیاء کے لیے سونے کے منبر ہوں گے وہ ان پر جلوہ افروز ہوں گے۔ جبکہ میرا منبر خالی ہوگا۔ میں اس پر نہیں بیٹھوں گا بلکہ اپنے پروردِگار کی بارگاہِ اقدس میں کھڑا رہوں گا اس ڈر سے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے جنت میں بھیج دیا جائے اور میرے بعد امت (بے یارو مددگار) رہ جائے چنانچہ میں بارگاہِ خداوندی میں عرض پرداز ہوں گا۔ میری امت! میری امت! اللہ ﷻ پوچھے گا: اے (پیارے) محمد ﷺ! آپ کی مرضی کیا ہے؟ آپ کی امت کے ساتھ کیسا سلوک کیا جائے؟ میں عرض کروں گا اے میرے پروردِگار! ان (میری امت) کا حساب جلد فرمادے۔ پس انہیں بلایا جائے گا، انکا حساب ہوگا، ان میں سے کچھ اللہ کی رحمت سے جنت میں داخل ہوں گے اور کچھ میری شفاعت سے یہاں تک کہ میں (اپنی امت کے) ان افراد (کی رہائی) کا پروانہ بھی حاصل کرلوں گا جنہیں دوزخ میں بھیجا جا چکا ہوگا اور جہنم کا داروغہ عرض کرے گا:

یا محمد ما ترکت للنار لغضب رب فی امتک من بقیة. (۱)

''یا محمد (ﷺ) آپ نے اپنی امت میں سے کوئی بھی جہنم میں باقی نہیں رہنے دیا کہ جس پر آپ کا رب ناراض ہو۔''

اللہ رے جہنم کیا اب بھی نہ سرد ہوگا
رو رو کے مصطفٰے نے دریا بہا دیئے ہیں

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۱۳۵

۲۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۳: ۲۰۸

marfat.com

سلام اس پر، بروں کو جس نے فرمایا کہ میرے ہیں

مولا! نیک تیرے، برے میرے

قیامت کے روز ہر نبی بارگاہِ ایزدی میں نیکوکاروں کی بخشش کے لیے عرض کرے گا لیکن ہمارے کریم آقا ﷺ بروں کی بخشش کے لیے عرض کریں گے۔ اللہ پاک کی بارگاہ میں عرض کریں گے باری تعالیٰ نیکوکار تیرے اور گنہگار میرے۔ اس حامی بے کساں اور شفیع مجرماں پر لاکھوں کروڑوں سلام جس نے ہم گنہگاروں سیہ کاروں کی بخشش کا ذریعہ بننا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو جہاں ﷺ نے فرمایا:

شَفَاعَتِی لَاهلِ الکَبَائِرِ مِن اُمَّتِی (۱)

''میری شفاعت بطور خاص میری امت کے ان گنہگاروں کے لیے ہوگی جو کبائر کے مرتکب ہوئے ہوں گے۔''

اسی طرح حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے جسے امام ابنِ ماجہؒ نے ''السنن'' کی کتاب الزہد کے باب، ذکر شفاعت میں اور امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی ''مسند'' میں رقم کیا ہے ملاحظہ فرما کر حضور نبی مکرم شفیع معظم ﷺ کی امت پر کرم نوازیوں اور لجپالیوں کا اندازہ لگائیں۔

قال رسول اللہ ﷺ خیرت بین الشفاعة وبین ان یدخل نصف امتی الجنة. فاخترت الشفاعة لانها اعم واکفیٰ. اترونها للمتقین؟۔ ولکنها للمذنبین، الخطائین المتلوثین. (۲)

''مجھے یہ اختیار دیا گیا کہ خواہ میں قیامت کے روز شفاعت کرلوں یا میری آدھی امت کو (بلا حساب وکتاب) جنت میں داخل کر دیا جائے تو میں نے اس میں

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب صفة القیامة، باب ماجاء فی الشفاعة، ۴: ۶۲۵، رقم: ۲۴۳۵

(۲) ۱۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الزهد، ۲: ۱۴۴۱، رقم: ۴۳۱۱
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۷۵۔ رقم ۵۴۵۲

marfat.com

سے شفاعت کو اختیار کیا ہے کیونکہ وہ عام اور (پوری امت کے لئے) کافی ہو گی اور تم شاید خیال کرو کہ یہ پرہیز گاروں کے لئے ہو گی، نہیں بلکہ وہ گناہ گاروں، خطا کاروں اور بدکاروں کے لئے ہو گی"

سلام اس پر کہ جس نے فضل کے موتی بکھیرے ہیں
سلام اس پر، بُروں کو جس نے فرمایا کہ میرے ہیں

❁❁❁

تعجب کی جا ہے کہ دوزخ کی آتش
لگائے خدا اور بجھائے محمد ﷺ

ساری امت کی مغفرت کے لیے سہ بار دعا اور بخشش کا وعدہ الٰہی

دنیا میں کوئی شخص کسی کے متعلق اتنا متفکر نہیں ہوسکتا جتنا سرکارِ دو عالم، نورِ مجسم حضرت محمد ﷺ اپنی امت کی نجات و مغفرت کے لیے مضطرب و متفکر تھے۔ آپ ﷺ کی خواہش تھی کہ میرا کوئی امتی بھی نارِ دوزخ میں نہ رہے۔ اس سلسلہ میں سنن ابی داؤد کی ایک ایمان افروز حدیث پاک ملاحظہ فرمائیں جسے معروف صحابی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ

ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ منورہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے جب ہم مقام "عزوراء" پر پہنچے تو آپ ﷺ سواری سے نیچے اترے۔ کچھ دیر بارگاہِ ایزدی میں دعا کی اور پھر سجدہ ریز ہو گئے اور طویل سجدہ فرمایا پھر سجدے سے اٹھے اور حسبِ سابق بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد دوبارہ طویل سجدہ کیا۔ پھر تیسری مرتبہ بھی اسی طرح کیا۔ بعد ازاں آپ ﷺ نے (اپنے عمل کی وضاحت کرتے ہوئے) فرمایا! میں نے بارگاہِ الٰہی میں اپنی امت کی بخشش کے لیے شفاعت کی دعا کی تو رب کریم نے فرماتے ہوئے میری ایک تہائی امت کو بخش دیا۔ اس کے شکرانے میں، میں نے سجدہ کیا۔ پھر میں نے سر اٹھا کر اپنی باقی امت کی بخشش کے لیے دعا کی تو ربِ کریم نے ایک

marfat.com

تہائی اور امت بخشنے کا کرم فرمایا۔ اس کے شکرانے میں، دوبارہ میں نے سجدہ کیا۔ پھر تیسری مرتبہ میں نے سر اٹھایا تو بقیہ تہائی امت کی بخشش کا سوال کیا تو اللہ کریم نے بقیہ تہائی امت کی بخشش کی بھی خوشخبری سنادی۔ اس طرح میں اپنی ساری امت کی بخشش و مغفرت پر تیسری مرتبہ بارگاہِ ایزدی میں سجدہ ریز ہوگیا اور اپنے رب کریم کا شکر ادا کیا۔ (۱)

اس حدیث پاک سے جہاں یہ پتا چلتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کو اپنی امت کی بخشش کی کس قدر فکر ہے وہاں بارگاہِ رب العزت میں آپ ﷺ کی قدرو منزلت سے بھی آ گاہی ملتی ہے۔ حضور ﷺ دعا کرتے جاتے ہیں۔

بارگاہِ خداوندی میں قبول ہوتی جاتی ہے۔ حضور بھی کریم ہیں اور حضور کا رب بھی کریم ہے۔ اللہ بھی رؤف و رحیم ہے اور حضور ﷺ بھی رؤف و رحیم ہے۔

مجھ کو فکرِ شفاعت ہو کیونکر
دو کریموں کا سایہ ہے مجھ پر
اک طرف رحمتِ مصطفیٰ ﷺ ہے
اک طرف لطفِ رب جلی ہے

قیامت کے تین مشکل مقامات اور کریم آقا ﷺ کی بندہ نوازی

دنیا کا مسلمہ اصول ہے کہ دوست وہ جو مصیبت میں کام آئے۔ روزِ محشر دنیوی اعمال کے حساب و کتاب اور جزا و سزا کا دن ہے۔ اس دن کی پریشانیوں اور مشکلات میں سرکارِ دو عالم ﷺ امت کی مشکل کشائی فرمائیں گے۔ روزِ قیامت حضور نبی اکرم ﷺ کی کرم نوازیوں اور امت پر شفقتوں کا عالم ہی نرالا ہوگا۔ اس سلسلہ میں درج ذیل روایت ملاحظہ ہو۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے ایک خادم خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان

(۱) ابوداؤد، السنن کتاب الجهاد، باب في سجود الشكر، ۳/۸۹، رقم: ۲۷۷۵

marfat.com

کرتے ہیں کہ ایک دن میں نے اپنے کریم آقا کی بارگاہ میں عرض کیا کہ یہاں دنیا میں مجھے آپ ﷺ کی خدمت کی سعادت حاصل ہے۔ اسی طرح کل قیامت کے روز بھی اپنی شفاعت سے بہرہ ور فرما دینا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اَنَا فَاعِلٌ''میں (شفاعت) کروں گا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میں آپ ﷺ کو قیامت کے روز کہا تلاش کروں؟ سرکارِ دو عالم نے فرمایا: ''مجھے پل صراط پر تلاش کرنا۔'' پلِ صراط وہ مقام ہے جو بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہے۔ اس پل پر سے جب حضور کی امت گزرے گی تو سرکار ﷺ وہاں کھڑے، رب کریم کی بارگاہ میں ان الفاظ کے ساتھ دعا کر رہے ہوں گے یاربِّ سلم یار بِّ سلِّم ''اے میرے رب میری امت کو سلامتی سے گزار دے۔'' آپ ﷺ کی اسی دعا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلویؒ اپنے نعتیہ کلام میں یوں فرماتے ہیں۔

یا الٰہی جب سرِ شمشیر پہ چلنا پڑے
''رَبِّ سلِّم'' کہنے والے غمزدہ کا ساتھ ہو

(اعلیٰ حضرتؒ)

حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ آقا! اگر میں آپ ﷺ کو وہاں نہ پاسکوں تو؟ فرمایا: ''پھر مجھے میزان'' جہاں میری امت کے اعمال کا وزن کیا جارہا ہوگا، کے پاس تلاش کرنا، میں نے عرض کیا، ''اگر وہاں بھی نہ پاسکوں تو؟'' فرمایا: ''پھر مجھے حوض کے پاس دیکھنا جہاں میں اپنی امت کو جام کوثر پلا رہا ہوں گا۔ ان تین اہم جگہوں کو چھوڑ کر میں کہیں نہ جاؤں گا۔ (۱)

ٹھنڈا ٹھنڈا مٹھا مٹھا
پیتے ہم ہیں پلاتے یہ ہیں

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب صفة القیامة، باب ماجاء في شان الصراط، ۴: ۶۲۱، رقم: ۲۴۳۳

marfat.com

اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ
ساری کثرت پاتے ہیں
رب ہے مُعۡطی، یہ ہیں قاسم
دیتا وہ ہے، دلاتے یہ ہیں

اس روایت سے ملاحظہ کیا جاسکتا ہے کہ قیامت کی مشکل ترین گھڑیوں میں جب انسان کے عزیز ترین اور قریب ترین رشتہ دار اور دوست احباب، اس کا ساتھ چھوڑ جائیں گے وہاں کائنات انسانی کی سب سے بڑی غم خوار ہستی کام آئے گی۔

جنہیں رب کریم نے "عزیز علیه ما عنتم" اور "حریص علیکم" کی شان سے نوازا ہے۔ امت کو جہاں مشکل پیش آئے گی سرکار کرم فرمائیں گے۔ اس لیے آج دنیا میں ہمیں اللہ کی بارگاہ میں ان الفاظ کے ساتھ دعا کرتے رہنا چاہیے۔

یا الٰہی جب زبانیں باہر آئیں پیاس سے
ساقی کوثرؐ شہِ جودو عطا کا ساتھ ہو
یا الٰہی گرمی محشر میں جب بھڑکیں بدن
دامنِ محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو

(اعلیٰ حضرتؒ)

قیامت کا منظر بڑا پرخطر ہے مگر......

قرآن و حدیث میں جابجا قیامت کی ہولناکیاں اور لرزہ خیزیاں بیان کی گئی ہیں۔ اس روز کائنات کا سارا نظام درہم برہم ہوچکا ہوگا۔ تمام ذریتِ آدم چٹیل میدان میں رب اکبر کے حضور کھڑی ہوگی۔ رب ذوالجلال کا جلال کبریائی اور صفت قہاری و جبروت اپنے کمال پر ہوگی۔ آفتابِ محشر بہت قریب آجائے گا۔ لوگ گرمی اور پیاس کے

marfat.com

مارے جاں بلب ہوں گے۔ زمین انتہائی گرم ہو کر انگارے میں بدل چکی ہوگی ہر شخص اپنے اعمال کے حساب کے ڈر اور گرمی کی شدت سے پسینے میں غرق ہوگا۔ پچاس ہزار سال کے برابر قیامت کے اس روز ایسی گھبراہٹ، بے قراری اور عالم اضطراب ہوگا جسے نہ کسی نے پہلے دیکھا ہوگا اور نہ سنا ہوگا۔ اس پریشان کن ماحول میں سب کی خواہش ہوگی کہ ہمارا جلد حساب شروع ہو تا کہ ہمیں انجام کا پتہ چلے اور اس عذاب سے جان چھوٹے لیکن اللہ تعالیٰ کے سامنے یہ کہنے والا کوئی نہیں ہوگا کہ وہ عظیم ذات حساب شروع کرے۔ اس وقت ہر کوئی دم بخود، مہر بلب، خائف اور لرزاں و ترساں ہوگا۔ لوگ قیامت کی دلدوز صورتِ حال سے تنگ آ کر آپس میں مشورہ کریں گے کہ کوئی مقرب الٰہی بندہ تلاش کیا جائے جو رب ذوالجلال کی بارگاہ میں سفارش کردے۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے سب کی نگاہ ان ذواتِ قدسیہ پر پڑے گی جنہیں باری تعالیٰ نے نبوت و رسالت کے عظیم شرف سے مشرف کیا تھا۔ لہٰذا وہ سب سے پہلے ابو البشر حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے اور اس پریشان کن صورتِ حال سے نجات کے لیے رب کی بارگاہ میں سفارش کے لیے عرض کریں گے۔ لیکن حضرت آدم علیہ السلام انہیں جواب دیں گے کہ اذھبوا الیٰ غیری (میرے علاوہ کسی غیر کے پاس جاؤ) اور دیگر انبیاء کے پاس جائیں گے مشورہ دیں گے۔ مضطرب و پریشان لوگ پھر دیگر جلیل القدر نبیاء کرام کی خدمت میں حاضر ہوں گے لیکن جلالِ ایزدی کے سامنے کوئی پیغمبر بھی کچھ عرض کرنے کی ہمت نہیں کرے گا۔

خدائے قہار ہے غضب پر کھلے ہیں بدکاریوں کے دفتر
بچالو آ کر شفیع محشر تمہارا بندہ عذاب میں ہے

(اعلیٰ حضرت)

بالآخر ہر در سے مایوس و ناامید ہو کر انسانیت کا مضطرب و پریشان اجتماع اس بارگاہ میں حاضر ہوجائے گا۔ جس کو رب کریم نے ''عزیز علیہ ماعنتم'' کی شان سے مشرف کیا ہوگا اور جس کے سرِ انور پر رحمۃ للعالمین کا تاج سجایا ہوگا۔ بارگاہِ مصطفےٰ ﷺ میں حاضر ہو کر جب لوگ اپنا دکھڑا سنائیں گے تو غریب پرور رسول ﷺ کی بارگاہ سے

marfat.com

یہ جواب پائیں گے۔ اَنَا لَھا (میں ہی تمہیں اس مصیبت سے نجات دلانے والا ہوں) حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہِ ایزدی میں عرض کرنے سے حساب و کتاب شروع ہو جائے گا اور پھر انسانیت کو اضطراب و پریشانی سے نجات مل جائے گی۔ یہی وہ مقام ہے جسے قرآن حکیم، سورہ بنی اسرائیل میں ''مقام محمود'' کا نام دیتا ہے۔ جب اولین و آخرین، اپنے پرائے سب حضور ﷺ کی عظمت و جلالت کے قائل ہو کر حضور ﷺ کی تعریف میں رطب اللسان ہو جائیں گے۔ جب سب سہارے ٹوٹ جائیں گے تو ایک ہی سہارا رہ جائے گا جو انسانیت کے کام آئے گا۔

روزِ محشر نہ کوئی اور سہارا ہوگا
سب کے ہونٹوں پر محمد کی دھائی ہوگی

سورہ بنی اسرائیل کی آیت ''عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا'' کے تحت کئی مفسرین کرام نے حضور ﷺ کے مقام شفاعت کبریٰ یا عظمٰی کو بیان کیا ہے۔ اسی شفاعت سے باقی شفاعتوں کا دروازہ کھلے گا۔ امام بخاریؒ امام مسلمؒ اور دیگر کئی کبار محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں تھوڑے بہت لفظی اختلاف کے ساتھ حدیثِ شفاعت رقم کی ہے۔ ذیل میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ حدیثِ شفاعت کا ترجمہ لکھا جاتا ہے۔اس حدیث پاک کو ملاحظہ کرنے سے پتہ چلے گا کہ سرکارِ دو عالم غمگسار رسول ﷺ کو اپنی امت کی بخشش و نجات کی کس قدر فکر تھی۔

حدیث پاک ملاحظہ ہو۔

اب تو سجدے سے سر کو اٹھا لو، آپکی ساری امت بری ہے

(امت کے حق میں ایمان افروز اور امید افزا حدیثِ شفاعت)

امام بخاری نے اپنی صحیح ''کتاب التوحید'' میں یہ حدیث لکھی ہے کہ حماد بن زید نے معبد بن ہلال سے روایت کیا ہے کہ بصرہ سے ہم کچھ لوگ جمع ہو کر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جانے لگے اور جاتے ہوئے اپنے ساتھ حضرت ثابت کو بھی لے

marfat.com

گئے تاکہ وہ ہمیں سنانے کے لیے (حضرت انس ﷛ سے) حدیث شفاعت کا مطالبہ کریں۔ جب ہم ان کی خدمت میں گئے تو وہ اپنے مکان پر چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے۔ پس ہم نے اجازت طلب کی تو ہمیں (اندر آنے کی) اجازت دے دی گئی۔ (جب ہم حاضر ہوئے تو) وہ اپنے بستر پر بیٹھ گئے۔ ہم نے ثابت سے کہا تھا کہ حدیث شفاعت سے پہلے کسی اور چیز کے بارے میں نہ پوچھنا۔ پس انہوں نے کہا، اے ابوحمزہ! بصرہ سے یہ آپ کے بھائی آپ سے حدیث شفاعت سننے آئے ہیں۔ اس پر حضرت انس ﷛ نے کہا کہ ہم سے حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

''قیامت کے روز لوگ دریا کی موجوں کی مانند بے قرار ہوں گے تو وہ حضرت آدم ؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے کہ آپ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے۔ وہ فرمائیں گے لستُ لھا (میں اس کام کے لیے نہیں ہوں) تم ابراہیم ؑ کے پاس جاؤ کیونکہ وہ اللہ کے خلیل ہیں۔ پس وہ حضرت ابراہیم ؑ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے۔ وہ فرمائیں گے: میں اس کام کے لیے نہیں ہوں تم موسیٰ ؑ کے پاس چلے جاؤ کیونکہ وہ کلیم اللہ ہیں پس وہ حضرت موسیٰ ؑ کی خدمت میں جائیں گے۔ وہ فرمائیں گے: میں اس کام کے لیے نہیں ہوں، تم حضرت عیسیٰ ؑ کے پاس جاؤ کیونکہ وہ روح اللہ اور اس کا کلمہ ہیں۔ وہ حضرت عیسیٰ ؑ کے پاس جائیں گے وہ فرمائیں گے۔''

لستُ لھا ولکن علیکم بمحمد.

''میں اس کام کے لیے نہیں ہوں، تم محمد ﷺ کے پاس چلے جاؤ۔''

پس وہ میرے پاس حاضر ہوں گے۔ میں کہوں گا۔ انا لھا ''یہ (شفاعت) تو میرا کام ہے۔''

پس میں اپنے رب سے شفاعت کی اجازت طلب کروں گا تو مجھے اجازت مل جائے گی اور اللہ تعالیٰ مجھے حمد و ثنا پر مشتمل ایسے کلمات الہام فرمائے گا جو اس وقت مجھے

marfat.com

مستحضر نہیں، جن کے ساتھ میں اس کی حمد و ثنا کروں گا۔ پس میں ان حمدیہ کلمات کے ساتھ اس کی تعریف کروں گا اور اس کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ پس مجھے کہا جائے گا:

یا محمد ارفع راسک و قل یسمع لک وسل تعط واشفع تشفع

''اے محمد ﷺ اپنا سر اٹھایئے اور کہیے کہ آپ کی سنی جائے گی، مانگیے کہ آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے کہ آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔''

میں عرض کروں گا

یا رب! امتی امتی ''اے میرے رب! میری امت، میری امت''

اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

انطلق فاخرج منها من کان فی قلبه مثقال شعیرة من ایمان

''آپ جائیں اور جہنم سے اسے نکال لیں جس کے دل میں جو کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو۔''

پس میں جا کر یہی کروں گا۔ پھر واپس آ کر انہی محامد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کروں گا اور اس کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ پھر کہا جائے گا کہ اے محمد ﷺ اپنا سر انور اٹھایئے اور کہو تمہاری سنی جائے گی، مانگو تمہیں عطا کیا جائے گا اور شفاعت کرو قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا۔

یا رب! امتی امتی ''اے میرے رب! میری امت، میری امت''

پھر کہا جائے گا

انطلق فاخرج منها من کان فی قلبه مثقال ذرة او خردلة من ایمان

''آپ جائیں اور جہنم سے اسے بھی نکال لیں جس کے دل میں ذرے کے برابر یا رائی کے برابر بھی ایمان ہے۔''

marfat.com

پس میں جا کر ایسا ہی کروں گا۔ پھر واپس آ کر انہی محامد کے ساتھ اس کی حمد و ثنا بیان کروں گا اور پھر اس کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ پھر فرمایا جائے گا: اے محمد ﷺ اپنا سرانور اٹھایئے اور کہیے سنا جائے گا، مانگیے آپ کو دیا جائے گا اور شفاعت کیجئے کہ آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا

یا رب! امتی امتی ''اے میرے رب ! میری امت، میری امت''

پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

انطلق فاخرج من کان فی قلبه ادنی ادنی ادنی مثقال حبة خردل من ایمان

''جایئے اور اسے بھی جہنم سے نکال لیجئے جس کے دل میں رائی کے دانے سے بھی بہت ہی کم ایمان ہو۔''

پس میں جاؤں گا اور جا کر ایسا ہی کروں گا۔

(راوی کہتا ہے) جب ہم حضرت انس ؓ کے (گھر سے) باہر نکلے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ کاش ہم (امام) حسن بصریؒ کے پاس سے گزریں جو ابو حلیفہ کے مکان میں روپوش ہیں کیونکہ وہ ان سے یہ حدیث بیان کرتے ہیں جو ہم سے حضرت انس بن مالک ؓ نے بیان کی ہے چنانچہ ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جب ہم نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے اجازت دے دی۔ ہم ان کی خدمت میں عرض گزار ہوئے کہ اے ابو سعید! ہم آپ کے بھائی حضرت انس بن مالک ؓ سے مل کر آپ کی خدمت میں آ رہے ہیں۔ شفاعت کے بارے میں جو حدیث انہوں نے بیان کی وہ کسی دوسرے کو ہم نے بیان کرتے نہیں سنا۔ انہوں نے فرمایا کہ بیان کرو۔ پس ہم نے ان سے حدیث پاک بیان کی اور اسی مقام پر آ کر ختم کر دی (امام حسن بصری نے) فرمایا کہ مزید بیان کرو۔ ہم عرض گزار ہوئے کہ ہمیں اس سے زیادہ کچھ نہیں بتایا گیا۔ (امام حسن بصری نے) فرمایا: بیس سال کا عرصہ ہو چکا ہے جبکہ مجھ سے انہوں نے یہ حدیث بیان کی تھی۔

marfat.com

مجھے معلوم نہیں کہ وہ بھول گئے یا ناپسند فرمایا کہ لوگ بھروسا کر کے نہ بیٹھ جائیں (کیونکہ حضرت امام حسن بصری نے بیس سال پہلے حدیث پاک سنی تھی جب حضرت انس پر ابھی بڑھاپا نہیں آیا تھا۔ اب ممکن ہے بڑھاپے کی وجہ سے حدیث کا اگلا حصہ بھول گئے ہوں یا اس مصلحت کی بنا پر نہ سنایا ہو کہ لوگ نیک عمل کرنا نہ چھوڑ دیں)۔ ہم عرض گزار ہوئے ''اے ابو سعید! بیان فرمایئے۔ پس وہ ہنس دیئے اور فرمایا کہ انسان جلد باز پیدا کیا گیا ہے۔ میں نے اس کا ذکر اسی لیے کیا تھا کہ میرا ارادہ تھا کہ آپ لوگ یہ حدیث پاک بیان کرو جو انہوں نے مجھ سے بیان کی تھی۔

(امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا کہ) حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ پھر میں چوتھی دفعہ واپس لوٹوں گا اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کروں گا، پھر اس کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا، پس فرمایا جائے گا اے محمد ﷺ! اپنا سر انور اٹھایئے اور کہیے کہ آپ کی سنی جائے گی اور مانگیے کہ آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے کہ آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا

یا رب ائذن لی فیمن قال لا الہ الا اللہ فیقول و عزتی و جلالی و کبریائی و عظمتی لا خرجن منھا من قال لا الہ الا اللہ

''اے میرے پروردگار! مجھے ان کی (شفاعت کی) اجازت بھی عنایت فرما دے جنہوں نے لا الہ الا اللہ کہا ہے۔ پس وہ فرمائے گا مجھے اپنی عزت و جلال اور کبریائی و عظمت کی قسم! میں انہیں ضرور دوزخ سے نکال دوں گا جنہوں نے لا الہ الا اللہ کہا تھا۔'' (۱)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب التوحید، باب کلام الرب، ۶:۲۷۲۷، رقم: ۷۰۷۲

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الایمان، باب أدنی اھل الجنۃ، ۱:۱۸۳، رقم: ۱۹۳

marfat.com

حدیث شفاعت سے ایمان افروز نکات اور فوائد

مذکورہ حدیث شفاعت کئی ائمہ حدیث نے اپنی اپنی کتب میں تھوڑے بہت لفظی اختلاف کے ساتھ بیان کی ہے۔ شارحین حدیث نے اس سے کئی ایمان افروز نکات لکھے ہیں۔ متقدمین و متاخرین شارحین بڑی شرح و بسط سے اس حدیث پاک سے نکات اخذ کرتے ہیں۔ عصر حاضر میں استاذی مکرم مفکر اسلام شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری اپنے خطبات اور کتب میں کئی مقامات پر یہ حدیث شفاعت بیان کرتے ہیں۔ انہی کے افادات میں سے ذیل میں چند نکات تحریر کیے جاتے ہیں۔

۱۔ قیامت کی ہولناکیوں سے بچنے اور اللہ تعالیٰ کے جلال کو جمال سے بدلنے کیلئے، تمام پریشاں انسانیت، اللہ تعالیٰ کے حضور، کوئی وسیلہ تلاش کرے گی اور اس مقصد کیلئے وہ انبیاء کرام کی بارگاہ میں حاضر ہوگی۔ کیونکہ یہی طبقہ، انسانوں میں، اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ مقرب اور محبوب ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کوئی پیغمبر بھی یہ نہیں کہے گا کہ براہ راست اللہ تعالیٰ سے سوال کریں۔ جلوۂ حق سامنے ہے، جاؤ اس کی بارگاہ میں التجا پیش کرو بلکہ ہر نبی یہی کہتا جائے گا۔ اذھبوا الی غیری ...... (میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ) بالآخر وہ در حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے۔ حضور ﷺ کے وسیلہ جمیلہ سے انسانوں کو پریشانی سے نجات ملے گی۔ اگر قیامت کے روز حضور کا وسیلہ کام آئے گا تو آج بھی انہی کے وسیلہ سے اپنے مقدر سنوار لیں۔

۲۔ قیامت کے روز انسانیت تمام جلیل القدر انبیاء کرام کی بارگاہ میں حاضری دے کر آخر میں سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوگی۔ ہر طرف سے مایوس لوٹے گی، پھر کوئی کہے گا ''اذھبو الی غیری'' جبکہ سرکار فرمائیں گے ''انا لھا'' اللہ تعالیٰ چاہتا تو یوں بھی ہوسکتا تھا کہ ابتداء ہی لوگ سید المرسلین ﷺ کے پاس چلے جاتے اور سرکار شفاعت فرما دیتے لیکن اس سے یہ ہوسکتا تھا کہ کوئی بدبخت یہ کہہ دیتا کہ اس میں حضور ﷺ ہی کی کیا خصوصیت اور کمال ہے کسی اور نبی کے پاس حاضر ہو

marfat.com

جاتے تو شاید وہاں سے بھی مشکل حل ہو جاتی۔ اس لیے اللہ پاک نے اپنے محبوب مکرم کی شان محبوبیت اور عظمت و کمال دکھانے کیلئے پہلے باقی انبیاء کرام کے دروازوں پر بھیجا، وہاں سے مایوسی کے بعد اپنے محبوب کی بارگاہ میں بھیجا تاکہ دنیا کو پتہ چل سکے کہ جو کام کہیں سے بھی نہیں ہو سکتا وہ حبیب خدا ﷺ کی بارگاہ میں ہو جاتا ہے۔ بقول اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی

خلیل و نجی، مسیح و صفی، سبھی سے کہی، کہیں نہ بنی
یہ بے خبری کہ خلق پھری، کہاں سے کہاں تمہارے لیے

۳۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا اس لیے بنائی ہے کہ اس کے محبوب عالی شان کیلئے بزم سجے اور عقبیٰ اس لیے بنائی ہے کہ جنہیں دنیا میں حضور ﷺ کے کمالات کی سمجھ نہیں آئی وہ آج سمجھ لیں گویا کہ بزمِ کائنات سجانے کا مقصد یہی ہے کہ

گر ارض و سما کی محفل میں "لولاک لما" کا شور نہ ہو
یہ نور نہ ہو سیاروں میں، یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں

کیونکہ بقول اقبال

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمنِ دھر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
ہو نہ یہ ساقی تو مئے بھی نہ ہو، خم بھی نہ ہو
بزم توحید بھی، دنیا بھی،تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا ایستادہ اسی نام سے ہے
نبض ہستی، تپش آمادہ اسی نام سے ہے

جبکہ بزم محشر سجانے کا مقصد یہ ہے کہ

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر کا
کہ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

marfat.com

۴۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا امت پر رحمت و شفقت کا انداز دیکھیے۔ سجدہ میں سر رکھ کر یہ کہا جائے گا ''امتی امتی''۔ آگے کچھ نہیں یہ ایسے ہی ہے جس طرح جب کسی ماں کا لاڈلا اور پیارا بیٹا اس کی آنکھوں کے سامنے ڈوب رہا ہو یا کسی ناگہانی آفت کی زد میں آنے لگا ہو تو وہ حالت اضطراب میں لوگوں کو مدد کیلئے پکارنے کی خاطر صرف اتنا کہہ سکتی ہے۔ ہائے میرا بیٹا، میرا بیٹا۔ ماں کی کروڑوں ممتائیں مل کر بھی حضور نبی اکرم ﷺ کے اس جذبہ شفقت اور کرم نوازی کا مقابلہ نہیں کر سکتیں جو آقائے دو جہاں ﷺ کو اپنی امت سے ہے۔ اس لیے کہا جائے گا امتی امتی۔

۵۔ اس حدیث مبارکہ سے جس طرح یہ پتا چلتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کو اپنی امت سے کتنا پیار ہے۔ اسی طرح یہ بھی آگاہی ہوتی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے رب کو حضور نبی اکرم ﷺ سے کتنا پیار ہے کیونکہ حضور ﷺ سے بار بار کہا جاتا ہے مانگ عطا کیا جائے گا، شفاعت کر شفاعت قبول کی جائے گی۔ حضور کی خواہش کے مطابق اللہ تعالیٰ، آپ ﷺ کی امت پر کرم کرتا جائے گا اس لئے کہ ہر کوئی رب کی رضا چاہتا ہے اور رب جلیل، اپنے حبیب ﷺ کی رضا چاہتا ہے۔ بقول اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ
اب آئی شفاعت کی باری ہے آئی
ذرا جین سے اے گھبرانے والے

۶۔ حضور نبی اکرم ﷺ ہر امتی کے ایمان کی کیفیات سے بھی باخبر ہیں، تبھی تو روز محشر اللہ تعالیٰ، اپنے محبوب سے فرمائے گا کہ جس کے دل میں جو کے دانہ کے برابر، رائی کے دانہ کے برابر یا اس سے بھی کم تر ایمان ہے تو آپ ﷺ، اسے جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیں۔ حضور ﷺ ایسا کریں گے۔ اگر حضور ﷺ کو امتیوں کے ایمان کی کیفیت سے آگاہی نہ ہوتی تو آپ کیسے پہچانتے کہ اس کے اندر ایمان جو کے دانہ کے برابر ہے یا رائی کے دانہ کے برابر۔ یعنی ایمان کی کیفیت کیا ہے

marfat.com

اس طرح یہ حدیث شریف علم مصطفیٰ ﷺ کی عظمت پر بھی دلالت کرتی ہے۔اسی لئے عارف رومیؒ فرماتے ہیں

در نظر بودش مقاماتُ العباد
لاجرم نامش خدا "شاھد" نہاد

(مولانا رومؒ)

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو، قرآن حکیم میں اسی لئے "شاہد" (گواہ) فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کی نظر میں ساری امت کے مقامات (درجات) ہیں۔

۷۔ اللہ تعالیٰ، حضور نبی اکرم ﷺ کی شفارش پر امتیوں کو دوزخ سے نکالنے کی اجازت فرمائے گا۔ جب سرکارِ دو عالم ﷺ اپنے امتیوں کو جہنم سے نکالتے نکالتے ایسے امتیوں کو بھی جہنم سے نکال چکے ہوں گے جن کے دل میں ذرہ سے بھی کم ایمان ہو گا، اگر اس مقام پر کوئی اور نبی ہوتا تو شاید اسی پر اکتفا کر جاتا۔ لیکن امت کے غمگسار و لجپال والی ﷺ پھر سجدہ ریز ہو جائیں گے کیونکہ آپ ﷺ دیکھ رہے ہوں گے کہ ابھی بھی کچھ امتی جہنم میں ہیں۔ دوبارہ سجدہ سے اٹھنے کے حکم پر آپ ﷺ باری تعالیٰ سے اجازت طلب کریں گے کہ باری تعالیٰ! ان لوگوں کو بھی دوزخ سے نکالنے کی اجازت فرمائی جائے جنہوں نے لا الہ الا اللہ پڑھ لیا۔ اللہ تعالیٰ، اپنے حبیب ﷺ کو راضی کرنے کے لئے اس کی بھی اجازت مرحمت فرما دے گا۔ ذرا تصور کریں کہ وہ منظر کیسا ہو گا کہ جب سرکار دو عالم نور مجسم شفیع معظم غمگسار اعظم ﷺ بار بار سجدہ کرتے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ "ارفع راسک" اور "واشفع تشفع" فرماتا جائے گا یہاں تک کہ آپ ﷺ کو چین اس وقت آئے گا جب سارے امتی دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے۔

بقول شاعر

وہ سماں کیسا ذی شاں ہو گا، جب خدا مصطفےٰ ﷺ سے کہے گا
اب تو سجدے سے سر کو اٹھا لو آپ ﷺ کی ساری امت بَری ہے

marfat.com

marfat.com

باب پنجم

غمگسار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی

غریب نوازیاں

marfat.com

وَ وَجَدَکَ عَائلاً فَاَغنٰی. فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلاَ تَقْھَرْ. وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلاَ تَنْھَرْ.

(القرآن، الضحٰی، ۹۳: ۸تا۱۰)

''اور اس نے آپ کو (جواد و کریم) پایا تو اس نے (آپ کے ذریعے) محتاجوں کو غنی کر دیا۔ سو آپ بھی کسی یتیم پر سختی نہ فرمائیں اور (اپنے در کے) کسی منگتے کو نہ جھڑکیں۔''

(عرفان القرآن)

marfat.com

دعاءِ نبوی ﷺ

اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِی مِسْكِيْناً وَ اَمِتْنِی مِسْكِيْناً وَاحْشُرْنِی فِی زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ يَوْمَ الْقِيَامَة

(ترمذی، الجامع کتاب الزہد، ۴:۵۷۷، رقم ۲۳۵۲)

''اے اللہ! مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ، مسکینی کی حالت میں وفات دے اور قیامت کے دن مساکین کے گروہ میں میرا حشر فرما۔''

marfat.com

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
یتیموں کا ملجا ، ضعیفوں کا ماویٰ
غریبوں کا والی ، غلاموں کا مولیٰ

(مولانا الطاف حسین حالی)

marfat.com

فصلِ اوّل

دینِ محمدی ﷺ

میں

غرباء کا مقام

marfat.com

انسانی تخلیق کا مقصد اور تصور عبادت

اللہ رب العالمین نے انسانی حیات اور اس کی تخلیق کا مقصد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ (۱)

''اور میں نے جنّات اور انسانوں کو صرف اسی لئے پیدا کیا کہ وہ میری بندگی اختیار کریں۝''

یہ آیت بڑی صراحت سے انسانی تخلیق کی غرض و غایت بیان کر رہی ہے کہ انسانوں کو پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی کسی اپنی حاجت اور ضرورت کے لئے نہ تھا کیونکہ وہ ذات تو بے نیاز اور غنی ہے بلکہ تخلیق انسانی کا مقصد صرف اور صرف'' عبادت و بندگی الٰہی'' ہے۔ یہاں یہ سوال توجہ طلب ہے کہ عبادت سے مراد کیا ہے؟ کیا عبادت و بندگی سے مراد صرف وہ امور ہیں جنہیں عرف عام میں ''عبادات'' کہا جاتا ہے؟ مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ یا اس کا تصور وسیع اور ہمہ گیر ہے۔ قرآن و حدیث اور اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ اسلام کے نزدیک عبادات سے مراد صرف ارکان اسلام نماز، روزہ وغیرہ نہیں یہ اس کے اجزا اور صورتیں تو ہیں مگر مکمل عبادت نہیں کیونکہ عبادت تو تخلیق انسانی کا مقصد قرار دیا جا رہا ہے اور مقصد انسان کی پوری زندگی پر حاوی ہونا چاہئے جبکہ ارکانِ اسلام کی صورت کچھ یوں ہے کہ نماز دن میں صرف پانچ وقت کے لئے فرض ہے۔ روزہ صرف سال کے ایک ماہ کیلئے فرض ہیں۔ زکوٰۃ صرف صاحبِ نصاب مسلمان پر

(۱) القرآن، الذاریات، ۵۲:۵۶

marfat.com

سال میں ایک مرتبہ فرض ہے۔ حج صاحبِ نصاب پر زندگی بھر میں ایک مرتبہ فرض ہے۔ اس طرح یہ سارے ارکان مل کر بھی انسانی زندگی کے ایک ایک لمحہ پر محیط نہیں ہو سکتے کیونکہ انسان دنیا میں کھاتا پیتا بھی ہے اور سوتا جاگتا بھی۔ وہ شادی بیاہ بھی کرتا ہے اور کاروبارِ حیات بھی۔ اس کا تعلق اہل و عیال سے بھی ہوتا ہے اور رشتہ داروں سے بھی۔ اس کا واسطہ قرب و جوار سے بھی رہتا ہے اور معاشرے کے افراد سے بھی۔ اگر یہ سارے معاملات عبادت میں شامل نہ ہوں گے تو انسانی تخلیق کا مقصد پورا نہیں ہوگا۔ کیونکہ مقصد اور نصب العین تو وہ ہوتا ہے جو زندگی کی کسی سطح اور کسی لمحہ پر بھی نظر انداز نہ ہو۔ قرآن حکیم سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۷ میں عبادت کے وسیع تصور کی طرف متوجہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّيْنَ ج وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ ج وَاَقَامَ الصَّلَاةَ وَاٰتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عَاهَدُوْا وَالصَّابِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ط اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ط وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○ (۱)

”نیکی صرف یہی نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لو بلکہ اصل نیکی تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی) کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائے، اور اللہ کی محبت میں (اپنا) مال قرابت داروں پر اور یتیموں پر اور محتاجوں پر اور مسافروں پر اور مانگنے والوں پر اور (غلاموں کی) گردنوں (کو آزاد کرانے) میں خرچ کرے، اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور جب کوئی وعدہ کریں تو اپنا وعدہ پورا کرنے والے

(۱) القرآن، البقرة، ۲: ۱۷۷

marfat.com

ہوں، اور سختی (تنگدستی) میں اور مصیبت (بیماری) میں اور جنگ کی شدّت (جہاد) کے وقت صبر کرنے والے ہوں، یہی لوگ سچے ہیں اور یہی پرہیز گار ہیں○"

آیت مذکورہ، نیکی کا اصل اور حقیقی تصور بیان کرنے سے پہلے لوگوں کی اس غلط فہمی کو دور کرتی ہے جو نماز کی طرح عبادت ہی کو نیکی اور بندگی سمجھتے ہیں اور باقی معاملات کو دنیاداری۔ بلکہ قرآنی تصور عبادت اس قدر وسیع اور ہمہ گیر ہے جو انسان کی فکری و عملی زندگی کے ایک ایک گوشہ پر محیط ہے گویا اصل عبادت و بندگی ایک "کُل" کا نام ہے اور زندگی کے جملہ معاملات خواہ وہ مذہبی ہوں یا دینوی. اس کُل کے مختلف اجزاء اور صورتیں ہیں۔ لہٰذا کامل عبادت اور بندگی یہ ہے کہ انسان پوری زندگی اس طرح بسر کرے جیسے اس کے خالق و مالک کی رضا ہو۔ گویا ہر حال میں رب قدیر کی رضا کا حصول، انسان کی انفرادی زندگی کا نصب العین ہے اور یہی انسانی خلق و بقا کا مقصد اور روحِ عبادت ہے۔ اسے قرآن حکیم ایک مقام پر رضوان من اللہ اکبر (القرآن، التوبہ، ۹: ۷۲) کہہ کر نعمتِ کبریٰ قرار دیتا ہے اور دوسرے مقام پر اسی رضائے الٰہی کو سب سے بڑی کامیابی قرار دیتے ہوئے یوں ارشاد فرماتا ہے

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ○ (۱)

"اللہ فرمائے گا: یہ ایسا دن ہے (جس میں) سچے لوگوں کو ان کا سچ فائدہ دے گا۔ ان کے لئے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے، یہی (رضائے الٰہی) سب سے بڑی کامیابی ہے○"

marfat.com

گویا تخلیق انسانی کا مقصد عبادتِ خداوندی ہے جس کی صورت ''رضاء الٰہی کا حصول'' ہے۔ سارے ارکان و رسومات اس کی مختلف صورتیں اور اجزاء ہیں۔ ان سب کا مقصود رضائے پروردگار ہونا چاہئے۔ اگر یہ روحِ عبادت کارفرما ہوگی تو انسان کی پوری زندگی عبادت بن سکتی ہے۔ بقول شیخ الاسلام استاذی المکرّم پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری ''رضائے الٰہی 'مقصدِ حیات بن کر' انسان کی پوری زندگی پر محیط ہو جائے تو اس کا اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، سونا جاگنا، چلنا پھرنا، الغرض سارا کاروبار حیات ہی عبادت و بندگی قرار پاتا ہے۔ اس کا ایک ایک سانس اور ایک ایک لمحہ عبادت میں شمار ہوتا ہے۔ وہ شخص رضائے الٰہی کی خاطر شادی کرتا ہے تو وہ بھی عبادت ہوتی ہے، بیوی بچوں سے شفقت و محبت کرتا ہے تو وہ بھی عبادت ہوتی ہے۔ مشاغلِ حیات میں مصروف ہوتا ہے تو وہ بھی عبادت ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ حیاتِ انسانی کی ہر حرکت و سکون، سراسر عبادت و بندگی میں بدل جاتی ہے۔ (۱) جیسا کہ قرآن حکیم ارشاد فرماتا ہے:

لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍO (۲)

''تاکہ اللہ انہیں ان (نیک) اعمال کا بہتر بدلہ دے جو انہوں نے کئے ہیں اور اپنے فضل سے انہیں اور (بھی) زیادہ (عطا) فرما دے، اور اللہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق (وعطا) سے نوازتا ہےO''

یہی ہے عبادت، یہی دین و ایماں۔۔۔......کہ ....

انسانی زندگی کا مقصود عبادت و معرفت الٰہی ہے جو کہ رضائے خداوندی کو ہر لمحہ پیش نظر رکھنے سے حاصل ہوتا ہے۔ جہاں تک اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا تعلق ہے یہ اس کے احکام کو بجا لانے اور اس کی مخلوق پر شفقت و رحمت کرنے سے میسر ہوتی ہے۔

(۱) ڈاکٹر طاہر القادری، اسلامی فلسفہ زندگی: ۳۲

(۲) القرآن، النور، ۲۴: ۳۸

marfat.com

امام فخر الدین رازی سورہ الذاریات کی مذکورہ آیہ کریمہ میں لفظ عبادت کی وضاحت کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہوتے ہیں۔

ما العبادة خلق الجن و الانس لها؟ قلنا التعظیم لامر اللہ و الشفقة علی خلق اللہ (۱)

''وہ عبادت کیا ہے جس کے لئے جنوں اور انسانوں کو پیدا کیا گیا تو ہمارے نزدیک یہ امرِ الٰہی کی تعظیم اور خلق خدا پر شفقت کا نام ہے۔''

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کے بندوں میں نماز اور دیگر عبادات کے ذریعہ ایسا طرزِ عمل پیدا ہو جائے کہ اس کی رضا کی خاطر اس کی دکھی مخلوق کی خدمت اور پریشاں حال بندوں کی مدد کی جائے۔ اپنے وسائل سے دوسروں کے مسائل حل کئے جائیں۔ اسی جذبہ خدمت خلق کو قرآن حکیم سورہ الماعون میں ''تصدیق دین'' اور ''روح عبادت'' قرار دیتے ہوئے یوں ارشاد فرماتا ہے۔

اَرَءَ یْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ○ فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ○ وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ○ (۲)

''کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو دین کو جھٹلاتا ہے؟○ تو یہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے (یعنی یتیموں کی حاجات کو رد کرتا اور انہیں حق سے محروم رکھتا ہے)○ اور محتاج کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا (یعنی معاشرے سے غریبوں اور محتاجوں کے معاشی اِستحصال کے خاتمے کی کوشش نہیں کرتا)○''

آیت مذکورہ واضح کر رہی ہے کہ دین اسلام اپنے ماننے والوں میں جو اوصاف پیدا کرنا چاہتا ہے ان کے بغیر ان کا دعویٰ دین و ایماں خالی دعویٰ ہی ہے۔ اسی طرح ان آیات کے بعد فویل للمصلین کا ذکر کر کے بتا دیا کہ اگر خدا کے محتاج بندوں کی مدد اور

(۱) امام فخر الدین رازی، تفسیر کبیر 198:28

(۲) الماعون، ۱۰۷: ۱۔۳

marfat.com

دکھی مخلوق کے دکھوں کو دور کرنے کا جذبہ پیدا نہیں ہوا تو نماز فقط ایک رسم کے طور پر دکھاوے کی نماز بن جاتی ہے اور یہ ریا کاری ہے جس کا نتیجہ و انجام دوزخ ہوگا۔ پس نمازوں اور دیگر عبادات مقصود بالذات نہیں بلکہ وہ کسی اعلیٰ نصب العین اور مقصد کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ اگر مقصد نظر انداز ہو جائے تو اس ذریعہ کی اپنی افادیت بھی ختم ہو جاتی ہے۔ نماز وعبادات کا مقصد یہ ہے کہ انسان جس رب مطلق کے حضور سر بسجود ہو کر اس کی خالقیت و مالکیت اور اپنی غلامی و بندگی کا دم بھر رہا ہے اسے چاہئے کہ اس کی محبت میں اس کی مخلوق کی خدمت کرے اور معاشرے کے بے سہارا اور محتاج لوگوں پر اپنے اموال خرچ کر کے ان کے لئے آسائش اور آسودگی کا باعث ہے۔

اس تصور کی تصدیق میں نبی رحمت ﷺ کی درج ذیل احادیث بھی ملاحظہ ہوں۔

الخلق عیال الله فأ حب الخلق الی الله من احسن الی عیاله (۱)

''ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ آدمی وہ ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ نیکی کرے۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

الساعی علی الارمله و المساکین کالمجاهدین فی سبیل الله او کالذی یصوم النهار و یقوم اللیل (۲)

''بیواؤں اور محتاجوں کی خدمت و اعانت کرنے والا، اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے برابر ہے یا اس نیکو کار کے برابر ہے جو (عمر بھر) دن کو روزے

(۱) جوزی، العلل المتناهية، ۲:۹۱۵

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الا دب، ۵:۲۲۳۷

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزهد و الرقائق، ۵:۲۲۸۶، الرقم، ۲۹۸۲

marfat.com

رکھے اور ساری رات عبادت کرے۔

۳۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ کو نصیحت فرمائی

یا عائشه لا تردی المسکین و لو بِشق تمرة یا عائشه احبی المساکین و قربیهم فان الله یقربک یوم القیامة (۱)

''اے عائشہ! کسی بھی محتاج وضرورت مند کو مایوس نہ لوٹا خواہ کھجور کی گٹھلی ہی کیوں نہ دے سکو۔ مزید یہ کہ غریب اور محتاج لوگوں سے محبت کیا کرو اور ان سے قربت حاصل کیا کرو۔ بے شک (اس کے صلہ میں) اللہ تعالیٰ روزِ قیامت تمہیں اپنے قرب سے نوازیں گے۔''

مذکورہ بالا روایات ہمیں متوجہ کر رہی ہیں کہ رب کریم کی رضا کے طالبو! اس کے بندوں سے محبت کرو۔ اس کی مخلوق کی مدد کرو۔ اس کے دکھی اور پریشاں حال لوگوں کے دکھوں کا مداوا کرو۔ یہی مقصود عبادت ہے اور یہی منشائے دین ہے۔

یہ پہلا سبق تھا کتابِ ہدیٰ کا
کہ ہے ساری مخلوق، کنبہ خدا کا
یہی ہے عبادت، یہی دین و ایمان
کہ کام آئے دنیا میں، انسان کے انسان

دینِ اسلام میں غرباء و مساکین سے ہمدردی کی اہمیت وفضیلت

نبی رحمت ﷺ دنیا میں جو دین لے کر مبعوث ہوئے اس میں غریبوں مسکینوں، بے کسوں، بے سہاروں اور محتاجوں سے ہمدردی و خیر خواہی، رب کریم کی رضا اور قرب کا ذریعہ اور جنت کے حصول کا باعث قرار دیا گیا ہے۔ مسکینوں سے محبت اور ان کی اعانت کرنے والا، اللہ کا محبوب اور جنت میں حضور نبی اکرم ﷺ کا ساتھی ہوگا۔ معاشرے کے

(۱) ترمذی، السنن، ۴:۵۷۷

marfat.com

مفلوک الحال لوگوں کی معاشی مدد کرنے والے اور محتاجوں کی حاجات پوری کرنے کے لئے اپنے سرمایہ و دولت خرچ کرنے والے انسان اپنے صدقات، اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پیش کرتے ہیں۔ قرآن حکیم ایسے ابرار (نیکو کاروں) کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا○ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا○ (۱)

’’اور (اپنا) کھانا اللہ کی محبت میں (خود اس کی طلب و حاجت ہونے کے باوُجود اِیثاراً) محتاج کو اور یتیم کو اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں○ (اور کہتے ہیں کہ) ہم تو محض اللہ کی رضا کیلئے تمہیں کھلا رہے ہیں، نہ تم سے کسی بدلہ کے خواستگار ہیں اور نہ شکرگزاری کے (خواہشمند) ہیں○‘‘

آیہ کریمہ میں ’’اطعام الطعام‘‘ کنایہ ہے۔ اس سے مراد ہر وہ عمل اور صورت ہے جس سے محتاج لوگوں کی ہر طرح کی ضرورتیں پوری کی جاتی ہیں۔ مثلاً اگر کوئی بیمار ہے تو اس کا علاج کرانا، کوئی کپڑے کا محتاج ہے اسے کپڑے عطا کرنا، کوئی قرض دار ہے تو اس کے قرض کو دور کرنا۔ یہ ساری صورتیں اسی ضمن میں داخل ہیں۔ خدا کی پریشاں مخلوق کے لئے مال و دولت خرچ کرنا، بارگاہِ الوہیت میں، کس قدر محبوب و مقبول عمل ہے، سورہ توبہ کی درج ذیل آیت سے اس کا اندازہ لگالیں۔

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ○ (۲)

’’کیا وہ نہیں جانتے کہ بیشک اللہ ہی تو اپنے بندوں سے (ان کی) توبہ قبول فرماتا ہے اور صدقات (یعنی زکوٰۃ و خیرات اپنے دستِ قدرت سے) وصول

(۱) القرآن، الدهر، ۷۶: ۸-۹

(۲) القرآن، التوبہ، ۹: ۱۰۴

marfat.com

فرماتا ہے اور یہ کہ اللہ ہی بڑا توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان ہے○‘‘

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دعاؤں کی قبولیت کے لئے، محتاج و پریشان مخلوق سے دلسوزی و دردمندی کے عملی مظاہرہ کو شرط قرار دیتا ہے کہ ہماری عطا کردہ دولت سے اپنے گردوپیش میں ان لوگوں کی معاشی پریشانیوں کو دور کرو جو معاشرتی ناانصافیوں کا شکار ہو کر معاشی تعطل کی نذر ہوگئے۔ پھر لطف کی بات یہ ہے کہ ان پریشان حال لوگوں کا ہماری ذات سے اتنا گہرا تعلق ہے کہ تم جو کچھ بھی صدقہ و خیرات انہیں دینا چاہو وہ ہم براہِ راست اپنے دست قدرت سے وصول کرتے ہیں اور اپنی طرف سے انہیں عطا کرتے ہیں تا کہ ان کی عزتِ نفس مجروح نہ ہو۔ لہٰذا اگر چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم و کرم کرے تو اس کی مخلوق کے حق میں رحیم و کریم بن جاؤ۔ پھر تمہیں مَنْ یَرْحَمُ یُرْحَمُ کا نظارا کرایا جائے گا۔

کرو مہربانی تم اہل زمین پر
خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

نبی رحمت، غریب پرور، مسکین نواز رسول ﷺ نے، اپنی ایک حدیث مبارکہ میں، بھوکے پیاسے کو کھلانا پلانا، اللہ پاک کو کھلانے پلانے اور بیمار کی عیادت کرنے کو اللہ کی عیادت کرنے سے تعبیر کیا ہے کہ قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالیٰ ایک بندے سے پوچھے گا۔ اے ابن آدم! میں بیمار تھا تو میری عیادت کے لئے نہ آیا بندہ حیران ہو کر پوچھے گا۔ اے خالقِ کائنات! اے شافی امراض تو خود رب العالمین ہے۔ تمام بیماروں کو شفا دینے والا ہے تو کیسے بیمار ہوگیا؟ اس پر رحیم و کریم اللہ ارشاد فرمائے گا کہ کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوگیا تھا مگر تو نے اس کی بیمار پرسی نہ کی۔ اگر تو اس بندے کی مزاج پرسی کے لئے اس کے پاس جاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔

اسی طرح رب العالمین ایک بندے سے فرمائے گا، اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا لیکن تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ اس پر بندہ عرض کرے گا کہ یا اللہ! تو

marfat.com

ساری کائنات کا رازق ہے، تمام مخلوق تیری محتاج ہے بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے تو کھانا طلب کرتا اس پر بارگاہِ الوہیت سے ارشاد ہوگا کہ کیا تجھے یاد نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا لیکن تو نے اسے کھانا دینے سے انکار کر دیا۔ اگر تو اس وقت میرے اس بندے کو کھانا کھلاتا تو اس کھانے کو میرے پاس پاتا۔ (۱)

ذرا غور کریں اللہ کریم کی شانِ بندہ نوازی پر کہ اسے اپنے پریشان و خستہ حال بندوں سے کتنا قرب ہے اور ان سے ہمدردی کرنے والا، ان کی پریشانیوں کا ازالہ کرنے والا اور ان کی حاجات پوری کرنے والا اسے کس قدر محبوب ہے کہ ان کی مدد کو اپنی مدد قرار دیتا ہے۔ اور ان سے ہمدردی و غم خواری کو اپنی ذات سے منسوب کرتا ہے۔

فقراء کی قدر و قیمت کا اندازہ امام مسلمؒ کی روایت کردہ اس حدیث پاک سے بھی لگایا جاسکتا ہے جس میں غریب پرور رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

رُبَّ اشعث مدفوع بالأبواب لو اقسم علی اللہ لأبرہ (۲)

''بہت سے پراگندہ بال ایسے ہیں جنہیں حقیر سمجھ کر لوگ اپنے دروازوں سے دھکے دے دیتے ہیں مگر اللہ کے ہاں ان کا مرتبہ یہ ہے کہ اگر وہ کسی کام کے لئے قسم اٹھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم ضرور پوری کر دے۔''

خاکسارانِ جہاں رابحقارت منگر
توچہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

اسی مفہوم سے ملتا جلتا ایک قول، محبوب سبحانی قطب ربانی حضور غوث الاعظم شیخ

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب البر و الصلۃ باب فضل عیادۃ المریض، ۴:۱۹۹۰، الرقم:۲۵۶۹

۲۔ بخاری الادب المفرد، ۱:۱۸۲، الرقم:۵۱۷

(۲) مسلم، الصحیح، ۴:۲۰۲۴، رقم ۲۶۲۲ :باب فضل الضعفاء
بیھقی، شعیب الایمان، ۷:۳۳۱

marfat.com

عبد القادر جیلانیؒ سے منسوب ہے۔ آپؒ نے عالمِ کشف میں باری تعالیٰ سے پوچھا کہ اے بار الٰہ! تو کہاں رہتا ہے؟ میں تجھے ملنا چاہتا ہوں۔ بارگاہِ الوہیت سے (الہام کی صورت میں) جواب آیا اگر تو مجھے پانا چاہتا ہے تو شکستہ خاطر لوگوں کی دعوت کیا کر۔ ان کی دعوت سے تو مجھے اپنے بہت قریب پائے گا۔

ایک ماں کو اپنی اولاد سے جتنی محبت ہوتی ہے باری تعالیٰ کو اس سیکئ گنا زیادہ اپنی مخلوق سے محبت و شفقت ہوتی ہے۔ وہ ذات اسی سے زیادہ پیار کرے گی جو اس کے بندوں کے دکھ سکھ کو اپنا دکھ سکھ سمجھتے ہوئے ان کی دلجوئی اور غم خواری کرے گا اسی لئے تاجدارِ کائنات حضور نبی اکرم ﷺ نے انسانوں میں اس شخص کو افضل و بہتر قرار دیا جو خالق کائنات کی انسانیت کا زیادہ خیر خواہ اور نفع رساں ہوتا ہے۔ ارشادِ نبوی ہے۔

خیر الناس من ینفع الناس (بہترین انسان وہ ہے جو دوسرے انسانوں کو زیادہ نفع پہنچانے والا ہو۔)

خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا

(اقبال)

بارگاہِ ربوبیت میں غرباء و مساکینِ امت کی قدر و منزلت

غرباء کا طبقہ دنیا کے ہر معاشرے میں ذلت آمیز سلوک سے دو چار رہا ہے۔ ہر جگہ ان کی غربت و پسماندگی اور بے چارگی و زبوں حالی کا مذاق اڑایا جاتا رہا ہے۔ لوگ کسی کی عزت و وقعت اس کے مال و دولت، قوم و نسل اور جاہ و منصب کے پیمانہ سے ماپتے ہیں۔ اہل دنیا کے نزدیک جو جتنا بڑا سرمایہ دار، جاگیر دار، سیم و زر کا مالک اور جاہ و منصب کا حامل ہے وہ اتنا زیادہ معزز و مکرم ہے خواہ اس میں انسانیت کی بو بھی نہ ہو۔ اس کے برعکس اعلی انسانی اوصاف و کردار کا مالک مگر غریب آدمی ان کے نزدیک ذلیل و کمتر ہے۔ عزت و بزرگی کا یہ معیار اہل دنیا کا ہے جبکہ دنیا کے خالق و مالک کا معیارِ بزرگی جدا

marfat.com

ہے۔ اس کے نزدیک عزت و کرامت اور شرف و بزرگی مال و جاہ اور رنگ و نسل کی وجہ سے نہیں بلکہ حسنِ عمل کی وجہ سے ہے (اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللہِ اَتْقَاکُمْ) وہ غرباء جنہیں دنیا کم تر اور حقیر سمجھتی ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک کس قدر و منزلت کے حامل ہیں، درج ذیل شواہد و نظائر سے اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

۱۔ نبی رحمت ﷺ نے جب مکہ کے گلی کوچوں میں پیغام حق پہنچایا تو آپ ﷺ کی دعوت حق قبول کرنے والوں میں زیادہ تر غرباء و مساکین تھے۔ مکہ کے وڈیرے اور رؤسا جب ان کمزور اور غریب مسلمانوں کو حضور نبی اکرم ﷺ کی صحبت میں آتے جاتے دیکھتے تو ان کے ساتھ استہزاء کرتے اور بنظر حقارت دیکھا کرتے۔ نبی اکرم ﷺ ان سرداران مکہ کے ایمان اور اخروی نجات کے لئے انہیں مسلسل پیغام ہدایت دیتے رہتے۔ ایک دفعہ ان رؤسا مکہ نے بارگاہِ رسالت میں یہ پیغام بھیجا کہ ہم آپ ﷺ کی بات سننے کو تیار ہیں بشرطیکہ آپ ﷺ غریب مومنوں اور غلاموں کو اپنی مجلس سے اٹھا دیں یا کم از کم ہمارے لئے الگ مجلس بنادیں کیونکہ ان فقیروں اور حقیروں کے ساتھ بیٹھنا ہم اپنی کسر شان سمجھتے ہیں۔ سرکار ﷺ نے اپنی طبعی و جبلی رحمت کے پیش نظر، ان کی نجات کی خاطر، فقراء مومنین کو ہٹانے کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ کو یہ بات ناپسند ہوئی کہ چند دنیاداروں کی خاطر مخلص و فادار مومنین کو بارگہ نبوی سے دور کیا جائے۔ اس لئے فوراً وحی فرمائی۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ ط مَا عَلَیْکَ مِنْ حِسَابِھِمْ مِّنْ شَیْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِکَ عَلَیْھِمْ مِّنْ شَیْءٍ فَتَطْرُدَھُمْ فَتَکُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ○ (۱)

''اور آپ ان (شکستہ دل اور خستہ حال) لوگوں کو (اپنی صحبت و قربت سے) دور نہ کیجئے جو صبح و شام اپنے رب کو صرف اس کی رضا چاہتے ہوئے پکارتے رہتے

(۱) القرآن، الانعام، ۶: ۵۲

marfat.com

ہیں۔ ان کے (عمل و جزا کے) حساب میں سے آپ پر کوئی چیز (واجب) نہیں اور نہ آپ کے حساب میں سے کوئی چیز ان پر (واجب) ہے (اگر) پھر بھی آپ انہیں (اپنے لطف و کرم سے) دور کردیں تو آپ حق تلفی کرنے والوں میں سے ہوجائیں گے (جو آپ کے شایانِ شان نہیں)o''

حضور نبی اکرم ﷺ نے مکہ کے سرداروں کا مطالبہ دو وجوہ کی بنا پر ماننے کا ارادہ کیا ایک تو یہ آپ ﷺ ساری کائنات انسانی کے خیر خواہ اور ہمدرد بن کر مبعوث ہوئے تھے۔ آپ ﷺ چاہتے تھے کہ مشرکین مکہ، بت پرستی چھوڑ کر خدائے واحد کے پرستار بن جائیں تاکہ اخروی عذاب سے نجات پاسکیں۔ ان بدبختوں کے اسلام سے دوری اور محرومی ایمان کا آپ ﷺ کے قلبِ اطہر پر کتنا بوجھ تھا، کا اندازہ اس آیت سے لگائیں۔

فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ عَلٰٓی اٰثَارِھِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِھٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًاo (۱)

''(اے حبیب مکرّم ﷺ!) تو کیا آپ ان کے پیچھے شدتِ غم میں اپنی جانِ (عزیز بھی) گھلا دیں گے اگر وہ اس کلامِ (ربانی) پر ایمان نہ لائےo''

دوسری وجہ ان کے مطالبہ کو پورا کرنے کی یہ تھی آپ ﷺ چاہتے تھے کہ ان رئیسوں کے ایمان لانے سے اسلام کی شان و شوکت اور مالی حیثیت میں مزید اضافہ ہوگا۔ مگر اللہ کریم یہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے مخلص اور وفا شعار لیکن غریب مسلمانوں کی دل آزاری ہو اس لئے مکہ کے مغروروں، خود پسندوں اور متکبروں کا مطالبہ رد کرتے ہوئے اور سراپا اخلاص و وفا غریب مسلمانوں کی دلجوئی کرتے ہوئے رب کریم نیغریب پر ور رسول ﷺ سے یوں ارشاد فرمایا

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰاۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ

(۱) القرآن، الکہف، ۱۸: ۶

marfat.com

وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَ اتَّبَعَ هَوَاهُ وَ كَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا○ (۱)

"(اے میرے بندے!) تو اپنے آپ کو ان لوگوں کی سنگت میں جمائے رکھا کر جو صبح و شام اپنے رب کو یاد کرتے ہیں اس کی رضا کے طلبگار رہتے ہیں (اس کی دید کے متمنی اور اس کا مکھڑا تکنے کے آرزو مند ہیں) تیری (محبت اور توجہ کی) نگاہیں ان سے نہ ہٹیں، کیا تو (ان فقیروں سے دھیان ہٹا کر) دنیوی زندگی کی آرائش چاہتا ہے، اور تو اس شخص کی اطاعت (بھی) نہ کر جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کردیا ہے اور وہ اپنی ہوائے نفس کی پیروی کرتا ہے اور اس کا حال حد سے گزر گیا ہے○"

اس آیہ کریمہ کے نزول کے بعد سید عرب و عجم سرکار دوعالم ﷺ خود چل کر ان فقیر صحابہ کے پاس گئے اور ان سے فرمایا کہ اس اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اپنی امت میں سے تم لوگوں کے ساتھ اپنے آپ کو روک رکھنے اور مقید کرنے کا حکم دیا ہے۔ اب میرا جینا اور مرنا تمہارے ساتھ ہی ہوگا۔

غریب مگر سراپا اخلاص مسلمانوں کی دلجوئی صرف اس حد تک ہی نہیں کہ ان کی خاطر مکہ کے سرداروں کا مطالبہ مسترد کیا بلکہ ان کی قدر و منزلت کا اندازہ لگایئے کہ رب العالمین نے اپنے محبوب پیغمبر کو یہ بھی حکم دیا کہ اے پیغمبر جب تمہارے پاس یہ غریب بندے آئیں جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں تو انہیں میری طرف سے سلام کہیں اور انہیں بتا دیں کہ تمہارے رب نے اپنی ذات پر رحمت کو لازم کردیا ہے کہ وہ تمہارے ساتھ دنیا و آخرت میں رحمت ہی کا معاملہ کرے گا۔ (الانعام، ۵:۵۴)

۲۔ حضرت عبد اللہ بن ام مکتومؓ ان خوش نصیبوں میں سے تھے جن کا شمار "السابقون الاولون" میں ہوتا ہے۔ یہ نابینا تھے ایک روز بارگاہِ رسالتمآب میں شیبہ،

---

(۱) القرآن، الکہف، ۱۸: ۲۸

marfat.com

عتبہ (پسرانِ ربیعہ)، امیہ بن خلف، ولید بن مغیرہ، عباس بن عبد المطلب اور ابو جہل وغیرہ حاضر تھے۔ محسن انسانیت ﷺ بڑی دلسوزی اور محویت سے انہیں کفر و شرک کے اندھیروں سے نکالنے کی سعی فرما رہے تھے۔ حریصٌ علیکم کی شان پورے جوبن پر تھی، دریں اثنا عبداللہ بن ام مکتومؓ حاضر ہوئے، نابینا ہونے کی وجہ سے محفل کا رنگ نہ دیکھ سکے۔ انہوں نے اپنے شوق فراواں سے مجبور ہو کر آتے ہی عرض کی، **یا رسول اللہ اقرانی و علمنی مما علمک اللہ** (اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو سکھایا ہے وہ مجھے بھی سکھایئے اور مجھے پڑھ کر سنایئے) یہ مداخلت بیجا حضور کو پسند نہ آئی۔ رخِ انور پر ناگواری کے آثار نمایاں ہوئے، جبین سعادت پر شکن پڑ گئے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ کی دلجوئی کرنے کے لئے (اور اسی طرح کے غریب لیکن مخلص صحابہ کی عزت افزائی کے لئے) سورہ عبس نازل فرمائی تاکہ دنیا کو پتہ چل جائے کہ اس بارگاہ میں شکستہ دلوں اور سوختہ جگروں کی جو قدر و منزلت ہے وہ کسی اور کی نہیں۔ اس سورہ مبارکہ کی ابتدائی آیات ملاحظہ ہوں۔

عَبَسَ وَتَوَلّٰی ○ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی ○ وَمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّهٗ یَزَّکّٰی ○ اَوْ یَذَّکَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّکْرٰی ○ (۱)

”ان کے چہرۂ (اقدس) پر ناگواری آئی اور رخِ (انور) موڑ لیا ○ اس وجہ سے کہ ان کے پاس ایک نابینا آیا (جس نے آپ کی بات کو ٹوکا) ○ اور آپ کو کیا خبر شاید وہ (آپ کی توجہ سے مزید) پاک ہو جاتا ○ یا (آپ کی) نصیحت قبول کرتا تو نصیحت اس کو (اور) فائدہ دیتی ○“

یہاں ایک چیز غور طلب ہے۔ قرآن کریم میں دوسرے مقامات پر جہاں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ سے خطاب فرمایا ہے وہاں محبت، پیار اور دلجوئی کی حد کر دی ہے۔ لیکن اس کے برعکس یہاں اسلوب بیاں میں بڑا جلال ہے۔ انداز خطاب میں

(۱) القرآن، عبس، ۸۰: ۱۔۴

marfat.com

تندی کا پہلو غالب ہے حالانکہ بظاہر غلطی حضرت عبد اللہؓ کی ہے کہ انہوں نے مجلس نبوت کے آداب کا پاس نہ رکھا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ عبد اللہ کی سرزنش کی جاتی کہ انہوں نے فرائض نبوت کی ادائیگی (بلغ ما انزل الیک) میں مداخلت کیوں کی ہے لیکن ان کی بجائے محبوب کریم کو تنبیہ فرما دی کہ آپ ﷺ نے ناگواری کا اظہار کیوں کیا اور اس سے بے رخی کیوں برتی۔ اس میں کیا حکمت ہے؟

امام المفسرین امام فخر الدین رازی اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عتاب کی اس کے بغیر اور کوئی حکمت نہیں کہ وہ کفار جو اس وقت حاضر تھے وہ مکہ کے سردار اور دولتمند تھے۔ انہیں اپنی اس برتری کا احساس بھی تھا اور اس پر انہیں گھمنڈ بھی تھا۔ ان کی موجودگی میں اپنے کسی نیاز مند کے ساتھ یہ بے اعتنائی عام لوگوں کو اس غلط فہمی میں با آسانی مبتلا کر سکتی تھی کہ یہ بے رخی، تبلیغ میں انہماک کی وجہ سے نہیں برتی گئی بلکہ محض ان لوگوں کی دولت و ثروت اور وڈیرا پن کی وجہ سے، ان کی پاسداری کی گئی ہے اور عبد اللہ ابن ام مکتومؓ کو محض اس وجہ سے نظر انداز کیا گیا ہے کہ یہ غریب عوام کا ایک فرد تھا۔ جس نبی کو بھیجا ہی غریب نواز بنا کر ہو، جس کا مقصد اولین ہی شکستہ دلوں اور غمزدوں کی دل جوئی اور غمگساری ہو اور جو تشریف ہی اس لئے لایا ہو کہ فقراء و مساکین کی عزت افزائی کرے، اس ہستی سے کسی ایسی بات کا صدور جس سے اس کے منصب رفیع کے خلاف کوئی واہمہ پیدا ہو سکے، اللہ تعالیٰ کو ہرگز گوارا نہیں۔ عبد اللہ بن ام مکتومؓ کے دل نیاز مند پر صدہا شیبہ و عتبہ قربان کئے جا سکتے ہیں۔ بارگاہِ نبوت کے درویشوں اور فقیروں کی درویشی و فقر کے سامنے دنیا بھر کے رئیسوں کی کوئی حقیقت نہیں۔

قطرہ آبِ وضوئے قنبرے
خوب تراز خون ناب قیصرے

''قنبر کے وضو کے پانی کا قطرہ، قیصر کے خون ناب سے قدر و قیمت میں کہیں فزوں تر ہے۔''

marfat.com

ان آیات کے نزول کے بعد نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں جب بھی حضرت عبد اللہؓ حاضر ہوئے تو آپ فرماتے: ''خوش آمدید وہ شخص جس کے بارے میں میرے رب نے مجھے عتاب فرمایا'' پھر پوچھتے، کوئی کام ہے تو بتائیں یہی عبد اللہ بن ام مکتومؓ تھے جنہیں حضور نبی اکرم ﷺ کے مدینہ شریف سے باہر جانے کے موقع پر دو مرتبہ نیابت کا شرف ملا۔ (۱)

- اس سورہ مبارکہ کے نزول کے بعد حضرت عبد اللہ بن ام مکتومؓ جب کبھی بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے تو آپ انہیں خوش آمدید کہتے ہوئے ان کے لئے چادر بچھا دیتے اور فرماتے یہ وہ عظیم المرتبت شخصیت ہے جس کی وجہ سے میرے رب نے مجھے (محبوبانہ) تنبیہ فرمائی۔ یہی وہ خوش نصیب غریب صحابی ہیں جنہیں سرکار دو عالم ﷺ نے کئی مرتبہ مدینہ شریف سے روانگی کے وقت مسجد نبوی شریف کا امام مقرر فرمایا۔

بارگاہِ رسالت ﷺ میں فقراء و مساکین کا مقام

حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کے صحابہ کرام میں مختلف معاشی سیاسی اور سماجی حیثیت رکھنے والے افراد موجود تھے۔ آپ کے غلاموں میں جہاں ابو بکر و عثمان جیسی متمول، عمر جیسی بارعب شخصیات تھیں وہاں بلال، یاسر اور خباب جیسے غریب و فقیر صحابہ بھی تھے۔ سرکار نے کبھی بھی ان کی غربت یا کم حیثیتی کی وجہ سے انہیں عدم التفات کا شکار نہ ہونے دیا بلکہ آپ ﷺ اکثر ان کی عزت افزائی اور دلجوئی فرماتے رہتے تاکہ ان کے اندر غربت و افلاس کی وجہ سے احساس کمتری نہ پیدا ہو جائے۔

حضرت عمار بن یاسرؓ ایسے ہی ایک غریب اور کمزور صحابی رسول تھے۔ وہ مکی دور میں اسلام کی پاداش میں اذیت ناک سزائیں برداشت کرتے رہے لیکن صبر و استقامت کا کوہِ گراں ثابت ہوئے۔ مدنی دور میں، ایک جنگ میں معروف سپہ سالار اسلام اور فاتح حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت عمارؓ کے درمیان کسی بات پر تلخ کلامی ہوگئی۔ شکایت

(۱) پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ۵: ۴۸۹۔ ۴۹۲

marfat.com

کرنے کے لئے غریب صحابی حضرت عمارؓ، غریبوں کے والی مسکینوں کے ملجا حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت خالد بھی پیچھے آ گئے اور وہاں بھی حضرت عمار کو جھٹلانے لگے۔ سید بنی آدم غمگسار عالم ﷺ خاموشی سے دونوں کی گفتگو سنتے رہے، حضرت عمار روتے ہوئے سرکار کی طرف متوجہ ہو کر عرض کرنے لگے، یا رسول اللہ ﷺ آپ دیکھتے نہیں خالد کیا کر رہے ہیں؟ حضرت خالدؓ کہتے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے میری طرف دیکھتے ہوئے فرمایا:

''سن لو! عمار کی دشمنی اللہ کی دشمنی ہے اور جس نے اسے ناراض کر دیا اس نے اللہ کے غضب کو دعوت دی۔''

حضرت خالد ؓ کا بیان ہے اس کے بعد عمار ؓ کی خوشنودی سے بڑھ کر کوئی چیز میرے نزدیک محبوب نہ تھی۔ چنانچہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور منت سماجت کر کے انہیں راضی کر لیا۔

اسی طرح صلح حدیبیہ کے بعد رئیس مکہ ابو سفیان ایک مرتبہ کسی کام سے مدینہ منورہ آئے اور چند لوگوں کی معیت میں حضرت سلمان، حضرت بلال اور حضرت صہیب ؓ جیسے فقیر صحابہ کے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا: کیا اللہ کی تلواروں نے اب تک اس دشمن خدا کو مزہ نہیں چکھایا؟ یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے ان سے کہا: کیا تم لوگ ایسی بات قریش کے سردار کو کہتے ہو؟ پھر سرکار دو عالم ﷺ کے پاس آ کر ابو بکر صدیق ؓ نے مذکورہ ماجرا سنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

لئن کنت اغضبتهم لقد اغضبت ربک (۱)

''اے ابو بکر! شاید تو نے ان (فقراء) کو ناراض کر دیا۔ اگر تو نے ان کو ناراض کر دیا تو گویا اپنے رب کو ناراض کر دیا ہے۔''

حضرت صدیق اکبر ؓ کے لئے رب کی ناراضگی کوئی معمولی بات نہ تھی۔ اس

---

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب الفضائل، ۴:۱۹۴۷، رقم: ۲۵۰۴

marfat.com

لئے فوراً ان فقراء صحابہ کے پاس آئے اور پوچھا میں تمہیں ناراض تو نہیں کر بیٹھا؟ وہ کہنے لگے، نہیں اے بھائی اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ حبشہ سے آئے ہوئے کالے رنگ کے غلام تھے اسلام قبول کرنے کے بعد انہیں وہ اعزاز اور مقام نصیب ہوا جس پر بڑے بڑے سماجی و سیاسی مقام رکھنے والے صحابہ بھی رشک کرتے تھے۔ ۸ ہجری میں جب مکہ فتح ہوا تو سرکار دو عالم ﷺ کے ہمراہ دس ہزار جاں نثاروں کا لشکر جرار تھا۔ جس میں بڑے بڑے قد کاٹھ کے مہاجرین و انصار صحابہ تھے۔ آپ ﷺ نے بیت اللہ کو بتوں سے پاک کر کے اس کی چھت پر چڑھ کر اذان دلوانے کے لئے جس صحابی کو منتخب کیا یہ وہی صحابی تھے جنہیں مکہ کے کوچہ و بازار میں ایمان کی پاداش میں تپتی ہوئی دھوپ میں ننگی زمین پر گھسیٹا جاتا اور طرح طرح کے مظالم و تکالیف کا نشانہ بنایا جاتا تھا۔ یعنی حضرت بلالؓ۔ رئیسان مکہ کے لئے یہ بڑا عجیب منظر تھا۔ وہ ابھی تک اپنے نسلی غرور اور خاندانی تفاخر میں مبتلا تھے۔ ان میں سے کچھ مکہ کے وڈیرے اس طرح کی نازیبا بات بھی کہنے لگے کہ محمد کو اس کالے کوّے کے سوا کوئی اور موذن نہیں ملا (معاذ اللہ) لیکن انہیں کیا خبر تھی کہ بارگاہ رسالتمآب ﷺ میں رنگ و نسل سے زیادہ دل کا اخلاص اور وفا دیکھی جاتی ہے۔ وہ تو رنگ و نسل اور خاندان و قبلہ کی بنیاد پر پائے جانے والے تمام امتیازات کے بتوں کو پاش پاش کرنے کے لئے تشریف لائے تھے۔ ان کی بارگاہ تو ایسی ہے کہ

نہ اوہ مکھڑا نہ مکھڑے دا تل دیکھدے
اللہ والے جو ویکھن تے دل ویکھدے
نیویاں دا پراھنا ہے ساڈا نبی
کوٹھیاں تے چڑھے ویکھدے رہ گئے

ایک دفعہ مسجد نبوی میں سرکار دو عالم ﷺ تشریف لائے آپ ﷺ نے غریب مہاجر صحابہ کو ایک طرف حلقہ باندھے دیکھا۔ آپ ﷺ بھی انہی کے ساتھ آ کر

marfat.com

بیٹھ گئے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ روایت کرتے ہیں کہ میں بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کے قریب کھڑا ہو گیا سرکار نے فرمایا فقراء مہاجرین کو بشارت ہو کہ وہ دولت مندوں سے چالیس برس پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ اس بات سے ان فقراء کے چہرے خوشی سے چہک اٹھے۔ راوی کہتا ہے کہ مجھے حیرت ہوئی کہ کاش میں بھی انہیں میں سے ہوتا۔

سرکار دو عالم ﷺ کو غرباء و فقراء امت سے اتنا تعلق خاطر تھا کہ آپ دعا فرمایا کرتے تھے۔

اللهم أُحيني مسكينا و أمتني مسكينا و احشرني في زمرة المساكين يوم القيامه (۱)

''اے اللہ مجھے مسکین زندہ رکھ، حالت مسکینی میں مجھے وفات دے اور روزِ قیامت مساکین کے ساتھ ہی میرا حشر فرمانا۔''

اس دعا کے متعلق پوچھنے پر، سرکا دو عالم رحمت عالم ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو جواب دیا: اے عائشہ! یہ مساکین اغنیاء سے چالیس سال قبل جنت میں داخل ہوں گے۔

اے عائشہ! کسی مسکین کو خالی ہاتھ نہ لوٹایا کرو چاہے کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو اور ان مساکین سے محبت کیا کریں انہیں اپنے قریب رکھا کریں اگر تم ایسا کرو گی تو روزِ قیامت اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا قرب عطا فرمائے گا (جامع ترمذی)

غریبوں کے والی، فقیروں کے غمگسار آقا ﷺ کی عام عادتِ کریمہ یہ تھی

يعود المساكين و يجالس الفقراء و يجيب دعوة العبد (۱)

''سرکار دو عالم مساکین کی عیادت فرماتے، فقراء کے پاس مجلس کرتے اور کوئی غلام بھی دعوت دیتا تو اسے قبول فرماتے۔''

---

(۱) ترمذی، الجامع، کتاب الزھد، ۴: ۵۷۷، رقم: ۲۳۵۲

(۲) قاضی عیاض، الشفاء: ۱۷۴

marfat.com

زندہ ملتِ بیضا ہے غرباء کے دم سے

امت مسلمہ کا جمال و کمال اور اسلام کی رونق، ظاہری ساز و سامان دنیوی اور مال و متاع سے نہیں بلکہ اطاعت و اخلاص سے ہے۔ بالعموم یہ دولتِ ایثار و وفا اور اطاعت و خود سپردگی غرباء و فقراء امت میں زیادہ ہوتی ہے۔ ارکانِ اسلام کی ادائیگی اور روز مرہ کے معمولاتِ زندگی تعلیمات اسلامیہ کے مطابق گزارنے میں' غرباء، امراء سے آگے دکھائی دیتے ہیں۔ مساجد میں دیکھیں تو غرباء زیادہ نمازی، مدارس میں دیکھیں تو غرباء و مساکین کے بچے زیادہ دکھائی دیں گے۔ امراء اور خوشحال گھرانے تو اپنے بچوں کو ایچی سن، جی سی، ایف سی، ڈی پی ایس، بیکن ہاؤس، گیریژن اور ایسے تعلیمی اداروں میں داخل کرائیں گے جن کی فیسیں زیادہ ہوں گی اور انگریزی تعلیم پر زیادہ توجہ دی جاتی ہو کیونکہ اسلامی تعلیم و تربیت نہ ان کا مقصود ہے نہ ترجیح۔ ماہِ رمضان میں موسم تھوڑا سا سخت ہو جائے تو امراء کی جان کو پڑ جاتی ہے جبکہ غرباء ان دنوں میں بھی روزے رکھنا گراں نہیں سمجھتے۔ جذبہ جہاد بھی امراء کی نسبت غرباء میں زیادہ ہوتا ہے۔ دینی محافل و مجالس کی رونق بھی غرباء ہی ہوتے ہیں۔ اسلام کی خاطر اٹھنے والی تحریکوں کے دست و بازو بھی امراء کی نسبت غرباء ہی زیادہ ہوتے ہیں۔ اس لئے تاجدار کائنات ﷺ نے رہتی دنیا تک کے غریب مسلمانوں کو اس انداز سے بھی خوشخبری عطا فرمائی:

بدء الاسلام غريبا و سيعود غريبا فطوبٰی للغرباء (۱)

''اسلام غریبوں سے شروع ہوا اور (قرب قیامت میں) لوٹ کر غریبوں میں آجائے گا پس خوشخبری ہو غرباء کے واسطے۔''

آج بھی اگر ہم اپنے گرد و پیش نظر دوڑائیں تو اسلام کی رونقیں زیادہ تر فقراء و

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، ۳:۱۸، رقم:۲۶۲۹
۲۔ دارمی، السنن، ۲:۴۰۲، رقم:۲۷۵۵
۳۔ ابو عوانہ، المسند، ۱:۹۵، رقم:۲۹۸

marfat.com

غرباء اہل ایمان کی بدولت ہیں۔ آج گلبرگ، ماڈل ٹاؤن، ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی اور کلفٹن کے علاقوں میں موجود مساجد میں نمازیوں اور قال اللہ و قال الرسول ﷺ کی وہ رونقیں دکھائی نہیں دیں گی جو غریب بستیوں اور محلوں کی مسجدوں میں نظر آئے گی۔ خوشحال اور سرمایہ دار لوگوں کے ان علاقوں میں اگر کوئی صاحب حیثیت نماز ادا کرتا بھی ہے تو مسجد میں جانے کی تکلیف کرنے کی بجائے اپنے بنگلے کے کارپٹڈ بیڈ یا ڈرائنگ روم میں ہی ادا کر لیتا ہے۔ مدارس اسلامیہ کا سروے کرنے سے پتا چلے گا کہ ۹۰ فیصد غریبوں کے بچے ہوں گے۔ اسی لئے حکیم الامت علامہ محمد اقبالؒ نے اپنے دور کے مسلمانوں کی حالت بیان کرتے ہوئے کہا تھا جس کا اطلاق آج بھی اسی طرح ہو رہا ہے۔

جا کے ہوتے ہیں مساجد میں صف آراء تو غریب
زحمتِ روزہ جو کرتے ہیں گوارہ تو غریب
نام لیتا ہے اگر کوئی ہمارا تو غریب
پردہ رکھتا ہے اگر کوئی تمہارا تو غریب
امراء ، نشۂ دولت میں ہیں غافل ہم سے
زندہ ہے ملت بیضا ، غرباء کے دم سے

غریب نواز نبی ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے کہ ایک دن سرکار دو عالم ﷺ نے صحابہ سے پوچھا: جانتے ہو کہ سب سے پہلے جنت میں کون داخل ہوگا؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ غریب پرور رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنت میں سب سے پہلے ان فقراء مہاجرین کا داخلہ ہوگا جن کی برکت سے مشکلات و مصائب سے بچا جاتا ہے اور وہ اس حال میں انتقال کر جاتے ہیں کہ ان کی دل کی حسرتیں دل ہی میں رہ جاتی ہیں اور وہ زندگی بھر ان کو پورا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ ملائکہ بارگاہ الوہیت میں عرض کریں گے کہ باری تعالیٰ ہم تیرے ملائکہ اور آسمانوں کے باسی ہیں کم از کم ہم سے پہلے تو انہیں جنت میں داخل نہ فرما۔ رب کریم فرمائے گا یہ میرے وہ

marfat.com

بندے ہیں جنہوں نے کبھی میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا، صبر وشکر سے زندگی گزاری اور دل کی حسرتیں دل میں لئے میرے پاس حاضر ہوگئے، چنانچہ وہ جنت میں داخل ہوں گے اور فرشتے ہر دروازے سے داخل ہو کر انہیں سلام کہیں گے اور کامیاب انجام پر ہدیہ تبریک پیش کریں گے۔ (۱)

لہٰذا آج بھی وہ غریب وفقیر مخلص مسلمان مبارکباد کے مستحق ہیں جو اپنی تنگدستی کے باوجود اسلام کی تعلیمات کے فروغ واشاعت میں ہر لحہ مصروف عمل ہیں۔ انہی کے دم قدم سے شعائر اسلام کی رونقیں اور اسلام کی ہر طرف چہل پہل اور شان وشوکت ہے۔

تیری خاک میں ہے اگر شرر تو خیال فقر وغنا نہ کر (ایک اصولی بات)

فقر وغنا اور غربت و دولت سے متعلق یہ امر پیش نظر رہنا چاہئے کہ فی نفسہ امیر ہونا یا غریب ہونا نہ کوئی فضیلت کی بات ہے نہ کمتری کی۔ افلاس و دولت بذاتِ خود کوئی ایسا پیمانہ نہیں جس سے انسان کو ناپا جائے۔ اصل معیار کردار کی بلندی اور غنائے قلب ہے۔ کردار بلند ہو تو فقر وغنا دونوں ہی خدا کی نعمتیں ہیں کیونکہ ہزاروں نیکیاں ایسی ہیں جو صرف دولت ہی سے حاصل ہوتی ہیں اور ہزاروں برائیاں ایسی ہیں جن سے صرف فقر ہی بچاتا ہے۔ فروغِ اسلام میں امراء و فقراء دونوں کا اپنا اپنا کردار رہا ہے۔ اگر اشاعت اسلام میں حضرت بلال، حضرت یاسر، حضرت سلمان، حضرت صہیبؓ جیسے فقیر صحابہ کی قربانیاں شامل ہیں تو حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما جیسے غنی صحابہ کی مالی قربانیوں سے کون انکار کرسکتا ہے؟ مزید یہ کہ قرآن حکیم میں جگہ جگہ ''انفاق بالمال'' کی فضیلت بیان کی گئی ہے، مال ہوگا تو انفاق ہوگا۔ غریبوں پر صدقہ وخیرات، مساجد کی تعمیر، اسلامی لشکروں کے لئے جنگی ساز و سامان، دینی مدارس کی تعمیر و ترقی، اسلامی حکومتوں کا انتظام و انصرام یہ سب امور ایسے ہیں جس کے لئے سرمایہ و دولت درکار ہوتا ہے۔ اس لئے علماء وصوفیاء میں یہ مسئلہ ہمیشہ سے مختلف فیہ رہا ہے کہ فقر افضل ہے یا غنا''

(۱) ابو نعیم اصبہانی، حلیۃ الاولیاء، ۱: ۳۴۷

marfat.com

کچھ علماء فقر کو افضل قرار دیتے ہیں جبکہ دیگر غناء کو۔ دونوں طرف قوی دلائل ہیں اس سلسلہ میں امام الاولیاء حضرت سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ اپنی معروف زمانہ تصنیف ''کشف المحجوب'' میں فقر و غنا کے متعلق بحث کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ ''میں نے استاد ابوالقاسم قشیری کو کہتے سنا کہ لوگ فقر و غنا میں بحث و تمحیص اور اپنے لئے ایک چیز اختیار کر لیتے ہیں۔ میں وہ چیز اختیار کرتا ہوں جو باری تعالیٰ کو پسند ہو اور وہ مجھے اس پر استقامت دے۔ اگر وہ مجھے صاحب دولت بنائے تو میرے قدم نہ ڈگمگائیں اور اگر وہ مجھے فقیر رکھے تو میں حرص و ہوس میں مبتلا ہو کر اس کے راستہ سے نہ ہٹ جاؤں'' آپؒ متاخرین مشائخ میں سے ایک شیخ کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''فقیر تہی دست کو نہیں کہتے کہ اس کے پاس متاع اور زاد نہ ہو بلکہ فقیر وہ ہے جس کا دل خواہشات سے خالی ہو''

(حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ، کشف المحجوب، باب: اثبات فقر)

غناء کے متعلق یہ امر واضح رہنا چاہئے کہ اس کی دو اقسام ہیں۔ غناء مال اور غناء نفس۔ غناء مال سے مراد مال میں غنی ہونا ہے جبکہ غناء نفس یہ ہے کہ مال ہو یا نہ ہو اس کا دل غنی رہے۔ اصل میں فضیلت والا غناء نفس ہے کہ انسان خالی ہاتھ ہو کر بھی صابر، خوددار اور شاکر رہے۔ اسی مفہوم کی تائید جامع ترمذی کی اس حدیث پاک سے بھی ہوتی ہے جس میں حضور نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

لیس الغنی عن کثرة العرض و لکن الغنی غنی النفس (۱)

''غناء، کثرت مال سے نہیں بلکہ غناء نفس سے حاصل ہوتا ہے۔''

حکیم الامت علامہ مرحوم نے بھی غالباً اسی غناء کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا۔

تیری خاک میں ہے اگر شرر تو خیال فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں ''نان شعیر'' پر ہے مدار ''قوتِ حیدری''

---

(۱) احمد بن حنبل، المسند، ۲:۲۴۳، رقم: ۷۳۴۱

marfat.com

غناء نفس کے ساتھ ایک آدمی فقیر ہو کے بھی بادشاہ ہوتا ہے اور بادشاہ ہو کر بھی فقیر (تاریخ اسلام میں ایسی متعدد مثالیں رقم ہیں)۔

آں مسلماناں کہ میری کردہ اند
درشہنشاهی فقیری کردہ اند

علامہ اقبال جاوید کے نام نصیحت کرتے ہوئے بھی فرزندان اسلام کو یہی پیغام دیتے ہیں کہ:

میرا طریق امیری نہیں، فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

مذاہب دنیا میں اسلام وہ واحد مذہب ہے جو اپنے ماننے والوں کو نہ ترکِ دنیا کی تعلیم دیتا ہے نہ غرقِ دنیا کی۔ یہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور نوافل و صدقات کی تعلیم کے ساتھ ساتھ حصولِ رزق کی جائز جدوجہد اور حلال ذرائع کی تلاش کو بھی عبادت کا درجہ دیتا ہے۔ اسلام کے نزدیک ترک دنیا رہبانوں کا فلسفہ ہے جبکہ غرقِ دنیا حیوانوں کا رویہ جبکہ دونوں کے درمیان اعتدال پسندانہ موقف یہ ہے کہ انسان دنیا میں رہ کر جائز ذرائع استعمال کرے لیکن دل کو دنیا کی محبت سے پاک رکھے اور اپنے خالق و مالک سے غافل نہ ہو۔ اسی سے حقیقی خوشحالی نصیب ہوتی ہے کیونکہ خوشحال حقیقت میں وہی ہے جو ہر حال میں خوش ہے۔ اس کا مال سے تعلق نہیں اور مسرت وہی ہے جو چشمے کے پانی کی طرح دل سے پھوٹ پڑے، دولت اس کی ضمانت نہیں دے سکتی اس لئے باری تعالیٰ سے ایسا دل مانگو

دل دے تو اس مزاج کا پروردگار دے
جو رنج کی گھڑی بھی خوشی سے گزار دے

❁❁❁

marfat.com

دلوں کو مرکز مہرو وفا کر
حریم کبریا سے آشنا کر
جنہیں نانِ جویں بخشی ہے تو نے
انہیں بازوئے حیدر بھی عطا کر

معزز قارئین کو یہ امر پیشِ نظر رہنا چاہیے کہ اس باب میں جہاں جہاں اہل فقر و مسکنت کے فضائل بیان کئے گئے ہیں یا کئے جائیں گے ان سے وہی فقراء و مساکین مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کی تکوینی مصلحتوں اور انتظامی حکمتوں کے تحت رزق اور مال و دولت کی تقسیم پر راضی ہوتے ہوئے صابر و شاکر ہیں۔ وہ مالداروں اور سرمایہ داروں کے مال و سرمایہ دیکھ کر اور آسودہ حال لوگوں کی آسائشات دیکھ کر للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ کر شکوہ نہیں کرتے بلکہ ہر حال میں صبر وشکر کا دامن تھامے رکھتے ہیں اور علامہ اقبال کے اس شعر کے مصداق اپنی خودی کو مجروح نہیں ہونے دیتے۔

میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

marfat.com

فصل ثانی

غمگسار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی

غریب نواز تعلیمات

marfat.com

یتیموں کی کفالت پر عظیم بشارت نبوی

دنیا کے پسماندہ اور افتادہ طبقات کے تحفظ اور معاونت کا احساس جتنا دین اسلام نے دیا ہے کسی اور نظام میں اس کا عشر عشیر بھی دکھائی نہیں دیتا۔ اس لئے کہ اللہ رب العالمین ہے اور اس کے آخری رسول رحمۃ للعالمین ہیں اور حضور نبی اکرم ﷺ کا عطا کردہ دین، ربوبیت عامہ اور رحمت تامہ کا علمبردار نظام حیات ہے۔ یتیم کسی بھی طبقہ کا کمزور اور بے یار و مددگار فرد ہوتا ہے جس کے باپ کا سایہ اس کے سر سے اٹھ چکا ہوتا ہے وہ اپنی کم عمری اور بے سہارگی کی وجہ سے اپنے مال اور دیگر مفادات کی حفاظت کے قابل نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کا مال تلف کرنا نسبتاً آسان ہوتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل، لوگ یتیموں پر شفقت و رحمت کرنے کی بجائے ان پر ظلم کرتے' ان کے مال ہڑپ کر جاتے، یتیم کے عمدہ مال کو ناقص مال سے بدل دیتے، حضور نبی اکرم ﷺ جو خود حالت یتیمی میں پیدا ہوئے، اپنے ساتھ ایک ایسا نظامِ رحمت لائے جس کے تحت یتیموں کے ساتھ ہمدردی و خیر خواہی اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت کی گئی۔ یتامٰی کے اموال کو ہڑپ کرنے سے سختی سے منع کیا گیا۔ ان کے حقوق پورے کرنے اور ہر طرح کی مالی خدمت کی ترغیب دی گئی۔ ان کی کفالت کرنے والے کو جنت میں حضور ﷺ کی معیت کی خوشخبری دی اور انہیں دھکے دینے اور حقیر جاننے والے کو ''مُکَذِّبِ دین'' (دین کو جھٹلانے والا) کہا۔ نبی رحمت ﷺ کی یتیم پرور تعلیمات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ○ (۱)

(۱) القرآن، بنی اسرائیل، ۱۷: ۳۴

marfat.com

''اور تم یتیم کے مال کے (بھی) قریب تک نہ جانا مگر ایسے طریقہ سے جو (یتیم کے لئے) بہتر ہو یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور وعدہ پورا کیا کرو، بیشک وعدہ کی ضرور پوچھ گچھ ہو گی۔''

۲۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ۝ (۱)

''بیشک جو لوگ یتیموں کے مال ناحق طریقے سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں نری آگ بھرتے ہیں، اور وہ جلد ہی دہکتی ہوئی آگ میں جا گریں گے۔''

۳۔ اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ ۝ فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ ۝ (۲)

''کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو دین کو جھٹلاتا ہے؟ تو یہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے (یعنی یتیموں کی حاجات کو رد کرتا اور انہیں حق سے محروم رکھتا ہے)۔''

۴۔ لوگوں کو کفالتِ یتامٰی کی ترغیب دیتے ہوئے یتیم پرور رسول ﷺ نے یوں ارشاد فرمایا:

خیر بیت فی المسلمین بیت فیه یتیم یحسن الیه و شرُّبیت المسلمین بیت فیه یتیم یساء الیه (۳)

''مسلمانوں میں بہترین گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم (زیرِ کفالت) ہو جس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جا رہا ہو اور مسلمانوں کے گھروں میں بدترین گھر وہ

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۱۰

(۲) القرآن، الماعون، ۱۰۷: ۱

(۳) ابن ماجه، السنن، ۲: ۱۲۱۳، رقم: ۳۶۷۹

طبرانی، المعجم الاوسط، ۵: ۹۹، رقم: ۴۷۸۵

marfat.com

ہے جس میں کوئی یتیم (زیر کفالت) ہو مگر اس کے ساتھ بدسلوکی کی جاتی ہے۔"

۵۔ یتیم پروری کا ثواب بیان کرتے ہوئے سرکار دو عالم نے یہ بشارت دی۔

انا و کافل الیتیم کھاتین فی الجنة ھکذا وا شار بالسبابه والوسطی۔(۱)

"میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح اکٹھے ہوں گے جس طرح یہ دو انگلیاں ہیں (سرکار نے دو انگلیاں ملا کر دکھائیں)۔"

مذکورہ بالا حدیث پاک یتیم پروری کے کتنے بڑے اجر و ثواب اور درجہ کو بیان کر رہی ہے کہ ایک تو جنت کی ضمانت بتائی جا رہی ہے دوسرا یہ کہ جنت میں رسول کریم ﷺ کی معیت کی بشارت ہے۔ تاجدار کائنات ﷺ یتیموں سے حسن سلوک کرنے والوں کو اتنے بڑے درجہ کی بشارت کیوں نہ دیں حالانکہ آپ ﷺ خود بھی یتیمی کی حالت سے گزرے تھے آپ کو معلوم تھا کہ حالت یتیمی میں کسی محسن و ہمدرد کی کس قدر سرپرستی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یتیم پروری سے متعلق حضور ﷺ کے اسوہ کی عملی مثالیں آئندہ صفحات میں دیکھی جائیں گے۔

تیری حکمت نے یتیموں کو کیا دُرِ یتیم
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولیٰ کر دیا
آدمیت کا غرض سامان مہیا کر دیا
اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

❁❁❁

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب الزہد والرقائق، ۴:۲۲۸۷، رقم: ۲۹۸۳

marfat.com

یتیم کے سر پر دست شفقت رکھنے کا بے مثال اجر

حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک مرتبہ ایک یتیم بچہ حاضر خدمت ہوا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں میں ایک یتیم لڑکا ہوں، میری ایک بہن اور بیوہ ماں ہے۔ ہم کئی دنوں سے بھوکے اور مفلوک الحال ہیں ہمیں کھانے کے لئے کچھ عطا فرمایئے۔ اللہ کریم اس کھانے کے بدلے آپ کو کھلائے۔ شفیق و کریم نبی اس بچے کی اس انداز کی مودبانہ گفتگو سے خوش ہوئے اور فرمایا: ہمارے گھر جاؤ وہاں سے کھانے کے لئے جو کچھ ملے میری بارگاہ میں لے آؤ۔ تعمیلِ ارشاد کرتے ہوئے وہ لڑکا کاشانہ نبوی سے اکیس خشک کھجوریں لے آیا اور انہیں آپ کی ہتھیلی مبارک پر رکھ دیا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے ان کھجوروں پر پھونک ماری اور برکت کی دعا کی۔ پھر فرمایا: بیٹا! یہ سات کھجوریں تیرے لئے ہیں، سات تیری ماں کے لئے اور سات تیری بہن کے لئے ہیں۔ صبح و شام ایک ایک کھا لیا کرو۔

یہ لڑکا بارگاہِ نبوی سے اٹھ کر جانے لگا تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے (بعض روایات میں حضرت سعد بن ابی وقاص کا نام آیا ہے) اور اس کے سر پر دستِ شفقت رکھتے ہوئے اس کے لئے دعا کی کہ رب کریم تمہارے حالات بہتر بنائے اور تمہیں اپنے باپ کا صحیح خلف الرشید بنائے۔ نبی رحمت ﷺ اپنے تربیت یافتہ صحابی کے اس عمل کو دیکھ رہے تھے۔ یتیم بچے سے ہمدردی کرنے کے بعد حضرت معاذؓ واپس حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو باقی حاضرین کی تعلیم کے لئے سرکار دو عالم نے ان سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت معاذؓ نے جواباً عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! اس بچے پر رحمت کے جذبے سے اس وقت یتیم نواز رسول ﷺ نے فرمایا:

''مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے جو مسلمان، کسی یتیم بچے (پر دست شفقت رکھتے ہوئے اس) سے پیار کرتا ہے اللہ کریم ہر بال کے بدلے اس کا درجہ بلند کرتا ہے۔ اس کے ہر بال کے بدلے ایک نیکی عطا فرماتا ہے اور ہر بال کے بدلے اس کی ایک خطا معاف فرماتا ہے۔''

marfat.com

غرباء و مساکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب

کھانا کھانا انسان کی بنیادی فطری اور طبعی ضرورت ہے۔ اس لئے خالق کائنات نے انسان اول کی تخلیق کے ساتھ ہی اس کی روٹی اور معاش کا بھی بندوبست کر دیا۔ پیغمبر اکرم ﷺ ساری کائنات انسانی کے لئے ''رحمۃ للعالمین'' اور'' حریص علیکم'' بن کر تشریف لائے جس کا تقاضا تھا کہ آپ ضرورت مندوں، محتاجوں، غریبوں، مسکینوں اور بھوکوں کی معاشی فلاح کا انتظام فرماتے۔ لہٰذا آپ ﷺ کی تعلیمات اور مبارک عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب تک آپ ﷺ کسی مصیبت زدہ کی مصیبت دور نہ فرما لیتے، کسی بھوکے کو کھانا نہ کھلا لیتے، محتاج کی حاجت پوری نہ فرما لیتے، بے آسرا اور بے سہارا لوگوں کے لئے کوئی سہارا اور آسرا ڈھونڈ نہ لیتے، حضور رحمت عالم ﷺ کی ذات گرامی کو چین نہ آتے۔ یہی وجہ ہے کہ کئی بزرگانِ دین بالخصوص حضرت سیدنا غوث اعظمؒ، حضرت خواجہ نظام الدین اولیا اور دیگر اولیاء کرام کے وسیع لنگر چلتے تھے۔ جن سے ہر خاص و عام متمتع ہوتا۔ آج کل بھی کئی اہل اللہ کے آستانوں پر'' اطعام الطعام'' کا عمل اس انداز سے جاری وساری ہے کہ اہل دنیا دیکھ کر دنگ رہ جاتے ہیں۔ بندہ ناچیز (مؤلف) خواجہ خواجگان حضرت قبلہ خواجہ محمد صادق دامت برکاتہ کے درِاقدس واقع گلہار شریف (جامع الفردوس) کوٹلی حاضر ہوتا رہتا ہے۔ وہاں بھی ہر خاص و عام، امیر و غریب کے لئے ''اطعام الطام'' کا منظر قابل ذکر ہے۔ اطعام اطعام کے حوالے سے اسلام کی غریب پرور تعلیمات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ قرآن حکیم نے سورۃ الدھر میں جنت میں جانے والے نیکوکاروں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ أَسِيْرًاO إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًاO (۱)

''اور (اپنا) کھانا اللہ کی محبت میں (خود اس کی طلب و حاجت ہونے کے

(۱) القرآن، الدھر، ۸۔۹

marfat.com

باوُجود اِیثار!) محتاج اور یتیم اور قیدی کو کھلا دیتے ہیںO (اور کہتے ہیں کہ) ہم تو محض اللہ کی رضا کیلئے تمہیں کھلا رہے ہیں، نہ تم سے کسی بدلہ کے خواستگار ہیں اور نہ شکرگزاری کے (خواہشمند) ہیںO‘‘

۲۔ سورہ مدثر میں مساکین کو کھانا کھلانے سے بے نیازی اور عدم توجہ کو دخول دوزخ کے اسباب میں سے بیان کیا گیا ہے۔ اہل دوزخ سے جب پوچھا جائے گا کہ کونسے اعمال تمہیں دوزخ میں لائے تو وہ جواب دیں گے۔

وَلَمْ نَکُ نُطْعِمُ الْمِسْکِیْنَO (۱)

’’اور ہم محتاجوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھےO‘‘

۳۔ سورۃ الماعون میں‘ جن آیات کا ذکر گزشتہ صفحات پر بھی آچکا ہے‘ غرباء کو کھانا نہ کھلانے کے عمل کو ’’تکذیب دین‘‘ کے مترادف قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا:

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِO فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَO وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِO (۲)

’’کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو دین کو جھٹلاتا ہے؟O تو یہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے (یعنی یتیموں کی حاجات کو رد کرتا اور انہیں حق سے محروم رکھتا ہے)O اور محتاج کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا (یعنی معاشرے سے غریبوں اورمحتاجوں کے معاشی اِستحصال کے خاتمے کی کوشش نہیں کرتا)O‘‘

۴۔ حضور نبی رحمت ﷺ نے بھوکوں کو کھانا کھلانے کی اہمیت و فضیلت بیان کرتے ہوئے اسے خود خالق کائنات کو کھانا کھلانے کے مترادف قرار دیا۔ ایک حدیث قدسی کے مطابق قیامت کے روز ’’مالک یوم الدین‘‘ اپنے ایک بندے سے ،جس نے دنیا میں کسی غریب کو کھانا دینے سے انکار کر دیا تھا، فرمائے گا:

(۱) القرآن، المدثر، ۷۴:۴۴

(۲) القرآن، الماعون، ۱۰۷: ۱۔۳

marfat.com

یا ابن آدم استطعمتک فلم تطعمنی (۱)

''اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا لیکن تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔''

اس پر بندہ بارگاہ الٰہی میں عرض کرے گا کہ اے خالق و مالک حقیقی! تو خود ساری کائنات کا رازق اور کفیل ہے۔ مجھ سے کھانا کیسے مانگ سکتا تھا۔ رب العالمین کا ارشاد ہوگا دنیا میں میرے فلاں غریب ومحتاج بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا لیکن تو نے اسے کھانا نہ دیا اگر تو اسے کھانا کھلا دیتا تو تو اس کھانے کو میرے پاس موجود پاتا۔

اس حدیث پاک میں اللہ تعالیٰ نے اپنے غریب بندوں پر لطف وکرم کی انتہا کرتے ہوئے ان کی ذات کو، اپنی ذات اور ان کے حال کو، اپنا حال قرار دیا ہے۔ یہ اگر بیمار ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں بیمار ہوں اگر یہ بھوکے پیاسے ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کی بھوک پیاس کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے کہ میں بھوکا پیاسا ہوں۔ ان غرباء کو کھلانے پلانے کو بھی اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے، غرباء کی عزت افزائی کی جاتی ہے۔

۵۔ مسکینوں اور غریبوں کے انیس وجلیس نبی مکرم ﷺ نے مختلف شرعی احکام کے کفاروں (کفارۂ صوم، کفارۂ یمین وغیرہ) میں مسکینوں کو کھانا کھلانے کی صورت بھی مقرر فرمائی ہے۔ جس سے ایک طرف تو مکلف کی کوتاہیوں کا ازالہ ہوتا ہے تو دوسری طرف معاشرہ کے محتاجوں اور غریبوں کی مدد کی ایک صورت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ایصال ثواب کے لئے بھی مسکینوں کو کھانا کھلانے کی تعلیم دی گئی ہے۔ علاوہ ازیں زکوٰۃ وصدقات کی صورت میں بھی غرباء کی امداد امت پر لازم فرمائی گئی ہے۔

۶۔ شادی وخوشی کے مواقع پر غرباءِ امت کو یاد رکھتے ہوئے نبی مکرم ﷺ نے اپنے

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب: البر والصلة، باب فضل عیادة المریض، ۴: ۱۹۹۰

۲۔ بخاری، الادب المفرد، ۱: ۱۸۲، رقم: ۵۱۷

marfat.com

ماننے والوں کو تعلیم دی کہ ایسی دعوتوں میں میری امت کے فقیروں کو بھی بلایا جائے۔ ارشادگرامی ہے

شر الطعام طعام الوليمه يدعى لها الاغنياء و يترک المساکين (۱)

''کھانوں میں بدترین کھانا اس ولیمہ کا کھانا ہے جس میں اہل دولت کو تو دعوت دی جائے مگر مساکین کو چھوڑ دیا جائے۔''

پیغمبر اکرم ﷺ کا یہ فرماں ہمارے لئے دعوت فکر ہے کہ ہم اپنے طرزِ عمل پر غور کریں کہ ہم میں کتنے افراد اپنے ہاں ہونے والی شادی بیاہ کی ضیافتوں میں غریبوں، مسکینوں اور محتاجوں کو بلاتے ہیں۔ ہم یہ تو کوشش کرتے ہیں کہ ہماری دعوت ولیمہ میں بڑے بڑے جاہ و منصب والے، سیاسی وڈیرے اور مالدار لوگ آئیں تا کہ محلّہ اور شہر میں ہماری دھوم مچے خواہ ہمیں قرض لے کر ہی ایسی دعوتوں کا اہتمام کرنا پڑے۔ لیکن ہم اپنے محلّہ اور پڑوس میں رہنے والے محتاجوں اور فقیروں یہاں تک کہ غریب رشتہ داروں کو بھی بھول جاتے ہیں۔ اے کاش! ہم اپنے نبی رحمت ﷺ کی تعلیمات اپنی عملی زندگی میں اتارتے۔

حدیث، ''ایمان اور اپنے بھائی کے لئے پسند'' کی دوصورتیں

محسن انسانیت، رسولِ رحمت حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک فلاحی اور خوشحال معاشرہ کی تشکیل کے لئے ایمان کا ایک بنیادی اصول اور تقاضا یہ بتایا ہے کہ کامل الایمان بننے کے لئے ضروری ہے کہ جو چیز تم اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی چیز اپنے دوسرے بھائیوں کے لئے پسند کرو۔ ارشادگرامی ہے:

قال رسول الله و الذی نفسی بیده لا یومن احدکم (و فی روایة

(۱) بخاری، الصحیح، ۵:۵ ۱۹۸، کتاب النکاح، رقم: ۴۸۸۲
ابوداؤد، السنن، ۳: ۳۴۱، رقم: ۳۷۴۲

marfat.com

عبد) حتی یحب لاخیه ما یحب لنفسه (۱)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ کوئی شخص (یا کوئی بندہ) اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنی ذات کے لئے پسند کرتا ہے۔''

اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں شیخ الاسلام استاذی مکرم پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری، عدل اور احسان کا فرق سمجھاتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

''میرے نزدیک مذکورہ حدیث شریف میں دو حالتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک حالتِ عدل ہے اور دوسری حالت احسان ہے۔ حالتِ عدل میں مسلمان ہونے کے لئے کم از کم شرط یہ ہے کہ انسان اس حد تک بے لوث اور بے غرض ہو اور معاشرے کے دیگر افراد کے حق میں اس حد تک دردمند بہی خواہ، نفع بخش اور فیض رساں ہو جائے کہ جو کچھ وہ اپنی ذات کے لئے پسند کرے یا روا رکھے۔ کم از کم وہی کچھ دوسروں کے لئے بھی پسند کرے اور ہو سکے تو مہیا بھی کرے یعنی اپنے حقوق و مفادات اور دوسروں کے حقوق و مفادات میں کوئی فرق تصور نہ کرے۔ اگر خادم رکھنا ہو تو اسے کھانے اور پہننے کے لئے وہی کچھ دے جو خود کھاتا اور پہنتا ہے۔ اگر معاشرے کے لوگ بنیادی ضروریات سے محروم ہوں اور اہل دولت تعیشات کی زندگی بسر کرتے رہیں تو یہ عدل کے خلاف ہے۔ یعنی جو سہولتیں وہ خود کو مہیا کرنا چاہتا ہے دوسروں کے لئے بھی ان کا خیال رکھے۔ اگر یہ احساس اور درد دل و دماغ میں مفقود ہو اور عمل ان خصائص سے عاری ہو تو زندگی خلاف عدل ہوگی۔ کیونکہ خلافِ عدل کو ظلم کہتے ہیں اور ''ظلم'' منافی ایمان ہے۔ اس صورت میں یہ سمجھنا چاہئے کہ ایمان کا ادنیٰ تقاضا بھی پورا نہیں ہو رہا۔

حالتِ احسان، کمالِ ایمان سے متعلق ہے۔ پہلی صورت میں جو کچھ اپنی ذات

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الایمان، ۱:۱۴، رقم:۱۳

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الایمان، ۱:۶۸، رقم:۴۵

marfat.com

کے لئے پسند تھا اسی کے برابر دوسروں کے لئے بھی پسند کرنے کا حکم دیا جارہا تھا۔ اس صورت میں انسان اپنے حق سے دستبردار نہیں ہو رہا تھا بلکہ مفہوم یہ تھا۔ کہ جن لذات حیات سے تم خود لطف اندوز ہو رہے ہو ان سے دوسرون کو بھی متمتع ہونے کا موقع دو۔ لیکن حالتِ احسان میں تصور بدل گیا۔ یہاں تقاضائے ایمان یہ ہے کہ "حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ" جو اس نے اپنی ذات کے لئے پسند کیا تھا وہی بجائے اپنی ذات پر صرف کرنے کے دوسروں کے لئے صرف کر دے۔

ذرا غور فرمایئے حدیث میں "مثل ما یحب لنفسہ" (جو کچھ اپنے لئے پسند کرتا ہے اسی کی مثل دوسروں کے لئے بھی پسند کرے) کے الفاظ نہیں آئے بلکہ الفاظ یہ ہیں "ما یحب لنفسہ" کہ وہی جو اپنے لئے پسند کرتا ہے خود پیکر ایثار بن کر دوسرے کو اس سے فیضیاب کر دے۔

- عدل یہ تھا کہ خود بھی لطف اٹھائے اور دوسروں کو بھی لطف اٹھانے دے

  احسان یہ ہے کہ اپنا لطف قربان کر کے دوسروں کو بہم پہنچائے
- عدل یہ تھا کہ اپنے لئے بھی جئے اور دوسروں کے لئے بھی

  احسان یہ ہے کہ صرف دوسروں کے واسطے زندہ رہے
- عدل یہ تھا کہ کسی کو دکھ نہ پہنچے

  احسان یہ ہے کہ اپنے سکھ بھی دوسروں میں بانٹ دے
- عدل شرط ایمان تھا اور احسان کمالِ ایمان
- عدل مساوات تھی اور احسان سراسر ایثار

احسان کی مثال اس مشہور واقعہ جنگ سے بھی بخوبی سمجھی جاسکتی ہے جس میں کئی صحابہ نے ایک دوسرے کی خاطر ایثار کیا یہاں تک کہ سب شہید ہوگئے اور پانی کوئی نہ پی

marfat.com

سکا ایسی حالت اور عمل کا نام دردِ دل ہے جو وجہ تخلیق انسانیت ہے۔"(۱)

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ اور اس کی وضاحت سے ظاہر ہوتا ہے کہ دین و ایمان صرف کلمہ پڑھنے اور نماز روزے کی ادائیگی ہی کا نام نہیں بلکہ جب تک کوئی شخص اپنے گردو پیش اور اپنی سوسائٹی میں فقراء و مساکین سے مالی ہمدردی و غم خواری نہیں کرتا اور اپنے وسائل، ان کے مسائل حل کرنے میں خرچ نہیں کرتا' وہ تکمیلِ ایمان کا دعوی نہیں کرسکتا۔ اس سلسلہ میں غمگسارِ انسانیت ﷺ کا ایک اور فرمان ملاحظہ ہو۔ تاجدار کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لیس المومن الّذی یشبع و جارہ جائع الی جنبہ (۲)

"وہ شخص (کامل) مومن نہیں ہوسکتا جو خود تو پیٹ بھر کر کھا لے اور اس کے پہلو میں اس کا پڑوسی بھوکا پڑا ہو۔"

اس حدیث پاک میں جار (پڑوسی) کی وضاحت میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا وہ قول توجہ طلب ہے جسے امام بخاری نے الادب المفرد میں ولید بن دینار سے روایت کیا ہے کہ امام حسن سے پوچھا گیا کہ ارشاد رسول میں جار (پڑوسی) سے مراد کون ہے؟

انہوں نے فرمایا: چالیس گھر سامنے، چالیس گھر پیچھے، چالیس گھر دائیں اور چالیس گھر بائیں۔

گویا یہ اہل ثروت و استطاعت کے لئے حیطہ کفالت ہے۔ اگر انسان صاحب استطاعت ہو اور اتنے دور تک لوگ فاقہ کی حالت میں ہوں یا ان کی ضروریات کماحقہ

(۱) ڈاکٹر محمد طاہر القادری، اسلامی فلسفہ زندگی: ۵۱-۵۲
(۲) بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۱۰

marfat.com

پوری نہ ہو رہی ہوں اور ان کا کوئی پرسان حال نہ ہو تو صاحب استطاعت مسلمان پر اتنی حدود تک انفاق و احسان واجب ہے اگر اس کی دولت صرف اسی کی زندگی کی آسائشات وتزئینات پر خرچ ہو رہی ہے اور اس کے ماحول میں لوگ بنیادی ضرورتوں سے بھی محروم ہوں تو یہ دولت مندی حرام ہے۔ اس طرح انسان ایمان کے تقاضوں کو پورا نہیں کرسکتا۔

توجہ طلب امر یہ ہے کہ معلم انسانیت ہمسایوں کا اس قدر خیال رکھنے کی تعلیم دیں کہ کوئی بھوکا نہ سوئے لیکن آج ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم ایک دوسرے سے اتنے بے نیاز اور لاپرواہ ہیں کہ ہمسائے کی بھوک دور کرنا تو کجا ہمیں سالہا سال تک اتنا پتا بھی نہیں ہوتا کہ ہمارے دائیں بائیں یا فلیٹس کی صورت میں اوپر یا نیچے کون رہتا ہے؟ آج کے کمپیوٹر اور مشینی دور نے دنیا کو تو ''گلوبل ولیج'' بنا دیا ہے لیکن پاس رہنے والوں سے غافل کر دیا ہے۔ اقبال نے سچ کہا تھا

احساس مروت کو کچل دیتے ہیں آلات

ہمیں مشہور صوفی بزرگ حضرت بشر حافیؒ کے اس عمل سے بھی رہنمائی لینی چاہئے جو شدید سردی میں گرم اور موٹے کپڑے دیوار سے لٹکا کر خود عام کپڑوں سے ٹھٹھرتے تھے۔ پوچھنے پر جواب دیتے کہ میں اپنے شہر یا گاؤں کے سارے محتاجوں اور ضرورت مندوں کو گرم کپڑے مہیا نہیں کرسکتا۔ اس لئے اپنے آپ کو ان سے متمتع کیوں کروں میں اپنے اوپر بھی انہی کی کیفیت طاری کر رہا ہوں۔

نفلی حج وعمرہ یا مساکین سے مالی ہمدردی (امام غزالیؒ کے نزدیک)

حجۃ الاسلام امام محمد غزالیؒ دنیائے اسلام کے جلیل القدر امام ہیں۔ جنہوں نے شریعت و طریقت اور ارکان اسلام کی حکمتوں پر گراں قدر کتب تصنیف کی ہیں۔ آج کل عالم مغرب میں بھی ان کی تصنیفات پر بہت کام ہو رہا ہے۔ وہ اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ''احیاء علوم الدین'' میں فقراء و مساکین کی مالی معاونت اور ان کی غم خواری کے متعلق ایک معروف صوفی بزرگ حضرت بشر بن حارث کا ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ ان کا ایک

marfat.com

عقیدت مند نفلی حج پر جاتے ہوئے الوداعی سلام کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہنے لگا: حضور مجھے کوئی نصیحت فرمائیں۔ حضرت بشر نے فرمایا: تو نے حج کے لئے کتنی رقم اکٹھی کی ہے؟ اس نے جواب دیا: دو ہزار درہم۔ پھر آپ نے پوچھا: حج کرنے سے تیرا مقصود کیا ہے؟ جواب دیا: خوشنودی خدا۔ آپ نے فرمایا: اگر تیرے رب کی خوشنودی تجھے گھر بیٹھے نصیب ہو جائے اور ہو بھی یقینی تو سفر کی تکلیف سے بچ جائے گا کیا تو ایسا کرنے کو تیار ہے؟ اس عقیدت مند نے عرض کیا: ہاں۔ لیکن یہ کیسے ہوگا؟ موصوف بزرگ نے جواب دیا: اگر تو جمع شدہ درہم کسی پریشاں حال مقروض، یتیم یا مسکین کی حاجت پوری کرنے کے لئے انہیں دے دے اور ان کے دل کو خوش کر دے تو اللہ تعالیٰ خوش ہو جائے گا اور تجھے کئی حجوں کا ثواب عطا کرے گا۔ کیونکہ کسی بندہ مومن کے دل کو خوش کرنا، کسی پریشاں حال کی پریشانی دور کرنا، کسی غمزدہ کی مدد کرنا یا کسی کمزور کی اعانت کرنا سو نفلی حجوں سے افضل ہے۔ اس لئے بقول مولانا رومؒ:

دل بدست آور کہ حج اکبر است
از ہزاراں کعبہ ، یک دل بہتر است

پنجاب کے معروف صوفی شاعر حضرت سلطان العارفین سلطان باہوؒ فرماتے ہیں:

ایہہ تن رب سچے دا حجرہ وچ پا فقیرا جھاتی ہو
نہ کر منت تو خواج خضر دی تیرے اندر آب حیاتی ہو
شوق دا دیوا بال ہنیرے متاں لبھی یار کھڑاتی ہو
مرن تھیں پہلے مر رہے باہو جنہاں حق دی رمز پچھاتی ہو

بندہ مومن کے دل کو خوش کرنا ایک بہت بڑی نیکی ہے۔ جب کسی مسکین و غریب کی ضرورت پوری کی جائے گی تو اس کا دل یقیناً خوش ہوگا۔ جو کہ عرفاء کے قول کے مطابق اللہ تعالیٰ کا عرش ہے (قلب المومن عرش اللہ تعالیٰ) ہمارے معاشرے کا

marfat.com

رجحان کچھ اس طرح بن گیا ہے ہمارے سرمایہ دار، تاجر حضرات اور صاحب ثروت لوگ ہر سال حج اور عمرہ پر جاتے ہیں۔ بلا شک و شبہ حج اور عمرہ بہت بڑی عبادت بھی ہے اور سعادت بھی گنبد خضری کی زیارت، ایمان کی حلاوت کا باعث ہے۔ لیکن گنبد خضری کے مکین کے کسی غریب اور دکھی امتی کی مدد کرنا بھی دو جہاں کے تاجدار کی خوشی کا باعث ہے کیونکہ امت کے والی کو جتنی شفقت اور پیار اپنی امت سے ہے اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ جو شخص حضور نبی اکرم ﷺ کے امتی کی مدد کرے گا وہ بھی بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں مقبول ہوگا۔ مساجد پر پیسہ خرچ کرنا بہت بڑی نیکی اور اجر کا ثواب ہے کیونکہ یہ اللہ کے گھر ہیں (لوگوں کے حقوق غصب کر کے غریبوں کا استحصال کر کے مساجد و مدارس کی تزئین و آرائش پر اپنی سخاوت و فیاضی کا ڈنکا بجانے کے لئے اسلامی تعلیمات کی روح کے منافی ہے) لیکن دکھی دلوں کو ڈھارس پہنچانا اور شکستہ خاطر مسکینوں، غریبوں، بے کسوں کے دلوں کو خوش کرنا بھی بہت بڑی نیکی ہے۔ ابو بن ادھمؒ کی معروف حکایت جو کہ سکولوں کالجوں کی انگریزی کی نصابی کتب میں لکھی ہوئی ہے کہ رات کو سوئے ہوئے اٹھتے ہیں تو ایک نورانی ہستی کو ایک نورانی کتاب میں کچھ لکھتے ہوئے پاتے ہیں۔ پوچھنے پر جواب دیا کہ یہ ان لوگوں کے نام ہیں جو اللہ ۔ سے محبت کرتے ہیں۔ ابو بن ادھمؒ اپنا نام پوچھتے ہیں جواب ملتا ہے کہ آپ کا نام نہیں ہے۔ ابو بن ادھم کہتے ہیں کہ میرا نام ان لوگوں کی لسٹ میں لکھ لیں جو اللہ کے بندوں سے محبت کرتے ہیں فرشتہ کچھ لکھ کر غائب ہوگیا۔ اگلے روز فرشتہ نے موصوف کو ان لوگوں کی لسٹ دکھائی جن سے اللہ محبت کرتا ہے۔ اس فہرست میں ابو بن ادھم کا نام سب سے اوپر تھا۔ علامہ اقبال نے اسی مفہوم کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا تھا:

خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں، بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اسْ کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا

(اقبال)

marfat.com

خدام اور غلاموں سے حسنِ سلوک

غلاموں کو سریر سلطنت پر جس نے بٹھوایا
یتیموں کے سروں پر کر دیا اقبال کا سایہ
گداؤں کو شہنشاہی کے قابل کر دیا جس نے
غرورِ نسل کا افسوں، باطل کر دیا جس نے

محسن انسانیت، پیغمبر انقلاب حضور نبی اکرم ﷺ کے دین رحمت اور ہمہ جہتی انقلاب نے جس طرح مختلف کمزور طبقات انسانی کو عزت واحترام کے حقوق عطا کئے، اسی طرح غلاموں محکوموں، خادموں اور ماتحتوں کی بنیادی ضروریات اور ان کے آرام وسکون کے لئے حقوق مقرر فرمائے۔ نبی رحمت ﷺ نے اپنی تعلیمات اور مبارک عمل سے زیردستوں غلاموں خادموں اور کمزور محکوموں کو وہ مقام ومرتبہ اور شرف عطا کیا کہ

غلاموں کو زمانے بھر کا مولیٰ کر دیا

نبی رحمت ﷺ کی بعثت سے قبل، دنیا کے اکثر معاشروں میں غلاموں کے ساتھ انسانیت سوز سلوک کیا جاتا تھا۔ ایران و روم اور یورپ و ہندوستاں کہیں بھی ان کے جذبات واحساسات اور حاجات وضروریات کا خیال نہیں رکھا جاتا تھا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے آکر اس مظلوم طبقہ کو وہ حقوق عطا کئے جو آج کے انسانی حقوق کے نام نہاد علمبردار امریکہ و یورپ کے آئین و نظام میں بھی کہیں دکھائی نہیں دیتے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات سے اس مظلوم ومقہور طبقہ کو پہلی دفعہ سکھ اور چین کا سانس نصیب ہوا اور انہیں بھی اپنے اشرف المخلوقات ہونے کا احساس ہوا۔ اس سلسلہ میں آپ ﷺ کی غلام پرور تعلیمات ملاحظہ ہوں۔ بعدازاں اگلے حصہ میں آپ ﷺ کا مبارک عمل بیان کیا جائے گا۔

۱۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ معروف صحابی رسول تھے۔ انہی کے فقر کو علامہ ڈاکٹر محمد اقبال نے اپنے کلام میں ''فقرِ بوذر'' کہتے ہوئے جابجا حوالہ کے طور پر ذکر کرتے

marfat.com

ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ ایک غلام کو گالی دی اور اسے ماں کا عار دلایا۔ انہوں نے جا کر تمیزِ بندہ و آقا کو مٹانے والے پیغمبر انقلاب ﷺ کی بارگاہ میں جا کر شکایت کر دی تو غلام پرور آقا نے مجھے ڈانٹتے ہوئے فرمایا:

''اے ابو ذر! کیا تو نے اسے ماں کا عار دلایا بے شک تو ایسا آدمی ہے جس میں دورِ جاہلیت کے فخر و غرور کی ابھی تک بو ہے۔'' آپ ﷺ نے مزید فرمایا

اخوانکم خولکم جعلهم الله تحت ایدیکم فمن کان اخوه تحت یده فلیطعمه مما یاکل و لیلبسه مما یلبس و لا تکلفوهم ما یغلبهم فان کلفتموهم فاعینوهم (۱)

تمہارے یہ غلام جو اللہ نے تمہارے ماتحت کئے ہیں، تمہارے بھائی ہیں تو جس کا بھائی اس کے قبضہ میں ہو اسے چاہئے کہ وہ اپنے غلام اور خادم بھائی کو اسی کھانے میں سے کھلائے جو وہ خود کھاتا ہے اور اسے وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے اور انہیں ایسے مشکل کام کی تکلیف نہ دے جو ان کے لئے ناقابل برداشت ہو۔ اور اگر ایسے کام کی زحمت دینا ناگزیر ہو تو اس کام میں ان کا ہاتھ بٹاؤ اور اعانت کرو۔''

اس حدیث پاک نے غلاموں اور خادموں کے حقوق کا جو چارٹر پیش کیا ہے پوری تاریخ انسانی میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اس حدیث پاک میں غلاموں اور خادموں کے متعلق درج ذیل نکات بیان کئے گئے۔ ہیں۔

۱۔ غلاموں اور خادموں کو اپنا دینی بھائی سمجھا جائے ان کی ضروریات و آسائشات کا بھی خیال رکھا جائے۔ کسی کو حاکم بنا دینا اور کسی کو محکوم، کسی کو آقا بنا دینا اور کسی کو غلام، یہ سب اللہ تعالیٰ کی انتظامی و تکوینی حکمتوں کے تحت ہے۔ اسے عزت اور فضیلت کا معیار نہ سمجھا جائے۔

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۲۰، رقم: ۳۰

marfat.com

۲۔ غلاموں کو وہی کھانا کھلاؤ جو تم اپنے لئے کھانا پسند کرتے ہو۔ یعنی ان کے خورد و نوش کا مناسب اہتمام ہونا چاہئے۔

۳۔ غلاموں کے لباس کا بندوبست کیا جائے۔ گرمی سردی کے موسمی حالات کے مطابق ان کے کپڑوں کا اہتمام کیا جائے۔

۴۔ ان کی ہمت و طاقت سے بڑھ کر ان سے کام نہ لیا جائے۔

۵۔ اگر کوئی ایسا کام ان کے سپرد کیا جائے جس میں انہیں غیر معمولی مشقت اٹھانا پڑے تو خود بھی اس کام میں شریک ہو جانا چاہئے۔

پیغمبر اکرم ﷺ کے اس ارشاد کے بعد حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ جو کپڑا موسم کے مطابق خود پہنتے وہی کپڑا اپنے غلام کو دیتے۔ جو کھانا خود کھاتے وہی اپنے غلام کو عطا فرماتے۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إذا صنع لاحدكم خادمه طعامه ثم جاء به و قد ولي حره و دخانه فليقعده معه فلياكل فان الطعام مشفوها قليلًا فليضع في يده منه أكلة او أكلتين (۱)

''جب تم میں سے کسی کا خادم اس کا کھانا تیار کر کے اس کے پاس لائے اس حال میں کہ اس خادم نے کھانا تیار کرنے کی گرمی سہی ہے اور اس نے آگ کا دھواں برداشت کیا ہے تو اس مالک کو چاہئے کہ وہ خادم کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھلائے اور اگر کھانا کم بھی ہو تو پھر بھی اس کے ہاتھ میں ایک دو لقمے ضرور رکھ دے۔''

۳۔ ایک آدمی بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہم اپنے خادموں کو آخر

---

(۱) مسلم، الصحیح، ۳: ۱۲۸۴، رقم: ۱۶۶۱

marfat.com

کتنی مرتبہ تک درگزر کریں۔ آپ خاموش رہے۔ صحابی نے دوبارہ پوچھا آپ پھر خاموش رہے۔ تیسری مرتبہ پوچھنے پر مسکین نواز آقا نے فرمایا:

اعفوا عنه کل یوم سبعین مرة (۱)

''اس سے ہر روز ستر مرتبہ بھی درگزر کرنا پڑے تو معاف کردو۔''

سرکارِ دو عالم ﷺ کے بھی ذاتی خدام تھے ان کے ساتھ آپ ﷺ کا کیسا سلوک تھا، اس کی تفصیل تو اگلے جز مسکین نواز نمونہ میں دی جائے گی، صرف ایک روایت سے اندازہ لگائیں کہ آپ خدام کی غلطیاں کیسے معاف فرماتے تھے۔ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ

ماضرب رسول اللہ ﷺ خادما و لا امرأة قط (۲)

''رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی کسی خادم یا عورت کو نہ مارا۔''

مذکورہ بالا روایات میں غلاموں اور خادموں کے متعلق جن تعلیمات کا ذکر کیا گیا ہے محسن انسانیت ﷺ نے اپنے عملی نمونہ سے ایسی مثالیں پیش کیں کہ غلام اپنے مقدر پر نازاں ہونے لگے اور ان کے مقام و مرتبہ اور عزت افزائی دیکھ کر دیگر لوگ ان کی غلامی پر رشک کرنے لگے حضرت زیدؓ کا نام کون نہیں جانتا۔ یہ حضور نبی اکرم ﷺ کے غلام ہی تو تھے لیکن اتنا مقام ملا کہ قرآن مجید میں اگر کسی صحابی کا نام آیا ہے تو یہ وہ واحد صحابی ہیں، جن کا نام لے کر سورہ احزاب میں عزت افزائی کی گئی ہے ۔ ان کے بیٹے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے اس قدر پیار فرماتے کہ ایک ران پر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو بٹھاتے اور دوسری ران پر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو بٹھا کر اللہ کی بارگاہ میں عرض کرتے: کہ اے باری تعالیٰ میں ان دونوں سے محبت فرماتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما۔

ایک دفعہ یہی غلام زادہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ دروازے کی چوکھٹ سے پھسل کر گر

---

(۱) ابو داؤد، السنن، باب فی حق المملوک، ۴: ۳۴۱، رقم: ۵۱۶۴

(۲) ابو داؤد، السنن، ۴: ۲۵۰، رقم: ۴۷۸۶

marfat.com

پڑا جس سے چہرہ گرد آلود ہوگیا۔ آپ اس کے چہرے سے مٹی جھاڑتے ہوئے فرمانے لگے: اگر اسامہ لڑکی ہوتی تو میں اسے زیور پہناتا، اسے عمدہ کپڑے پہناتا حتی کہ اس کے کانوں میں بالیاں پہنانے کے لئے سوراخ کرتا۔ یہی اسامہ تھا جسے وصال سے پہلے ایک لشکر کا سپہ سالار بنا کر روانہ کیا۔ حالانکہ یہ کم عمر تھے اور بڑے بڑے تجربہ کار جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی موجود تھے۔ سرکار ﷺ کی غلام پروری دیکھ کر واقعی یہ کہنا پڑتا ہے:

تیری حکمت نے یتیموں کو کیا در یتیم
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولیٰ کردیا

❁❁❁

جس کو حقارت سے دنیا نے دیکھا اور منہ پھیر لیا
اس کو بھی سینے سے لگایا میرے کملی والے نے

وصال کے وقت بھی نماز اور غلاموں کی فکر

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے وصال کے وقت جو آخری وصیت فرمائی وہ نماز اور غلاموں سے متعلق تھی۔ بیان کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ پر نزع کا عالم طاری تھا، زبان ہلانا مشکل ہو رہا تھا، لیکن آپ ﷺ فرما رہے تھے۔

الصلوة، الصلوة، اتقوا الله فيما ملكت ايمانكم (۱)

”(اے میری امت) نماز نماز یعنی نماز کا خیال رکھنا اور اپنے غلاموں (زیر دستوں) کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔“

---

(۱) ۱۔ بخاری، الادب المفرد: ۲۶

۲۔ ابو داؤد، السنن، ۴:۳۳۹، رقم: ۵۱۵۶

marfat.com

ممتاز محقق حافظ محمد سعد اللہ ''ما ملکت ایمانکم'' کے مفہوم کی وسعت بیان کرتے ہوئے اپنی تالیف ''غریبوں کے والی'' میں یوں رقمطراز ہیں۔

''علماء اگرچہ ''ما ملکت ایمانکم'' سے غلام ہی مراد لیتے ہیں مگر یہ جملہ اپنے اندر وسیع مفہوم لئے ہوئے ہے۔ اگر صرف اصطلاحی غلام ہی مراد ہوتا تو اس کے لئے یہاں ''عبیدکم'' یا ''موالیکم'' کے الفاظ لانے میں کوئی نحوی امر مانع نہیں تھا۔ ما ملکت ایمانکم کا لفظی معنی ہے ''وہ چیز جس کے مالک تمہارے داہنے ہاتھ ہوں'' اردو میں اس کا بہترین ترجمہ ''زیر دست'' ہے۔ دفاتر میں ہر چھوٹا، بڑے کا زیردست ہے۔ کارخانوں میں مزدور، مالک کا زیر دست ہے۔ زمینوں میں مزارع، زمیندار کا زیر دست ہے۔ غریب ''کمی'' آدمی، سرمایہ دار اور جاگیردار کا زیر دست ہے۔ بیوی، شوہر کی زیر دست ہے۔ گویا ہر مسلمان کے لئے وصیت نبوی ہے کہ وہ اپنے زیر دست اور ماتحت کا خیال رکھے۔ (۱)

خلاصہ کلام یہ ہے غلاموں اور زیر دستوں کے متعلق وہ سرمایہ دار اور صاحب ثروت اپنے رویے کا جائزہ لیں جو نوکروں چاکروں اور خادموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانا تو کجا ان کے پاس بیٹھنا بھی اپنی توہین اور کسرِ شان سمجھتے ہیں۔ وہ خود تو عالیشان بنگلوں کوٹھیوں، سردیوں گرمیوں کے قیمتی ملبوسات اور اعلیٰ قسم کے کھانوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں جبکہ ان کے خدام لنڈا بازار کے کپڑوں اور دال روٹی کو بھی ترستے ہیں۔ سرمایہ دار اور جاگیردار اپنے کتوں کے لئے سپیشل ڈاکٹرز رکھتے ہیں جبکہ غریب بے چارے خدام بیمار ہو جائیں تو بستر علالت پر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتے ہیں۔ کیا یہ خدام انسان نہیں ہیں؟ ان کے ساتھ یہ ناروا سلوک کیوں؟

ماضی قریب کے ایک بلند پایہ صوفی بزرگ میاں شیر محمد شرقپوریؒ کے متعلق ان کے عقیدت مندوں میں یہ واقعہ مشہور ہے جس کا یہاں ذکر کرنا اس مضمون کی اہمیت کو مزید واضح کر دے گا۔ آپ کی بارگاہ میں آپ سے ملنے کے لئے ایک گاؤں کے

(۱) حافظ محمد سعد اللہ، غریبوں کے والی: ۲۹۹

marfat.com

چوہدری، شرقپور شریف (نزد لاہور) حاضر ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ ان کے گاؤں کا ایک ''کمی'' خادم بھی تھا۔ پنجاب کے دیہاتوں میں غیر کاشتکار طبقہ کو لوگ ''کمی'' کہتے ہیں۔ حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے وقت اس نے اپنے ''کمی'' کو باہر ہی اپنے گھوڑے کے پاس چھوڑ دیا۔ جب میاں صاحب کی طرف انہیں کھانا پیش کیا گیا تو کہنے لگا کہ میرے کمی کے لئے باہر کھانا بھجوا دو۔ آپ نے فرمایا اسے بھی بلالو اور اکٹھے کھا لو لیکن اس نے کہا: وہ کمی ہے۔ اس کا کھانا ادھر ہی بھجوا دیا جائے۔ صوفیاء چونکہ سنت مصطفیٰ ﷺ کے بہت قریب ہوتے ہیں اس لئے میاں صاحب شرقپوریؒ، چوہدری کو سکھانے کے لئے اس کے خادم (کمی) کو بلواتے ہیں اور اپنے ساتھ کھلاتے ہوئے چوہدری سے کہتے ہیں:

میں بھی کمی ہوں اپنے نبی کا، اس لئے دو کمی اکٹھا کھاتے ہیں۔ آپ چوہدری ہیں آپ الگ کھائیں'' آپ کے اس عمل سے چوہدری بہت شرمندہ ہوا اور اس نے آپ سے اپنے اِس متکبرانہ اور متفخرانہ رویہ کی معافی مانگی۔

''مزدور کی مزدوری، پسینہ خشک ہونے سے پہلے۔'' ایک غریب پرور نظریہ

مزدور، ہر دور میں معاشرہ کا ایک مظلوم اور استحصال زدہ طبقہ رہا ہے یہاں تک کہ آج کے متمدن اور ترقی یافتہ دور میں بھی اس کے استحصال اور بے چارگی پر علامہ مرحوم کے اس شعر کا بجا طور پر اطلاق ہوتا ہے۔

تو قادرِ مطلق ہے مگر تیرے جہاں میں
ہیں تلخ بہت بندہ مزدور کے اوقات

مزدور بے چارہ ایک طرف تو اپنی معاشی تنگیوں کے باعث اپنے بیوی بچوں کا پیٹ پالنے اور ان کی تعلیم و علاج کی فکر میں مضطرب و پریشاں رہتا ہے تو دوسری طرف معاشرہ بھی اسے عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ مسکین نواز رسول اکرم ﷺ نے اس کی پریشانیوں کا ازالہ کرنے کے لئے نہ صرف محنت کی عظمت کو اجاگر کیا بلکہ عملاً ان سے محبت

marfat.com

کر کے معاشرے میں انہیں باعزت مقام عطا فرمایا۔ ایک طرف محبّ الفقراء والغرباء ﷺ نے الکاسب حبیب اللہ (محنتی اللہ کا دوست ہے) کہہ کر مزدوروں اور محنت کشوں کی حوصلہ افزائی فرمائی تو دوسری طرف ایک مزدور صحابی کے آبلہ دار ہاتھوں کو اپنے مبارک ہونٹوں سے بوسہ دے کر ان کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے۔ وہ مزدور، معاشرہ کے معززین جنہیں اپنے پاس بٹھانا بھی مناسب نہیں سمجھتے، اس کے ہاتھوں کو وہ عظیم شخصیت چومتی ہے جن کے قدموں کا بوسہ لینا جبریل بھی اپنے لئے باعث اعزاز سمجھتا ہے۔

آجر اور اجیر کے درمیاں ہر دور میں حقوق و فرائض کا معاملہ وجہ نزاع رہا ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے ایک فرمان کے ذریعے اس مسئلہ کا واضح حل عطا فرما دیا۔ آپ ﷺ کا مشہور زمانہ فرمان ایک طرف تو آجر کو مزدوروں کی خیر خواہی کی تعلیم دے رہا ہے تو دوسری طرف اجیر (مزدور) کو بھی اس کی ذمہ داری کا احساس دلا رہا ہے۔ معلم انسانیت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

اعطوا لاجیر اجرہ قبل ان یجف عرقہ (1)

''مزدور کو اس کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کر دو۔''

اس حدیث پاک سے درج ذیل دو امور خاص طور پر واضح ہو رہے ہیں۔

۱۔ آجر (کارخانہ دار، مل مالک) کو چاہئے کہ اپنے اجیر (مزدور) کا مناسب اور جائز معاوضہ بروقت ادا کر دے تا کہ وہ اپنی ضروریات زندگی مناسب پر پوری کر سکے۔

۲۔ اجیر (مزدور) کو بھی چاہئے کہ وہ اپنی روزی حلال کرنے کے لئے پوری دیانتداری اور فرض شناسی سے ڈیوٹی ادا کرے۔ وہ اپنی مفوضہ ڈیوٹی میں کام چور اور بددیانت نہ بنے۔ پسینہ آنا کنایہ ہے محنت و مشقت سے

مفکر اسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی، حضور ﷺ کی غریب

(1) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، ۲:۸۱۷، رقم: ۲۴۴۳

۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۶:۱۲۰، رقم: ۱۱۴۳

marfat.com

پروری کے عنوان سے، ایک نشری تقریر میں، مذکورہ حدیث پاک کے حوالہ سے اسلام کا انقلابی تصور پیش کرتے ہیں جس کی تلخیص ملاحظہ ہو۔

''دنیا کے غیر اسلامی معاشرے مطالبہ حقوق کے تصور پر قائم ہیں جبکہ اسلامی معاشرہ کی بنیاد ایتائے حقوق یعنی ادائیگی فرض کے تصور پر رکھی گئی ہے۔ یعنی ہر شخص اپنے حق کا مطالبہ کرنے کی بجائے صرف اپنے فرض کی ادائیگی پر مامور ہو۔ اجیر (مزدور) کا فرض ہے کہ وہ پوری صلاحیت اور استطاعت سے اپنے اوقات کار میں دیانتداری سے ذمہ داری نبھائے جبکہ آجر کا فرض ہے کہ محنت کش کی محنت اور اس کی ضروریات کے پیش نظر وقت مقررہ پر اس کا جائز معاوضہ ادا کرے۔ اگر معاشرہ اس پر عمل شروع کردے تو آئے روز کے جھگڑے اور احتجاج خود بخود ختم ہو سکتے ہیں۔ ہر شخص اپنے مقررہ اور معینہ فرض کو ادا کرنے پر مصر ہو تو ہر ایک کا حق از خود ادا ہوتا رہے گا۔ کیونکہ اپنے فرض کو پورا کرنا درحقیقت دوسرے کا حق ادا کرنے کے مترادف ہے۔ اسلام جس معاشرہ کی تشکیل چاہتا ہے اس کے افراد دوسروں کے پاس اپنا حق مانگنے نہ جائیں بلکہ دوسروں کے پاس چل کر ان کا حق دینے جائیں۔ اسی معاشرے کا نام اسلامی معاشرہ ہے جس میں کسی کا دستِ سوال کسی کے سامنے نہ اٹھے بلکہ دست عطا اٹھے۔ مگر کوئی سائل نہ ہو ہاتھ دینے کے لئے اٹھے مگر لینے کے لئے دامن نہ ہو۔ اگر حقوق کی ادائیگی کا ایسا موثر نظام عمل میں آجائے تو یہی اسلام کے اجتماعی نصب العین کے حصول کی ضمانت ہے۔''

محسنِ انسانیت رحمتِ دوعالم ﷺ کمزوروں غریبوں اور مزدوروں کے ملجا و ماوی رسول ﷺ نے انسانیت کو ایک ایسا نظام رحمت عطا فرمایا جس کا مقابلہ دنیا کا کوئی نظام، نظریہ اور فلسفہ نہیں کرسکتا۔ موجودہ دور کے معاشی نظریات پر اسلامی تصور کی فوقیت بیان کرتے ہوئے قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہر القادری اسلامی فلسفہ زندگی میں یوں رقمطراز ہیں:

''دنیا کے تمام غیر اسلامی معاشرے مطالبہ حقوق (Demand of Rights) کے تصور پر قائم ہوتے ہیں۔ اشتراکی معاشرے میں قومی جدوجہد کی بنیاد اجتماعی حقوق کے مطالبے پر قائم ہے۔ جس سے انفرادی حقوق کی نفی ہوتی ہے۔ اس طرح اجتماعی اور

marfat.com

انفرادی حقوق کے درمیان تصادم کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ جسے آج تک سرمایہ دارایت یا انفرادیتی فلسفہ صحیح طور پر رفع نہیں کر سکا۔

اشتمالی و اشتراکی معاشرہ ہو یا انفرادی و سرمایہ دارانہ، افراد اور معاشرے کے حقوق باہم متغایر اور جدا جدا ہو جاتے ہیں۔ دونوں میں یقیناً تضاد اور تصادم جنم لیتا ہے۔ جسے ان دونوں فلسفوں کے ذریعے دور نہیں کیا جاسکتا۔ اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ دونوں کی اساس عمل مطالبہ حقوق ہے۔ مطالبے کی ضرورت اسی وقت پیش آتی ہے جب کسی کا حق از خود ادا نہ ہو رہا ہو۔ لہٰذا جب اندریں صورت مطالبہ ہوتا ہے تو فریقین کے مفادات کے درمیان تصادم واقع ہو جاتا ہے۔ ہر کوئی اپنے حق کی ادائیگی کا مطالبہ کرتا ہے۔ نتیجۃً فرض کی ادائیگی نظر انداز ہو جاتی ہے چنانچہ جب فرض ادا کئے بغیر حق مانگا جانے لگے تو معاشرے میں زوال اور انحطاط ہی پیدا ہوتا ہے۔ اس کی بہتری متوقع نہیں ہوتی۔ اس وقت ہم اس صورتِ حال میں گرفتار ہیں۔ ہم میں سے ہر شخص اپنے حقوق کی بات کرتا ہے لیکن اپنے فرائض کی ادائیگی کی طرف کوئی بھی متوجہ نہیں ہوتا۔ یہی اندازِ فکر مادی ہے اور ایسے افراد ''مادی الذہن'' کہلاتے ہیں۔ اس اندازِ فکر نے معاشرے کو ایسی زندگی عطا کر دی ہے کہ نہ تو فرائض ادا ہو رہے ہیں اور نہ کسی کو صحیح طور پر اس کا حق مل رہا ہے کیونکہ فرض اور حق دونوں مترادف حقیقتیں ہیں۔ ہر شخص کا فرض دوسرے کا حق ہوتا ہے۔ جب فرض ادا نہ ہو تو کسی کا حق اسے کیونکر ملے گا۔ اس صورتِ حال نے پورے معاشرے کے افراد کے اندر مجموعی طور پر عدم تحفظ کا احساس پیدا کر دیا ہے۔ جب حقوق ادا ہونے کا سامان نہ ہو تو ہر شخص خود کو معاشی اور عمرانی طور پر غیر محفوظ تصور کرنے لگتا ہے اس وقت قومی سطح پر ہمارے اخلاقی انحراف کا سبب اور اصل علت اس قدر نفسانی تمرّد نہیں جتنا کہ معاشی اور عمرانی زندگی میں غیر محفوظ ہونے کا احساس ہے۔ جب تک انفرادی اور اجتماعی زندگی میں یہ احساس کلیۃً رفع نہیں ہو جاتا کسی بھی نظام حیات کے نفاذ سے اخلاقی انحراف کا رجحان ختم نہیں ہوسکتا۔ ہمارے معاشرے میں ہر شخص اپنے آپ کو معاشی اور عمرانی

marfat.com

زندگی میں غیر محفوظ تصور کرتا ہے کسی فرد کو اپنے جائز قانونی و اخلاقی حقوق اور مفادات ازخود محفوظ نظر نہیں آتے اور نہ فی الحقیقت کوئی انسان معاشرتی زندگی بسر کرتے ہوئے اپنے جائز حقوق اور قانونی مفادات سے دستبردار ہوسکتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر انسانی زندگی کا تمام تر انحصار ان جائز حقوق کے حصول اور قانونی مفادات کے تحفظ پر ہو اور معاشرہ کسی سطح پر بھی کسی شخص کے حقوق اور مفادات کے صحیح تحفظ کا ضامن نہ ہو تو ہر شخص اخلاقی انحراف کا مرتکب نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا۔ یہ اخلاقی انحراف دراصل ہر شخص کا رویہ خود غرضی ہے۔ ہر شخص اپنے جائز حقوق و مفادات کے تحفظ اور اپنی زندگی کی بقا و سلامتی کی ضمانت خود غرضی کے رویے سے حاصل کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آج ہر شخص کو خود غرضانہ اور مفاد پرستانہ فکر و عمل بالفعل زندگی کے ہر دائرے میں تحفظ مہیا کر رہا ہے ہیں ۔ یہی سبب ہے کہ ہر فرد خود غرضی کے تنگ حصار میں پابند رہنے پر مجبور رہے ۔ اگر کوئی شخص رویہ خود غرضی ترک کر دے اور اس کی زندگی کی جائز ضروریات تک پوری ہونے کی کوئی ضمانت نہ ہو تو وہ اپنے آپ کو اس غیر یقینی صورتِ حال میں کیونکر اور کہاں تک معلق رکھ سکتا ہے؟

ایتائے حقوق کا تصور اگر ہر شخص کی انفرادی و اجتماعی زندگی میں اساس عمل ہو تو یہ تمام افراد کو ان کی بقا کی حتمی و قطعی ضمانت مہیا کر دے ا۔ جب ہر شخص کے حقوق ترکِ خود غرضی سے کما حقہ پورے ہو رہے ہوں تو کوئی بھی انسان خود غرضی اور مفاد پرستی کے ذریعے اپنے حقوق کے تحفظ کی خاطر دوسروں کو ان کے حقوق سے محروم نہ کرنے پائے گا۔ اس استحصالی عمل کا خاتمہ صرف اسی فطری طریق سے ممکن ہے ورنہ وعظ و تلقین یا محض حدود و تعزیرات کے نظام سے اسے ختم نہیں کیا جاسکتا۔ ذرا غور و فکر سے کام لیا جائے تو پورے سماج کا اجتماعی عمل ایک مربوط زنجیر کی طرح سامنے آجاتا ہے۔ جب ہر شخص کی معیشت غیر یقینی ہو اور وہ قوت یقین اپنی خود غرضی، مصلحت کوشی اور وسیسہ کاری سے حاصل کر رہا ہو تو یقینا عمرانی زندگی میں غیر عادلانہ معیشت کا دور دورہ ہوگا۔ عیار اور مکار لوگ دجل و

marfat.com

فریب کے ذریعے امیر سے امیر تر ہوتے جائیں گے، سادہ اور دیانت دار طبقہ غریب سے غریب تر ہوتا جائے گا۔ یہ ایک منطقی عمل ہے جس کی طرف علامہ مرحوم نے یوں اشارہ فرمایا ہے:‘‘(۱)

مکر کی چالوں سے بازی لے گیا سرمایہ دار
انتہائے سادگی سے کھا گیا مزدور مات

غریب مقروض سے نرمی کی ترغیب

ایک غریب آدمی جب کسی مجبوری کے تحت قرض اٹھاتا ہے اپنی معاشی تنگیوں اور غیر متوقع اخراجات کے باعث وقتِ مقررہ پر قرض نہ لوٹانے کے باعث اسے بڑی ندامت اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے ایسے موقع پر اگر قرضدار اپنے قرض کی وصولی کے لئے سخت رویہ اختیار کرے اور اسے مہلت دینے سے انکار کر دے تو مقروض کی پریشانی کا اندازہ وہی شخص لگا سکتا ہے جو کبھی اس مرحلہ سے گزرا ہو۔ انسانیت سے پریشانیوں کے بوجھ اتارنے والے پیغمبر اکرم ﷺ نے ان حالات میں قرض خواہوں کو تعلیم دی ہے کہ وہ مقروض سے نرم رویہ اختیار کریں اور اگر وہ واقعی مجبوری کی بناء پر وقتِ مقررہ پر قرض نہیں لوٹا رہا تو اسے مزید مہلت دی جائے۔

ایک حدیث پاک میں حضور نبی اکرم ﷺ نے غریب مقروض کو مہلت دینے یا معاف کرنے کا اجر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

’’جس شخص نے کسی تنگدست مقروض کو (ادائیگی قرض کے لئے) مزید مہلت دی یا اسے بالکل معاف کر دیا تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کی مصیبتوں سے نجات عطا فرمائے گا۔‘‘

ایک دوسری حدیث پاک میں محسن انسانیت حضور نبی اکرم ﷺ نے سابقہ

(۱) ڈاکٹر محمد طاہر القادری، اسلامی فلسفہ زندگی: ۱۵۸۔ ۱۵۹

marfat.com

امتوں کے ایک آدمی کا واقعہ سنایا جو لوگوں کو قرض دیتا تھا۔ اس نے اپنے (وصول کنندہ) غلام سے کہہ رکھا تھا کہ جب کسی تنگدست کے پاس جاؤ تو اس سے نرمی کا برتاؤ کرتے ہوئے درگزر کرو یعنی اسے بالکل معاف کردو تاکہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ بھی ہم سے درگزر فرمائے۔ چنانچہ جب وہ (مالدار) شخص فوت ہوا اور اللہ کی بارگاہ میں پیش ہوا تو اللہ کریم نے، اُسے، تنگدست اور غریب مقروضوں سے نرمی برتنے پر معاف فرما دیا۔

فقراء کی محبت جنت کی چابی ہے

انیس الغرباء محب الفقراء جلیس المساکین امام المرسلین حضور نبی اکرم ﷺ نہ صرف خود اپنی امت کے فقراء سے محبت کرتے ان سے ہم مجلس ہوتے اگر کوئی دعوت کرتا تو قبول فرماتے بلکہ آپ لوگوں کو بھی ان سے محبت کی ترغیب فرماتے۔ ایک حدیث پاک میں فقراء و مساکین سے محبت کرنے کی اہمیت واضح کرتے ہوئے فرمایا:

لکل شی مفتاح و مفتاح الجنة حب المساکین و الفقراء (۱)

''ہر شے کی ایک چابی ہے اور جنت کی چابی مساکین وفقراء کی محبت ہے۔''

فقراء سے محبت کی طرف لوگوں کی توجہ مبذول کرانے کے لئے سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی کی اس روایت کو ملاحظہ کرنا بھی ضروری ہے جس میں سرکار دو عالم ﷺ غریبوں، کمزوروں، فقیروں اور ضعیفوں کی قدر و منزلت واضح کرنے کے لئے یوں ارشاد فرمایا:

ابغوالی ضعفاء کم (فی روایة الترمذی ابغونی فی ضعفاء کم) فانما ترزقون و تنصرون بضعفاء کم (۲)

---

(۱) ہندی، کنزالعمال، ۶: ۲۶۲

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع، ۴:۲۰۶، رقم: ۱۷۰۲

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵:۱۹۸، رقم: ۲۱۷۷۹

marfat.com

''میرے پاس اپنے غریب اور کمزوور لوگ ڈھونڈ کر لایا کرو۔ (امام ترمذی کی روایت کے مطابق اگر تم مجھے ڈھونڈنا چاہتے ہو تو مجھے غریب اور ضعیف لوگوں کے پاس تلاش کرو) کیونکہ تمہیں جو رزق دیا جاتا ہے اور دشمن کے مقابلے میں تمہاری جو مدد کی جاتی ہے وہ تمہارے انہی ضعیف لوگوں کے طفیل ہے۔''

سنن نسائی کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں۔

انما ينصر الله هذه الامة بضعيفها بدعوتهم و صلاتهم و اخلاصهم (۱)

''اللہ امت کے کمزور لوگوں کی دعاؤں، نمازوں اور اخلاص کی برکت ہی سے اس امت کی مدد فرماتا ہے۔''

اس حدیث پاک کے مطابق امیروں اور سرمایہ داروں کو غرباء پر کسی احسان جتلانے کی بجائے ان کا مرہون منت ہونا چاہیے۔ سرکار دو عالم ﷺ مساکین امت سے محبت کا اظہار اس دعا کی صورت میں بھی کیا کرتے

اللهم احيني مسكينا و امتني مسكينا و احشرني في زمرة المساكين يوم القيامة (۲)

''اے باری تعالیٰ! مجھے مسکین بنا کر زندہ رکھ، حالت مسکینی میں وفات دینا اور مسکینوں کے ساتھ ہی میرا حشر فرمانا۔''

دولت، برادری اور رنگ و نسل کوئی بڑائی یا فضیلت کا معیار نہیں

اللہ تعالیٰ نے کائنات کا تکوینی و انتظامی نظام چلانے کے لئے کسی کو مالدار بنایا تو کسی کو نادار، کسی کو سرمایہ دار بنایا تو کسی کو غریب، کوئی آقا ہے تو کوئی غلام، کوئی حاکم ہے تو کوئی محکوم، کوئی افسر ہے تو کوئی ماتحت، کوئی جاگیر دار ہے تو کوئی مزارع، اسی طرح باہمی تعارف اور پہچان کے لئے انسانوں کے مختلف قبیلے اور خاندان بنائے، مختلف قومیں اور

(۱) نسائی، السنن، ۶: ۴۵، رقم: ۳۱۷۸

(۲) ترمذی، الجامع، کتاب الزھد، ۴: ۵۷۷، رقم: ۲۳۵۲

marfat.com

نسلیں بنائیں، رنگ کے لحاظ سے کسی کو گورا پیدا کیا تو کسی کو کالا، علاقوں کے لحاظ سے کسی کو عرب میں پیدا کیا تو کسی کو عجم میں، کوئی مشرق میں پیدا ہوا تو کوئی مغرب میں، یہ تمام تفاوت و تغایر اس کائنات کو رنگین اور بارونق بھی بناتا ہے اور اس کے نظام کو چلانے میں بھی مددگار ہے کیونکہ

گلہائے رنگا رنگ سے ہے زینتِ چمن
اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب، اختلاف سے

❁❁❁

ایک صورت پر نہیں رہتا کسی شے کو قرار
ذوقِ جدت سے ہے ترکیبِ مزاجِ روزگار

رنگ و نسل، خاندان و قبیلہ، امیر و غریب اور حاکم و محکوم ہونا صرف تعارفی اور انتظامی مصلحتوں کے تحت تھا، کسی فضیلت اور بڑائی کا معیار نہ تھا۔ ربانی تعلیمات سے ناآشنا لوگوں یا انہیں بھلادینے والوں نے اسے عزت اور بزرگی کا معیار بنا دیا۔ دولت و اقتدار نسلی و خاندانی غرور نے غریبوں، مسکینوں، غلاموں اور ماتحتوں کو حقیر اور گھٹیا شہری سمجھا اور ان پر ہر طرح کے ظلم و زیادتی اور استحصال کو جائز سمجھا۔ محسن انسانیت اور گرے پڑے لوگوں کو عزت و تکریم عطا کرنے والے رسول ﷺ نے اس جھوٹے معیار فضیلت کے بت کو پاش پاش کر دیا اور قرآنی پیغام

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ○(۱)

''اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا فرمایا اور ہم نے تمہیں (بڑی بڑی) قوموں اور قبیلوں میں (تقسیم) کیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔

---

(۱) القرآن ،الحجرات، ۴۹: ۱۳

marfat.com

بیشک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو، بیشک اللہ خوب جاننے والا خوب خبر رکھنے والا ہے○''

کے ذریعے تقویٰ و پرہیزگاری کو بنائے فضیلت قرار دیا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر ایک تاریخ ساز خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اس تاریخی اعلان کے ذریعے رنگ و نسل کے بتوں کو پاش پاش کرتے ہوئے عزت و کرامت کا معیار، تقویٰ قرار دیا۔ ارشاد فرمایا:

یا ایھا الناس! ان ربکم و احد و ان اباکم و احد ، کلکم لآدم و ادم من تراب، اکرمکم عند اللہ اتقاکم و لیس لعربی علی عجمی فضل الا بالتقوی (۱)

''لوگو! تمہارا رب بھی ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک تم سب آدم سے ہو اور آدم مٹی سے تم میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے مکرم وہ ہے جو تم میں زیادہ متقی ہے۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں بجز تقوی کے۔''

حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی مؤثر دلنشیں اور انسان دوست تعلیمات کے ذریعے ایک ایسا مثالی معاشرہ قائم کیا جس میں لوگ بتان رنگ و خوں کو توڑ کر ملتِ واحدہ کے ممبر بن گئے۔ فارس سے آئے ہوئے سلمان، حبشہ کے بلال، روم کے صہیب، مکہ کے ابوبکر و عمر، عثمان و علی اور مدینہ کے معاذ و انس رضی اللہ عنہم سب بھائی بھائی بن گئے۔ امیر غریب، کالے گورے، عربی عجمی سب، بقول اقبال ،اس طرح کا منظر پیش کرنے لگے کہ

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز
صاحب و بندہ محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

(۱) ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۲: ۶۰۳

marfat.com

مولانا حالی اس نبوی معاشرے کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں

لگایا تھا مالی نے اک باغ ایسا
نہ تھا جس میں چھوٹا بڑا کوئی پودا
امیر اور لشکر کی تھی ایک صورت
فقیر اور غنی سب کی تھی ایک حالت
کنیز اور بانو تھیں آپس میں ایسی
زمانے میں مائی جائی بہنیں ہوں جیسی

غریب پرور رسول ﷺ نے دولت و برداری کی بنیاد پر امتیاز اور شرف کے بت کو یوں بھی پاش کیا کہ فتح مکہ کے موقع پر صدیوں بعد خانہ کعبہ شریف کو بتوں سے پاک کرنے کے بعد جب بیت اللہ شریف میں اذان کا وقت آیا تو حبشہ سے آئے ہوئے کالے رنگ کے ایک غلام بلال کو کعبہ کی چھت پر چڑھا دیا۔ بڑے بڑے خاندانی فضیلت اور اثر و رسوخ والے قریشی سردار نیچے تھے اور مکہ کی گلیوں میں مظالم سہنے والا بلالؓ، کعبہ کی چھت پر تھا۔ اسی طرح نابینا صحابی عبد اللہ بن مکتوم کو مسجد نبوی میں اپنا نائب بنانا اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ (ایک غلام زادے صحابی) کو لشکر کا سپہ سالار بنا دینا سرکار دوعالم ﷺ کی غریب پروری کی ایسی مثالیں ہیں، تاریخ جن کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

marfat.com

marfat.com

فصلِ ثالث

غمگسار رسول ﷺ

کا

غریب نواز نمونہ

marfat.com

marfat.com

غمگسار رسول ﷺ کا غریب نواز نمونہ

دنیا میں بے شمار رہنماء، مذہبی پیشوا، فلاسفر، دانشور، حکمران اور قائدین آئے جنہوں نے اپنے اپنے ادوار میں بڑے نظریات اور فلسفے پیش کیے۔ ان کی تعلیمات اور افکار ونظریات کو دیکھا جائے اور پھر ان کی عملی زندگی اور شب و روز کے معمولات و کردار کو دیکھا جائے تو نظریات و معمولات اور افکار و کردار میں واضح تفاوت دکھائی دے گا۔ تاریخ میں یہ کریڈٹ اور اعزاز صرف اور صرف حضرت عبد اللہ کے درِ یتیم، حضرت آمنہ کے لال، پیغمبر آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو جاتا ہے کہ نہ صرف یہ کہ جو کچھ کہا کر کے دکھایا بلکہ کیا پہلے، کہا بعد میں۔ آپ ﷺ کا عمل، آپ ﷺ کے قول کی تفسیر، آپ کا کردار، آپ ﷺ کی گفتار سے بڑھ کر دکھائی دیتا ہے۔ اہل مکہ کو قرآن کی دعوت دینے سے پہلے ۴۰ سال تک قرآن بن کر دکھایا۔ لوگوں کو صدق و امانت کی تعلیم دینے سے پہلے اپنے معاشرہ سے صادق و امین کا لقب پایا۔ لوگوں کو پانچ اوقات کی نماز کا حکم دینے سے پہلے خود ساری ساری رات کھڑے ہو کر عبادت گزاری کی۔ دوسروں پر ایک ماہ کے لئے سحری سے غروب آفتاب تک صیام رمضان لازم کرنے سے پہلے خود کئی کئی دن فاقے کئے۔ اپنے ماننے والوں کو اڑھائی فی صد زکوۃ کا حکم دینے سے پہلے خود سب کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کیا۔ خندق کھودتے وقت اگر کارکن پیٹ پر ایک پتھر باندھتے ہیں تو قائد دو پتھر باندھتا دکھائی دیتا ہے۔ اسی طرح محسنِ انسانیت، غریبوں کے مولی، یتیموں کے ملجا، فقیروں کے انیس، مسکینوں کے جلیس، نبی لجپال، پیغمبر انقلاب حضرت محمد ﷺ نے غریبوں سے ہمدردی اور مسکینوں سے غم گساری کی صرف تعلیمات ہی نہ دیں بلکہ اپنے مبارک عمل اور کردار سے رہتی دنیا تک ایسا نمونہ عطا فرمایا جس کی مثال پوری تاریخ میں

marfat.com

ڈھونڈے سے بھی کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ آپ ﷺ کی سیرت و سوانح کی کتب غریب پروری اور مسکین نوازی کی بے شمار مثالوں اور واقعات سے بھری پڑی ہیں۔ ان میں سے چند مثالیں ملاحظہ فرمایئے۔

شاہ عرب ﷺ کی فقیرانہ و زاہدانہ زندگی اور ''الفقر فخری''

سرکار دو جہاں، والی کون و مکاں، سید الثقلین، نبی الحرمین، امام القبلتین، انیس الغرباء، جلیس الفقراء حضور سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ نے ساری زندگی انتہائی فقر و فاقہ، سادگی اور قناعت سے گزاری۔ دو دنوں سے لے کر دو دو مہینوں تک گھر میں چولہا نہ جلتا تھا، پانی اور چھواروں پر گزارا ہوتا۔ رات کا اکثر حصہ عبادت و ریاضت اور قیام و سجود میں گزارنے کے بعد آرام کرنے کے لئے گھر میں کوئی نرم و گداز بیڈ نہ تھا بلکہ کھردری چارپائی یا چٹائی پر آرام فرماتے جس سے پھول کی پتیوں سے بھی زیادہ نرم و نازک جسم مقدس پر نشان پڑ جاتے۔ کچی اینٹوں اور مٹی کے گارے سے لیپ کئے ہوئے کاشانۂ نبوی میں کبھی رات کو دیا نہ ہوتا اور اگر دیا میسر ہوتا تو اس میں جلانے کے لئے تیل دستیاب نہ ہوتا۔ خورد و نوش بود و باش اور لباس و مکان میں سادگی و قناعت (اس کی مزید تفصیلات آئندہ صفحات پر آرہی ہیں) اُس عظیم شخصیت نے اپنائی ہوئی تھی جس کے ہاتھ میں زمین کے خزانوں کی کنجیاں تھیں، جو لاکھوں مربع میل سلطنت کا ہر لحاظ سے بااختیار حکمران تھا، جس کے دربار میں غنیمت و عشر اور خمس و خراج کی رقوم کے ڈھیر آتے تھے جس کے دربار میں اطراف و اکناف سے ہدایا و تحائف آتے تھے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کے ایک اشارۂ ابرو پر اس کے پیروکار اپنا تن من دھن سب کچھ وار دینا اپنی زندگی کی سب سے بڑی سعادت سمجھتے تھے۔

قبضہ میں جن کے ساری خدائی
ان کا بچھونا ایک چٹائی

marfat.com

وہ بھی جی بھر کے نہ سونا
صلی اللہ علیہ وسلم
شاہ و گدا و اسود و احمر
ان کی نظر میں سب ہیں برابر
ان کا لقب ہے رحمتِ عالم
صلی اللہ علیہ و سلم

پیغمبر اکرم ﷺ کی یہ فقیرانہ و زاہدانہ زندگی،ایک طرف تو ''الفقرُفخری''(فقر میرا فخر ہے) کا مظہر تھی تو دوسری طرف امت کے فقیروں، مسکینوں، تنگدستوں اور پریشاں حالوں کی دلی تسکین بھی اس سے وابستہ تھی۔ حافظ محمد سعداللہ، اپنی تصنیف غریبوں کے والی میں سرکار دو جہاں کی فقیرانہ زندگی اپنانے کا سبب بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''غریب اور معاشی طور پر کمزور لوگوں کے ساتھ ہمدردی و خیر خواہی اور غم خواری کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ انسان اپنے معیارِ زندگی کو ان سے بلند نہ ہونے دے۔کھانے پینے، کپڑے پہننے اور بود و باش میں گنجائش کے باوجود ان سے بلند ہونے کی کوشش نہ کرے ورنہ ان کے دلوں میں مالی پریشانیوں پر مزید رنج والم اور دکھ و تاسف کے جذبات پیدا ہوں گے۔ اگر ان کا سردار رئیس یا بڑا آدمی بھی انہی کی طرح مکانوں میں رہتا ہے۔ انہی کی طرح پھٹے پرانے کپڑے پہنتا ہے، انہی کی طرح روکھا سوکھا کھاتا ہے،انہی کی طرح فاقے برداشت کرتا ہے تو فطری اور نفسیاتی طور پر انہیں حوصلہ ملتا ہے۔ ان میں احساس کمتری پیدانہیں ہوتا۔ غالبًا اسی انسانی نفسیات کو مدنظر رکھتے ہوئے اور اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال پر غرباء اور ضرورت مندوں کو ترجیح دیتے ہوئے آپ ﷺ نے فقر و فاقہ کی صبر آزما روش اختیار فرمائے رکھی۔ اس سے بڑھ کر فقراء و مساکین کے ساتھ اور کیا

marfat.com

ہمدردی اور موافقت ہوسکتی ہے کہ اس سرور دو عالم ﷺ نے بارگاہِ ایزدی میں یوں دعا کی

اللھم احینی مسکینا و امتنی مسکینا و احشرنی فی زمرۃ المساکین (۱)

''اے اللہ! مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ، مسکینی کی حالت میں وفات دینا اور مساکین کے گروہ میں ہی میرا حشر فرمانا۔'' (۲)

حضور نبی اکرم ﷺ کی فقیرانہ زندگی اور آپ ﷺ کے ''زہد فی الدنیا'' کی کچھ جھلکیاں دکھانے کے لئے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ کی کتاب ''اسلامی فلسفہ زندگی'' سے حیات نبوی ﷺ کا نجی، عائلی اور معاشرتی پہلو اور نمونہ کمال نقل کیا جاتا ہے۔ پڑھ کر آپ کو اندازہ ہوگا کہ سرکارِ دوعالم ﷺ کی جن مسکین نواز تعلیمات کا ذکر گذشتہ صفحات پر کیا گیا ان کا نمونہ کمال آپ ﷺ کی ذات مقدسہ میں، بے مثال انداز میں دیکھا جاسکتا ہے۔

حیاتِ نبوی ﷺ کا نجی پہلو اور نمونہ کمال

حضرت خدیجہ الکبریٰؓ عرب کی سب سے زیادہ مالدار عورت تھیں۔ آپؓ کا سامانِ تجارت شام کی منڈیوں تک فروخت ہوتا تھا۔ جب وہ حضور علیہ السلام کے عقدِ مبارک میں آئیں تو انہوں نے سارا مال دولت نبی اکرم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں نذر کرتے ہوئے آپ کے مشن پر خرچ کرنے کا عزم کرلیا۔ لہٰذا یہ شادی دیگر مصلحتوں اور حکمتوں کے علاوہ اس لحاظ سے بھی نمایاں اہمیت کی حامل تھی کہ اس سے حضور علیہ السلام کی معاشی زندگی میں آسودگی کا سامان فراہم ہوگیا۔ اسی امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن مجید کی سورۃ الضحیٰ کی آخری آیات میں ارشاد فرمایا گیا ہے: (ترجمہ ملاحظہ ہو)

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع، ۴:۵۷۷، رقم: ۲۳۵۲

۲۔ قسطلانی، المواھب اللدنیہ، ۲: ۳۹۱

(۲) حافظ محمد سعد اللہ، غریبوں کے والی: ۲۵۷۔ ۲۵۸

marfat.com

''اور اس نے آپ کو (وصالِ حق کا) حاجت مند پایا تو اس نے (اپنی لذت دید سے نواز کر ہمیشہ کے لئے ہر طلب سے) بے نیاز کر دیا۔ سو آپ بھی کسی یتیم پر سختی نہ فرمائیں اور (اپنے در کے) کسی منگتے کو نہ جھڑکیں'' (۱)

لہٰذا حضور نبی اکرم ﷺ کے ظاہرًا مالدار ہو جانے کا ثبوت بھی خود نص قرآنی سے میسر آ گیا لیکن ساتھ ہی ایسے طرزِ عمل کو اپنانے کی تلقین کی گئی جس کے باعث آنحضرت ﷺ کی حیاتِ طیبہ عالمِ انسانیت کے لئے نمونہ کمال قرار پا گئی۔ ایک طرف حضور علیہ السلام کے غنی اور مالدار ہو جانے کا ذکر ہے دوسری طرف اپنی دولت اور نعمت الٰہیہ کا فیضان ہر ضرورت مند اور طلبگار میں لٹا دینے کا حکم ہے۔ احادیث اور سیر کی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے اس اذنِ الٰہی کو اپنی عملی زندگی میں ایسا مقام دیا کہ سب کچھ مستحقین اور غرباء و مساکین میں تقسیم فرما دیا۔ یہاں تک کہ دوسروں کا فقر و فاقہ مٹانے کی خاطر اپنی ساری زندگی فقر و فاقہ میں گزار دی۔ اگر کسی کو بھی ایک لقمے کا بھی حاجتمند پایا تو وہی لقمہ اسے دے کر خود اس کے بغیر وقت بسر فرماتے رہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے معاشرے کے ضرورت مند افراد کی خاطر جس طرز کی زندگی خود بسر فرمائی اس کی نظیر دنیائے انسانیت میں ابدالآباد تک نہیں مل سکتی۔

۱۔ نعمان بن بشیر بیان کرتے ہیں:

الستم فی طعامٍ و شرابٍ ما شئتم لقد رایت نبیکم وما یجد من الدقل ما یملا بطنہ (۲)

''اے لوگو! کیا تمہیں تمہاری ضرورت کے مطابق کھانا پینا میسر نہیں ہے؟ بے شک میں نے تمہارے نبی ﷺ کو دیکھا ہے ان کے پاس اس قدر سوکھی کھجور بھی نہ ہوتی تھی جس سے آپ کا پیٹ بھر سکتا۔

(۱) القرآن، الضحیٰ: ۸۔ ۱۱

(۲) ترمذی، الجامع، ۴: ۵۸۶، رقم: ۲۳۷۲

marfat.com

۲۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

ما شبع رسول اللہ ﷺ من خبز الشعیر یومین متتابعین حتی قبض (۱)

''رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات تک کبھی متواتر دو دن جو کی روٹی سے بھی سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا۔''

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک دن کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے۔ ان کے پاس بکری کا گوشت پکا ہوا تھا۔ انہوں نے آپ کو کھانے کی دعوت دی لیکن آپ نے معذرت کر لی اور فرمایا:

خرج النبی ﷺ من الدنیا ولم یشبع من خبز الشعیر (۲)

''حضور ﷺ نے (ایسی حالت میں) وصال فرمایا کہ کبھی بھی جو کی روٹی سیر ہو کر تناول نہ فرمائی''

۴۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

شکونا الی رسول اللہ ﷺ الجوع فرفعنا عن حجرٍ فرفع رسول اللہ ﷺ عن بطنہ عن حجرین (۳)

''ہم نے حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر (کئی دنوں کے) فاقے کا ذکر کیا اور ہم میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے پیٹ پر سے کپڑا ہٹا کر ایک ایک پتھر بندھا ہوا آپ ﷺ کو دکھایا۔ یہ دیکھ کر حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے بطن مبارک سے کپڑا ہٹایا تو اس پر (فاقے کا اثر زائل کرنے کے لئے)

(۱) ترمذی، الجامع، ۴: ۵۷۹، رقم: ۲۳۵۷
(۲) بخاری، الصحیح، کتاب الاطعمہ، ۵: ۲۰۶۶، رقم: ۵۰۹۸
(۳) ترمذی، الجامع، ۴: ۵۸۵، رقم: ۲۳۷۱

marfat.com

دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔"

اور اگر آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں کوئی چیز پیش کی جاتی تو اسے بچا کر رکھنا مناسب نہ سمجھتے۔

۵۔ حضرت انس ﷺ روایت کرتے ہیں

کان النبی ﷺ لا یدخر شیئًا لغدٍ (۱)

"حضور نبی اکرم ﷺ کوئی چیز بھی صبح کے لئے بچا کر نہ رکھتے تھے۔"

آپ غور فرمائیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا ذاتی سرمایہ و دولت جو مکی زندگی میں بذریعہ تجارت حضور نبی اکرم ﷺ نے خود کمایا تھا جو خدیجہ الکبریٰ کے اموال تجارت کی صورت میں آپ کو ملا تھا، جو مدنی زندگی میں اموال غنیمت اور اموال فے کے حصص کے طور پر آپ کو ملتا رہتا تھا اور جو مدنی زندگی ہی میں کبھی کبھار محدود پیمانے پر کاروبار اور تجارت کے ذریعے وصول ہوتا تھا۔ سب کا سب کہاں گیا۔ اگر حضور نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے شب و روز کا بنظرِ غائر جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ آپ نے اپنی ساری دولت معاشرے کے مستحق افراد کے معاشی تعطل کو ختم کرنے اور ان کی تخلیقی جدوجہد کو بحال کرنے پر خرچ کر دی تھی۔ یہ عمل احسان و انفاق، آپ ﷺ کی ساری زندگی میں، اس درجہ کمال پر، اس طرح جاری رہا کہ خود فقر و فاقہ کی حالت کو اپنا لیا اور دوسروں کو اس سے بچانے کا سامان فراہم کر دیا۔

حیاتِ نبوی ﷺ کا عائلی پہلو اور نمونہ کمال

اگر کوئی شخص اپنی ذاتی زندگی، ایثار و قربانی کے اس منتہائے کمال تک تو پہنچا دے لیکن وہ اپنے اہل و عیال کی تربیت اس ڈھب پر نہ کر سکا ہو کہ وہ اس راستے کے مصائب و آلام کو خندہ پیشانی کے ساتھ قبول کر سکیں تو اندریں صورت اس شخص کی عائلی

(۱) ترمذی، الجامع، ۴: ۵۸۰، رقم: ۲۳۶۲

marfat.com

زندگی اس کے مشن میں تقویت کا باعث ہونے کی بجائے قدم قدم پر اس کے لئے مشکلات کا باعث بنتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ راہِ حق میں قدم رکھنے سے پہلے اپنے اہل و عیال کو بھی پیکر ایثار و احسان بنا لیا جائے۔ ان کی سیرت و کردار کو بھی اسی رنگ میں رنگ لیا جائے جس سے اس کی اپنی زندگی آراستہ ہے اور ان کے فکر و نظر کے پیمانے بھی وہی مقرر کر دیئے جائیں جو خود اسے نصیب ہو چکے ہیں، اس طرح اس کے راستے کی نہ صرف بہت سی رکاوٹیں از خود دور ہو جائیں گی بلکہ اس کی جدوجہد کو ہر گھڑی تازگی اور تقویت میسر آتی رہے گی۔ آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس اور ان کی نجی زندگی جس قدر بلند و برتر نمونہ کمال کی حامل تھی آپ کی عائلی زندگی بھی اسی عظمت و رفعت کی آئینہ دار تھی۔ آپ کی ازواج مطہرات اور اولاد اطہار نے ایثار و انفاق کی روش کو اپنی حقیقی زندگی کے طور پر اس طرح قبول کر لیا تھا کہ ان کے شب و روز کا عالم بھی حضور نبی اکرم ﷺ ہی کی طرح فقر و فاقہ کا مظہر بن گیا تھا۔ اس کی شہادت میں چند روایات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک مرتبہ گوشت اور روٹی پر مشتمل کھانا رکھا گیا تو وہ رو پڑے اور فرمانے لگے:

خرج النبی ﷺ من الدنیا و لم یشبع هو و اهل بیته من خبز الشعیر

''حضور علیہ السلام دنیا سے اس حال میں رخصت ہوئے کہ آپ اور آپ کے اہل و عیال نے کبھی بھی جو کی روکھی روٹی سے سیر ہو کر کھانا نہ کھایا تھا۔''

۲۔ حضرت عائشہ کی اس روایت سے مذکورہ بالا حقیقت کی تائید ہوتی ہے:

ماشبع ال محمد ﷺ من خبز الشعیر یومین متتابعین حتی قبض رسول اللہ ﷺ (متفق علیه) (۱)

''آل نبی ﷺ نے حضور علیہ السلام کی وفات تک جو کی روٹی سے بھی مسلسل

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب الزہد، ۴: ۲۲۸۲، رقم: ۲۹۷۰

marfat.com

دو دن سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا۔“

۳۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے:

لقد کان یاتی علی اٰل محمدٍ ﷺ الشهر لم یرٰی فی بیتٍ من بیوته الدخان (۱)

”اہل بیت نبوی ﷺ پر بسا اوقات ایک ایک مہینہ گزر جاتا مگر حضور نبی اکرم ﷺ کے گھروں میں سے کسی ایک گھر میں بھی دھواں اٹھتا دکھائی نہ دیتا تھا۔“

۴۔ اسی حالت کا تذکرہ ایک اور حدیث میں اس طرح ملتا ہے:

انا کنا اٰل محمدٍ ﷺ نمکث شهرًا ما نستوقد بنارٍ ان هو الا الماء والتمر (۲)

”ہم اہل بیت نبوی ﷺ ہیں اور ہمارے شب و روز کا یہ عالم ہے کہ ہم پر پورا پورا مہینہ گزر جاتا تھا مگر ہمارے گھر کے چولہے میں آگ نہیں سلگتی تھی۔ ہمارے کھانے کے لئے سوائے کھجور اور پانی کے اور کوئی غذا نہ ہوتی۔“

۵۔ امام یوسف بن اسماعیل نبہانی نقل فرماتے ہیں کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جب عروہ سے ارشاد فرمایا: اے بھتیجے! خدا کی قسم ہم ایک چاند دیکھتے ہیں۔ پھر وہ مہینہ ختم ہو جاتا ہے دوسرا چاند دیکھتے ہیں وہ بھی ختم ہو جاتا ہے، پھر تیسرے مہینے کا چاند دیکھتے ہیں مگر حضور نبی اکرم ﷺ کی ازواج کے گھروں میں چولہا نہیں جلتا۔ تو عروہ نے عرض کیا خالہ جان! پھر آپ لوگوں کا گزر کیسے ہوتا ہے؟ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کھجور اور پانی سے، ہمارے دو انصاری ہمسایہ ہیں جو

---

(۱) ابن ماجہ، السنن، ۲:۱۳۸۸، رقم:۴۱۴۵

(۲) ترمذی، السنن، ۴:۶۴۵، رقم:۲۴۷۱

marfat.com

صاحب وسعت ہیں وہ کبھی کبھی دودھ وغیرہ بھیج دیتے ہیں تو ہم حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں پیش کر دیتے ہیں۔

۶۔ امام ترمذی حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام اپنے گھر میں کبھی بھی کوئی چیز صبح کے لئے بچا کر نہ رکھتے تھے۔ حضور علیہ السلام جب رات کا کھانا تناول فرما لیتے تو صبح کے لئے کچھ نہ ہوتا اور اگر صبح کا کھانا تناول فرما لیتے تو رات کے لئے کچھ نہ ہوتا۔

كان النبى لا يدخر شيئًا لغدٍ (۱)

۷۔ ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں:

ماشبع رسول الله ﷺ و اهله ثلاثا تباعًا من خبز البر حتى فارق الدنيا (۲)

''حضور علیہ السلام اور آپ کی ازواج نے تادم وفات کبھی بھی تین وقت کا کھانا پے در پے نہیں کھایا۔''

۸۔ عبداللہ بن عباس روایت کرتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ يبيت الليالى التتابعة طاويًا واهله لا يجدون عشاء و كان اكثر خبزهم خبز الشعير (۳)

''حضور نبی اکرم ﷺ اور آپ کے اہل وعیال کئی کئی راتیں اور دن مسلسل بغیر کھائے اس طرح گزار دیتے کہ ان کے پاس رات کا کھانا بھی نہ ہوتا، ویسے ان کا کھانا اکثر جو کی روٹی ہوتا تھا۔''

---

(۱) ترمذی، السنن، ۴: ۵۸۰، رقم: ۲۳۶۲

(۲) ترمذی، السنن، ۴: ۵۷۹، رقم: ۲۳۵۸

(۳) ترمذی، السنن، ۴: ۵۷۹، رقم: ۲۳۵۸

marfat.com

فقر محمدی ﷺ اضطراری نہیں، اختیاری تھا

مذکورہ بالا احادیث اور اقوالِ صحابہ سے اس امر کا بخوبی علم ہوگیا کہ آنحضرت ﷺ کی نجی اور عائلی زندگی کا عالم کیا تھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی فقر و فاقہ پر مبنی اس زندگی کا نقشہ دیکھ کر کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ یہ حالت اضطراری تھی۔ آپ ﷺ مجبور و بے بس تھے۔ آپ کو اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے کھانے کو کچھ میسر ہی نہ آتا تھا۔ لہٰذا کچھ نہ پاتے ہوئے زندگی اس فقر سے عبارت ہوگئی تھی۔ نہیں نہیں یہ تصور شانِ رسالت مآب ﷺ سے ناآشنائی کی بنا پر پیدا ہوسکتا ہے۔ اگر اضطراری حالت میں بامرِ مجبوری فاقہ آئے اور زندگی اس حال میں بسر ہو تو یہ کوئی ایسا کمال نہیں جو انسانیت کے لئے ابدالآباد تک نمونہ قرار پاسکے۔ انسان کچھ نہ پاتے ہوئے خاموشی سے وقت گزار لے تو یہ مقامِ صبر ہے۔ جو اپنی جگہ ایک فضیلت ہے لیکن سرورِ دو عالم ﷺ تو مقامِ صبر کے بجائے مقامِ شکر کی بھی ان بلندیوں پر فائز تھے جہاں مردِ حق کے لئے صبر ایک ادنیٰ درجہ رہ جاتا ہے۔

کچھ نہ ہوتے ہوئے فاقہ کرنا اتنی عظمت کی بات نہیں جتنی کہ سب کچھ ہوتے ہوئے فاقہ کرنا ہے۔ جیسا کہ کمزوری و ناتوانی کے سبب کسی زیادتی کرنے والے کو معاف کر دینا اتنی بڑی فضیلت نہیں جتنی کہ طاقتور اور مضبوط استعداد کا مالک ہوتے ہوئے کسی کو معاف کرنا ہے۔ لہٰذا فقر اضطراری میں وہ کمال مضمر نہیں جو فقر اختیاری میں ہے حضور نبی اکرم ﷺ کی وہ عظمت جو ہمیشہ کے لئے عالمِ انسانیت کے سامنے نمونہ کمال کے طور پر موجود رہے گی یہ ہے کہ آپ نے سب کچھ ہوتے ہوئے اپنے اور اپنے گھر کے لئے فقر و فاقہ کو منتخب فرما لیا۔ باری تعالیٰ نے آپ کو دنیا و آخرت کی تمام نعمتوں کا تقسیم کرنے والا بنایا تھا۔ آپ کو دنیوی خزانوں کی دولت سے بھی بہرہ ور فرمایا تھا جیسا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے اپنے ارشاد سے ثابت ہے۔ جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے:

ان رسول اللہ ﷺ قال بعثت بجوامع الکلم و نصرت بالرعب و

marfat.com

بینا انا نائم رایتنی اُتیت بمفاتیح خزائن الأرض فوضعت فی یدی(۱)

''بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمام کلاموں کی جامعیت کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہوں، میری مدد رعب اور دبدبہ و جلال سے کی گئی ہے اور میں نے حالتِ خواب میں دیکھا کہ میرے پاس زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھ میں دیدی گئیں۔''

اس امر میں کوئی شک نہیں کہ انبیاء علیھم السلام کے خواب وحی الٰہی اور زندہ حقیقت ہوتے ہیں۔ اس لئے آپ کو دنیا کے تمام خزانوں اور نعمتوں کے تملّک و تقسیم کا شرف فی الحقیقت عطا کیا گیا تھا نہ کہ محض بشارت یہی وجہ تھی کہ آپ کو بلا تخصیص یہ حکم بھی دیا گیا: وَ اَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ (الضحیٰ)

بس اسی قرآنی حکم کی تعمیل میں آپ ﷺ نے دنیوی مال و دولت کے تمام ذرائع اور وسائط خلق خدا کی بہتری اور فلاح و بہبود پر خرچ کر دیئے اور خود ساری زندگی اپنے لئے حالتِ فقر کو منتخب کیے رکھا۔ جو کچھ بھی مختلف وسائل سے میسر آتا بجائے اپنے اوپر خرچ کرنے کے معاشرے کے، دیگر افراد پر خرچ فرمادیتے۔ انما انا قاسم واللہ یعطی. (بخاری) کے مصداق سب کچھ سائلین و محرومین میں تقسیم فرمادیتے اور خود شکر و تفویض کے اس مقام پر فائز تھے کہ فقر و فاقہ میں لطف محسوس کرتے ظاہراً او باطناً کسی لحاظ سے بھی آپ مجبور بے بس اور تنگدست نہ رہے تھے کیونکہ آپ کی غناء و دولت مندی پر نصِ قرآن شاہد عادل ہے:

وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَاَغْنٰى (۲)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجهاد، ۳: ۱۰۸۷، رقم: ۲۸۱۵

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب مساجد، ۱: ۳۷۱، رقم: ۵۲۳

(۲) القرآن، الضحی، ۹۳: ۸

marfat.com

’’اور اس نے آپ ﷺ کو (ابتداء میں) ضرورت مند پایا، پس اس نے آپ کوغنی اور مالدار کر دیا۔‘‘

قرآن جس کی غنا اور دولت مندی کی شہادت دے اس ہستی کے گھر میں تین تین ماہ تک آگ کا نہ جلنا نمونہ کمال کا نقطہ آخریں نہیں تو اور کیا ہے؟ اس حقیقت کی عملی تائید حضور نبی اکرم ﷺ کے اس معاشرتی طرزِ عمل سے ہوتی ہے جس کا تذکرہ احادیث میں کثرت کے ساتھ ملتا ہے۔

حیاتِ نبوی ﷺ کا معاشرتی پہلو اور نمونہ کمال

معاشرتی زندگی میں حضور نبی اکرم ﷺ کا طرزِ عمل نفع بخشی، فیض رسانی اور ایثار و انفاق کا اس قدر نمونہ کامل تھا کہ آپ نے معاشرے سے فقر و فاقہ اور معاشی تعطل رفع کرنے کے لئے اپنی ساری کی ساری دولت لٹا دی تھی۔ اس حقیقت کا اندازہ حضور نبی اکرم ﷺ کے اس ارشادِ گرامی سے ہوتا ہے جسے حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت کیا:

قال رسول الله ﷺ لو كان لي مثل أُحَدٍ ذهبًا لسّرني أن لا تمرّ علي ثلاث ليالٍ و عندي منه شيئًا الّا شيءٌ ارصِدُهُ لِدَيْنٍ (۱)

’’آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میرے پاس احد کے پہاڑ کے برابر سونا ہوتو مجھے اس بات میں دلی مسرت ہوگی کہ تین راتیں گزرنے سے پہلے اس میں سے کچھ نہ بچے سوائے اس کے کہ جس سے میں قرض ادا کرسکوں۔‘‘

یہ تھا حضور نبی اکرم ﷺ کا وہ اصولِ زندگی جس نے آپ ﷺ کے طرزِ عمل کو ابدالآباد تک نمونہ کمال بنا دیا۔

قرآن حکیم نے اہل ایمان کو دوسروں کے لئے ایثار و انفاق پر آمادہ کرنے کی خاطر یہ حکم دیا تھا:

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الرقاق، ۵:۲۳۶۸، رقم: ۶۰۸۰

marfat.com

یَسْئَلُونَکَ مَاذَا یُنْفِقُونَ قُلْ مَا اَنْفَقْتُمْ (۱)

''آپ سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں فرما دیجئے جو کچھ تمہاری ضرورتوں سے زائد ہے، کو خرچ کرو۔''

حضور نبی اکرم ﷺ نے اس حکم الٰہی کی جو تفصیلی صورت صحابہ سے بیان فرمائی وہ درج ذیل ہے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سفر کے دوران حضور نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا:

من کان عندہ فضل ظهر فلیعد به علی من لا ظهر له و من کان عندہ فضل زاد فلیعد به علی من لا زادله حتی ظننا انه لا حق لا حد منا فی الفضل (۱)

''تم میں سے جس کے پاس ضرورت سے زائد کپڑا ہو وہ اس شخص کو لوٹا دے جسے اس کی ضرورت ہے اور جس کے پاس ضرورت سے زائد کھانا ہو وہ اس شخص کو لوٹا دے جسے اس کی ضرورت ہے (حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں) حتی کہ ہم نے یہ سمجھا کہ زائد از ضرورت کسی چیز میں بھی ہمارا کوئی حق نہیں ہے۔''

''فَلْیَعُدْ بِہٖ'' کے حکم کا فلسفہ

اس ارشاد نبوی ﷺ نے ایک ایسے نمونہ عمل کی بنیاد فراہم کر دی جس کے ذریعے صحیح اسلامی معاشرت کی نہ صرف تشکیل بلکہ تکمیل کی ضمانت میسر آسکتی ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ حکم ایسی حالت میں دیا گیا تھا جب معاشی تفریق' طبقاتی تفاوت کا باعث ہو سکتی تھی۔ کچھ لوگ ایسے تھے جن کے پاس ضرورت سے زائد بچ رہتا تھا۔ اور کچھ ایسے تھے جو ان بنیادی ضرورتوں سے بھی محروم تھے۔ یہ امتیاز معیشت اگر اسلام کے لئے قابل

(۱) القرآن، البقرہ، ۲:۲۱۵۔

(۲) ابو دائود، السنن، ۲:۱۲۵، رقم:۱۶۶۳

marfat.com

قبول ہوتا اور اس کے باقی رہتے ہوئے اسلامی اقدار کا پنپنا ممکن ہوتا تو حضور نبی اکرم ﷺ ایسا وجوبی اور صریح حکم کبھی بھی صادر نہ فرماتے۔ پھر جناب رسالت مآب ﷺ کے مبارک الفاظ قابل غور ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

فلیعد به علی من لا ظهر له فلیعد به علی من لا زادله

''ضرورت سے زائد کپڑا اس شخص کو لوٹا دو جس کے پاس ضرورت کے مطابق نہیں ہے اور ضرورت سے زائد کھانا اس شخص کو لوٹا دو جس کے پاس ضرورت کے مطابق نہیں ہے۔''

یہاں دونوں مرتبہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ''لوٹا دینے'' کا حکم صادر فرمایا ہے۔ یہ نہیں کہا کہ ضرورتمند کو دے دو۔ اگر الفاظ پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ لوٹایا تو اسی چیز کو جاتا ہے جو پہلے آئی بھی اسی سمت سے ہو۔ اگر کوئی چیز اس سمت سے پہلے نہ آئی ہو تو پھر ''دینے'' کا لفظ استعمال کرتے ہیں ''لوٹانے'' کا نہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ لفظ منتخب فرمانا خالی از حکمت نہ تھا۔

حضور نبی اکرم ﷺ دراصل صحابہ کرام کو یہ باور کرانا چاہتے تھے کہ جب معاشرے میں معاشی تفاوت کا عالم یہ ہو کہ بعض کے پاس ضرورتوں سے بہت زیادہ ہو اور بعض کو بنیادی ضرورتیں بھی میسر نہ ہوں تو اہل ثروت کو یہ جان لینا چاہئے کہ جو کچھ ان کے پاس ان کی ضرورتوں سے زائد ہے وہ یقیناً کسی نہ کسی کا حق چھن کر آیا ہے خواہ حق تلفی کا یہ عمل بالواسطہ یا بلا واسطہ لیکن اتنی بات اٹل ہے کہ وہ کسی ضرورت مند کا حق تھا جو کسی نہ کسی صورت میں اہلِ دولت کے پاس ان کی ضرورتوں سے زائد بچا پڑا ہے۔ اگر ہر شخص کو اس کا حق مل جاتا تو کسی کے پاس اس قدر زائد نہ بچتا۔ اس لئے حکم فرمایا گیا۔ ''فلیعد به'' یہ لوٹا دو اس شخص کو جس کا حق ہے اور چھن کر تمہارے پاس آن پہنچا ہے۔

۳۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے پیش کردہ نمونہ کمال کی عملی جھلک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث سے ملتی ہے اور اس بات کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی زندگی

marfat.com

فقر و فاقہ میں کیوں بسر ہوتی تھی۔ وہ فرماتے ہیں۔

فلما فتح الله عليه الفتوح فقال انا اولى بالمؤمنين من انفسهم فمن توفی من المؤمنين فترك دينا فعلي قضاؤه ومن ترك مالا فهو لورثته (۱)

''جب فتوحات کے ذریعے حضور نبی اکرم کے وسائل کشادہ ہو گئے تو آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ میں مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہوں۔ پس اہل ایمان میں سے جو شخص بھی قرض چھوڑ کر مرے گا تو وہ میں ادا کروں گا۔ اور اگر مال چھوڑ کر مرے گا تو اس کے مالک اس کے ورثاء ہوں گے۔''

جوں جوں حضور نبی اکرم ﷺ کے ذرائع و وسائل میں وسعت پیدا ہوتی گئی آپ کی نفع بخشی اور احسان و انفاق کی روش میں اور اضافہ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ آپ نے کفالت عامہ کا ذمہ اٹھا لیا جو شخص ہر ایک کا بوجھ اٹھانے لگے اسے اپنے لئے سوائے فقر و فاقہ کے اور کچھ بھی پسند نہیں آسکتا۔ گویا اس ارشاد کے ذریعے حضور نبی اکرم ﷺ اس امر کا اعلان فرما رہے تھے کہ لوگ اپنے سکھ آپس میں بانٹیں مگر ان کے دکھوں کی ذمہ داری میں اٹھالوں گا۔

۴۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ طرزِ عمل اس واقعہ سے مزید واضح ہو جائے گا جس کا امام ترمذی نے روایت کیا ہے:

اتى اليه تسعون الف درهم فوضعت على حصير فمارد سائلا حتى فرغ منها فجاءه رجل فساله فقال ليس عندی شیء ولكن اتبع علی فاذا جاء نا شيئا قضينا

''حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں نوے ہزار (۹۰۰۰۰) درہم کا ہدیہ پیش کیا گیا جنہیں چٹائی پر رکھ دیا گیا۔ آپ ﷺ نے کسی سائل کو خالی نہ موڑا یہاں تک

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب النفقات، ۵: ۲۰۵۴، رقم: ۵۰۵۶

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الفرائض، ۳: ۱۲۳۷، رقم: ۱۶۱۹

marfat.com

کہ ساری رقم ختم ہو گئی۔ اس کے بعد ایک شخص نے اپنی ضرورت بیان کی حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اب میرے پاس پیسے باقی نہیں بچے لیکن تو میرے نام پر جو بھی چاہے ادھار خرید لے جب ہمارے پاس پیسے آئیں گے ہم ادا کریں گے۔"

حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ عمل کس قدر واضح اور فیصلہ کن ہے جو ہستی ضرورت مندوں کی حاجات، ادھار کے ذریعے پورا کرتی ہو وہ مال و دولت میں سے ایک پائی تک اپنے پاس رکھنے کی روادار کب ہو سکتی ہے؟ حضور نبی اکرم ﷺ کے جود و سخا کا یہی عالم دیکھ کر حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں:

ماسئل رسول الله ﷺ شيئا قط فقال لا (۱)

"آپ سے جب بھی کوئی چیز مانگی گئی حضور نبی اکرم ﷺ کی زبان اقدس پر کبھی بھی نہیں کا لفظ نہ آیا۔"

معاشرتی زندگی میں حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ وہ طرز عمل تھا جسے بطور نمونہ کمال دنیائے انسانیت کے سامنے پیش کیا گیا۔

اگر آج بھی ہمیں رضائے الٰہی کے نصب العین کے حصول کی سچی طلب ہے تو اس کا دارو مدار اس نمونہ کمال کی پیروی پر ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے گریبانوں میں جھانکیں، اپنے شب و روز کا جائزہ لیں اور اس امر کا فیصلہ خود کریں کہ ہمیں دولت و آسائش زیادہ عزیز ہے یا خدا کی رضا و محبت۔ (۲)

قبضہ میں جن کے ساری خدائی ان کا بچھونا ایک چٹائی

آج کے دور میں کسی کو معمولی سا جاہ و منصب نصیب ہو جائے تو ملکی و قومی خزانہ خویش پروری پر اس طرح بے دریغ خرچ کیا جاتا ہے کہ کئی پشتوں کو خوشحال بنانے

---

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب الفضائل، ۴: ۱۸۰۵، رقم: ۲۳۱۱

(۲) محمد طاہر القادری، اسلامی فلسفہ زندگی، ۱۰۵-۱۱۵

marfat.com

کے منصوبے بنائے جاتے ہیں۔ آج کل کے سیاسی انتخابات میں اِلّا ماشاء اللہ یہی مقصد کارفرما ہوتا ہے کہ لاکھوں خرچ کر کے کروڑوں کمائے جائیں۔ ایک طرف یہ سوچ اور دوسری طرف پیغمبر انقلاب کا اسوہ حسنہ دیکھئے کہ لاکھوں مربع میل کی سلطنت کے حکمران اور زمین کے خزانوں کی چابیوں کے مالک ہونے کے باوجود عالم یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کاشانۂ اقدس پر حاضر ہوتے ہیں مختصر ساز و سامان اور ایک چٹائی ہے جس کے نشان، محبوب خدا ﷺ کے پھول کی پتیوں سے بھی نرم و نازک جسم پر دکھائی دیتے ہیں۔ یہ حالت دیکھ کر فاروق اعظمؓ کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔ پیغمبر اکرم ﷺ کے پوچھنے پر عرض کرتے ہیں:

یانبی الله!وماي لا أبكي وهذا الحصير قداری في جنبک وهذه خزانتک لا أریٰ فیها الا ماأریٰ وذاک قیصر و کسریٰ في الثمار و الأ نهار و أنت رسول الله ﷺ وصفوته و هذه خزائنک فقال یا ابن الخطاب لا ترضی ان تکون لنا الا خرة ولهم الدنیا (۱)

''یارسول اللہ! میں کیوں نہ روؤں حالانکہ اس چٹائی نے آپ کے جسمِ نازک پر نشان ڈال دیئے ہیں اور یہ آپ ﷺ کا کل خزانہ ہے جو میری آنکھوں کے سامنے ہے جب کہ قیصر و کسریٰ مال و دولت، باغات اور نہروں کے مزے لے رہے ہیں اور آپ کا یہ حال ہے۔ حالانکہ آپ ﷺ اللہ کے رسول اور محبوب ہیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا:

اے ابن خطاب! کیا تو اس امر پر راضی نہیں کہ ہمارے لئے آخرت اور ان (قیصر و کسریٰ) کے لئے فقط دنیا کی نعمتیں ہوں۔ تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا کیوں نہیں (میں اس تقسیم پر راضی ہوں)''

اس مقام پر ابو الحسن بن ضحاک نے اس جملہ کا اضافہ کیا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

(۱) مسلم، الصحیح، ۲:۱۱۰۷، رقم: ۱۴۷۹

marfat.com

یا عمر لو شاء ان یسیر الجبال الذا سات معی ذھباً لسارت (۱)

''اگر میں چاہتا کہ یہ بڑے بڑے پہاڑ سونا بن کر میرے ساتھ ساتھ چلیں تو اللہ تعالیٰ ان کو ضرور میرے ساتھ چلا دیتا۔''

حضور نبی اکرم ﷺ کے اس فقرو فاقہ اور زہد و توکل جاننے کے لئے درج ذیل دو روایات بھی ملاحظہ ہوں۔

۱۔ امام ترمذی اپنی جامع میں روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں نوے ہزار درہم کا ہدیہ پیش کیا گیا۔ جنہیں چٹائی پر رکھ دیا گیا۔ (سائل آتے گئے اپنی ضرورت کے مطابق اٹھاتے گئے) آپ ﷺ نے کسی سائل کو خالی نہ لوٹایا یہاں تک کہ ساری رقم ختم ہوگئی۔ اس کے بعد ایک شخص آیا اس نے اپنی ضرورت بیان ساری انسانیت کے غمگسار رسول ﷺ نے فرمایا:

لیس عندی شئی ولکن اتبع علی فاذا جاء نا شیئا قضینا

''اب میرے پاس رقم باقی نہیں لیکن تو جو بھی چاہے میرے نام پر ادھار خرید لے جب ہمارے پاس رقم آئے گی ہم ادا کردیں گے۔''

۲۔ ایک انصاری عورت ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ کی خدمت میں آئی اس نے حضور نبی اکرم ﷺ کے بستر پر صرف ایک چادر دیکھی۔ اس نے ام المؤمنین سے کہا کہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کے لئے ایک ایسا بستر بھیجوں گی جس میں روئی بھری ہوگی (تا کہ سرکار دوعالم نرم بستر پر آرام فرماسکیں) چنانچہ اس نے ایسا بستر بھیجا۔ حضور نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو بستر دیکھ کر پوچھا: یہ کیا ہے؟ ام المؤمنینؓ نے جواب دیا: یارسول اللہ! فلاں انصاری عورت آئی تھی۔ اس نے از رہ محبت آپ کے لئے بستر بھیجا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اسے واپس بھیج دو۔ مگر مجھے یہ بستر بہت پسند آیا اور میں نے چاہا کہ یہ میرے گھر میں رہے اس لئے واپس نہ کیا۔

---

(۱) محمد بن یوسف الصالحی، سبل الھدی، ۷:۱۲۴

marfat.com

آپ ﷺ نے تین مرتبہ مجھے یہ بستر واپس لوٹانے کو فرمایا اور آخری مرتبہ یہ ارشاد فرمایا:

ردیه یا عائشه فو الله لو شئت لا جری الله معی الجبال ذهبا و فضه (۱)

''اے عائشہ! اسے لوٹا دو خدا کی قسم! اگر میں چاہوں تو میرا اللہ میرے ساتھ سونے اور چاندی کے پہاڑ چلادے۔''

مذکورہ بالا روایات سے واضح ہوتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ، نبی آخر الزماں، سید انس و جاں، حامی بیکساں، محبوب رب دو جہاں ﷺ نے سب کچھ ہوتے ہوئے اپنے اور اپنے اہل خانہ کے لئے فقر و فاقہ منتخب فرمایا۔ کچھ نہ ہوتے ہوئے فاقہ کرنا اتنی عظمت کی بات نہیں جتنی سب کچھ ہوتے ہوئے فاقہ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا و آخرت کی تمام نعمتوں کا تقسیم کرنے والا اور دینوی خزانوں کا مالک بنایا لیکن آپ نے، جو کچھ میسر ہوا سب غریبوں، فقیروں، محتاجوں، مسکینوں اور محروموں میں تقسیم فرما دیا اور خود شکر و تفویض کے مقام پر فائز ہو کر فقر و فاقہ میں لطف محسوس کیا۔

قبضے میں جن کے ساری خدائی ان کا بچھونا ایک چٹائی
وہ بھی جی بھر کے نہ سونا صلی اللہ علیہ وسلم

وصالِ نبوی پر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مرثیہ

حضور نبی اکرم ﷺ کی رفیقہ حیات ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ جنہوں نے مدنی زندگی کا سارا عرصہ بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں گزارا، آپ ﷺ کے وصال پر اپنے مرثیہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی فقر و فاقہ والی گھریلو زندگی کا منظر ان الفاظ میں بیان فرماتی ہیں:

(۱) ۱۔ ابو زہرہ، خاتم النبیین، ۱: ۲۴۳
۲۔ ابن عساکر، مختصر تاریخ دمشق، ۲: ۲۴۹

marfat.com

یا من لم یلبس الحریر

و لم ینم علی فراش الوتیر

''اے وہ (عظیم رسول ﷺ) جنہوں نے کبھی ریشم کا کپڑا نہ پہنا اور جو زندگی بھر نرم بستر پر نہ سوئے۔''

و یامن خرج الدنیا

و لم یشبع من خبز الشعیر

''اے وہ (پیکر صبر و قناعت) جو دنیا سے اس حال میں رخصت ہوئے کہ کبھی جو کی روٹی بھی سیر ہو کر نہ کھائی۔''

و یا من اختار الحصیر علی السریر

و یامن لم ینم باللیل من خوف السعیر

''اے وہ (بادشاہی میں فقیری اختیار کرنے والے) جس نے چار پائی پر چٹائی کو اختیار کیے رکھا اور اے وہ (شب زندہ دار) جو (امت کے لئے) دوزخ کے خوف سے رات بھر نہ سوتے تھے۔''

کل جہاں مِلک اور جو کی روٹی غذا

حضرت امام مسلمؒ اپنی الجامع الصحیح میں حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عروہؓ سے ارشاد فرمایا: کہ اے میرے بھانجے! اللہ کی قسم ہم لوگ ایک چاند کو دیکھتے پھر دوسرے کو۔ پھر دوسرے ماہ کے اختتام پر تیسرے ماہ کے چاند کو بھی دیکھ لیتے مگر حضور نبی اکرم ﷺ کے گھروں میں آگ جلانے کی نوبت نہ آتی۔ حضرت عروہؓ کہتے ہیں مین نے پوچھا: خالہ جان! تو پھر آپ کا گزارہ کس چیز پر تھا؟ فرمایا: دو چیزوں یعنی کھجور اور پانی پر (الا سودان التمر والماء) اور البتہ کچھ انصار حضرت

marfat.com

نبی اکرم ﷺ کے پڑوسی تھے جن کے پاس اونٹنیاں تھیں۔ وہ از رہ محبت آپ ﷺ کے پاس دودھ بھیج دیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضور نبی اکرم ﷺ وہ دودھ ہمیں پلا دیتے تھے۔ (۱)

اسی طرح امام بخاری اپنی جامع میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے سامنے ایک دفعہ گوشت اور روٹی پر مشتمل کھانا رکھا گیا تو وہ رو پڑے اور فرمانے لگے: خرج النبی ﷺ من الدنیا ولم یشبع هو واهل بیته من خبز الشعیر (حضور نبی اکرم ﷺ دنیا سے اس حال میں رخصت ہوئے کہ آپ اور آپ ﷺ کے اہل و عیال نے کبھی بھی جو کی سوکھی روٹی سے (بھی) سیر ہو کر کھانا نہ کھایا تھا۔)

یہ فقرو فاقہ، مدنی زندگی کے اس دور میں بھی تھا جب اموالِ غنیمت اور فے کثیر تعداد میں آ رہے تھے۔ مختلف ممالک سے قیمتی ہدایا و تحائف بھی آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کئے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ مکی زندگی میں بذریعہ تجارت کمایا جانے والا سرمایہ اور مدنی زندگی میں بھی محدود پیمانے پر بذریعہ تجارت وصول ہونے والا سرمایہ بھی تھا۔ لیکن یہ سب کچھ پیغمبر اکرم ﷺ نے معاشرہ کے غریبوں، مسکینوں اور محتاجوں پر خرچ کر دیا اور خود فقرو فاقہ کی زندگی پسند کی۔ علاوہ ازیں رب ذوالجلال نے خزائن الارض کی چابیاں آپ کو عطا فرمائیں۔ ابو بکر و عثمانؓ جیسے مالی قربانیاں پیش کرنے والے غلام عطا فرمائے لیکن آپ ﷺ کا طرز عمل یہ تھا کہ آپ ﷺ فرماتے: اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو مجھے اس بات میں دلی مسرت ہو گی کہ تین راتیں گزرنے سے پہلے اس میں سے کچھ نہ بچے سوائے اس کے کہ جس سے میں قرض ادا کر سکوں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول کے مطابق سید دو عالم ﷺ نے اپنی وفات تک بھی متواتر دو دن جو کی روٹی سے بھی سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا۔

غالباً انہی احادیث کی ترجمانی ان الفاظ میں بھی کی گئی ہے۔

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۹۵۶

۲۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۴۰۱

marfat.com

کھانا جو دیکھا تو جو کی روٹی
ان چھنا آٹا روٹی موٹی

وہ بھی پیٹ بھر کر نہ کھانا
صلی اللہ علیہ وسلم

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی نے اپنے مشہور زمانہ ''سلام'' میں محسن انسانیت، غریبوں کے والی، یتیموں کے ملجا ﷺ کے اسی اختیاری فقرو فاقہ کو ان الفاظ میں بطور نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے جس کی گونج برصغیر پاک و ہند کے گلی کوچوں میں اکثر سنائی دیتی رہتی ہے۔

کُل جہاں مِلک اور جو کی روٹی غذا
اس شکم کی قناعت پر لاکھوں سلام
مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

میری اور دنیا کی مثال ایک مسافر کی سی ہے جو......

حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ ایک دن سرورانبیاء ﷺ ایک چٹائی پر محواستراحت تھے۔ آپ ﷺ کے نرم و نازک پہلو مبارک پر، اس کے پٹھے کے نشانات تھے۔ اسی اثناء میں، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر آپ ﷺ اجازت دیں تو ہم یہاں آرام دہ بستر بچھا دیں جس پر آپ ﷺ آرام فرمائیں۔ نبی مکرم ﷺ نے میری اس گزارش پر ارشاد فرمایا:

مالی وللدنیا ما انا و الدنیا الا کراکب سار فی یوم صائف و قال تحت

marfat.com

شجرۃ ثم ترکھا (۱)

یعنی میری اور دنیا کی مثال ایک مسافر کی سی ہے جو موسم گرما سفر کرتے ہوئے تھوڑی دیر کیلئے ایک درخت کے نیچے آرام کرتا ہے اور پھر اسے چھوڑ کر آگے روانہ ہو جاتا ہے۔

فیضانِ صحبتِ محمدی ﷺ اور کردارِ صحابہ

پیغمبر انقلاب حضور نبی اکرم ﷺ نے نہ صرف اپنے اسوہ وعمل کو انسانیت کے لئے بطور نمونہ کمال پیش فرمایا بلکہ اپنے فیضانِ رسالت سے صحابہ کرام کی ایک ایسی جماعت بھی تشکیل فرمائی جن کی زندگیاں اسوہ نبوی کی عملی اتباع کی مظہر اور آئینہ دار تھیں۔ یہ صحابہ، عرب کے عام افراد تھے لیکن معیتِ نبوی ﷺ کے فیض سے ان کی زندگیاں انقلاب آشنا ہو گئیں۔ ان کے فکر وعمل کے پیمانوں اور ان کی دوستی و دشمنی کے معیار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن مجید یوں ارشاد فرماتا ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ.وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ. ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ. وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ. كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ. وَعَدَ اللهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا۔ (۲)

''محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ آپ (ﷺ) کی معیت اور سنگت میں ہیں (وہ) کافروں پر بہت سخت اور زور آور ہیں آپس میں بہت نرم دل اور شفیق ہیں۔ آپ انہیں کثرت سے رکوع کرتے ہوئے، سجود کرتے ہوئے دیکھتے ہیں وہ (صرف) اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے طلب گار ہیں۔ ان کی نشانی، ان کے چہروں پر سجدوں کا اثر ہے (جو بصورت نور نمایاں ہے) ان کے یہ اوصاف تورات میں (بھی مذکور) ہیں اور ان

(۱) یوسف الصالحی الشامی، سبل الهدیٰ، ۷:۱۲۴

(۲) القرآن، الفتح، ۴۸:۲۹

marfat.com

کے (یہی) اوصاف انجیل میں (بھی مرقوم) ہیں۔ وہ (صحابہ، ہمارے محبوبِ مکرم کی) کھیتی کی طرح ہیں جس نے (سب سے پہلے) اپنی باریک سی کونپل نکالی، پھر اسے طاقتور اور مضبوط کیا، پھر وہ موٹی اور دبیز ہوگئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی (اور جب سرسبز و شاداب ہو کر لہلہائی تو) کاشتکاروں کو کیا ہی اچھی لگنے لگی (اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کے صحابہؓ کو اسی طرح ایمان کے تناور درخت بنایا ہے) تاکہ ان کے ذریعے وہ (محمد رسول اللہ ﷺ سے جلنے والے) کافروں کے دل جلائے، اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے، مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔''

اس آیت میں ''معیتِ نبوی'' کے ''فیض یافتگان'' کی سیرت و کردار اور احوال و اطوار کے جن نمایاں پہلوؤں کو بیان کیا گیا ہے وہ شدّت علی الکفار (دشمنان اسلام کے خلاف غیض و غضب) تراحم بین المو منین (باہمی محبّ و مودت اور ایثار و احسان) کثرت رکوع و سجود (شب بیداری و عبادت گزاری) اور ابتغاء رضوان الٰہی (ہر عمل سے رضائے الٰہی کا حصول) ہیں۔ علامہ اقبال اسی کردار کو اپنے الفاظ میں یوں بیان فرماتا ہے۔

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

صحابہ کرام ﷺ کی زندگیاں آپس میں تراحم و تعاطف اور ایثار و احسان سے عبارت تھیں۔ وہ ایک دوسرے پر اپنے مال و دولت اور جان قربان کرنے والے تھے۔ وہ خلق خدا سے ہمدردی، دلسوزی اور نفع بخشی میں بعد میں آنے والوں کے لئے معیارِ عمل تھے۔ فقر محمدی کے فیض سے بہرہ ور ہو کر انہوں نے اپنے اموال، اپنے محتاج و ضرورت مند بھائیوں پر خرچ کر کے، خود کو فقر و فاقہ سے دو چار کر دیا تھا۔ وہ اپنی ضرورت پر دوسرے مسلمان بھائی کی ضرورت کو ترجیح دیتے تھے۔ اس کی واضح مثال مواخات مدینہ ہے جس میں انصار نے اپنے مہاجر بھائیوں کو اپنی تجارتوں، زراعتوں اور جائیدادوں میں اس طرح شریک کر لیا کہ ملکیتیں تک انہیں سونپ دیں اور جب مہاجرین نے زراعت

marfat.com

میں نا تجربہ کاری کی بنا پر شرکت سے معذرت کی تو انصار نے ایثار و قربانی کا وہ بے نظیر جواب دیا جس کی مثال دنیا کے کسی معاشرہ اور کسی بڑے سے بڑے رہنما کے پیروکاروں میں نہیں ملتی۔ انہوں نے اپنے مہاجر بھائیوں سے جواباً کہا: کوئی بات نہیں محنت ہم کریں گے اور منافع دونوں میں برابر تقسیم کرتے جائیں گے۔

صحابہ کرامؓ کے ایثار و احسان کا یہ کردار دراصل فیض تھا صحبتِ محمدی کا اور یہ برکت تھی نگاہِ مصطفیٰ کی کہ

جس طرف چشمِ محمد ﷺ کے اشارے ہوگئے
جتنے ذرے سامنے آئے ، ستارے ہوگئے

اصحابِ صُفَّہ......فقرِ محمدی کے غمّاز و عکّاس

تاجدارِ مدینہ، سرورِ قلب و سینہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے مدینہ شریف میں مسجد نبوی شریف کی ایک جانب ایک چبوترہ یا سائبان تیار کرایا جسے ''صفہ'' کا نام دیا گیا۔ یہاں مکہ سے ہجرت کر کے آنے والے بے گھر مسلمانوں کو ٹھہرایا جاتا۔ اسی طرح وہ لوگ جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوتے اور ان کا کوئی ٹھکانہ نہ ہوتا انہیں بھی اسی چبوترہ پر ٹھہرایا جاتا پھر یہاں طالب علم آکر رہنے لگے۔ تعلیماتِ نبوی سے فیضیاب ہونے کے لئے یہ لوگ یہیں پڑے رہتے۔ یہ لوگ اپنی دنیاوی ضروریات کی طرف بہت کم توجہ دیتے۔ زیادہ وقت بارگاہِ رسالتمآب ﷺ میں گزارتے اور عبادات میں مصروف رہتے۔ دیگر صحابہ اپنے اپنے کاروبار میں مصروف رہتے اور نمازوں کی ادائیگی کے لئے مسجد میں حاضر ہوتے لیکن ''اہل صفہ'' نے رفتہ رفتہ اپنے سارے اوقات حصول علم اور عبادات کے لئے وقف کردیئے۔ یہ درویش اور فقیر لوگ تھے اور فقر محمدی کے عکّاس وغمّاز تھے۔ ان کی تعداد ۴۰۰ تک پہنچی ہے۔ ان میں سے اکثر کے پاس بنیادی انسانی ضروریات کا سامان بھی نہ تھا۔ نہ گھر نہ اہل وعیال۔ ان کی کل کائنات بس یہی چبوترہ اور مسجد نبوی تھی۔ یہ لوگ صحیح معنوں میں فقر وغنا کے پیکر، پرہیزگار، متقی اور تحریک اسلامی کے عظیم کارکن تھے جنہوں نے

marfat.com

اپنی زندگیاں کلیۃً دین حق کے لئے وقف کر رکھی تھیں۔ دعوت و تبلیغ اور مختلف علاقوں میں تعلیم قرآن کے لئے انہیں کی خدمات حاصل کی جاتیں۔ انہی کی شان بیان کرتے ہوئے قرآن حکیم ارشاد فرماتا ہے:

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ یَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِیَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِیْمٰهُمْ لَا یَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا. وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِهٖ عَلِیْمٌ۔ (۱)

’’(خیرات) ان فقراء کا حق ہے جو اللہ کی راہ میں (کسبِ معاش سے) روک دیئے گئے ہیں وہ (امورِ دین میں ہمہ وقت مشغول رہنے کے باعث) زمین میں چل پھر بھی نہیں سکتے ان کے (زُھداً) طمع سے باز رہنے کے باعث نادان (جو ان کے حال سے بے خبر ہے) انہیں مالدار سمجھے ہوئے ہے، تم انہیں، ان کی صورت سے پہچان لوگے، وہ لوگوں سے بالکل سوال ہی نہیں کرتے کہ کہیں (مخلوق کے سامنے) گڑگڑانا نہ پڑے، اور تم جو مال بھی خرچ کرو تو بیشک اللہ اسے خوب جانتا ہے۔‘‘

عارف باللہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ، اس آیت کی تفسیر میں ابن عباسؓ کی روایت رقمطراز ہیں۔

’’اہلِ صفہ تقریباً چار سو افراد تھے جو فقراء مہاجرین میں سے تھے۔ مدینہ طیبہ میں ان کے پاس نہ تو رہنے کے لئے جگہ تھی نہ وہاں ان کا قبیلہ تھا۔ وہ مسجد نبوی کے چبوترے پر رہتے تھے، ہمہ وقت تعلیم حاصل کرتے، عبادت میں مشغول رہتے تھے اور ہر لشکر کے ساتھ جہاد کے لئے نکلتے تھے جسے رسول اللہ ﷺ بھیجتے تھے۔ (۲)

یہ صحابہ ’’زہدِ مصطفیٰ‘‘ کے غماز تھے جو ہر طرح کے دنیوی علائق سے بے نیاز ہو کر حصول علم یا عبادات میں مصروف رہتے۔ انہیں کھانے کو اتنا کم ملتا کہ ہر وقت ان پر

---

(۱) القرآن، البقرة، ۲:۲۷۳

(۲) قاضی ثناء اللہ پانی پتی، التفسیر المظهری، ۱:۳۹۲

marfat.com

نقاہت کا غلبہ رہتا۔اکثر اوقات دوران نماز گر پڑتے ،دیکھنے والے سمجھتے شاید یہ دیوانے ہیں جامع الترمذی کی ایک روایت ان کے فقر و فاقہ کی کیفیت یوں بیان کرتی ہے۔

ان رسول اللہ ﷺ کان اذا صلّ بالناس یخر رجال من قامتھم فی الصلاۃ من الخصاصۃ و ھم اصحاب الصفۃ حتی تقول الا عراب ھولاء مجانین (۱)

''جب رسول اللہ ﷺ نماز پڑھا رہے ہوتے تو اصحابِ صفہ میں سے کئی افراد بھوک کے باعث کمزوری کی وجہ سے گر پڑتے حتی کہ اعراب کہتے کہ یہ لوگ پاگل ہیں۔''

اہلِ صفہ وہ خوش قسمت افراد تھے جو شب و روز بارگاہ نبوی میں رہ کر آپ ﷺ سے براہ راست تربیت حاصل کرتے۔اس طرح معلمِ کائنات سرکارِ دوعالم ﷺ اس جماعت کے براہ راست مزکی،مربی اور معلم تھے اور آپ ﷺ کی ظاہری و باطنی توجہات اور روحانی فیض نے اس جماعت کو تزکیہ نفس، تصفیہ قلب اور روحانی بالیدگی میں اعلیٰ و ارفع مقام پر فائز کر دیا۔یہی وجہ ہے کہ بعد میں امت کے جس طبقہ نے ان کے طریقِ زندگی کو اپنایا وہ ان کے نام کی وجہ سے ''صوفیا'' کہلایا۔صوفیاء وہ طبقہ ہے جو فقروزہد،عبادت و ریاضت ،تقویٰ وطہارت اور لذاتِ دنیوی سے کنارہ کشی میں اہل صفہ کا متبع ہے۔ چنانچہ شیخ ابو بکر بن اسحاق بخاری، صوفیاء کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اما سموا صوفیۃ لقرب او صافھم من اوصاف اھل الصفۃ الذین کانوا فی عھد رسول اللہ (۲)

''صوفیہ کی وجہ تسمیہ، ان کا باعتبار اوصاف، اصحابِ صفہ کے قریب تر ہونا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں موجود تھے۔''

---

(۱) ترمذی،الجامع،۴:۵۸۳،رقم: ۲۳۶۸

(۲) شیخ ابو بکر،ایفاظ الھم فی شرح الحکم،۱:۲

marfat.com

لہٰذا بقول شیخ الاسلام حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری، اصحاب صفہ وہ تھے جن کے قلب و باطن ''ویز کیھم'' کے کاملاً مصداق بن کر مشاغل حیات اور علائق دنیوی سے کٹ کر کمال درجہ اخلاص کے ساتھ اللہ کی محبت میں مستغرق ہو گئے تھے۔ چنانچہ وہ بندگان خدا، جو ان نفوس قدسیہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے لذات دنیوی سے کنارہ کش ہو کر محبوب حقیقی کی رضا ہی کو اپنا مقصود و مطلوب ٹھہرا کر اسی کے مکھڑے کے طلب گار بن گئے، صوفیاء کہلائے اور ان کا طریق زندگی ''تصوف'' کے نام سے موسوم ہوا۔'' (۱)

''زورِ حیدر'' ''فقر بوذر'' ''صدق سلمانی''...... فیضانِ فقرِ محمدی ہے

فیضانِ صحبت محمدی ﷺ سے جو جماعت تیار ہوئی اس کے افراد مختلف صفات و کردار میں یکتا و بے مثال ہو گئے۔ کوئی صدق میں بے مثال ہوا تو کوئی عدل میں، کسی کا سخاوت میں کوئی ثانی نہیں تو کوئی شجاعت میں لا جواب ہے۔ کسی نے علم میں کمال حاصل کیا تو کسی نے زہد و ورع میں۔ یہ سب کرنیں تھیں ایک ہی مشعل کی اور یہ سب ایک ہی گلدستہ کے رنگا رنگ پھول تھے کیونکہ

گلہائے رنگا رنگ سے ہے رونقِ چمن
اے ذوق! اس جہاں کو ہے زیب، اختلاف سے

حضور نبی اکرم ﷺ کے فیضان نے مختلف صحابہ کرامؓ کو مختلف اوصاف میں لاجواب و باکمال بنا دیا۔ آج دنیا اگر ان اوصاف و کردار کو مجسم شکل میں دیکھنا چاہے تو سید دو عالم ﷺ کے ان غلاموں کو دیکھ سکتی ہے جو صحبت نبوی کی برکتوں سے مالا مال ہوئے۔

صدیق بنا، فاروق بنا یہ کان حیا یہ شیر خدا
رتبہ جو کسی مومن کو ملا پر تو ہے نورِ محمد کا

انہی صحابہ کرامؓ میں کچھ ایسے بھی ہیں جو فقر محمدی اور زہد محمدی کے عکاس اور غماز

(۱) حقیقت تصوف از شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

marfat.com

بنے ان کی زندگی میں ''حامل الفقر فخری'' کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ انہی میں ایک پروردہ آغوشِ نبوی، تاجدارِ اقلیم فقرو ولایت، باب مدینۃ العلم حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں جو شیر خدا بھی ہیں اور مشکل کشا بھی، ان کی شجاعت و بہادری اور قوت و طاقت کو جا بجا علامہ اقبال اپنے کلام میں ایک استعارہ کے طور پر ذکر کرتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ زورِ حیدری اور بازوئے حیدر کی بنیاد مرغن غذائیں اور اعلیٰ قسم کا سامانِ خوردونوش نہیں بلکہ اتباع اسوۂ نبوی میں نانِ شعیر ہے کہ

جہاں میں نان شعیر پر ہے مدارِ قوتِ حیدری

حضرت علی ؓ نے اپنا بچپن، لڑکپن اور شباب حضور نبی اکرم ﷺ کی براہِ راست تربیت میں گزارا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے فقرو فاقہ اور زہد کا ایسا رنگ چڑھا کہ آپ کی زندگی بھی فقرِ محمدی کی عکاس بن گئی۔ آپؓ نے اسوۂ نبوی ﷺ کی اتباع میں اپنی ساری دولت اور کمائی غریبوں، فقیروں یتیموں اور اسیروں پر خرچ کردی (سورہ الدھر کی آیات ۷تا۱۰ و یطعمون الطعام علی حبه مسکینا و یتیما و اسیرًا ان کے انفاق وایثار کی طرف اشارہ کناں ہیں) اور اپنے گھر کو فقروفاقہ کی زینت سے نواز ے رکھا۔ تمام اصحاب سیر اس امر پر متفق ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے اس مایہ ناز اور جلیل القدر صحابی کے ایثار و انفاق کا عالم یہ تھا کہ زندگی بھر ایک مرتبہ بھی ''صاحبِ نصاب'' نہ ہو سکے کہ زکوۃ ادا کرنے کی نوبت آئے اس لئے آپؓ فرماتے ہیں:

فما وجبت علیّ زکواۃ مال

فھل تجب الزکوۃ علی الجواد

''میرے اوپر مال کی زکوٰۃ کبھی واجب نہیں ہوئی پس کیا سخی لوگوں پر بھی زکوٰۃ واجب ہوسکتی ہے؟''

تاجدار ولایت حضرت مولا علی مشکل کشاؓ کے لختِ جگر حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ کا یہ قول بھی اس فقرو فاقہ پر شاہد ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ آلِ محمد ﷺ کے گھرانے

marfat.com

میں ایک صاع کھانے نے کبھی بھی شام نہیں گزاری۔

اسی لئے علامہ مرحوم اپنے دور کے مسلمانوں کے لئے رب ذوالجلال سے بازوئے حیدر کی اس انداز سے استدعاء کرتے ہیں کہ

دلوں کو مرکزِ مہر و فا کر
حریمِ کبریا سے آشنا کر
جنہیں ''نانِ جویں'' بخشی ہے تو نے
انہیں ''بازوئے حیدر'' بھی عطا کر

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، سید العالمین امام المرسلین حضور نبی اکرم ﷺ کے جلیل القدر صحابی تھے۔ وہ اپنے صدق و صفا اور دنیا سے بے رغبتی میں زہدِ مصطفوی کا عکس اور پرتو تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی دینوی ساز و سامان سے بے رغبتی اور فقر وفاقہ میں گزاری۔ ان کی صحبت میں رہنے والے قبیلہ بنوعبس کے ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضرت سلمانؓ کے ساتھ دریائے دجلہ کے کنارے چلے جارہے تھے تو انہوں نے فرمایا: اے قبیلہ بنوعبس والو! اتر کر پانی لو۔ چنانچہ میں نے پانی پی لیا۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ تمہارے پینے سے کیا دجلہ میں کوئی کمی آئی ہے؟ میں نے کہا کہ میرے خیال میں تو کوئی کمی نہیں آئی۔ پھر فرمایا علم بھی اسی طرح ہے اس میں سے جتنا بھی لیا جائے کم نہیں ہوتا۔ پھر آپ نے مجھے فرمایا سوار ہو جاؤ پس میں سوار ہو گیا۔ پھر ہمارا گزر گندم اور جو کے کھلیانوں پر ہوا۔ انہیں دیکھ کر فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں تو یہ فتوحات عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ حضرت محمد ﷺ کے صحابہ سے روکے رکھا تو کیا ہمیں یہ فتوحات اس لئے دیں ہیں کہ ہمارے ساتھ خیر کا ارادہ ہے اور ان سے روکنے میں ان کے ساتھ شر کا ارادہ تھا۔ میں نے کہا: مجھے معلوم نہیں۔ انہوں نے فرمایا: میں جانتا ہوں کہ ان کے ساتھ خیر کا ارادہ تھا اور حضور نبی اکرم ﷺ نے آخری دم تک کبھی تین دن مسلسل پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اپنے اساتذہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت سلمانؓ آخری

marfat.com

عمر میں بیمار ہوگئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ان کی عیادت کو گئے تو حضرت سلمانؓ رونے لگے۔ حضرت سعدؓ نے رونے کا سبب پوچھا حالانکہ آپ تو (انتقال کے بعد) اپنے ساتھیوں سے جاملیں گے اور حضور اقدس ﷺ کے پاس حوض کوثر پر جائیں گے اور حضور نبی اکرم ﷺ کا اس حال میں وصال ہوا کہ سرکار ﷺ آپ سے راضی تھے۔ حضرت سلمانؓ نے کہا میں نہ تو موت سے گھبرا کر رویا ہوں اور نہ دنیا کے لالچ کی وجہ سے بلکہ اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ہمیں وصیت فرمائی کہ گزارے کے لئے تمہارے پاس اتنے دینار ہونے چاہیں جتنا کہ سوار کے پاس توشہ اور میرے پاس دنیا کا بہت سا سامان ہے اور وہ سامان تھا ایک لوٹا، کپڑے دھونے کا برتن اور اس طرح کی چند اور چیزیں۔

یہی وہ نفوس قدسیہ تھے جن کے قلوب دنیوی رغبتوں سے پاک اور پیشانیاں سجدوں کی لذت سے آباد تھیں۔ انہیں کے فقروفاقہ، زہد و ورع، صدق و صفاء اور قوت و شجاعت کا استعارہ استعمال کرتے ہوئے علامہ اقبال نے کہا تھا:

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا زورِ حیدر، فقر بوذر، صدق سلمانی

آغوشِ ''زہدِ نبوی'' کے پروردہ ''خلیفۃ المسلین'' کے زُہد کا ایک عجیب واقعہ (حیدری فقر)

منبعِ ولایت، بابِ مدینہ علم و حکمت حضرت سیدنا علی المرتضیٰ ؓ جب امیر المومنین بنے تو شروع میں آپؓ کا دارالخلافہ مدینہ شریف تھا۔ اس زمانہ میں مدینہ شریف سے دور، ایک اعرابی کا اونٹ گم ہوگیا۔ وہ شخص اونٹ کی قیمت حاصل کرنے کے لئے دور دراز کی منزلیں طے کرتا ہوا دارالخلافہ، مدینہ منورہ پہنچا۔ کیسا زمانہ تھا اور کیسی فلاحی ریاست تھی کہ اگر کسی کی چوری ہو جاتی بازیابی نہ ہونے کی صورت میں حکومت دادرسی کرتی۔ اعرابی، امیر المومنینؓ کی رہائش گاہ پر آیا تو شہزادہ گلگوں قبا، راکب دوشِ مصطفےٰ سیدنا امام حسین ؓ نے اس کا استقبال کرتے ہوئے، اسے خوش آمدید کہا۔ اعرابی کو مسجد کے حجرے میں بٹھایا اور کہا کہ میں آپ کے لئے کھانا تیار کرکے لاتا ہوں۔

marfat.com

چنانچہ تھوڑی دیر گزری تو شہزادہ امام حسین ؓ، پُر تکلف کھانا لے کر تشریف لائے اور اعرابی کے سامنے رکھ دیا۔ مسافروں، مہمانوں اور ضرورت مندوں کو کھانا کھلانا اہل بیت نبوی کے خاندان کا پرانا معمول تھا۔ اتفاق سے، اس وقت امیرالمومنین حضرت شیر خدا ؓ بھی مسجد میں بیٹھے تھے اور اپنے معمول کے مطابق، سوکھی روٹی پانی میں بھگو کر تناول فرما رہے تھے۔ اس اعرابی کو معلوم نہ تھا کہ امیرالمومنین یہی ہیں۔ وہ حضرت امام حسینؓ سے کہنے لگا، میں کھانا ہرگز نہ کھاؤں گا جب تک کہ اس غریب شخص کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک نہ کرلوں جو صحن مسجد میں خشک روٹی پانی میں بھگو کر کھا رہا ہے۔

امام عالی مقامؓ نے فرمایا: یہی تو میرے والدگرامی امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ وہ اپنے معمول کے برخلاف یہ پرتکلف کھانا ہرگز نہ کھائیں گے۔ واہ سبحان اللہ! مسلمانوں کے کیسے حکمران تھے اور ان کا طرز زندگی کیسا سادہ تھا یہ سادگی، زہد اور نفس کشی، اعرابی کے قدموں تلے زمین نکل گئی کہ لاکھوں مربع ایکڑ سلطنت عظیم کے سیاہ و سفید کے مالک کی یہ سادگی، ایسی خشک غذا جسے غریب ترین انسان بھی کھانا گوارا نہ کرے۔ غرض اس اعرابی کو بیت المال سے ایک عمدہ اونٹ دلایا گیا اور وہ شکر گزاری و حیرانی کے جذبات سے لبریز اور بامراد اپنے وطن مالوف کو واپس چلا گیا۔

حضرت مولا علی ؓ کا یہ زہد اور سادگی دراصل عکس اور پرتو تھا سید عرب و عجم ﷺ کے فقیرِ اختیاری کا کہ انہی کی مبارک آغوش میں شیرِ خدا کی تربیت ہوئی تھی۔ غلاموں کے کردار کا عالم یہ ہے تو سردار کا عالم کیا ہوگا۔ علامہ اقبال، آپ ؓ کے اِسی کردار کو ''حیدری فقر'' کا نام دیتے ہوئے ''جواب شکوہ'' میں عصر حاضر کے مسلمانوں کو یوں جھنجھوڑتے ہیں

حیدری فقر ہے، نے دولتِ عثمانی ہے
تم کو اسلاف سے کیا نسبتِ روحانی ہے

(اقبال)

marfat.com

marfat.com

فصل رابع

غمگسار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کا

غریبوں سے عملی رویہ

marfat.com

marfat.com

گزشتہ فصل میں سید الانبیاء محبّ الفقراء انیس الغرباء حضور نبی اکرم ﷺ کے فقروزہد سے مطمئن زندگی کا تذکرہ کیا گیا جس کا اجمالی خاکہ کچھ اس طرح ہے کہ آپ ﷺ کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہ کھایا۔ بعض اوقات پورا پورا مہینہ گزر جاتا کہ گھر کے چولہے میں آگ نہ جلتی آپ ﷺ کے گھرانہ میں خشک کھجور اور پانی کے سوا کچھ نہ ہوتا۔ کبھی لباس فاخرہ نہ پہنا آپ ﷺ کا بستر بوریا کا تھا جس پر آرام فرمانے سے جسد اطہر پر نشان پڑ جاتے۔ جو رزق اللہ کی طرف سے بھیجا جاتا بقدر حاجت رکھ کر سب غرباء و مساکین اور حاجتمندوں میں تقسیم کر دیا جاتا۔ آپ ﷺ کے گھر میں سونا تھا نہ چاندی اور نہ ہی آپ ﷺ کا کوئی سرمایہ جمع ہوتا۔ کون ومکان کے مالک ہو کر بھی کوئی شے اپنے پاس نہ رکھتے۔ جب آپ ﷺ نے دنیا سے وصال فرمایا تو علم کے علاوہ کوئی ترکہ نہ چھوڑا۔ بقول حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ، آپ ﷺ نے جن دو کپڑوں میں وفات پائی ان کے علاوہ کوئی کپڑا نہ تھا۔ آپ ﷺ کے زہد اور فقر وفاقہ کو دیکھ کر ایک دفعہ جب صحابہ کرام ؓ نے آپ ﷺ کے لئے بستر وغیرہ بنانے کی پیش کش کی تو آپ ﷺ نے یہ کہہ کر رد فرما دیا کہ میرے لئے دنیا ایسی ہے جس طرح کہ مسافر کے لئے سایہ دار درخت جو دوپہر گزارنے کے لئے تھوڑی دیر رکتا ہے اور پھر آرام کے بعد آگے سفر کے لئے روانہ ہو جاتا ہے۔ آپ ﷺ کا یہ زہد، آپ ﷺ کا یہ فقر سب کچھ اضطراری نہ تھا بلکہ اختیاری تھا۔ آپ ﷺ نہ صرف ایسی حالت پر خوش اور مطمئن تھے بلکہ اسے باعث فخر سمجھتے تھے۔

اب اس فصل میں غریب پرور رسول ﷺ کی سیرت طیبہ سے ایسی مثالیں لائی جائیں گی جن سے آپ ﷺ کے غرباء کے ساتھ عملی رویہ کا پتا چلے گا۔ آپ ﷺ نے نہ صرف اپنی وعظ وتبلیغ کے ذریعے غریبوں، مسکینوں اور محتاجوں کی مدد کا پیغام دیا بلکہ خود عملی

marfat.com

طور پر غریبوں کی مدد کر کے نمونہ کامل بنے۔ آپ کی ساری زندگی فقراء و مساکین کی مدد اور ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کرنے میں گزری۔ ''مشتے از خروارے'' کے طور پر ذیل میں چند مثالیں رقم کی جاتی ہیں۔

''دُرِّ یتیم'' کو حالتِ یتیمی میں پیدا کرنے کی ایک حکمت

والدین، کسی بھی شخص کے لئے، دنیا میں سب سے بڑھ کر مہربان، مخلص اور ہمدرد ہوتے ہیں۔ پیدائش کے بعد ابتدائی دور میں کسی بھی بچے کے سب سے بڑے معمار اور مربی اس کے ماں باپ ہی ہوتے ہیں۔ انہی کے فیضِ صحبت اور برکتِ تربیت سے بچہ، ارتقاء کی منازل طے کرتے ہوئے، زندگی کے چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے قابل ہوتا ہے۔ والدین کی اتنی اہمیت و ناگزیریت کے باوجود اللہ تعالیٰ ﷻ نے اپنے محبوب نبی ﷺ کی ولادت باسعادت سے پہلے ہی، آپ ﷺ کے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلا لیا تھا اور آپ ﷺ کی شفیق و مہربان والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی سراپا محبت و سکون ذات کو اس وقت اٹھا لیا جب کہ آپ ﷺ صرف چھ سال کے تھے۔ اتنی تھوڑی عمر میں والدین کی شفقت و محبت اور رافت و رحمت سے محروم کرنے کی اصل حکمتیں تو خالقِ کائنات ہی جانتا ہے کیونکہ **فعل الحکیم لا یخلوعن الحکمۃ** (حکیم کا فعل، حکمت سے خالی نہیں ہوتا)۔ لیکن ائمہ دین، مفسرین و محدثین اور سیرت نگاروں نے ان حکمتوں سے کچھ نہ کچھ پردہ اٹھایا ہے۔ امام فخرالدین رازیؒ نے اپنی تفسیر کبیر میں سورۃ ''والضحیٰ'' کی آیہ کریمہ ''**اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیماً فَاٰوٰی**'' کے تحت حضور ﷺ کے یتیم ہونے کی چھ حکمتیں بیان کی ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ، شیخ اسماعیل حقی اور دیگر ائمہ نے بھی حالت یتیمی میں پیدا کرنے کی حکمتیں رقم کی ہیں۔ انہیں حکمتوں میں سے ایک یہ ہیکہ جس نبی نے دنیا بھر کے یتیموں کے سر پر دست شفقت رکھنا بے کسوں اور بے سہاروں کے لئے سہارا بننا تھا اُنہیں یتیم اس لئے پیدا فرمایا کہ وہ یتامیٰ و بے سہار گان کے مسائل و احوال اور مشکلات سے عملی طور پر آگاہ ہو جائیں۔ کیونکہ جب تک کسی راہ سے گزرا نہ جائے اس کے نشیب و فراز کا پتہ نہیں چل سکتا۔ بیماری میں مبتلا ہوئے بغیر

marfat.com

بیماری کے دکھ اور تکلیف کا احساس نہیں ہو سکتا۔ جس آدمی نے کبھی بھوک نہ دیکھی ہو اسے فاقہ زدہ لوگوں کی پریشانی کا کیا احساس ہوگا کہ بھوک کی حالت میں انسان پر کیا گزارتی ہے؟ سونے کا چمچہ منہ میں لے کر پیدا ہونے والے، ساری زندگی اے سی کوٹھیوں، دفتروں اور گاڑیوں کی سہولت حاصل کرنے والے، مرغن غذائیں کھانے والے اور ہر طرح کی پُرتعیش زندگی گزارنے والے سرمایہ داروں اور امیروں کو مفلسوں کی مفلسی کا احساس کیسے ہوگا؟ حالانکہ بقول نظیر اکبر آبادی

جب آدمی کے حال پر آتی ہے مفلسی
کس کس طرح سے اس کو ستاتی ہے مفلسی
بھوکا تمام رات سلاتی ہے مفلسی
پیاسا تمام دن رُلاتی ہے مفلسی
یہ دکھ وہ جانے جس پر آتی ہے مفلسی

مفلسین و مساکین کی حالت کا یہ عملی احساس ہی تھا جس کی بنا پر حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر میں قحط پڑنے پر خود بھی بھوکا رہنا پسند کیا۔ آپ قحط کے زمانے میں پیٹ بھر کر کھانا تناول نہ فرماتے۔ عموماً بھوکا رہتے یا غرباء و مساکین کے ساتھ تھوڑا سا کھانا کھا لیتے۔ رفیقانِ خاص کے عرض کرنے پر جواب دیا کہ ایک بھوکے شخص کی کیفیات اور اسے پہنچنے والی تکالیف کا وہی اندازہ لگا سکتا ہے جو خود بھوک کی کیفیت سے دوچار رہا ہو۔ اسی تصور کی وضاحت کے لئے شیخ الاسلام حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے الفاظ ملاحظہ ہوں جن میں احکام اسلام کی حکمت بیان کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں

''اسلام نے غرباء اور امراء سب پر روزے فرض کیے ہیں۔ دولتمندوں کو اس فرض کی ادائیگی سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا۔ وہ بھی غرباء کی طرح بہر صورت روزے رکھیں اور غریبوں کی طرح بھوک برداشت کریں خواہ ان کے گھر کھانے کے انبار لگے ہوں تاکہ انہیں عملاً بھوک کا احساس ہو اور تجربے سے پتہ چلے کہ اس حالت میں انسان پر کیا بیتتی ہے۔

marfat.com

حضور رسالتمآب ﷺ کی شانِ یتیمی میں بھی یہی حکمت کارفرما تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو "عالمین" کے لئے "رحمت" بنایا ہے اور یتامیٰ و مساکین، رحمت و کرم کے سب سے زیادہ مستحق ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ کو یتیم پیدا کیا تاکہ آپ ﷺ غرباء و یتامیٰ اور مساکین کے مسائل، احوال اور مشکلات سے عملی طور پر آگاہ ہو جائیں۔ اور جب غنائم تقسیم کرنے کا وقت آئے تو انہیں دوسروں پر ترجیح دیں اور سب سے پہلے انہی کو اپنے لطف و کرم سے نوازیں۔

جو لوگ سونے کا چمچہ منہ میں لے کر پیدا ہوتے ہیں اور پھر غریبوں کی نمائندگی کا دعویٰ کرتے ہیں (جس طرح کے آج کل کے سیاسی نظام میں جاگیردار، سرمایہ دار، وڈیرے سیاست دان، انتخابات میں اپنے آپ کو غریبوں اور مزدوروں کا نمائندہ کہتے ہیں اور ان کے حقوق کی بات کرتے ہیں حالانکہ وہ زندگی بھر غربت و مفلسی کے قریب سے بھی نہیں گزرے ہوتے) وہ بالعموم دھوکہ باز ہوتے ہیں۔ انہیں پتہ ہی نہیں ہوتا کہ غربت کسے کہتے ہیں اور غریبوں کی مشکلات کیا ہیں۔ وہ غربت کا نعرہ، فقط اپنے مفادات کے لئے لگاتے ہیں۔ شانِ یتیمی میں اس حقیقت کا اعلان تھا کہ یہ نبی ﷺ جو غریبوں، یتیموں محتاجوں اور دکھی انسانیت کے لئے نوید انقلاب بن کر آیا ہے، وہ خود بھی اس حال سے گزرا ہے اور اسے معلوم ہے کہ یتیمی کیا ہے اس لئے جب یہ دکھی اور مجبور بیکس انسانیت کو بحال کرنے اور اسے اس کا حق دلانے کی بات کرے گا تو یہ آواز اس کے "گلے" سے نہیں بلکہ "روح" سے اٹھ رہی ہوگی اور اس میں اس امر کی طرف بھی اشارہ تھا کہ انقلاب ایسے ہی حالات کی بھٹی سے کندن بن کر نکلنے والے لوگ لایا کرتے ہیں۔ جاگیردار اور سرمایہ دار نہیں لا سکتے۔ (۱)

جس طرح کسی چیز کو دیکھے اور عملی تجربہ کئے بغیر انسان اس کی اصلیت و حقیقت کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکتا اسی طرح دورِ یتیمی سے گزرے بغیر یتیموں کی مشکلات اور پریشانیوں کا اندازہ نہیں ہوسکتا کیونکہ جس نے ساری زندگی کیلا نہ کھایا ہو اسے کیلے کے

(۱) ڈاکٹر محمد طاہر القادری، سیرۃ الرسول، ۱: ۲۸۱-۲۸۲

ذائقے کا پتہ نہیں چل سکتا۔ سیب کھائے بغیر، صرف بتلانے سے سیب کے ذائقے کا اندازہ نہیں ہوگا اور گڑ چکھے بغیر اس کی مٹھاس کا احساس نہیں ہوسکتا۔ اس لئے رب کائنات نے اپنے نبی مکرم ﷺ کو حالتِ یتیمی میں پیدا فرمایا تا کہ اس راہ سے گزار کر اور یتیمی کے درد سے عملاً آگاہ کر کے انہیں دنیا بھر کے یتیموں کا والی، غریبوں کا مولیٰ، بے کسوں کا کس، بے سہاروں کا سہارا اور ساری کائنات کے بے چاروں کا چارہ گر بنایا جا سکے۔

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑے

﴿عید کے روز ایک یتیم بچے کی دلجوئی﴾

نبی رحمت، محسن انسانیت، محبِ یتامیٰ، انیس غریباں حضرت محمد ﷺ، ایک مرتبہ عید کے دن نماز عید ادا کرنے لئے اپنے کا شانہ اقدس سے نکلے تو راستے میں دیکھا کہ بچے کھیل رہے ہیں مگر ایک بچہ پھٹے پرانے کپڑے پہنے، سب سے الگ تھلگ، بیٹھا رو رہا تھا۔ اس غریب بچے کی حالتِ زار دیکھ کر حضور ﷺ کے چلتے ہوئے قدم رک گئے۔ اس کے قریب جا کر بے چاروں کے چارہ گرنے پوچھا: بیٹا! کیا بات ہے؟ تو کیوں رو رہا ہے؟ آج تو عید کا دن ہے۔ مسلمانوں کی خوشیوں کا موقع ہے۔ سب بچے کھیل رہے ہیں تو کیوں نہیں کھیل رہا؟ وہ اپنی پریشانی کی بنا پر شاید سرکار ﷺ کو نہ پہچان سکا اور کہنے لگا کہ صاحب! مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے دوبارہ پوچھنے پر اس بچے نے عرض کیا کہ میرا باپ فلاں غزوہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ شریک ہوا اور شہید ہوگیا۔ میری والدہ نے دوسرا نکاح کرلیا میرے سوتیلے باپ نے مجھے گھر سے نکال دیا۔ اب میرے پاس نہ کھانا ہے نہ پینا، نہ کپڑا ہے نہ گھر۔ اب جب میں نے دوسرے بچوں کو نئے کپڑوں میں ملبوس ہنسی خوشی کھیلتے دیکھا تو میرا غم تازہ ہوگیا کہ اے کاش! آج میرا باپ بھی زندہ ہوتا تو میں بھی ان خوشیوں میں شریک ہوتا۔ رحمت دو عالم ﷺ غم خوار انسانیت ﷺ نے اس سے غم خواری کرتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑا اور بے مثال انداز سے یتیم پروری کرتے ہوئے یہ تاریخی ارشاد فرمایا

marfat.com

''کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ میں تیرا باپ، عائشہ تیری ماں، فاطمہ تیری بہن، علی رضی اللہ عنہ تیرے چچا اور حسن رضی اللہ عنہ وحسین رضی اللہ عنہ تیرے بھائی ہوں''

وہ کہنے لگا، یا رسول اللہ ﷺ! یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اتنی بڑی سعادت پر راضی نہ ہوں۔ رحمتِ دوعالم ﷺ عید گاہ کی طرف جانے کی بجائے واپس اپنے گھر تشریف لائے۔ اسے نہلایا دھلایا، خوبصورت کپڑے پہنائے، کھانا کھلایا اور پھر اسے ساتھ لے کر نماز عید کے لئے روانہ ہوئے۔ اسے خوش وخرم اور اعلیٰ لباس میں ملبوس دیکھ کر باقی لڑکے اس یتیم بچے سے پوچھنے لگے۔ ابھی تو تھوڑی دیر پہلے رو رہا تھا اور اب بڑا خوش ہے بات کیا ہے؟ وہ کہنے لگا:

''میں بھوکا تھا، اللہ نے میرے کھانے کا انتظام کردیا۔ میں ننگا تھا، میرے مولیٰ نے میرے لئے کپڑوں کا انتظام کردیا۔ میں یتیم تھا اور اب میرے باپ رسول اللہ ﷺ، ماں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، بہن سیدہ کائنات فاطمہ رضی اللہ عنہا، چچا سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور بھائی حسنین کریمین رضی اللہ عنہما بن چکے ہیں۔'' جب دیگر لڑکوں نے اس بچے پر حضور ﷺ کی شفقت وغریب نوازی کا منظر دیکھا تو حسرت سے کہنے لگے

''اے کاش! آج ہمارے باپ بھی نہ ہوتے (اور اپنی یتیمی کی بنا پر سرکار ﷺ کی بے مثال شفقت ورحمت حاصل کرتے)۔

یہ یتیم لڑکا ہمیشہ حضور ﷺ کی کفالت میں رہا حتیٰ کہ جس روز سرکار دو عالم ﷺ کا وصال ہوا تو یہ بچہ رو رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ افسوس آج میں یتیم اور غریب ہو گیا۔ حضور ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے ساتھ ملا لیا۔

اس واقعہ سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ پیغمبر انقلاب ﷺ نے صرف خالی خولی تقریروں کے ذریعے ہی غریبوں اور مسکینوں سے ہمدردی نہ کی بلکہ اپنے عمل سے غریب پروری اور مسکین نوازی کا عدیم المثال نمونہ بھی فراہم کیا۔

جس کی تسکین سے روتے ہوئے ہنس پڑے
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

marfat.com

غزوۂ احد میں شہید صحابی کے بچے کا باپ بننا

یتیموں کے سروں پر کر دیا اقبال کا سایہ

مدنی دور میں اسلام اور کفر کے درمیان کئی معرکے ہوئے۔ ان میں صحابہ کرام شوقِ شہادت سے سرشار ہو کر شریک ہوتے اور اسلام کے دشمنوں سے دیوانہ وار لڑتے۔ کئی دفعہ ایسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شہید ہو جاتے جن کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوتے۔ حضور نبی اکرم ﷺ ان بے سہارا بچوں کی کفالت اور تعلیم و تربیت کے لئے نہ صرف صحابہ کرام کو ترغیب دیتے بلکہ اپنے ہمدردانہ و مشفقانہ عمل سے بھی یتیم نوازی اور غریب پروری کا بے نظیر نمونہ فراہم کرتے۔ ایک دفعہ سن ۳ ہجری میں ہونے والے معرکہ ''غزوۂ احد'' میں حضور ﷺ کے ایک صحابی شہید ہو گئے جن کے بیٹے حضرت بشیر بن عقبہ الجہنی بیان کرتے ہیں۔

میں غزوۂ احد کے روز حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور پوچھا یارسول اللہ ﷺ! میرے باپ کا کیا ہوا؟ آپ ﷺ نے فرمایا، انہوں نے جام شہادت نوش کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔ یہ سن کر میں رونے لگا تو (کائنات انسانی کے غم خوار اعظم) رسول اکرم ﷺ نے مجھے پکڑا، میرے سر پر دستِ شفقت پھیرا اور مجھے اپنے پیچھے بٹھاتے ہوئے ارشاد فرمایا ''(اے بشیر) کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ میں تیرا باپ اور عائشہ رضی اللہ عنہا تیری ماں ہو'' (۱)

یتیم بچوں سے مسجد کیلئے بھی زمین بلا معاوضہ نہ لی

پیغمبر انقلاب ﷺ دنیا میں عدل کی حکمرانی کی نوید لے کر مبعوث ہوئے۔ آپ ﷺ نے نہ صرف مظلوم و مجبور اور مقہور طبقوں کی داد رسی کے لئے قوانین بنائے بلکہ اپنے کردار و عمل سے یتیموں کے والی اور غریبوں کے مولیٰ جیسے القاب سے ملقب ہوئے آپ ﷺ نے ہجرت مدینہ کے بعد مسجد نبوی کی تعمیر کے لئے جو قطعہ اراضی پسند فرمایا وہ بنو بخار کے دو یتیم بچوں سہل اور سہیل کی ملکیت تھا۔ ان دونوں بچوں کے والد رافع بن

(۱) ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۱۷۱

marfat.com

ابی عمرو کے فوت ہو جانے کے بعد یہ اسعد بن زراہ کی کفالت میں تھے تاجدار کائنات ﷺ نے بنو بخار کو بلا کر زمین خرید نے کا ارادہ فرمایا۔انہوں نے کہا ، یارسول اللہ ﷺ! ہم اس قطعہ کا معاوضہ آپ سے نہیں، اللہ تعالیٰ سے لیں گے۔ ایک روایت کے مطابق سرکاردوعالم ﷺ نے اس زمین کے مالک دونوں بچوں کو بلایا اور یہ جگہ خرید نے کے لئے گفتگو فرمائی ۔ ان دونوں نے عرض کی **بَلْ نَهَبُهُ لَکَ یارسول اللہ** ﷺ (اے اللہ کے پیارے رسول ﷺ ہم اس قطعہ زمین آپ کی خدمت اقدس میں بطور نذرانہ پیش کرتے ہیں)لیکن یتیموں کے سر پر دستِ شفقت رکھنے والے آقا ﷺ نے گوارانہ کیا کہ یتیم بچوں کا اثاثہ بلا قیمت اپنے مصرف میں لا یا جائے خواہ یہ مصرف کتنا ہی اعلیٰ وارفع کیوں نہ ہو۔ بہر حال آپ ﷺ کے اصرار پر دونوں بچوں نے قیمت لینے پر رضا مندی ظاہر کر دی اور زمین کا سودا،دس دینار میں طے پا گیا۔ یہ رقم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ادا کی شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ،مدارج النبوۃ میں اس جگہ کی قیمت کے متعلق لکھتے ہیں

وبدہ مثقال آنرا بخریدہ ازمال ابو بکر کہ در و قتِ ھجرت ھمراہ بردہ بود (۱)

”یہ قطعہ زمین دس مثقال کے عوض خریدا گیا۔ یہ قیمت اس مال سے ادا کی گئی جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہجرت کرتے وقت اپنے ہمراہ لائے تھے۔“

ان کا کرم پھر ان کا کرم ہے، ان کے کرم کی بات نہ پوچھو

﴿ایک غریب صحابی کے کفارۂ ظہار کی ادائیگی﴾

ظہورِ اسلام سے قبل عربوں میں یہ رواج تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے یوں کہتا کہ انتِ علیَّ کظھر اُمّی(تو مجھ پر اس طرح ہے،جس طرح میری ماں کی پشت)اس قول سے نکاح ٹوٹ جاتا اور وہ عورت اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی۔ اسے وہ اپنی اصطلاح میں ”ظہار“ کہتے تھے۔

---

(۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی،مدارج النبوۃ،۶۸

marfat.com

اسلام میں سب سے پہلے ظہار کا جو واقعہ پیش آیا وہ کچھ یوں ہے کہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کے بھائی، اوس ابن صامت رضی اللہ عنہ، بڑھاپے کی عمر میں، اپنی بیوی حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا سے کسی بات پر ناراض ہو گئے۔ بڑھاپے کی وجہ سے مزاج چڑچڑا ہو گیا تھا۔ غصہ کے عالم میں اپنی بیوی سے کہہ دیا ''انتِ علیَّ کظھر اُمّی'' یہ کہنے کے بعد پچھتانے لگے۔ خولہ کو پاس بلانے کی کوشش کی اس نے انکار کرتے ہوئے جواب دیا ''اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں خولہ کی جان ہے۔ جب تک اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہمارے بارے میں فیصلہ نہ فرمالیں تم میرے قریب نہیں آسکتے''

خولہ بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا:

''اے اللہ کے پیارے رسول ﷺ! اوس نے جب میرے ساتھ شادی کی میں جوان تھی۔ میرے گھر والے بھی موجود تھے۔ میں صاحبِ مال بھی تھی۔ اب شباب رخصت ہو گیا، بوڑھی ہو گئی۔ گھر والے بھی نہ رہے، مال بھی نہ رہا۔ اب اوس نے مجھے یہ الفاظ کہہ دیے ہیں۔ کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے لئے کوئی گنجائش ہے کہ ہم اکٹھے رہ سکیں۔ حضور نبی مکرم ﷺ نے جواب دیا'' تیرے بارے میں مجھے ابھی کوئی حکم نہیں ملا''۔ اس نے پھر عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ! اس نے طلاق کا لفظ تو نہیں کہا'' وہ بار بار یہ کہتی رہی۔ حضور ﷺ وہی جواب دیتے رہے۔

ادھر خولہ نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں فریاد کرنا شروع کر دی کہ باری تعالیٰ! میں اپنی تنہائی اور خاوند سے جدائی کا شکوہ تجھ ہی سے کرتی ہوں۔

ایک روایت میں ان کے یہ الفاظ درج ہیں۔

''اے باری تعالیٰ! میں اپنے فقروفاقہ اور خستہ حالی کا شکوہ تجھ سے کرتی ہوں میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ اگر انہیں، ان کے باپ کے سپرد کرتی ہوں تو وہ ضائع ہو جائیں گے۔ اگر اپنے پاس رکھتی ہوں تو وہ بھوکے مریں گے''

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا بار بار آسمان کی طرف منہ اٹھا کر فریاد کرتی رہیں کہ الٰہی! اپنے

marfat.com

نبی پر ایسا حکم نازل فرما جس سے میری مصیبت رفع ہو جائے۔ رب کریم نے اپنی پریشان حال بندی کی التجا سنتے ہوئے جبریل امین کو درج ذیل آیات دے کر بھیجا جن کا تعلق سورۃ مجادلہ کے ابتدائی حصہ سے ہے۔ ترجمہ یہ ہے

''بیشک اللہ نے اس عورت کی بات سن لی ہے جو آپ سے اپنے شوہر کے بارے میں تکرار کر رہی تھی اور اللہ سے فریاد کر رہی تھی، اور اللہ آپ دونوں کے باہمی سوال و جواب سن رہا تھا، بیشک اللہ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے٥ تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظِہار کر بیٹھتے ہیں (یعنی یہ کہہ بیٹھتے ہیں کہ تم مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح ہو)، تو (یہ کہنے سے) وہ اُن کی مائیں نہیں (ہوجاتیں)، اُن کی مائیں تو صرف وہی ہیں جنہوں نے اُن کو جنا ہے، اور بیشک وہ لوگ بری اور جھوٹی بات کہتے ہیں اور بیشک اللہ ضرور درگزر فرمانے والا بڑا بخشنے والا ہے٥ اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کر بیٹھیں پھر جو کہا ہے اس سے پلٹنا چاہیں تو ایک گردن (غلام یا باندی) کا آزاد کرنا لازم ہے قبل اِس کے کہ وہ ایک دوسرے کو مَس کریں، تمہیں اس بات کی نصیحت کی جاتی ہے، اور اللہ اُن کاموں سے خوب آگاہ ہے جو تم کرتے ہو٥ پھر جسے (غلام یا باندی) مُیسّر نہ ہو تو دو ماہ متواتر روزے رکھنا (لازم ہے) قبل اِس کے کہ وہ ایک دوسرے کو مَس کریں، پھر جو شخص اِس کی (بھی) طاقت نہ رکھے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا (لازم ہے)، یہ اِس لئے کہ تم اللہ اور اُس کے رسول (ﷺ) پر ایمان رکھو۔ اور یہ اللہ کی (مقرر کردہ) حدود ہیں، اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے٥''

ان آیات کے نزول پر کریم آقا ﷺ نے حضرت خولہ کو خوشخبری دیتے ہوئے فرمایا یا خولۃ البشری، اے خولہ تجھے مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ نے (تجھ پر کرم کرتے ہوئے) تیرے بارے میں حکم نازل فرمادیا ہے۔ جاؤ اپنے خاوند کو بلاؤ۔ حضرت اوس حاضر

---

(۱) القرآن، المجادلۃ، ۵۸: ۱۔۴

marfat.com

خدمت ہوئے تو حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: غلام آزاد کرو۔

عرض کیا: میرے پاس تو کوئی غلام نہیں ہے۔

فرمایا: پھر دو ماہ کے متواتر روزے رکھو۔

عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اگر دن میں تین مرتبہ نہ کھاؤں تو میری بینائی جواب دینے لگ جاتی ہے۔ اتنی مدت کیسے روزے رکھ سکتا ہوں۔

فرمایا: پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔

عرض کیا: آقا، میں بہت غریب و نادار ہوں۔ آپ ﷺ میری مدد فرمائیں تو میں کھانا کھلا سکتا ہوں۔ اس پر مسکین نواز، غریب پرور، لجپال رسول ﷺ نے غریب پروری فرماتے ہوئے اپنے پاس سے پندرہ صاع اس غریب صحابی کو عطا فرمائے۔ جس سے انہوں نے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دیا۔ اس طرح کفارۂ ظہار کے احکام بھی آگئے اور حضرت خولہؓ، کریم آقا ﷺ کی کرم نوازی سے، اپنے گھر پھر سے آباد ہونے کے قابل بھی ہوگئیں۔

یہی وہ بڑھیا تھی جس کا صحابہ کرام بہت احترام کرتے تھے۔ ایک دفعہ، حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ اپنے عہدِ خلافت میں، حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے گزرے۔ آپ رضی اللہ عنہ درازگوش پر سوار تھے۔ لوگوں کا ایک ہجوم تھا۔ حضرت خولہ نے انہیں روک لیا اور نصیحتیں کرنے لگی۔ آپ کافی دیر تک، بڑے صبر وتحمل سے، کھڑے اس بڑھیا کی باتیں سنتے رہے۔ جب کافی وقت گزر گیا تو لوگوں نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین! اس بڑھیا کے لئے آپ اتنی دیر کھڑے رہیں گے۔ آپ نے فرمایا:

''بخدا اگر یہ مجھے صبح سے شام تک روکے رکھے تو میں کھڑا رہوں گا۔ صرف نماز کے اوقات میں رخصت لوں گا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ یہ بوڑھی کون ہے؟ یہ خولہ بنت ثعلبہ ہیں جس کی فریاد کو اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سنا۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ رب العالمین تو اس کی بات سنے اور عمر نہ سنے (۱)

(۱) پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ۵:۱۳۵

اس واقعہ سے اللہ تعالیٰ کی بندوں پر شانِ رحمت کا بھی اظہار ہوتا ہے اور اس کے کریم رسول ﷺ کا اپنے غلاموں پر لطف و کرم کا بیان بھی۔

الٰہی تو کریمی و رسولِ تو کریم
صد شکر کہ ہستیم میانِ دو کریم

منگتے خالی ہاتھ نہ لوٹے، کتنی ملی خیرات نہ پوچھو
ان کا کرم پھر ان کا کرم ہے، ان کے کرم کی بات نہ پوچھو

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا قرض اور کریم آقا ﷺ کی بے چینی

حضرت جابر بن عبداللہؓ رسول کریم ﷺ کے ایک نادار صحابی تھے۔ انہوں نے مدینہ منور کے ایک سرمایہ دار یہودی سے قرض لے لیا۔ قرض کی واپسی کا جو وقت مقرر تھا، کھجوروں کے پھل نہ لانے کی وجہ سے اس مقررہ وقت پر آپ قرض ادا نہ کر سکے یہودی نے قرض کی وصولی کا مطالبہ کیا۔ حضرت جابر نے اپنی تنگدستی کی بناء پر مہلت طلب کی یہودی نے مہلت دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت جابرؓ بارگاہِ رسالتمآب ﷺ میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ کہہ سنایا۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ ہمارے ہر طرح کے دکھوں کا مداوا کرنے والے پیغمبر کریم ہی ہیں۔ غمگسار رسول ﷺ نے ان سے یہ نہیں فرمایا جاؤ یہ تمہارا ذاتی معاملہ ہے خود اس سے بات کرو بلکہ آپ ﷺ نے چند صحابہ کو ساتھ لیا اور یہودی کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے قرض کی ادائیگی کے لئے اس سے مہلت طلب کی۔ جس پر اس نے کہا

''ابوالقاسم (ﷺ) اب میں مہلت نہیں دوں گا''

حضور نبی اکرم ﷺ یہودی کا انکار سن کر حضرت جابرؓ کے کھجوروں کے باغ میں تشریف لے گئے خود مشاہدہ فرمایا کہ کھجوروں کے باغ میں اتنا پھل نہیں آیا۔ یہودی کے

marfat.com

پاس دوبارہ مہلت کے لئے تشریف لے گئے۔ دوسری مرتبہ بھی اس نے انکار کر دیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ، پھر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے باغ میں تشریف لائے اور جابر کے باغ کے چبوترہ پر آرام فرمانے کے ارادہ سے لیٹ گئے۔ قربان جائیں لجپال وکریم آقا ﷺ کی ہمدردی وغم گساری پر کہ کبھی عرش علیٰ پر مہمان بنتے ہیں اور کبھی ایک غریب صحابی کے باغ میں مٹی کے چبوترہ پر آرام فرمانے لگ جاتے ہیں۔ دنیا کے امیروں اور مغروروں کو یہ پیغام دینے کے لئے کہ اپنے سٹیٹس کو نہ دیکھا کرو بلکہ میزبان کی مالی حالت کے مطابق اس کی میزبانی قبول کرلیا کرو۔

حضور نبی اکرم ﷺ کا آرام کرنا اس غم کو ہلکا کرنے کی خاطر تھا جو اپنے ایک غریب صحابی کے قرض کی وجہ سے آپ ﷺ کی طبع مبارک پر گراں بن گیا تھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ سوکر اٹھے اور کھجوروں کے جھنڈ میں کھڑے ہو گئے اور کھجوریں توڑنا شروع کردیں۔ آپ ﷺ کھجوریں توڑتے جاتے۔ جابر کھجوریں اکٹھی کرتے گئے۔ اتنی زیادہ کھجوریں ہوگئیں کہ یہودی کا قرض بھی ادا ہو گیا اور بہت ساری کھجوریں بچ بھی گئیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے اس عمل سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ غمزدہ انسانوں اور مصیبت کے مارے لوگوں کی دلجوئی اور ہمدردی کرنے کیلئے اپنی عزتِ نفس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ہر ممکن طریقہ اختیار کیا جائے۔ حقیقی طور پر عظیم وہی ہوتے ہیں جنہیں کبھی کسی غریب ومحتاج کے لئے چھوٹا بھی بننا پڑے تو وہ ہچکچاہٹ محسوس نہ کریں۔

جن کو دنیا میں نہ کوئی اپنا کہے......

شہر مدینہ میں ایک حبشی رہتا تھا۔ وہ مسجد نبوی میں جھاڑو دینے کی سعادت پر مامور تھا۔ جب اس کا انتقال ہوا تو لوگوں نے اسے معاشی طور پر کم درجہ کا سمجھ کر حضور کو اطلاع نہ کی۔ ایک دن آقائے دو جہاں ﷺ نے خود ہی لوگوں سے دریافت فرمایا کہ فلاں حبشی نظر نہیں آرہے ان کا کیا حال ہے؟ ''لوگوں نے عرض کیا، اے اللہ کے کریم نبی ﷺ! اس کا تو انتقال ہو گیا'' آپ کو یہ سن کر بڑا قلق ہوا، فرمانے لگے:

marfat.com

'افلا اذ نتمونی' تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی؟

پھر انیس الغریبین محب الفقراء و المساکین ﷺ خود چل کر اس غلام کی قبر پر گئے اور وہاں اس کی نماز جنازہ پڑھی (۱)

اسی طرح شہر مدینہ میں "عالیہ" نامی ایک غریب عورت رہتی تھی۔ وہ مدینہ شریف کی جنوب مشرقی آبادی میں سکونت پذیر تھیں۔ ایک دفعہ وہ سخت بیمار ہوئیں اس کے بچنے کی امیدیں ختم ہوگئیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا جب اس کا انتقال ہو تو مجھے بھی مطلع کرنا کہ میں اس کا جنازہ پڑھوں گا۔ لیکن اس عورت نے، رات اس وقت رختِ سفر باندھا جب مہربان آقا ﷺ سو چکے تھے۔ لوگوں نے اسے حقیر جان کر حضور ﷺ کو بیدار کرنا مناسب نہ سمجھا اور اس کی نماز جنازہ پڑھ کر دفنا دیا۔

صبح ہوئی، آقا نے اپنی غریب صحابیہ کی خیریت دریافت کی تو لوگوں نے بتایا کہ اسکو تو دفنا دیا گیا۔ یہ سن کر آپ ﷺ بہت رنجیدہ ہوئے۔ ساری کائنات کے غریبوں کے محسن ﷺ نے اپنے ساتھ صحابہ کرام کی ایک جماعت لی اور وہاں جا کر اپنی اس غریب صحابیہ کی نماز جنازہ پڑھی۔

توجہ طلب امر یہ ہے آج کے دور میں غریبوں کا نام تو ہر کوئی لیتا ہے لیکن انہیں دھوکہ دے کر اپنے مقاصد کو تو پورا کیا جاتا ہے لیکن جب ان کے گھروں میں چولہے بجھ جاتے ہیں یا کسی غربت کے مارے کا بیمار بچہ رات بھر کروٹیں لیتا ہے یا کسی کی بیٹی جوان ہو کر اپنے بالوں میں چاندی دیکھ کر، مفلس والدہ کا منہ تکتی ہے، اس وقت ان کا ساتھ دینے والا کوئی نہیں ہوتا۔ یہ جھوٹا استحصالی نظام، صرف اُس انقلابی ہستی کے لائے ہوئے نظام سے بدلا جا سکتا ہے جنہوں نے اپنے ایک ارشاد مبارک کے ذریعے اس کمزور اور مظلوم و مجبور طبقہ کی مدد کی ترغیب اس انداز سے فرمائی:

عن ابی الدرداء عن النبی ﷺ ابغونی ضعفائکم فانما ترزقون

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب القرض، ۱: ۵۴۴

marfat.com

وتنصرون. بضعفائکم (۱)

''حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ کمزوروں کے بارے میں میرا دل خوش کیا کرو تمہیں انہی کمزوروں کے سبب سے رزق دیا جاتا ہے اور انہی کے سبب تمہاری مدد کی جاتی ہے''

اس حدیث میں ''ابغونی'' کا لفظ توجہ طلب ہے کہ ''مجھے خوش کرو'' یعنی اگر سرکارِ دو جہاں کو خوش کرنا چاہتے ہو تو امت کے کمزوروں اور غریبوں سے محبت کیا کرو۔ ان کی دلجوئی اور دستگیری کیا کرو۔ اس سے مصطفےٰ ﷺ بھی خوش ہو جائیں گے اور آپ ﷺ کا خدا بھی۔ اسی لئے علامہ اقبال ایک جگہ اپنے کلام میں، پیغام دیتے ہوئے، فرماتے ہیں:

میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر
(اقبال)

اور

خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں، بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو، خدا کے بندوں سے پیار ہوگا
(اقبال)

حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ کی شادی کی فکر اور انتظام

حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ، حضور نبی اکرم ﷺ کے ایک خادم خاص تھے۔ ان کا کام یہ تھا کہ یہ رات کو آپ ﷺ کے وضو کے لئے پانی وغیرہ کی خدمت سرانجام دیتے تھے۔ ایک رات ان کی پر خلوص خدمت سے سرکار دو جہاں غمخوار بے کساں ﷺ خوش ہو گئے۔ دریائے رحمت جوش میں آیا اور فرمایا:

(۱) ترمذی، السنن، ۴: ۲۰۶ رقم: ۱۷۰۲

marfat.com

سل شئت "مانگ جو مانگنا چاہو"

عرض کیا:

اسئلک مرافقتک فی الجنة

میں جنت میں آپ کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں"

یعنی جس طرح یہاں آپ ﷺ کی خدمت کی سعادت سے بہرہ ور ہوں۔ اسی طرح قیامت کے دن بھی یہ نوکری قائم رہے۔ فرمایا اوغیر ذلک؟"علاوہ ازیں کوئی چیز؟ عرض کیا: نہیں، یہی کافی ہے۔ حضور ﷺ کے تیسری مرتبہ پوچھنے پر بھی اسی تمنا کا ہی ذکر کیا۔ گویا کہ:

سب کچھ خدا سے مانگ لیا تجھ کو مانگ کر
اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ میرے اس دعا کے بعد

یہی صحابی رسول حضرت ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن سرکار دو جہاں ﷺ نے مجھ سے پوچھا "ربیعہ! کیا تو شادی نہیں کرے گا" میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ! میں نہیں چاہتا کہ کوئی چیز مجھے آپ کی خدمت کی سعادت سے غافل کردے" سرکار خاموش ہو گئے کچھ دنوں کے بعد سرکار کو پھر میری شادی کی فکر ہوئی اور فرمایا کہ "ربیعہ! کیا تو شادی نہیں کرے گا" میں نے جواباً عرض کیا "حضور میں نہیں چاہتا کہ کوئی مشغولیت مجھے آپ ﷺ کی خدمت سے غافل کردے اور مزید یہ کہ میرے پاس اتنی رقم بھی نہیں جس سے بیوی کا مہر ادا کرسکوں" سرکار ﷺ خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد میں نے سوچا کہ سرکار میرے متعلق خوب جانتے ہیں کہ میرے پاس کیا کچھ ہے۔ لہٰذا اب اگر آفر ہوئی تو میں انکار نہیں کروں گا۔ اب اگر حضور پوچھیں گے تو "ہاں" کردوں گا۔ چنانچہ کچھ دنوں کے بعد کریم آقا ﷺ نے پھر فرمایا:

"ربیعہ! کیا شادی نہیں کرے گا"؟

marfat.com

میں نے عرض کیا: حضور ﷺ مجھے کون رشتہ دے گا۔ میرے پاس تو اتنا پیسہ بھی نہیں کہ بیوی کو دے سکوں۔ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا فلاں قبیلے کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ رسول اللہ ﷺ نے تمھیں حکم دیا ہے کہ تم مجھے اپنی لڑکی نکاح میں دے دو۔ میں حضور ﷺ کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے مذکورہ شخص کے پاس پیغام پہنچایا۔ انہوں نے پیغام سن کر آپ ﷺ کو اور مجھے مرحبا کہا۔ اپنی بیٹی مجھے نکاح میں دے دی۔ میں نے بارگاہ مصطفےٰ ﷺ میں حاضر ہو کر سارا ماجرا سنایا اور عرض کیا اب حق مہر کہاں سے دوں؟۔ آپ ﷺ نے حضرت بریدہؓ اسلمی سے فرمایا کہ ربیعہ کے لئے ایک گٹھلی کے برابر سونے کا انتظام کرو۔ انہوں نے سونا جمع کر کے مجھے دیا۔ میں نے لا کر اپنی بیوی کو دیا۔ پھر میں نے ولیمہ کے لئے بھی دونوں جہاں کے تاجدار اور مسکینوں کے غمخوار آقا ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا تو آپ ﷺ کے ارشاد کے مطابق حضرت بریدہؓ نے ایک مینڈھے کا انتظام کیا۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کے پاس بھیجا کہ گھر میں جتنے جو ہیں میرے حوالے کر دیں۔ آپؓ نے تعمیل ارشاد کرتے ہوئے جو کی ٹوکری میرے حوالے کر دی حالانکہ اس روز کاشانہ نبوی میں شام کے کھانے کے لئے اس کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس طرح حضور نبی اکرم ﷺ کی غریب پروری سے میرے لئے روٹی اور گوشت کا ولیمہ تیار ہو گیا۔ یوں سرکار دوعالم ﷺ نے اپنے خادم کے رشتہ سے لے کر ولیمہ تک، سارا انتظام خود ہی فرما دیا۔

ایک دیوانی عورت کی خاطر، عرشِ بریں کا مہمان فرشِ زمیں پر

اہلِ دنیا، دیوانوں اور پاگلوں کی طرف توجہ دینے کی بجائے انہیں مذاق کا نشانہ بناتے ہیں لیکن محسن انسانیت غمگسار عالم ﷺ کا اس طبقہ کے ساتھ تعلق بھی انتہائی شفقت و محبت اور دلجوئی پر مبنی تھا۔ حدیث پاک کی متعدد کتابوں میں ایک دیوانی عورت کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ محسنِ انسانیت ﷺ مسجد نبوی شریف میں، صحابہ کرام کے سامنے اہم مسائل بیان فرما رہے تھے کہ پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس ایک بڑھیا حضور سے مخاطب ہوئی اور کہا مجھے آپ سے کچھ کام ہے۔ لہٰذا آپ میرے ساتھ آئیں۔ صحابہ

marfat.com

نے حضور سے عرض کیا کہ یہ دیوانی عورت ہے اس کی طرف توجہ نہ دیں لیکن رحمت دو عالم ﷺ، صحابہ کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کے ساتھ چل پڑے۔ ایک دیوانی عورت کی خاطر آپ ﷺ مدینہ کی گلیوں میں پھرتے رہے یہاں تک کہ گلی کے ایک موڑ پر پگلی عورت نے آپ سے کہا، کہ آپ یہاں زمین پر بیٹھیں عرشِ بریں کا مہمان، دھوپ کی تمازت اور کڑی دھوپ میں، فقط اس کی دلجوئی کی خاطر، زمین کے ننگے کنکریلے فرش پر بیٹھ گئے۔ اس نے اپنی ضرورت بیان کیسے آپ ﷺ نے بخوشی پورا کر دیا۔ وہ خوش ہو کر دعا دیتے ہوئے چلی گئی۔ اس طرح غمخوارِ انسانیت نے اپنے عمل سے ان لوگوں کی بھی دلجوئی فرمائی جنہیں دنیا حقارت کی نظر سے دیکھتی ہے اور لوگ جنہیں منہ لگانا بھی اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ آپ نے ٹوٹے ہوئے دلوں کو سہارا دیا اور انسانیت کو پیغام دیا کہ انسانی دل، کعبہ کی طرح محترم ہے۔ اس لئے دکھی دل کو سکون پہنچانا بہت بڑی عبادت ہے جس طرح کہ مولانا رومؒ نے فرمایا:

دل بدست آور کہ حج اکبراست
از ہزاراں کعبہ، یک دل بہتراست

اسی طرح آپ ﷺ کی سیرت کے اسی وصف کو ایک اور شاعر نے یوں بیان کیا:

جس کو حقارت سے، دنیا نے دیکھا اور منہ پھیر لیا
اس کو بھی سینے سے لگایا، میرے کملی والے نے

قبیلہ مضر کے خستہ حال افراد کو دیکھ کر بے چینی اور ان کی مدد کیلئے ترغیب

حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ مومن باہم محبت و مودت اور ایک دوسرے پر نرمی کرنے کے معاملے ایک جسم کی مانند ہیں۔ اگر جسم کے ایک حصہ میں تکلیف ہو تو سارا جسم دکھ محسوس کرتا ہے۔ اس فرمان پر آپ ﷺ کے عمل کا حال یہ تھا کہ آپ ﷺ کسی کو حالت تکلیف میں دیکھتے تو پریشان ہو جاتے تھے۔ جب تک وہ تکلیف رفع نہ ہو جاتی آپ ﷺ کو چین نہ آتا تھا۔

marfat.com

صحیح مسلم میں حضرت ابن جریر سے مروی واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ حضور کی خدمت میں قبیلہ مضر کے کچھ لوگ آئے۔ وہ ننگے پاؤں، ننگے جسم، دھاری دار چادریں پہنے اور تلواریں لٹکائے ہوئے تھے۔ ان کی خستہ حالی اور فقر و فاقہ دیکھ کر آپ کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا۔ اس پریشانی کے عالم میں، آپ ﷺ کبھی اندر تشریف لے جاتے اور کبھی باہر۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا حکم فرمایا۔ (لوگ جمع ہو گئے) نماز کے بعد آپ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا ہر آدمی صدقہ کرے خواہ اس کے پاس ایک ہی دینار ہو، ایک ہی درہم، ایک ہی کپڑا، ایک ہی صاع گندم یا کھجور رہو یہاں تک کہ اگر اس کے پاس کھجور کا ایک ٹکڑا ہی ہو تو اس کا بھی صدقہ کرے (یعنی ہر شخص اپنی حیثیت کے مطابق صدقہ کرے)۔ تعمیلِ ارشاد میں لوگ دھڑا دھڑ اشیاء لانے لگے یہاں تک کپڑوں اور کھانوں کے ڈھیر لگ گئے۔ آپ ﷺ نے جب لوگوں کا جذبہ ہمدردی و ایثار دیکھا تو خوشی سے چہرہ انور یوں کھل اُٹھا جیسے وہ چمکتے ہوئے سونے کا ایک ٹکڑا ہو۔

قیلولہ چھوڑتے ہوئے ایک مظلوم کی فریاد رسی

سید بنی آدم رحمت مجسم ﷺ کا مکی دورِ نبوت ہے۔ آپ ﷺ اپنے جاں نثار رفیق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر میں تشریف فرما ہیں۔ موذن رسول حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ بھی خدمت اقدس میں حاضر ہیں۔ دوپہر کا وقت اور گرمی کا موسم ہے۔ اسی اثناء میں ایک نصرانی دروازے پر دستک دیتا ہے۔ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبیوں کے تاجدار اور بے کسوں کے غمخوار نبی ﷺ نے مجھے بھیجا کہ معلوم کروں کہ دروازے پر کون شخص دستک دیتا ہے اور اس کا کیا مسئلہ ہے؟ جب میں باہر گیا تو ایک نصرانی کو کھڑا پایا جو بارگاہ رسالت میں استغاثہ اور فریاد لے کر آیا تھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف سے اجازت ملنے پر وہ اندر آ کر عرض کرتا ہے

''یا محمد ﷺ! آپ کہتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں، خدا کا بھیجا ہوا نبی

marfat.com

ہوں۔ آپ مجھے اور دیگر لوگوں کو دین اسلام کی دعوت دیتے ہیں اگر آپ رسولِ برحق ہیں تو یہ بھی تو دیکھیں کہ کوئی طاقتور، کسی ضعیف پر ظلم نہ کرے۔"

حضور نبی اکرم ﷺ کے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ ابو جہل نے مجھ پر ظلم کیا ہے اس طرح کہ اس نے میرا مال غصب کرلیا ہے۔ یہ وقت آپ ﷺ کے قیلولہ کا تھا۔ گرمی بھی شدید پڑ رہی تھی لیکن بے سہاروں کے سہارا اور بے چاروں کے چارا نبی ﷺ گرمی اور قیلولہ کو نظرانداز کرتے ہوئے ابو جہل کی طرف روانہ ہونے لگے۔ حضرت بلالؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! قیلولہ کا وقت ہے، شدید گرمی پڑ رہی ہے۔ ابو جہل بھی آرام کر رہا ہوگا۔ اس وقت جائیں گے تو وہ ظالم برہم ہوگا۔ لیکن مظلوم کی دادرسی کرنے والے پیغمبر ﷺ نہ رکے اور اسی وقت جا کر ابو جہل کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ وہ غصہ کی حالت میں باہر نکلا تو حضور ﷺ کو باہر کھڑا پایا۔ بولا، کیسے آئے؟ کسی آدمی کو کیوں نہ بھیجا۔ سرکارِ دوعالم ﷺ نے، غصہ میں رعب سے فرمایا "اس نصرانی کا مال تم نے کیوں غصب کیا؟ اس کا مال فوراً اسے واپس کردو" ابو جہل نے کہا، "اگر اسی کام کے لئے آئے ہو تو کوئی آدمی بھیج دیتے۔ مال واپس کر دیتا۔"

"نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ" کی شان کے حامل نبی ﷺ نے فرمایا، "باتیں نہ بناؤ، اس غریب کا مال واپس کرو" ابو جہل گھر کے اندر گیا اور مال لا کر نصرانی کے حوالے کیا۔ حضور ﷺ کے پوچھنے پر نصرانی نے کہا کہ ایک اونی تھیلا رہ گیا ہے۔ پیغمبر ﷺ نے ابو جہل سے فرمایا، وہ تھیلا بھی لا دو۔ ابو جہل نے کہا، اے محمد! تم واپس چلے جاؤ میں اسے پہنچا دوں گا۔ غمخوارِ بے کساں رحمتِ عالمیاں ﷺ نے فرمایا 'میں اس وقت تک واپس نہیں جاؤں گا جب تک تم تھیلا واپس نہ کر دو گے۔ ابو جہل گھر کے اندر گیا اور تھیلا تلاش کیا۔ نہ ملنے پر اس سے بہتر تھیلا لایا اور نصرانی کو دیا۔ پیغمبرِ اکرم ﷺ نے نصرانی سے فرمایا 'یہ تھیلا بہتر ہے یا وہ بہتر تھا اس نے کہا 'اے محمد ﷺ! یہ تھیلا بہتر ہے۔ اس پر غریب پرور اور مسکین نواز رسول ﷺ نے فرمایا 'اگر تم کہتے کہ وہ بہتر تھا تو میں اس وقت تک واپس نہ

marfat.com

جاتا جب تک ابوجہل سے تمہارے تھیلہ کی قیمت لے کر تمہارے حوالے نہ کرتا'' (۱)

مذکورہ بالا واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کے آخری پیغمبر ﷺ بلا تمیز مذہب ونسل، ہر دکھی کے دکھوں کا مداوا کرنے والے تھے۔ ہر بے چارے، بے سہارے اور بے کس کے لئے ملجاو ماویٰ کی حیثیت رکھتے تھے۔ وہ اپنے پرائے، ہر ایک کا غم کھانے والے اور دیسیوں پر دیسیوں کی مصیبت میں کام آنے والے تھے بقول ابوالاثر حفیظ جالندھری

وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا

غریب طبقہ کی دعوت قبول کرنا

حضور نبی رحمت ﷺ کی غریب نوازی اور تواضع کا عالم یہ تھا کہ آپ ﷺ اپنے کسی غریب صحابی کی دعوت رد نہ فرماتے تھے۔ آپ ﷺ ان کی حوصلہ افزائی کے لئے ان کے گھروں میں تشریف لے جاتے اور ان کی دلجوئی فرماتے۔ اعلیٰ سیاسی وسماجی جاہ و منصب کے حامل لوگوں اور بڑے گھرانوں کی طرف سے دعوت ملنے پر تو ہر کوئی نہ صرف بخوشی جاتا ہے بلکہ اپنے لئے اعزاز سمجھتا ہے لیکن غریبوں، خادموں، مزدوروں اور ادنیٰ طبقہ کے لوگوں کی دعوت پر معذرت کرنے کے لئے ''مصروفیات'' کا بہانہ بنا لیا جاتا ہے۔ جبکہ سلطان عرب وعجم شاہ دو عالم رحمت مجسم ﷺ کا معمول یہ تھا کہ آپ ﷺ ادنیٰ طبقہ کے لوگوں اور اپنے غلاموں کی دعوت بھی ہمیشہ قبول فرماتے۔ انہی غلاموں میں حضرت انسؓ، حضور ﷺ کے ایک خادم تھے جن کے والدین بھی آپ ﷺ کے بہت عقیدت مند تھے۔ آپ ﷺ اکثر ان کے گھر تشریف لے جاتے اور ان کی عزت افزائی فرماتے۔ ایک دفعہ حضور ﷺ تشریف لائے تو حضرت انسؓ کی والدہ نے بارگاہ رحمت دو عالم ﷺ میں عرض کی'یا رسول اللہ ﷺ! اپنے اس چھوٹے سے خادم کے لئے دعا فرمایئے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس کے مال اور اولاد میں کثرت کی دعا فرمائی۔ اس دعا کے ثمرہ میں، حضرت انس ؓ کثیر المال والعیال ہوگئے۔ عمر اتنی لمبی پائی کہ ایک سو سے زیادہ اولاد کو

(۱) صباح الدین عبدالرحمٰن، بزم صوفیاء، ۴۱۲

marfat.com

اپنے ہاتھ سے دفن کیا اور (اسی طرح حضور ﷺ کی دعا کی برکت سے) ان کا باغ سال میں دو مرتبہ پھل دیتا تھا۔ (۱)

اسی طرح ایک دفعہ ایک غریب درزی نے آپ ﷺ کو کھانے کی دعوت دی۔ غریب پر ور رسول ﷺ نے اس کی عزت افزائی کرتے ہوئے دعوت قبول فرمائی۔ آپ ﷺ تشریف لائے تو اس نے جو کی روٹی اور اور کدو ملا شوربا آپ ﷺ کے سامنے رکھا۔ آپ ﷺ کھانا تناول فرماتے ہوئے پیالہ میں سے کدو ڈھونڈ ڈھونڈ کر کھانے لگے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے ساتھ تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے دیکھا کہ کدو حضور ﷺ کی پسندیدہ غذا ہے تو اس وقت سے آج تک کدو پسند کرتا ہوں جہاں ممکن ہو سالن میں کدو ڈلواتا ہوں۔ (۲)

غریب کے بیٹے کے لئے کوئی بڑا عہدہ قابل تعجب لیکن غریب پر ور رسول ﷺ نے غلام زادے کو امیر لشکر مقرر کردیا

غریب نواز رسول ﷺ کی آمد سے قبل سابقہ امتوں اور قوموں کے بڑے لوگوں میں یہ بات بڑی قابل تعجب اور حیرت انگیز ہوتی تھی کہ ایک غریب و پسماندہ خاندان کے آدمی کو کسی بڑے منصب اور عہدہ پر فائز کر دیا جائے۔ ایک غریب آدمی، خواہ وہ علم و عقل، دانش وبصیرت اور تجربہ و صلاحیت کے اعتبار سے کتنا ہی اہل اور میرٹ پر پورا کیوں نہ اترتا ہو، صرف اس وجہ سے کسی بڑے منصب پر فائز نہیں ہوسکتا تھا کہ وہ ایک غریب خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ ہر اہم عہدہ صرف مال و دولت اور خاندان کے اعتبار سے بڑے لوگوں کے لئے مختص تھا۔ قرآن مجید بنی اسرائیل کے ایک واقعہ کے ذریعے ان لوگوں کی ذہنیت آشکار کرتا ہے۔ حضرت شموئیل علیہ السلام سے، ایک دفعہ، بنی اسرائیل

(۱) ۱۔ بخاری، ادب المفرد، ۹۶
۲۔ ابن کثیر، السیرة النبویه، ۴:۶۵۳
(۲) ۱۔ امام مالک، الموطا: ۴۵۱
۲۔ ترمذی، الشمائل: ۵۹۵

marfat.com

نے درخواست کی کہ ہم دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں ہمارے لئے کوئی امیر اور قائد مقرر کریں جس کی قیادت میں ہم دشمنوں سے مقابلہ کریں۔ اس پر بنی اسرائیل کے پیغمبر نے قیادت کے لئے ایک ایسے آدمی کا تقرر فرمایا جو صلاحیت و قابلیت اور فن حرب کے اعتبار سے ماہر تھا لیکن خاندانی اعتبار سے ''بڑے قبائل'' سے نہ تھا اور مالی لحاظ سے بھی کم درجہ کا تھا۔ اس تقرری پر بنی اسرائیل کے ''وڈیرے'' احتجاج کرتے ہوئے کہنے لگے

قَالُوٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ (۱)

''وہ کہنے لگے کہ اسے (طالوت کو) ہم پر حکمرانی کیسے مل گئی حالانکہ ہم اس سے حکومت (کرنے) کے زیادہ حقدار ہیں، اسے تو دولت کی فراوانی بھی نہیں دی گئی''

نبی رحمت ﷺ کی بعثت سے جھوٹے اور غیر عادلانہ معیار قیادت کا خاتمہ ہوا۔ آپ ﷺ نے تاریخی خطبہ حجۃ الوداع کے ذریعے قیادت و سیادت کے لئے رنگ و نسل اور مال و دولت کے بت کو پاش پاش کر دیا۔ اپنے غریب پرور عمل سے غریبوں، کمزوروں اور غلاموں کو اعلیٰ مناصب پر فائز کیا اور یہاں تک ارشاد فرمادیا کہ اگر ایک ناک کٹا حبشی غلام بھی تم پر امیر مقرر کر دیا جائے جو تمہیں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی طرف بلائے تو تم پر اس کی اطاعت واجب ہے۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تھے۔ ان کی والدہ حضرت ام ایمن تھیں جو سرکار دوعالم ﷺ کو اپنے باپ کی طرف سے ورثہ میں ملی تھیں۔ گویا حضرت اسامہ ''نجیب الطرفین'' غلام تھے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے ایامِ مرض الوصال میں ایک اسلامی لشکر کی قیادت، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کی۔ اس وقت حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ ۱۸ سال کے نوجوان تھے۔ حالانکہ اس وقت مہاجرین وانصار صحابہ میں بڑے بڑے خاندانوں سے تعلق رکھنے والے تجربہ کار جرنیل صحابہ بھی موجودہ تھے لیکن رنگ و نسل اور آقا و غلام کی تمیز مٹانے والے نبی نے اپنے

(۱) القرآن، البقرہ، ۲:۲۴۷

marfat.com

عمل سے ''غلاموں کو زمانے بھر کا مولیٰ کر دیا''

اس موقع پر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کرنے پر کچھ لوگوں (منافقین) میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں ۔ جب اس بات کی خبر حضور نبی اکرم ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ شدت مرض کے باوجود سر پر کپڑا باندھے باہر تشریف لائے اور ان کے اعتراض کی تردید کرتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! اسامہ کا لشکر جلد بھیج دو۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم نے اسامہ کی امارت و قیادت پر اعتراض کیا ہے تو تم اس سے پہلے اس کے باپ کی امارت پر بھی اعتراض کر چکے ہو (جو بالآخر غلط ثابت ہوا)۔ خوب سمجھ لو، اسامہ امارت کے قطعی اہل ہیں اور ان کے باپ بھی اس کے اہل ثابت ہو چکے ہیں'' (۱)

حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد دور صدیقی میں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے، اسی لشکر کی قیادت جو حضور نبی اکرم ﷺ کا وصال سن کر واپس آ گیا، دوبارہ بھیجتے ہوئے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ ہی کو سپہ سالار مقرر کیا۔ اس پر کچھ صحابہ کرام نے ان کی کم عمری پر اعتراض کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جو کہ مزاج شناسِ رسول ﷺ تھے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ جس لشکر کی قیادت اور روانگی کا حکم تاجدار کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا ابوبکرؓ کی مجال نہیں کہ اس میں ترمیم و تردید کرے۔

غزوۂ تبوک اور ایک مزدور صحابی کے ایثار کی منفرد انداز میں عزت افزائی

غزوۂ تبوک، تاریخ اسلام میں ''غزوۃ العسرۃ'' کے نام سے مشہور ہے۔ ۹ ھجری میں ہونے والا یہ غزوۂ حیات نبوی ﷺ کا آخری معرکہ تھا، جس میں تاجدار کائنات حضور نبی اکرم ﷺ نے نفس نفیس شرکت فرمائی۔ اس موقع پر اہل عرب قحط سالی اور تنگدستی کا شکار تھے۔ مسلمان ان دنوں انتہائی عسرتِ کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ وسائل نہ ہونے کے برابر اور سواری کے جانوروں کی شدید قلت تھی جبکہ اس غزوۂ میں ٹکر، اپنے وقت کی واحد

(۱) ابن ہشام، السیرة البنویه، ۲: ۶۵۰

marfat.com

سپر پاور ''روم'' سے ہونے والی تھی۔ حالات کی نزاکت، مالی مشکلات اور دیگر حکمتوں کے تحت سرکار دو عالم ﷺ نے خلاف معمول اس غزوہ کی تیاری اور اس کے لئے مال و اسباب جمع کرانے کی اپیل فرمائی۔ اصحاب رسولؓ نے اپنے آقا کی آواز پر دیوانہ وار لبیک کہتے ہوئے اس موقع پر ایثار و قربانی کی ایسی لا زوال مثالیں قائم کیں تاریخ عالم جن کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

یہی وہ غزوہ ہے، جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ۳۰۰ اونٹ مع ساز و سامان اور ایک ہزار دینار، سپہ سالار اسلام، والی مدینہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کا پورا اثاثہ دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ اہل و عیال اور دوسرا حصہ لشکر اسلام کیلئے پیش کر دیا۔ اور جب باری آئی پیکر ایثار و وفا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تو انہوں نے اپنے گھر کا، پورے کا پورا، سامان سمیٹ کر بارگاہ رسالت ﷺ میں پیش کر کے رہتی دنیا تک ایک انمٹ مثال قائم کردی۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے تن کے کپڑے بھی اتار کر سامان میں رکھ لئے اور خود ایک بوسیدہ ٹاٹ لپیٹ کر بارگہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے تو حضور نبی اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا

هل ابقيت لا هلک شيئا؟ قال، ابقيت لهم الله ورسوله (۱)

''(اے ابو بکر) اپنے گھر والوں کے لئے کیا کچھ چھوڑ آئے ہو؟ (پروانہ چراغ مصطفوی نے) جواب دیا۔ ان کے لئے اللہ اور اس کا رسول چھوڑ آیا ہوں''

ابو بکر کے اسی ایثار کو حکیم الامت حضرت علامہ اقبالؒ، بانگ درا میں ''صدیق'' کے عنوان سے، اپنا موضوع سخن بناتے ہوئے یوں بیان کرتے ہیں

اتنے میں وہ رفیق نبوت بھی آگیا
جس سے بنائے عشق و محبت ہے استوار

---

(۱) حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳:۱۳۰

لے آیا اپنے ساتھ وہ مرد وفا سرشت
ہر چیز جس سے چشمِ جہان میں ہو اعتبار
بولے حضور ﷺ ، چاہیے فکرِ عیال بھی
کہنے لگا، وہ عشق و محبت کا رازدار
پروانے کو چراغ ، ہے بلبل کو پھول بس
صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

اسی دوران ایثار و خلوص کا ایک ایسا منظر بھی دکھائی دیا جس نے سوت کی اٹی کے ساتھ یوسف علیہ السلام کو خرید نے کی یاد تازہ کردی۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے ایک صحابی، رات بھر یہودی کا رہٹ چلاتے ہیں جس کی مزدوری میں ایک کلو کھجور پاتے ہیں۔ یہی اثاثہ بغل میں دبائے دربار نبوی ﷺ میں حاضر ہوتے ہیں۔ وہاں عطیات کے ڈھیر اور سونا چاندی کی بہتات دیکھ کر دل میں کم مائیگی کا احساس ہوتا ہے۔ احساس شرمساری سے بارگاہ نبوی میں عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ! مجھے علم ہے کہ حضرت عثمانؓ نے ہزاروں دینار پیش کیے۔ عمر نے گھر کا آدھا سامان اور ابو بکر نے اپنے گھر کا سارا اثاثہ آپکی نذر کر دیا ہے۔ لیکن میں ایک مزدور ہوں۔ میری رات بھر کی مزدوری ان کھجوروں کی صورت میں ہے براہِ کرم یہ نذرانہ قبول فرمایئے۔ ممکن ہے کہ یہ کھجوریں ایک آدھ سپاہی کی بھوک کا مداوا کر سکیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس غریب صحابی کا جذبہ ایثار و اخلاص دیکھا تو اس کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے بے پناہ جذبات تشکر سے اس کی خدمت کو یوں سراہا کہ اس کی ایک کلو کھجوریں، ہزاروں لاکھوں کے اس ڈھیر پر بکھیر دیں تاکہ اس کے جذبہ خلوص و ایثار کی برکت سے اللہ تعالیٰ سب کی قربانیاں قبول فرمالے۔ کیونکہ اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں دلوں کا اخلاص کام آتا ہے۔ ان کے دربار میں جذبہ ایمانی کی قدر و قیمت زیادہ ہے نہ کہ مال کی فروانی کی۔

marfat.com

لب ہائے نبوت کا غریب مزدور کے آبلہ دار ہاتھوں کو چومنا

حضور نبی رحمت، غمگسار انسانیت ﷺ نے مزدوروں کی عزت افزائی کے لئے نہ صرف محنت کی عظمت اور کسبِ حلال کی اہمیت وفضیلت بیان فرمائی بلکہ عملی طور پر ان سے محبت کر کے انہیں معاشرے میں باعزت اور بلند مقام عطا فرمایا۔آپ ﷺ نے ایک طرف تو مزدوروں کے ساتھ ہمدردی و خیر خواہی کرتے ہوئے ان کے ایمپلائیرز (مالکان) کو یوں تلقین فرمائی

اعطوا الاجیر اجرہ قبل ان یجف عرقہ (مشکواۃ المصابیح) ''مزدور کو اس کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو'' تو دوسری طرف ''الکاسبُ حبیب اللہ'' فرما کر مزدور کی عظمت واہمیت بھی واضح فرما دی۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے ایک صحابی، حضرت سعد الانصاریؓ، محنت مزدوری کر کے اپنا اور اہل وعیال کا پیٹ پالتے تھے۔ ایک دفعہ وہ سید دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔آپ ﷺ نے اس سے مصافحہ فرمایا تو اس کے ہاتھ کھردرے اور پھٹے ہوئے محسوس ہوئے۔ پھٹے ہوئے ہاتھوں کو دیکھ کر غریبوں کے غم خوار آقا ﷺ نے وجہ دریافت کی تو اس نے عرض کیا۔یارسول اللہ ﷺ! میں مزدور آدمی ہوں سارا دن پھاوڑے (کدال) سے محنت مزدوری کر کے اپنا اور گھروالوں کا پیٹ پالتا ہوں جس سے ہاتھوں پر آبلے پڑ گئے ہیں۔مسکین نواز نبی ﷺ نے اس کے ہاتھ کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا یہ وہ ہتھیلیاں ہیں جنہیں آگ نہیں چھوئے گی۔

پیغمبر رحمت کی مزدور سے محبت کا اندازہ لگائیں کہ وہ عظمتوں والا رسول، جس کے نعلین کا بوسہ عرش الٰہی لیتا ہے اور جس کی ''خاک گزر'' کو ہر اہل ایمان اپنی آنکھ کا سرمہ بنانا اپنے لیے عظیم سعادت سمجھتا ہے وہ باکمال اور عظیم نبی اپنے مبارک لبوں سے مزدور کے پھٹے ہوئے ہاتھ چوم کر اسے عظمت وعزت کے بے مثال مقام پر فائز کر دیتا ہے۔

آج کی دنیا میں، مسلمان مِل مالکان اور جاگیرداروں کو اپنے نبی کا اسوۂ پیش

marfat.com

نظر رکھنا چاہئے۔ ہمارے رسول ﷺ تو ان غریبوں کے ہاتھ چوم کر انہیں عزت و تکریم عطا فرمائیں اور ہم ہیں کہ انہیں عزت دینے کی بجائے ان کا استحصال کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے یہ طبقہ اپنے بچوں کی خوراک، رہائش اور تعلیم و علاج کے اخراجات کے لئے عمر بھر مالی پریشانیوں سے دوچار رہتا ہے۔ اسی لئے اقبال نے کہا تھا:

تو قادر و مختار ہے پر تیرے جہاں میں
ہیں تلخ بہت بندۂ مزدور کے اوقات

ایک دوسرے مقام پر ''سرمایہ ومحنت'' کے نام پر علامہ، خضر کی طرف سے پیغام دیتے ہوئے یوں بیان کرتے ہیں:

دستِ دولت آفریں کو مزد یوں ملتی رہی
اہلِ ثروت جیسے دیتے ہیں غریبوں کو زکوٰۃ
مکر کی چالوں سے بازی لے گیا سرمایہ دار
انتہائے سادگی سے کھا گیا مزدور مات

''لوگو! اسلام کا پیغمبر ﷺ، عطا کرتے وقت فقر سے ڈرتا ہی نہیں

﴿ایک ضرورت مند کو بکریوں کا ریوڑ عطا کرنا﴾

معاشی پریشانیوں میں مبتلا ایک اعرابی، بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوتا ہے اور گردش روز گار کا ذکر کرتے ہوئے امداد کا طالب ہوتا ہے۔ محبوب خدا ﷺ کا دربار، وہ کریم دربار ہے جس سے کبھی کوئی سائل خالی ہاتھ نہیں لوٹا۔ معاشی الجھنوں میں مبتلا انسانوں کی پریشانیاں دور کرنا اور محتاجوں کی حاجات پوری کرنا آپ ﷺ کا ہمیشہ شیوہ رہا۔ اتفاق سے اس روز آپ ﷺ کے پاس بکریوں کا ایک ریوڑ موجود تھا جو کہ پہاڑوں کے درمیان چر رہا تھا۔ سائل کی غربت و مسکینی دیکھ کر شانِ کریمی جوش میں آئی اور سائل سے فرمایا کہ یہ سارا ریوڑ ہی لے جاؤ۔ اعرابی نے جود وسخا اور کرم و عطا کا یہ انداز زندگی

marfat.com

بھر کہیں نہ دیکھا تھا۔ وہ خوشی سے پھولے نہ سمایا۔ بکریوں کا ریوڑ لے کر اپنے قبیلہ میں واپس گیا تو حضور ﷺ کی بخشش و عنایت کا ذکر کرتے ہوئے، اس نے اپنے قبیلہ والوں کو یوں پیغام دیا:

لوگو! اسلام قبول کرلو۔ کیونکہ اسلام کا پیغمبر (ﷺ) اتنا جواد اور سخی ہے کہ جب عطا کرنے پہ آتا ہے تو کسی قسم کے فقر اور تنگدستی کا سوچتا ہی نہیں۔ (۱)

غریب نواز رسول ﷺ کی یہ غریب نوازی اور بندہ پروری صرف اس اعرابی ہی پر نہ تھی بلکہ آپ ﷺ کی ساری زندگی بے نواؤں کونوازتے ہوئے گزری۔ ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کرنا اور پریشاں حال مخلوق کی پریشانیاں دور کرنا اللہ کے محبوب نبی ﷺ کا محبوب عمل رہا۔ اس عمل کا مزید اندازہ اس واقعہ سے بھی لگایا جا سکتا ہے جسے حافظ ابن کثیر، اپنی تصنیف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کرتے ہیں

ایک دفعہ، حضور نبی مکرم ﷺ نے کپڑے کے ایک تاجر سے چار درھم میں ایک قمیص خریدی۔ اسے زیب تن فرما کر جا رہے تھے کہ ایک انصاری راستے میں ملا۔ اس نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! مجھے ایک عدد قمیص کی ضرورت ہے۔ محسن انسانیت ﷺ نے اس کے سوال پر وہی قمیص اس انصاری کو پہنا دی اور اپنے لیے دکان سے ایک اور قمیص خرید لی۔ (۲)

حامیٔ بے کساں اور چارۂ بے چارگاں ﷺ کی اسی شانِ غریب پروری اور جود و سخا کو امام بوصیریؒ اپنے منظوم پیرائے میں یوں بیان کرتے ہیں۔

فَاِنَّ مِنْ جودک الدنیا و ضرتها
ومِن علومک علم اللوح و القلمِ

(قصیدہ بردہ شریف)

(۱) قاضی عیاض، الشفاء، ۱:۱۲۱

(۲) حافظ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶:۴۱

marfat.com

سلام

سلام اُس پر کہ جس نے بے کسوں کی دستگیری کی
سلام اُس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی

سلام اس پر کہ اسرارِ محبت جس نے سمجھائے
سلام اُس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے

سلام اُس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی، نہ سونا تھا
سلام اُس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا

سلام اُس پر کہ جس کا ذکر ہے سارے صحائف میں
سلام اُس پر ہوا مجروح، جو بازارِ طائف میں

سلام اُس پر جو سچائی کی خاطر دکھ اٹھاتا تھا
سلام اُس پر جو بھوکا رہ کے اوروں کو کھلاتا تھا

درود اس پر کہ جو ماہر کی امیدوں کا ملجا ہے
درود اس پر کہ جس کا دونوں عالم میں سہارا ہے

(ماہر القادری)

marfat.com

مآخذ و مراجع

۱۔ القرآن الحکیم

۲۔ ابن ابی شیبہ، ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان کوفی (م۲۳۵ھ)۔ المصنف۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشد، ۱۴۰۹ھ۔

۳۔ ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر (م۷۷۴ھ)۔ البدایہ و النہایہ۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۹ھ۔

۴۔ ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر (م۷۷۴ھ)۔ تفسیر القرآن العظیم۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۴۰۰ھ۔

۵۔ ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی (م۲۷۳ھ)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۹ھ۔

۶۔ ابن ہشام، ابو محمد عبد الملک حمیری (م۲۱۳ھ)۔ السیرۃ النبویہ۔ بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۴۱۱ھ۔

۷۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث سجستانی (م ۲۷۵ھ)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۴ھ۔

۸۔ ابو علاء مبارکپوری، محمد عبد الرحمٰن بن عبد الرحیم (م۱۳۵۳ھ)۔ تحفۃ الاحوذی۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۹۔ احمد بن حنبل، ابو عبد اللہ بن محمد (م۲۴۱ھ)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۸ھ۔

۱۰۔ احمد رضا، مولانا احمد رضا خان بریلوی، (۱۳۴۰ھ) حدائقِ بخشش۔ کراچی، پاکستان، مکتبہ المدینہ۔

marfat.com

۱۱۔ احمد رضا، مولانا احمد رضا خان بریلوی، (۱۴۴۰ھ)،کنزالایمان۔ لاہور، پاکستان، تاج کمپنی۔

۱۲۔ بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۲۵۶ھ)۔ الصحیح۔ بیروت، لبنان، دمشق، شام: دار القلم، ۱۴۰۱ھ۔

۱۳۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (م۴۵۸ھ)۔ السنن الکبریٰ۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبہ دار الباز، ۱۴۱۴ھ۔

۱۴۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسی بن ضحاک سلمی (م۲۷۹ھ)۔ الجامع الصحیح۔ بیروت، لبنان: دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۸ء۔

۱۶۔ حلبی، علی بن برھان الدین (م۱۴۰۴ھ)۔ السیرۃ الحلبیۃ، بیروت، لبنان: دارالمعرفہ، ۱۴۰۰ھ۔

۱۷۔ حفیظ جالندھری، شاہنامہ، اسلام، لاہور پاکستان

۱۸۔ خطیب تبریزی، امام محمد بن عبد اللہ الخطیب تبریزی، (۷۴۲ھ) مشکوۃ المصابیح، کراچی: قدیمی کتب خانہ، ۱۳۶۸ھ۔

۱۹۔ دارمی، ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن (م۲۵۵ھ)۔ السنن، بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ۔

۲۰۔ دار قطنی، ابو الحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن نعمان (م۔۳۸۵ھ)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء۔

۲۱۔ رازی، محمد بن عمر بن حسن بن حسین بن علی تیمی (م۶۰۶ھ)۔ التفسیر الکبیر۔ تہران، ایران: دار الکتب العلمیہ۔

۲۲۔ سعیدی، علامہ غلام رسول سعیدی، شرح صحیح مسلم، لاہور پاکستان، فرید بک سٹال

۲۳۔ سمھودی، نور الدین علی بن احمد، المصری (م ۹۱۱ھ)۔ وفاء الوفا باخبار دارالمصطفی۔ مصر: مطبعۃ السعادۃ، ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۴ء۔

۲۴۔ صالحی، ابوعبد اللہ محمد بن یوسف بن علی بن یوسف شامی (م۹۴۲ھ)۔ سبل

marfat.com

الہدیٰ والرشاد۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۴ھ۔

۲۵۔ عبد الحق محدث دہلوی، شیخ (م۔۱۰۵۲ھ)۔ مدارج النبوہ۔ کانپور، بھارت: مطبع منشی نولکشور۔

۲۶۔ غزالی، حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد الغزالی (۵۰۵ھ)۔ إحیاء علوم الدین۔ لاہور، پاکستان

۲۷۔ غزالی، حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد الغزالی (۵۰۵ھ)۔ کیمیائے سعادت۔ لاہور، پاکستان، پروگریسو بکس، ۱۹۹۹ء

۲۸۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م۔۱۲۲۵ھ)۔ التفسیر المظہری، کوئٹہ، پاکستان: بلوچستان بک ڈپو۔

۲۹۔ قاضی عیاض، ابو الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض بن عمرو بن موسیٰ بن عیاض بن محمد بن موسیٰ بن عیاض یحصبی (۔۵۴۴ھ/۱۰۸۳۔۱۱۴۹ء)۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی۔

۳۰۔ قاضی عیاض، ابو الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض بن عمرو بن موسیٰ بن عیاض بن محمد بن موسیٰ بن عیاض یحصبی (۴۷۶۔۵۴۴ھ/۱۰۸۳۔۱۱۴۹ء)۔ الشفاء۔ ملتان، پاکستان: عبدالتواب اکیڈمی۔

۳۱۔ قسطلانی، ابو العباس احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبد الملک بن احمد بن محمد بن محمد بن حسین بن علی (۸۵۱۔۹۲۳ھ/۱۴۴۸۔۱۵۱۷ء)۔ المواہب اللدنیہ۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۱ء۔

۳۲۔ مالک، ابن انس بن مالک رضی اللہ عنہ بن ابی عامر بن عمرو بن حارث اصبحی (۹۳۔۱۷۹ھ/۷۱۲۔۷۹۵ء)۔ الموطا۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۵ء۔

۳۳۔ محمد اقبال، علامہ محمد اقبال (۱۸۷۷۔۱۹۳۸ء)۔ کلیات۔ لاہور، پاکستان: شیخ غلام نبی اینڈ سنز، ۱۹۸۹ء۔

marfat.com

۳۴۔ محمد کرم شاہ الازہری، جسٹس پیر (۱۴۱۸ھ)، ضیاء القرآن، لاہور، پاکستان، ضیاء القرآن پبلی کیشنز

۳۵۔ محمد کرم شاہ الازہری، جسٹس پیر (۱۴۱۸ھ)، ضیاء النبی، لاہور، پاکستان، ضیاء القرآن پبلی کیشنز

۳۶۔ محمد طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، عرفان القرآن، لاہور، پاکستان، منہاج القرآن پبلی کیشنز

۳۷۔ محمد طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، تفسیر منہاج القرآن، لاہور، پاکستان، منہاج القرآن پبلی کیشنز

۳۸۔ محمد طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، اسلامی فلسفہ زندگی، لاہور، پاکستان، منہاج القرآن پبلی کیشنز

۳۹۔ محمد طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، خصائص مصطفیٰ، لاہور، پاکستان، منہاج القرآن پبلی کیشنز

۴۰۔ محمد طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، سیرۃ الرسول لاہور، پاکستان منہاج القرآن پبلی کیشنز

۴۱۔ محمد طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، المنہاج السوی، لاہور، پاکستان، منہاج القرآن پبلی کیشنز

۴۲۔ محمد طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، البدر التمام، لاہور، پاکستان، منہاج القرآن پبلی کیشنز

۴۳۔ مفتی محمد امین، فقیہ عصر، آب کوثر، فیصل آباد، جامعہ امینیہ رضویہ، ۱۴۱۴ھ

۴۴۔ مفتی محمد امین، فقیہ عصر، البرہان، فیصل آباد، مکتبہ سلطانیہ، ۱۴۱۷ھ

۴۵۔ مفتی محمد امین، فقیہ عصر، شرف امت، فیصل آباد، مکتبہ سلطانیہ، ۱۴۱۷ھ

۴۶۔ محمد سعد اللہ، حافظ، غریبوں کے والی، لاہور دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری ۱۹۹۹ء

۴۷۔ محمد سعد اللہ، حافظ، وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والے، لاہور دیال سنگھ ٹرسٹ

marfat.com

لائبریری ۱۹۹۹ء۔

۴۸۔ مسلم، ابوالحسین ابن الحجاج بن مسلم بن قشیری (۲۰۶۔ ۲۶۱ھ/۸۲۱۔۸۷۵ء)۔ الصحیح۔ بیروت، لبنان: داراحیاء التراث العربی۔

۴۹۔ ملا علی قاری، نور الدین بن سلطان محمد ہروی حنفی (م ۱۰۱۴ھ/۱۶۰۶ء)۔ مرقاۃ المفاتیح۔ بمبئی، بھارت: اصح المطابع۔

۵۰۔ ملا علی قاری، نور الدین بن سلطان محمد ہروی حنفی (م ۱۰۱۴ھ/۱۶۰۶ء)۔ شرح الشفا۔ مصر: ۱۳۰۹ھ۔

۵۱۔ منذری، ابو محمد عبد العظیم بن عبد القوی بن عبد اللہ بن سلامہ بن سعد (۵۸۱۔۶۵۶ھ/ ۱۱۸۵۔ ۱۲۵۸ء)۔ الترغیب و الترہیب۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۷ھ۔

۵۲۔ مولائے روم، محمد جلال الدین بن بہاؤالدین رومی (۶۰۴ھ۔۶۷۲ھ)، مثنوی معنوی،

۵۳۔ نسائی، احمد بن شعیب (۲۱۵۔۳۰۳ھ/۸۳۰۔۹۱۵ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۵ء۔

۵۴۔ نسائی، احمد بن شعیب (۲۱۵۔۳۰۳ھ/۸۳۰۔۹۱۵ء)۔ السنن الکبریٰ۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء۔

۵۵۔ ہندی، حسام الدین علاء الدین علی متقی (م ۹۷۵ھ)۔ کنز العمال۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۳۹۹ھ۔

۵۶۔ ہیثمی، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (۷۳۵۔۸۰۷ھ/ ۱۳۳۵۔ ۱۴۰۵ء)۔ مجمع الزوائد۔ قاہرہ، مصر: دار الریان للتراث + بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء۔

marfat.com

شمائل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، خصائل، فضائل، کمالات اور معجزات
کا دلکش مجموعہ

البرہان فی خصائص حبیب الرحمٰن

مصنف:
خطیب ملت حضرت مولانا الحافظ قاری
ابو طاہر علامہ محمد بشیر احمد

جس میں حضور پُرنور، نورِ علیٰ نور، منبع کمالات
مخزن معجزات، حبیب کبریا
حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثناء
کا حُلیہ مبارک اور سر اقدس سے لیکر قدم پاک
کے خصائص برکات اور آپ کا حسین و جمیل
سراپا مقدس آیات قرآنی، مستند و معتبر روایات
واحادیث سے اخذ کرکے درج کیا گیا ہے
اور آپ کے ایک ایک عضو مبارک کے اوصاف
جمیلہ کی تصویر کھینچ دی گئی ہے۔

تصوف و معرفت پر حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی شہرہ آفاق تصنیف

فتوح الغیب کی فارسی شرح

از سند المحدثین امام المحققین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

"مظہر الریب" کا اُردو ترجمہ

از حضرت علامہ محمد منشا تابش قصوری

طریقت و روحانیت پر سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے 78 مواعظ عالیہ کا
بے مثال مجموعہ

خصوصیات:
قضا و قدر، فنا و بقاء اور زہد و تقویٰ پر محققانہ گفتگو۔
سلوک و تصوف، طریقت و روحانیت کو قرآن و سنت کے دلائل کے ساتھ بیان۔
مجاہدہ اور ریاضت، صفائے قلب و باطن کے طریقے۔
صدق و اخلاص، ورع، صبر، رضا اور شکر کا بیان، نفس اور خواہش نفس کی مخالفت۔

خلافت و دولت اسلامیہ کی پہلی نو صدیوں کی تاریخ پر
مولانا جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی مایہ ناز تصنیف

تاریخ الخلفاء کا اردو ترجمہ محبوب العلماء

از: حضرت علامہ مولانا محمد بشیر صدیقی

اہم خصوصیات
خلفائے راشدین، سلطنت بنو امیہ و بنو عباس کے احوال پر جامع تاریخ۔
خلفاء و سلاطین کی سیرت و کردار اور امتیازات کا مفصل اور جامع بیان۔
خلفاء و سلاطین کے عہد کی فتوحات اور اہم واقعات کا سال بہ سال تذکرہ۔

نوریہ رضویہ پبلیکیشنز
11۔ گنج بخش روڈ لاہور
042-7313885

marfat.com

نوریہ رضویہ پبلیکیشنز
الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ
اردو بازار ○ لاہور
042-7322770